عرفانِ شریعت و طریقت
مضامینِ ناسک
مُصنّف
فقیر محمد عارف حسین ناسک قادری سروری
مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

عرفانِ شریعت و طریقت

مضامینِ ناسک

مُصنّف

فقیر محمد عارف حسین ناسک قادری سروری

مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے فیصل آباد

041-2626046

نام کتاب	———	عرفانِ شریعت وطریقت
مؤلف	———	فقیر محمد عارف حسین ناسک
طابع	———	سیّد حمایت رسول قادری
کمپوزنگ	———	ورڈزمیکر
ایڈیشن	———	اوّل
سن اشاعت	———	مئی 2013ء
صفحات	———	496
مطبع	———	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	———	مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد
قیمت	———	۱۵۰ روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز: 11- گنج بخش روڈ لاہور 042-7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد فون: 041-2626046
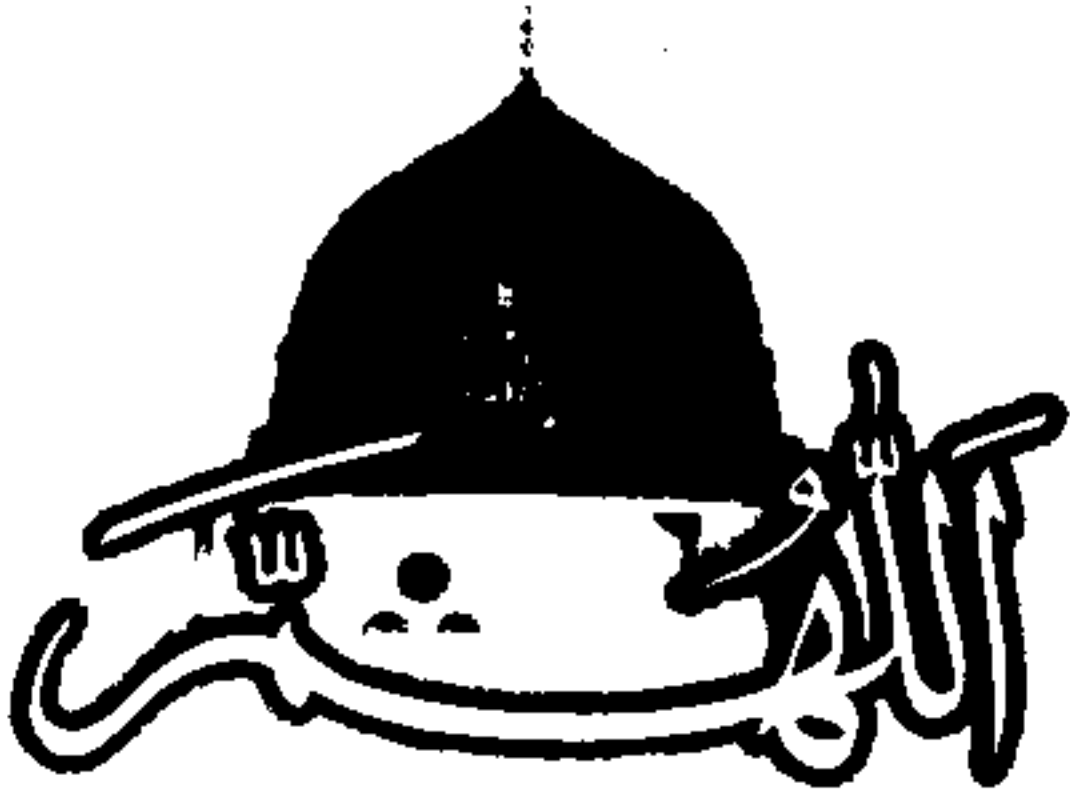
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھُمَّ

صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

انتساب

جنابِ رسالت مآب، رشد و ہدایت کے آفتاب فخرِ موجودات
باعثِ تخلیقِ کائنات، منبعِ حسنات، مخزنِ فیوض و برکات، سید المرسلین
رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین، محبوبِ ربّ العالمین
امام المتقین والصادقین، صاحبِ خُلقِ عظیم، رؤف و رحیم، حلیم و کریم
صاحبِ فضلِ کبیر و عظیم، مبشرِ عظیم، سراجِ منیر بفضلِ ربِّ قدیر جل جلالہ
احمد مرتضیٰ، محمد مصطفیٰ، برہان اللہ، نور اللہ، حجۃ اللہ، خیر خلق اللہ
نبی اللہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم
کَثِیْرًا کَثِیْرًا دَائِمًا اَبَدًا
کے نام

جو ہیں خیر البشر والا انام
ان پر ہر دم اربوں کھربوں سلام
بے حد و بے حساب درود ان پر صبح و شام

میری جانب بھی تصرف کی نظر ہو جائے — آس لے کر در اقدس پہ کمینہ آیا
آپ کے درسِ صداقت کی بدولت عارف — اہلِ دنیا کو ہے جینے کا قرینہ آیا
خدارا سوئے گنہگاراں نگاہے — پیالے گر نہ باشد گاہے گاہے

خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی
فقیر حقیر محمد عارف حسین ناسک
قادری سروری

دعائے فقیر کو چہ آلِ رسول ﷺ

خدایا! حاصل رہے ہمیں ہر لمحہ ہدایتِ رسول ﷺ
جسد و روح میں رہے موجزن ہر لمحہ شجاعتِ رسول ﷺ
زندگی میں نہ گزریں کبھی بھی ہمارے لمحات فضول
حاصل ہو جائے روزِ حشر، ہمیں شفاعتِ رسول ﷺ
سرگرم عمل رہے خدمتِ اسلام میں آلِ رسول ﷺ
سب دخترانِ اسلام کو ملے سوغات میں اُسوۂ بتول رضی اللہ عنہا
یارسول اللہ! آپ ہیں سراپا نور، سب گھرانہ نور کا
آپ کی نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

طالب دعاو فیض نظر
طالب نجات روز حشر
فقیر محمد عارف حسین ناسک
قادری سروری

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

سورۃ الاخلاص کا منظوم ترجمہ

اللہ صاحب عظمت کے بابرکت نام سے
بہت مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والے کے نام سے
فرما دیجئے اے حبیب مُعظّم خیر البشر
وہ ہے اللہ بے مثل و یکتا، اَحد
وہ اللہ سب سے بے نیاز و برتر
وہ ہے مالک شان غنا، صمد
نہ وہ کسی کا باپ اور نہ پسر
نہ ہے اُس کی بیوی، نہ ولد
نہ اُس کا کوئی ہم مرتبہ و ہمسر
وہ ہے سب شانوں میں اَحد

سورۃ الکوثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○

منظوم (تفسیری) ترجمہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام سے جو ہے نہایت مہربان

ہمیشہ رحم فرمانے والا' جو ہے نہایت ذیشان

بے شک کی عطا ہم نے آپ ﷺ کو ہر خیر میں کثرت بے انتہا

یقیناً ہماری عطائیں اور برکتیں ہوئیں نچھاور آپ پر بے حد و بے بہا

پس پڑھا کریں اپنے رب کے لئے نماز اور دیا کریں قربانی

ہر حال میں ہمہ وقت کرتے رہیں ادا شکر عبدیت و کثرتِ عطا

یقیناً آپ کا دشمن ہی ہوگا آخر خاسرو ابترٗ بے نام

آپ کے دشمنوں شریروں کی نسل تک ہم دیں گے ضرور مٹا

تا حشر رہے گا آپ (ﷺ) کی نسل پاک کا ہمیشہ چرچا

مٹ جائیں گے آخر سب کے سب آپ کے یہ اَعدا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمْ

عرفانِ نفسِ مضامین

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَرَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَوْلِيَآءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔ كَثِيْرًا كَثِيْرًا دَائِمًا اَبَدًا مِنْ اَزَلِ الْاَزَالِ اِلٰى اَبَدِ الْاٰبِدِيْنَ ۔

عقل و دل نگاہ کر مرشد اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

اللہ جل شانہ کا بے حد وحساب، فضل واحسان کہ اپنے محبوب کریم رؤف ورحیم، صاحب فضل وخلق عظیم نبی ﷺ کی امت میں شامل فرمایا۔ مزید برآں اپنے انعام یافتہ بندوں کے ادنیٰ ترین غلاموں کی صف میں شمولیت کی سعادت بخشی جو کہ صراطِ مستقیم کے روشن مینار ہیں اور ان کی پیروی اور ان کی معیت میں رہنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۔

مومنین کے سوادِ اعظم سے ہٹ کر جداگانہ راستہ اختیار کرنیوالوں کو زبردست وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد رب ذوالجلال ہے۔

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النسآء ۴:۱۱۵)

”اور جو شخص مسلمانوں (مومنین) کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور

بالآخر اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے"۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور صالح بندوں کی شان یوں بیان فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ (الکہف ۱۸:۲۸)

(اے میرے بندے) تو اپنے آپ کو ان کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں۔ اس کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں۔ تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں اُن سے نہ ہٹیں۔ کیا تو (اُن فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دُنیوی زندگی آسائش چاہتا ہے؟ اور تو اس شخص کی اطاعت بھی نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہی اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے"۔

اس ارشادِ ربانی میں حضور اکرم ﷺ کے توسط سے امت مسلمہ کے عام افراد کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ ان لوگوں کی معیت اور صحبت اختیار کریں اور ان کی حلقہ بگوشی میں دلجمعی کے ساتھ بیٹھے رہا کریں۔ جو صبح وشام اللہ کے ذکر میں سرمست رہتے ہیں اور جن کی ہر گھڑی یادِ الٰہی میں بسر ہوتی ہے۔ انہیں اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے کسی اور چیز کی طلب نہیں ہوتی وہ ہر وقت اللہ کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں۔ یہ بندگانِ خدا مست صرف اپنے مولا کی آرزو رکھتے ہیں اور اس کی آرزو میں جیتے ہیں اور اپنی جان جاں آفریں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اللہ کے ولیوں کی یہ شان ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہونا چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ سب سے پہلے وہ ان اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کریں چونکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے عامۃ المسلمین کو ان کے ساتھ جڑ جانے کا حکم فرمایا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی قرآنی نکتہ اپنے اس خوبصورت

شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا
اُو نشیند صحبتے با اولیاء

ترجمہ:''جو کوئی اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے''(شانِ اولیآء: از شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

الٰہی سحر ہے پیران خرقہ پوش میں کیا!
کہ اک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ' بانگ درا)

اولیاء اللہ ہر دور میں ہوتے ہیں۔ ماضی میں بہت سی عظیم ہستیاں پیدا ہوئیں جن کی ولایت کے آج بھی چرچے ہیں۔ ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

غوث اعظم حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ' حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ' حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ' حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ' حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ' حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ' حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ' حضرت میراں بہاول شیر قلندر رضی اللہ عنہ' حضرت محکم الدین شاہ محمد مقیم رضی اللہ عنہ' حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ' حضرت شاہ رکن عالم ملتانی رضی اللہ عنہ' حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ' حضرت میاں میر رضی اللہ عنہ' حضرت مخدوم علی احمد صابر رضی اللہ عنہ' حضرت شاہ عنایت قادری رضی اللہ عنہ' حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ' حضرت سلطان عبدالحکیم رضی اللہ عنہ' حضرت شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ' حضرت سلطان باہو رضی اللہ عنہ' حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ' حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ' حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رضی اللہ عنہ اور حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ عنہ۔

یہ سب ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر لیا تھا اور عوام الناس کو اللہ جل شانہ کے قریب فرماتے رہے اور دین اسلام کی اشاعت اور

سر بلندی کیلئے ہمہ وقت سرگرم عمل رہے۔

اولیاءاللہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم ان کے روحانی فیوضات و برکات سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ انہیں کے فیض صحبت سے عمل واخلاص اور تقویٰ کی حقیقی دولت حاصل ہو گی۔ کچھ لوگ آج عمل صالح سے گریزاں ہیں مگر اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ عمل صالح کو ضروری اور لازمی قرار دیتا ہے۔ اس کے بالمقابل لوگوں کو مفسدین قرار دیتا ہے یعنی عمل صالح نہ کرنیوالے لوگ زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝

ترجمہ: کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے' اور اعمال صالحہ بجا لائے' ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو زمین میں فساد بپا کرنیوالے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکرداروں جیسا بنا دیں گے۔ (عرفان القرآن)

یہ دور فساد ہے۔ ہر طرف فتنہ اور فساد ہے۔ باران رحمت' زحمت بن گئی ہے۔ سیلاب بصورت عذاب ہے۔ امت مسلمہ زیر عتاب ہے۔ اعمال صالحہ سے دوری کی بنا پر دنیاوی حالت بھی خراب ہے نہ دینی غیرت وحمیت رہی' نہ دنیاوی عروج وکمال' ہر طرف عیاں ہے صورت زوال۔ غیروں سے ہے قرض کا سوال' غربا بے حال' خائن اور لٹیرے خوشحال' نہ رہی کسی میں اعتراض کی مجال' ملک پر سیلاب کا وبال' بحالی پر لگیں گے کئی سال' مزید آئے گا زوال اگر ہم نے نہ بدلی اپنی چال۔ پھر حشر میں بھی ہو گا سوال' عذاب کے ساتھ مزید رنج وملال۔ کہاں سے کمایا اور کیسے کھایا مال؟' آؤ سنیں کیا کہتا ہے اقبال رحمۃ اللہ علیہ

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں' جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو' مرزا بھی ہو' افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو' بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

اے بادِ صبا! کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے اُمت بیچاری کے دیں بھی گیا' دنیا بھی گئی

ترا وجود سراپا تجلیٔ افرنگ
کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر

فسادِ امت کے وقت اعمال صالحہ کی ضرورت واہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور سنت نبوی ﷺ پر ایسے حالات میں عمل کرنا اجرِ عظیم کا سبب ہے۔ رسول کریم نبی رؤف و رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ (بیہقی شریف)

''میری امت میں فتنہ وفساد کے وقت جو شخص میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے گا (ذوق وشوق اور پابندی سے عمل کرے گا) اس کو ایک سو شہید کا اجر (ثواب) ملے گا''۔

خرد نے کہہ بھی دیا ''لا الہٰ'' تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(ضربِ کلیم)

ان مضامین کی اشاعت کا اہم ترین مقصد یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے ظاہری اور باطنی فیوض وبرکات سے اپنے اعمال واحوال اور اخلاق کو مزین کیا جائے اور عشق مصطفےٰ ﷺ کی شمع سے دلوں کو منور کیا جائے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عشق نبی کریم ﷺ کی اہمیت کو یوں اجاگر فرماتے ہیں:

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر وزندیق
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کردے

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں ' راکھ کا ڈھیر ہے (اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

غیروں کے آگے راکھ' گستاخیٔ نبی میں دلیر ہے
کردار و عقیدہ میں تضادٗ کیا عجب ہیر پھیر ہے

اولیاء اللہ کے مقام و مرتبہ سے کوئی منکر نہیں ہو سکتا۔ ان کی تعلیمات اور اخلاق حمیدہ مشعل راہ شریعت و طریقت ہیں اور ان کے کمالات حقیقت ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ کچھ دو نمبر مال بھی آنے لگا۔ دو نمبر مال سستا بھی ہوتا ہے اور اس کی مشہوری (ایڈورٹائزنگ) پر زیادہ زور دیا جاتا ہے تو ایسے حالات میں سادہ بندے اصل اور نقل کو پہچاننے میں الجھن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بے عمل پیروں کے فیضان صحبت سے بے عمل اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ احکام شریعت سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبال کو بھی یہ کہنا پڑا۔

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے' سلطانی بھی عیاری

ایسے ہی لوگ صالحین کے مقابلے میں "مفسدین" اور "متقین" کے مقابلے میں "فاسق و فاجر" قرار پاتے ہیں۔ پھر وہ شریعت کو "طریقت و حقیقت" سے الگ چیز بتاتے ہیں۔ شریعت سے گھبراتے ہیں اور مریدین کو علماء سے دور بھگاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سیدنا علی بن عثمان ہجویری حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ المشائخ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اِجْتَنِبْ صُحْبَةَ ثَلَاثَةِ اَصْنَافٍ مِّنَ النَّاسِ الْعُلَمَآءِ الْغٰفِلِيْنَ وَالْفُقَرَآءِ الْمُدَاهِنِيْنَ وَالْمُتَصَوِّفَةِ الْجٰهِلِيْنَ

"تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچو (۱) غافل علماء سے (بزرگان دین کے مخالف اور تنقید کرنیوالے علماء سے) (۲) اور مکار فقراء سے (۳) اور جاہل صوفیوں سے۔

ان مضامین میں انہی طبقات کے بارے میں اکابر بزرگان دین کے اقوال و

فرمودات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

محترم قارئین! یہ مضامین بانی جامعہ صوفیہ پناہ کے شریف (ضلع فیصل آباد) سیدی مرشدی سلطان الفقراء، فقیر، علامہ مولانا محمد ارشد قادری سروری قدس سرہ العزیز کی زیر سرپرستی شائع ہونے والے سہ ماہی ''خدام الاولیاء'' میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔ان کا دورانیہ ۱۹۸۷ء تا ۱۹۹۴ء ہے۔

مختلف اوقات کی بنا پر اقتباسات کا تکرار بھی کچھ مضامین میں پایا جائے گا۔جس کے لئے یہ فقیر پر تقصیر آپ سے معذرت کا خواستگار ہے اور اپنی کم علمی، لغزشوں، کوتاہیوں اور تمام کمزوریوں کی بنا پر رب ذوالجلال جل شانہ سے عفو اور معافی کا طلبگار ہے۔اس حقیر کو اپنی کم علمی کا مکمل احساس ہے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے فضل و کرم کی آس ہے۔اس تحریر میں شامل رمضان المبارک کے گلہائے رحمت کی باس ہے۔

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہِ کے تحت فخر السادات جناب صاحبزادہ سید حمایت رسول قادری صاحب کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے ان مضامین کو کتابی شکل میں شائع فرمایا۔

بعد ازاں محترم المقام حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری خطیب جامع مسجد علامہ روحی والی لاہور کا خلوص دل سے شکر گزار ہوں کہ اُن کی ہی مساعی جمیلہ سے یہ مضامین منزل اشاعت تک رسائی حاصل کر سکے۔اگر ان کا مخلصانہ تعاون اور بے لوث محبت مجھے میسر نہ آتی تو یقیناً یہ مضامین کتابی شکل میں آپ احباب تک نہ پہنچتے۔اللہ تعالیٰ انہیں اور قبلہ شاہ صاحب کو صحت وسلامتی اور دنیا و آخرت میں اپنے خصوصی انعامات اور فضل وکرم سے مالا مال فرمائے۔اَللّٰھُمَّ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

بعدہٗ میں دار العلوم قادریہ نعیمیہ حویلی لکھا کے پرنسپل جناب صاحبزادہ محمد طاہر نوری اشرفی اور (وائس پرنسپل) صاحبزادہ محمد طیب نوری اشرفی کے تعاون کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کچھ مضامین پر نظر ثانی فرمائی اور ان مضامین کی اہمیت و افادیت کے

بارے میں ایک مختصر مگر جامع تقریظ قلمبند فرمائی۔

عزیزم محمد طیب نوری صاحب کے نام کی مناسبت سے ان کے ”کلماتِ طیبات“ کی تائید میں حضرت علی اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ کا ایک شعر پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

مَنْ لَّمْ يَكُنْ عُنْصُرُهٗ طَيِّبًا ۔۔۔ لَمْ يَخْرُجِ الطَّيِّبُ مِنْ فِيْهِ

جس کی اصلیت پاک نہ ہو گی ۔۔۔ اس کے منہ سے پاک بات نہ نکلے گی

آخر میں عزیزم صاحبزادہ محمد احمد قادری سروری زید مجدہ (سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ سروریہ سلطانیہ (و مہتمم جامعہ صوفیہ) پناہ کے شریف (۱۶۔ج۔ب) تحصیل چک جھمرہ ضلع فیصل آباد) اور اپنے جملہ برادران طریقت کا خصوصی طور پر شکرگزار ہوں کہ جن کی روحانی توجہات اور دعاؤں کی برکت سے یہ فقیر پُر تقصیر اپنی ان ناقص معروضات کو منزل اشاعت تک پہنچانے کے قابل ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمائے۔ ہماری لغزشوں، خطاؤں اور کوتاہیوں کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے۔

ہمارے مشائخ عظام، اساتذہ کرام، والدین کریمین، رفقاء و احباب، اعزہ و اقارب اور تمام امت مسلمہ کی بغیر حساب و کتاب کے مغفرت فرمائے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِحُرْمَةِ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ وَ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۔ كَثِيْرًا كَثِيْرًا دَائِمًا اَبَدًا مِنْ اَزَلِ الْاَزَالِ اِلٰى اَبَدِ الْاٰبِدِيْنَ ۔

طالبِ دعا و فیضانِ اولیاء

محمد عارف حسین ناسک قادری سروری

محلہ جنڈی حویلی لکھا (اوکاڑہ)

۱۹ رشوال المکرم / مطابق ۲۹ ستمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ ۱۴۳۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقریظ

کلمات طیب بصورت کلمات طیبات (ناسک)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشّٰكِرِيْنَ وَاُصَلِّيْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحٰبِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ!

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (القران)

آج کے پرفتن دور میں جہاں مذاہب باطلہ' اسلام کی مخالفت میں کمربستہ ہیں وہاں چند نام نہاد صوفیاء بھی اس کام میں مقدمۃ الجیش کا کردار ادا کررہے ہیں اور اسلام کو دوسرے مذاہب کی نسبت زیادہ نقصان پہنچارہے ہیں۔ یہ لوگ خلافِ شرع کام کرتے ہیں لوگوں کو چند شعبدے دکھا کر صوفی کہلواتے اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ آقا ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

اِذَا رَاَيْتَ رَجُلًا يَطِيْرُ فِي الْهَوَاءِ وَيَاْكُلُ النَّارَ وَ يَمْشِيْ عَلَى الْمَآءِ وَتَرَكَ سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ فَاضْرِبْهُ بِالنَّعْلَيْنِ

کہ جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو ہوا میں اڑتا ہے آگ کھالیتا ہے اور پانی پر چلتا ہے اس کے باوجود اگر اس نے میری سنت ترک کی تو اسے جوتے مارو۔

تو ضروری تھا کہ کوئی ایسی مختصر مگر جامع کتاب یا رسالہ ہو جو ان کا محاسبہ کرے اور ان کیلئے ضرب بالنعلین ہو عام لوگوں کیلئے حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کرے۔

مصنف کتاب محبّ الفقراء جناب مولانا محمد عارف حسین ناسک قادری سروری

سلمہ ربہ کی تصنیف مسمّی "عرفان شریعت وطریقت" کا مقامات شتّی سے مطالعہ کیا یہ موجزو مختصر اور مسائل تصوف لابدیہ پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ گستاخانِ رسول اور گستاخانِ اولیاء کے عقائد باطلہ سے کشف استار کرتی ہے اور عقلی ونقلی دلائل سے مؤیدو مبرہن ہے جس سے موصوف مصنف نے مذہب مہذب اہلسنّت و جماعت کے رقیبوں اور نام نہاد خواہش پرست صوفیاء کے خودساختہ دلائل کا قلع قمع کر دیا۔ ایسی ہی کتاب کی دور حاضر میں جستجو تھی، مزید یہ کہ مصنف کتاب نے حجۃ آلاسلام مخدوم المشائخ سلطان العلماء والفقراء فقیہ اعظم مفتی محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی سوانح حیات شامل کی جس سے ان کا اہل حق علماء وصوفیاء سے دوستی اور محبت کا ثبوت ملتا ہے۔

اور حدیث مصطفیٰ ﷺ "جس نے کسی مرد مومن کی سوانح حیات لکھی گویا کہ اس نے اسے زندہ کیا" کے مصداق ٹھہرے۔ واضح رہے کہ مصنف کتاب کو حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا (اور آپ کی نماز جنازہ میں بھی شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور عوام وخواص کے لئے باعث نفع واطمینان بنائے۔

آمین یارب العالمین بحرمۃ رحمۃ للعالمین (ﷺ)

احقر العباد

(صاحبزادہ) محمد طیب نوری [1]

وائس پرنسپل دارالعلوم قادریہ نعیمیہ (رجسٹرڈ)

پیراسلام حویلی لکھا (اوکاڑہ)

---

[1] صاحبزادہ محمد طیب نوری صاحب حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی نواسے اور حضرت مولانا محمد رمضان محقق النوری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالرحمٰن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے نورِ نظر ہیں۔

جمال و کمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کمالِ خلق کی طرح کمالِ خلقت میں بھی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور انور شفیع معظم، شاہِ اُمم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا نہیں کیا اور نہ کرے گا۔ کسی عارفِ کامل نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّعِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے مثلِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کبھی اور مجھے یقین ہے کہ وہ نہ پیدا کرے گا۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتَكَ لِلنَّاس
كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَاءُ

انہوں نے تیری صفات کی لوگوں کو صرف صورت دکھائی ہے۔ جیسا کہ پانی ستاروں کی صورت دکھاتا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے کتاب الصلوٰۃ میں کسی عارف کا کیا اچھا قول نقل کیا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کامل حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں ہوا کیونکہ اگر ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کی تاب نہ لاسکتیں"۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رُخِ تاباں، رُخِ انور جس کو قرآن مجید والشمس اور

والضحیٰ فرماتا ہے۔ اس چہرۂ مقدس کو جب کتب سماویہ کا عالم عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلی نظر دیکھتا ہے تو پکار اٹھتا ہے: اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّاب (ان کا چہرہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں) اور فوراً اسلام قبول کر لیتا ہے۔

کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے مبارک جمالِ الٰہی کا آئینہ اور انوارِ تجلی کا مظہر تھا۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا۔ آپ سرخ دھاری دار حلہ پہنے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی آپ کی طرف۔ بیشک آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

شمس و قمر ہوئے زلف مصطفیٰ ﷺ کے اسیر
خالق کائنات خود فرمائے سراجِ منیر

(ناسک قادری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ گویا آپ کے چہرہ میں آفتاب (سورج) چل رہا ہے اور جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی۔

(مَارَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِىْ فِىْ وَجْهِهٖ وَاِذَا ضَحِكَ يَتَلَاْلَاُ نُوْرُهٗ فِى الْجُدُرِ)

ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ میں سحر کے وقت کپڑا سی رہی تھی۔ مجھ سے سوئی گر پڑی۔ میں نے ہر چند تلاش کی مگر نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے روئے مبارک کے نور کی شعاع میں وہ سوئی نظر آ گئی۔ میں نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا۔ آپ نے

فرمایا: "اے حمیرا سخت وعذاب ہے (تین دفعہ فرمایا) اس شخص کے لئے جو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے محروم کیا گیا۔

بصرِ مصطفیٰ روشن ہے زِ نورِ خدا
فرمانِ خدا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

(ناسک قادری)

الصبار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصف وکمال کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (سورۃ نجم) نگاہ بہکی نہیں اور نہ حد سے بڑھی۔ یعنی شب معراج میں آپ کی آنکھ مبارک نے ان آیات کو دیکھنے سے عدول وتجاوز نہ کیا کہ جن کے دیکھنے کے لئے آپ مامور تھے۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ آپ کو ایسی غایت درجہ کی قوت وبصارت عطا ہوئی تھی کہ آپ جس شے کو دیکھتے، خواہ وہ غایت درجہ خفا میں ہو اسے یوں ادراک فرماتے تھے کہ جس طرح وہ واقع اور نفس الامر میں ہوا کرتی۔

حضرت امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندھیری رات میں روشن دن کی طرح دیکھتے تھے۔

حدیث صحیح (بخاری شریف) میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

امام مجاہد (متوفی ۱۰۴ھ) نے اَلَّذِیْ یَرٰاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (شعراء ع۱۱) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں پچھلی صفوں کو یوں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ اپنے سامنے والوں کو۔ احادیث مذکورہ بالا میں رویت سے رویتِ عینی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بطورِ خرقِ عادت عطا فرمائی تھی۔ جس طرح باری تعالیٰ نے آپ کے قلبِ شریف کو

معقولات کے ادراک میں احاطہ اور وسعت بخشی تھی۔ اسی طرح آپ کے حواسِ لطیف کو محسوسات کے احساس میں توسیع عنایت فرمائی تھی۔

اس حقیقت کو کما حقہ جاننے کے لئے فضالہ بن عمیر بن مَلّوح لیثی سے متعلق ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (فتح مکہ کے موقع پر) عام فتح میں بیت اللہ کا طواف کرتے وقت فضالہ بن عمیر بن ملوح لیثی نے قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر جب آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے قریب ہوئے تو آپ نے کہا:

أَفَضَالَة ؟ کیا فضالہ ہیں؟ جواب دیا: جی ہاں! فضالہ ہوں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: ماذا كنت تحدث نفسك ؟ تم اپنے دل میں کیا بات کررہے تھے؟ فضالہ نے جواب دیا: کچھ نہیں، میں اللہ کا ذکر کررہا تھا۔ راوی کا کہنا ہے کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی۔ پھر آپ نے فضالہ سے فرمایا: ''اللہ سے استغفار کرو'' اور دستِ مبارک اس کے سینے پر رکھ دیا۔ اس کا دل سکون میں آ گیا۔ چنانچہ فضالہ کہا کرتے تھے: ''خدا کی قسم! آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دستِ مبارک میرے سینے سے اٹھایا ہی تھا کہ اللہ کی ساری مخلوق میں ان سے زیادہ میرے لئے کوئی محبوب نہ تھا''۔ (سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن ہشام جلد دوم ص ۲۹۴)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی میں بہت سے خواص ہوتے ہیں۔ نبی کے نفس میں وہ صفت ہے جس سے افعال عادات کے خلاف پورے ہوتے ہیں۔ نبی میں ایک ایسی صفت ہوتی ہے جس کے باعث فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے، جیسے بینا آدمی میں مثلاً ایک صفت ایسی ہوتی ہے جو اندھوں میں نہیں ہوتی۔ وہ یہ ہے کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی میں وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے غیب کا حال اس کو بیداری یا خواب میں معلوم ہو جاتا ہے۔ (احیاء علوم الدین، جلد چہارم، ص ۲۹۵)

بدونِ جبریل علیہ السلام بھی دل کی باتیں جان جاتے تھے\
حقیقت باطن سے آشنا ایسے کہ کا فرمان جاتے تھے

تاثیرِ دستِ مصطفٰی کی عجب شان تھی
قدرتِ خداوندی کی مظہر ہر آن تھی

کینہ وکفر سے دِلوں کو پاک کر دیا
نورِایمان وعرفان سے انہیں بھر دیا

مردہ دلوں کو بارہا زندہ دل کر دیا
قلبِ فضالہ کو حبِ اِلٰہ سے بھر دیا

جان کیا' راہِ خدا میں گھر کا گھر دیا
گھر کیا غلامانِ مصطفٰی نے سر پر سر دیا

(ناسک قادری)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرشتوں اور شیاطین کو دیکھنا اور شب معراج کی صبح کو مکہ مشرفہ میں قریش کے آگے بیت المقدس کو دیکھ کر اس کا حال بیان فرمانا اور مسجد نبوی کے بننے کے وقت آپ کا مدینہ منورہ سے کعبہ مشرفہ کو دیکھنا۔ زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لینا اور حضرت جعفر طیار کو شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھنا' یہ تمام امور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قوتِ بینائی پر دلالت کرتے ہیں۔

غزوہ احزاب میں خندق کھودتے وقت ایک سخت پتھر حائل ہو گیا تھا جسے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کدال کی تین ضربوں سے اڑا دیا۔ پہلی ضرب پر فرمایا کہ میں یہاں سے شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ دوسری ضرب پر فرمایا کہ میں یہاں سے کسریٰ کا محل دیکھ رہا ہوں۔ تیسری ضرب پر فرمایا کہ اس وقت میں یہاں سے ابوابِ صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح جب غزوہ موتہ میں حضرات زید بن حارثہ وجعفر بن ابی طالب وعبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے بڑی دلیری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بیان فرما رہے تھے۔

حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کمالاتِ نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''روح میں ایک قسم کا نور ہوتا ہے' جس کی مدد سے روح اشیاء کی حقیقت کو کامل طور پر پہچان لیتی ہے لیکن اس پہچان کے لئے روح کسی تعلیم کی محتاج نہیں ہوتی بلکہ محض دیکھ کر یا سن کر ہی پہچان لیتی ہے کہ یہ کیا ہے؟ اس کے حالات کیا ہیں؟ اس کا مبداو منتہیٰ کیا ہے؟ اس کا انجام کیا ہوگا اور اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے؟

پھر اپنی اطلاع کے مطابق روحیں اس پر کھنے میں مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ بعض ارواح کی اطلاع قوی ترین ہے اور بعض کی ضعیف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح کی اطلاع قوی ترین ہے۔

کیونکہ دُنیا کی کوئی شے اس سے محجوب نہیں ہے۔ اسی لئے آپ کو عرش وفرش علو وسفل' دُنیا وآخرت اور دوزخ وجنت سب کی خبر ہے۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ تو آپ ہی کی بدولت پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا آپ کی تمیز ان تمام جہانوں کو چیر کر نکل جانے والی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اَجرامِ سماویہ میں سے ہر جرم کا علم ہے کہ یہ کہاں سے پیدا کیا گیا ہے اور کیوں پیدا کیا گیا ہے اور اس کا منتہیٰ کیا ہوگا؟

آپ کو ہر آسمان کے فرشتوں کا پتہ ہے کہ کون سا فرشتہ کس فلک پر پیدا کیا گیا۔ کب پیدا کیا گیا' کیوں پیدا کیا گیا اور ان کا انجام کیا ہوگا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے اختلافِ مراتب اور منتہیٰ درجات کا بھی علم ہے اور اسی طرح آپ کو عالم علوی کے اجرام نیرہ کا بھی علم ہے۔ مثلاً ستارے' سورج' چاند' لوح قلم' برزخ اور وہ روحیں جو برزخ میں ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتوں زمینوں' ہر زمین کی مخلوقات اور بر وبحر کی تمام اشیاء کا علم ہے۔ اسی طرح آپ کو جنت' اس کے درجات' اس کے رہنے والوں کی تعداد اور ان کے مقامات کی پوری واقفیت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے قدیم ازلی علم سے مزاحم نہیں

ہوتا کیونکہ علمِ خداوندی کی معلومات لاانتہا ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس عالم میں نہیں سما سکتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اَسرارِ ربوبیت اوصافِ الوہیت جن کی کوئی انتہا نہیں ہے اس سے اس عالم کو کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم پر کچھ لوگ آئے دن اعتراضات کرتے رہتے ہیں اور عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں۔ ایک تبلیغی مصنف[1] (جس جماعت کے متعلق مشہور ہے کہ یہ فرقہ وارانہ بات نہیں کرتے۔ یہی تو ان کی چال ہے کہ عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ساتھ چلا کر اور ملا کر عقائد کو بدلنے کی چال چلتے ہیں) نے یوں کہا ہے:۔

"اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو (پہلی وحی کے نزول کے وقت) کیوں کپڑا اوڑھتے کیوں گھر میں چھپتے۔ کیوں آپ کو دہشت معلوم ہوتی۔ کیوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورقہ کا مشورہ لیتے۔ کیوں آپ فرشتے سے ڈرتے' یہ ساری باتیں علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے تھیں۔ (شریعت یا جہالت' ص ۲۵۳)

اگر نام نہاد مبلغ کا مقصد صرف یہ ہے کہ سید العالمین' محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم وعرفان کی نفی کی جائے تو پھر حقیقت حال کا جائزہ بنظر عمیق لینا ہوگا۔ یہ بات تو ہر مسلمان پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سب سے پہلی وحی مبارکہ جو نازل ہوئی' اس کے ابتدائی کلمات اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے ہر چیز کو پیدا کیا) تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ وحی سے پہلے اپنے رب کی ذات وصفات سے واقف تھے یا ناواقف؟

اگر کوئی ناواقف' ناواقف خیال کرے تو اس ظلمت وتاریکی اور بت پرستی کے دور میں کیونکر ظاہری وباطنی آلائشوں اور آلودگیوں سے محفوظ رہے۔ پھر غارِ حرا میں عبادت کس کی کرتے تھے؟ آدابِ عبادت وریاضت کہاں سے سیکھے؟

---

[1]..... محمد پالن حقانی گجراتی

جب خالق و مالک کی معرفت حاصل تھی تو پھر مخلوق (فرشتے) سے وحشت اور خوف کا مفہوم؟ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی آواز کرنے والوں کے اعمال باطل ہونے کا اعلان فرما دیا گیا تو پھر باطنی خباثت و بدعقیدگی سے لبریز موشگافیاں کر کے اپنے ایمان واسلام کو کامل سمجھنے والے کس قدر بدبختی کا شکار ہوں گے۔

عارفانِ حق پرست کی حقیقت کے معارف واسرار اور عشق ومحبت سے مزین باتیں سماعت فرمائیں' نزولِ فیضانِ رحمان ہوگا' راضی امت کا پاسبان ہوگا۔ بخشش کا سامان ہوگا' خدا اور رسول خوش' تمہارا نہ کوئی نقصان ہوگا۔ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر جلنے والا بدبخت شیطان ہوگا۔

حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلی بار (پہلی وحی کے نزول کے موقع پر) تو اس لئے بھینچا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ بنا کر خدا کی ایسی ابدی رضامندی حاصل کریں۔ جس کے بعد کوئی ناراضی نہ رہے۔ دوسری بار بھینچا اس لئے تھا کہ جاہِ محمدی میں داخل ہو اور آپ کے جمال شریف کی پناہ میں آ جائے اور تیسری بار اس لئے بھینچا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو جائے''۔ (خزینۂ معارف ص ۳۳۵)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تمام ملائکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کا ایک جزو ہیں اور تمام ملائکہ اور مخلوقات کو معرفت کا فیضان آنحضرت سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس مقام پر تھے' جہاں نہ جبریل تھے' نہ کوئی اور۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب سے وہ انعامات حاصل کئے جو صاحبِ عظمت وجلال رب کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے حبیب کے لائق ومناسب ہوسکتے

تھے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے جبریل ودیگر ملائکہ کو پیدا کیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خود جبریل' تمام ملائکہ اور تمام صاحبِ فتح اولیاء اللہ یہاں تک کہ جنوں کو بھی معلوم ہے کہ جبریل علیہ السلام کو معرفت وغیرہ میں جو مقامات حاصل ہوئے۔ وہ تمام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوئے۔ چنانچہ حضرت جبریل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کیے بغیر اگر عمر بھر ان مقامات کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تو ان میں سے ایک مقام حاصل نہ کر سکتے۔ لہٰذا جو نفع جبریل کو پہنچا ہے' اس کا علم خود جبریل کو ہے یا صاحبِ فتح اولیاء اللہ کو ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تو صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیدا کیے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام موجودات میں سے سِرّ اللہ (اللہ کا راز) ہیں اور تمام موجودات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے مستفیض ہوتی ہیں۔ اس لئے آپ کو ان کے مشاہدہ کی ضرورت پڑتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم دیگر اجسام کی طرح مٹی سے پیدا ہوا ہے اور یہ اپنے ہمشکلوں کے سوا دوسروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر جنس کی اشیاء کا مشاہدہ فرماتے ہیں تو جبریل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے مانوس کر دیتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ فرشتوں کی صورتوں کو دیکھ کر ان اجسام پر دہشت طاری ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی شکل غیر معروف اور ان کے کئی ہاتھ' کئی پاؤں اور کئی چہرے ہوتے ہیں۔ مزید برآں ان کا پھیلاؤ اس قدر ہوتا ہے کہ تمام دُنیا کو پر کیے ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اس کا علم صرف صاحبِ فتح کو ہوتا ہے اور جبریل علیہ السلام بھی صرف آپ کی ذات ترابیہ کے محافظ تھے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح کو چونکہ ان

صور (صورتوں یا شکلوں) کا علم ہے اس لئے وہ کسی سے نہیں ڈرتی۔

نیز فرمایا کہ جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محافظ صرف انہی امور میں ہیں جو ان کی قدرت کے اندر ہیں اور سدرۃ المنتہٰی کے نیچے۔ ان امور میں جن کا علم انہیں ہے مگر سدرۃ المنتہٰی کے اوپر جو ستر حجاب اور ملائکہ ہیں' ان میں جبریل' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انیس (معاون وساتھی) نہیں ہوسکتا' اس لئے کہ سدرہ کے اوپر کے احوال کا مشاہدہ ان کے انوار کی قوت کے سبب جبریل کی طاقت سے باہر ہے۔

بعض اوقات کسی چیز کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبریل علیہ السلام یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھنا اور سوال کرنا محض اس بنا پر نہ ہوتا تھا کہ آپ کے علم میں وہ بات نہ ہوتی تھی بلکہ اس کی حقیقت کچھ اور ہے' وہ حقیقت یہ ہے۔

"بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہدۂ حق میں اس قدر مستغرق ہو جاتے کہ آپ کی ذاتِ پاک مع اپنے تمامی تعلقات اور اجزاء وعروق کے اس عالم سے بے تعلق ہو کر نورِ حق سبحانہ میں محو ہو جاتی۔ چنانچہ اس طرح آپ کی ذات کا تعلق غیر اللہ سے کُلّی طور پر منقطع ہو جاتا مگر اس کے باوجود آپ کی ذات غلطی سے محفوظ ہوتی اور حق کے سوا کوئی فعل صادر نہ ہوتا تھا اور نہ ہی صدق کے سوا کوئی بات زبان سے نکلتی۔

کبھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاتِ الٰہی کے مشاہدے میں ہوتے اور کبھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات باری تعالیٰ کی قوت اور غلبۂ قدرت کے مشاہدے میں مستغرق ہوتے اور اس مشاہدے میں اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبۂ قدرت کے مشاہدے کی وجہ سے خوف اور بے چینی ہوتی۔ ان دونوں مشاہدوں میں آپ مخلوق سے غافل ہو جاتے اور کسی کو بھی نہ دیکھتے تھے۔

نزولِ وحی کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خوف اور کپکپی کا طاری

ہونا۔آپ کے باخبر اور علوم ومعارف سے واقف ہونے کی بین دلیل ہے۔ بے علم اور بے خبر کو کسی قسم کا خوف ہونا بالکل بے معنیٰ ہے۔ اللہ سے ڈرنا اور خشیت الٰہی کا نمایاں ظہور باخبر اور معرفت الٰہی کے حامل لوگوں میں ہی دیکھنے میں آتا ہے۔

حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں:

''جو شخص حق سبحانہ وتعالیٰ کا نام سنتا ہے' اسے اسی قدر خوف اور ہیبت طاری ہوتی ہے کہ تمام اجزاء بدن اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ذات انسانی کے ہر جوہر کو علیحدہ علیحدہ اس قدر خوفِ تام لاحق ہے جتنا پورے انسان کو لاحق ہوتا ہے کہ ہر رگ اور اس کا ہر جز ولرزتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ وہ پگھل جائے۔

(خزینۂ معارف' ترجمہ الابریز' ص ۲۱۵)

پہلی وحی کے نزول کے وقت کچھ گھبراہٹ اور اضطراب قدرتی امر تھا کیونکہ قبل ازیں اس انداز میں نزول کلام الٰہی نہیں ہوا تھا۔ کلامِ الٰہی کے نزول کی وجہ سے جسم مقدس پر بوجھ شدت سے پڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام وہ کلام ہے جو پہاڑوں پر نازل ہو جائے تو پہاڑ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

اس واقعہ کے ظاہر کرنے اور بیان کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل نے اس بات کی تائید وتصدیق کی کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ ورقہ بن نوفل عیسائی تھے اور تورات اور انجیل کے ماہر تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ سن کر کہا تھا کہ یہ وہی ناموس وفرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔

اے معترض! کاش کہ آپ نے حضرت تھانوی صاحب کی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کا مطالعہ کیا ہوتا۔ وہ لکھتے ہیں:

بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں

سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکا یک چلّانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود کی' سو سب جمع ہو گئے اور میں سن رہا تھا۔ کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا۔ کہنے لگا کہ احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وہ ستارا آج شب میں طلوع ہو گیا جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے۔

بارہ برس کی عمر میں شام کے سفر میں بحیرا راہب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور آپ کے چچا ابو طالب کو یہ بتا دیا تھا: ''یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں''۔

کیا ان واقعات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہود و نصاریٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبریں دے رہے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے منتظر تھے۔ انہیں کا ایک عالم ورقہ بن نوفل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے آپ کی نبوت و رسالت کا برملا اعلان کر رہا ہے۔ تبلیغوں کے نزدیک ورقہ بن نوفل با خبر تھا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نعوذ باللہ من ذالک) بے خبر تھے اور اعلانِ نبوت تک اپنی نبوت سے بے علم تھے۔

مگر ہمارا نبی اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو وہ ہے جس کی نبوت مبارکہ کا اعلان واظہار ایک نابینا عیسائی کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی ہجرتِ مدینہ کی خبر بھی دے رہا ہے اور آج ہم دُنیائے عیسائیت کو یہ بات بلا خوف و تردید کہنے میں حق بجانب ہیں کہ تمہارے راہبوں اور پادریوں نے امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ اللہ علیہ کی نبوت کا اعلان کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری سنائی۔ مگر تم نے محض تعصب اور عناد کی بنا پر آپ کی رسالت کو تسلیم کرنے سے گریز کیا۔

یہ امر بھی تسلیم شدہ ہے کہ وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی۔ جو کچھ آپ رات خواب میں دیکھتے' بعینہٖ وہی ظہور میں آتا۔ چھ ماہ اسی حالت میں گزر گئے۔ کیا یہ خواب آنے والی منزل اور نبوت و رسالت کی عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی تعلیم و تربیت علم و حکمت اور حقیقت و عرفان سے خالی تھے۔ کتنے افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ

بعض مسلمان مفکر یہ کہتے ہیں کہ نزولِ وحی سے ایک لحہ پہلے تک بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا کہ انہیں نبی بنایا جانے والا ہے۔ حالانکہ حالات وواقعات اس کی نفی کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو میرے نبی ہونے سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ جب پتھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے متعلق کیا خیال فرماتے تھے۔ کیا عام انسانوں کو پتھر سلام کرتے ہیں؟

بلکہ ثابت ہے کہ پتھر اور درخت تو نبی اور رسول کو ہی سلام کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا۔ ایک روز ہم اس کے بعض نواح میں نکلے جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا' وہ کہتا تھا: السلام علیکم یارسول اللہ۔

صاحبِ تبلیغ بتایئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وجہ سے ورقہ بن نوفل کے پاس گئے تھے کہ اپنی نبوت ورسالت کے متعلق مشورہ کریں کہ آیا نبی ہوں بھی یا نہیں؟ محض اس لئے انکار کہ آپ کو علم غیب نہیں تھا۔ اب تو اطلاع علی الغیب بھی بھول گئے۔

حجر و شجر تو قبلِ اعلانِ نبوت بھی کریں سلام
ہند کے تبلیغیوں کو آج بھی ہے اس پر کلام
آفتابِ نبوت کے انوار سے یہ بیزار ہے
بصرِ خرد ہے روشن اور دل ان کا بیمار ہے
روزِ میثاق سے جو انبیاء کا سردار ہے
منکر اس کے علوم کے' یہ ہمارا کردار ہے

محبت دل و جاں سے کر، رسولِ ﷺ خدا سے
محض عملِ صالح نہ چھڑائے گا تجھے خدا سے
صرف عملِ صالح تو تھا منافقوں کے پاس بھی
بدونِ تعظیم، نجات کی نہیں کوئی آس بھی

(ناسک قادری)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے تو آپ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تشریف نہ لے جا سکے۔ تو آپ نے پوچھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے؟ اسی طرح تین مرتبہ فرمایا۔

تبلیغی کہتا ہے: ''اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو بار بار کیوں پوچھتے کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے یا نہیں''۔

پوچھنے کی وجہ وہی ہے کہ آپ مشاہدۂ حق میں مستغرق تھے اور ادھر توجہ نہ تھی۔ یہ کیونکر ممکن ہو کہ عرش کی خبریں دینے والا فرش کی باتوں سے بے خبر اور بے علم ہو۔

سرِ عرش پر ہے تیری گزر، دلِ فرش پر تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

عالم اسباب میں نبی و پیغمبر بھی حتی الوسع اسباب سے کام لیتا ہے۔ اگر ہر کام معجزانہ طریق سے سرانجام دینا سنت و منشاء ایزدی کے مطابق ہوتا تو غزوات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت شامل نہ ہوتے اور گھر میں بیٹھ کر توجہ فرما دیتے اور صرف دعا فرما دیتے یا صرف فرشتے بھی اس کام کے لئے کافی تھے۔

اطلاع علی الغیب بھی معجزہ ہے۔ صاحب معجزہ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ ظاہر کرے یا نہ کرے۔ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صاحب معجزہ اختیار دیا گیا ہوتا ہے۔ چاہے اس کو ظاہر کرے اور چاہے نہ ظاہر کرے۔

معجزہ ظاہر کرنے کی ضرورت کفار کے سامنے ہوتی ہے یا کسی کی طلب پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ صاحبِ نبوت اس امر سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ کسی انسان کو کسی انداز میں دعوتِ ایمان واسلام دینی ہے۔ جو لوگ دولتِ ایمان واسلام سے مالا مال ہو چکے ہوں۔ ان کے سامنے ہر وقت معجزات کا اظہار مقصد نبوت ورسالت نہیں ہے۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ بھی متقین کی ایک صفت ہے۔

کوئی بات پوچھنا علم کی نفی نہیں ہے بلکہ بعض اوقات علم اور خبر ہوتے ہوئے دوسرے کی تربیت وتعلیم، اصلاح، خیر اور دلجوئی کے لئے بھی پوچھی جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا: وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَامُوْسٰى۔ اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو خبر نہ تھی، علم نہ تھا؟ کیا خیال ہے؟

علیم وخبیر ہے اللہ اور یہ رسول خدا
رسولِ خدا سے علم نہ ہوگا کبھی جدا

خدا پوچھے فرشتوں سے بلا کر — کہاں سے آئے ہو تم محفل جما کر!
عرض کی تیرے بندوں نے مجلس سجائی تھی — ذکر تیرے کی جنہوں نے دھوم مچائی تھی
شب وروز حساب اعمال کا فرشتے لگائیں — کیا خدا پر بھی الزام بے علمی کا لگائیں

(نعوذ باللہ من ذٰلك)

میزان پہ اعمال کے تولنے کی کیا حاجت؟ — بے ادبوں پہ ہے تنقید کی شامت

(ناسک قادری)

تبلیغی صاحب لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو کیوں پوچھتے کہ کون سی عورت اور کون سی زینب؟ کیا نبی اور رسول اسی لئے دُنیا میں بھیجے جاتے ہیں کہ ایک بات کو جانتے ہوئے بھی اظہار لاعلمی کریں۔ یہ کسی طرح سے بھی صحیح نہیں ہے۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جاننے کے باوجود آپ پوچھیں کہ کون سی عورت، کون سی زینب؟ مگر بات یہ ہے کہ حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ (شریعت یا جہالت، اضافہ شدہ، ص ۲۵۹)

یہ ہے تبلیغی جماعت کے ایک بڑے مبلغ کا عقیدہ جو بڑے شیریں زبان و خوش اخلاق و حلیم الطبع نظر آتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں اور احکامِ دین سے انہیں بڑا پیار ہے۔ مگر عشق و عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا دل بیزار ہے۔ ان کے تبلیغی نصاب میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے والہانہ عشق و محبت اور تعظیم و تکریم سے متعلق کوئی باب شامل نہیں ہے۔

حالانکہ بقول اقبال ؎

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ پوچھتے تو ہمیں کیونکر پتہ چلتا کہ کون عورت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گئی اور کیا مسئلہ پوچھا؟

مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى کو پھر ذہن میں لا کر اپنے آپ سے سوال کریں کہ یہ کیسے ہو سکتا کہ جاننے کے باوجود اللہ تعالیٰ پوچھے کہ اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا یا کوئی اور حکمت تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ جھوٹ پر قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے تحت کہیں جناب کا تو یہ عقیدہ نہیں ہے؟

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ ان کے پسندیدہ ترجموں کے مطابق تو اللہ تعالیٰ بہترین مکر کرنے والا ہے۔

تبلیغیوں کے ایک بڑے پیشوا رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں: ''میرا حضرت حاجی صاحب (امداد اللہ مہاجر مکی) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں سے یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی۔ حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا ہے''۔ (تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۱۹۷)

حضرت حاجی صاحب کو اپنے مرید کی پل پل کی خبر تھی اور اسے اپنے مشوروں سے

لحہ بہ لحہ نوازتے رہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنے بڑوں کے مقابلے میں کیا خیال کرتے ہو۔ ادھر تو کہتے ہو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے بغیر کچھ نہ جانتے تھے لیکن یہ تو بتایئے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کون سی وحی نازل ہوتی تھی؟

بندگان خاص علّامُ الغیوب　　در جہاں جاں جواسیسُ القلوب
پیش او مکشوف باشد سر حال　　در درون دل درآید چون خیال

(تذکرۃ الرشید' ص ۱۳۵)

بندگان خاص علام الغیوب (غیب جاننے والے) ہیں۔

گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ

امام ربانی قدس سرہ کے تصرفاتِ باطنیہ ایسے قوی ظاہر ہوئے کہ ان کی کُنہ کا ادراک دشوار ہے اور چونکہ اس میں زیادہ دخل متوسل کی مناسبت وتعلقِ مؤدت کو ہے۔ اس لئے آپ کی قوت قدسیہ کے سامنے قرب وبعید اور حاضر وغائب اس انتفاع میں یکساں تھے۔ (تذکرۃ الرشید' ص ۱۴۰)

گنگوہی صاحب کے لئے تو قرب وبعد یکساں ہو مگر محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قرب وبعد (نزدیک اور دور) کا تفاوت پیدا کر دیا جائے۔ عجیب معیار ہے۔

حالانکہ عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد نہیں ہے۔ (امداد المشتاق' ص ۵۹)

گنگوہی صاحب تو حیاتِ انبیاء کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

انبیاء کی ارواح مشاہدۂ جمال وجلالِ حق تعالیٰ وتقابلِ آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے۔

(تذکرۃ الرشید' جلد دوم' ص ۲۸)

جب تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور روح کے لئے قرب و بعد بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور تمام جسم عین ادراک تو پھر انکار کیسا؟

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جب عرفان حاصل ہو جاتا ہے تو تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں۔ (امداد المشتاق ص ۸۲)

اس سے معلوم ہوا کہ معترضین (اعتراض کرنے والے) عرفان سے خالی ہیں اور محض قالی ہیں۔

مولوی اسماعیل صاحب دہلوی (صاحب تقویۃ الایمان) لکھتے ہیں:

"وہ بزرگ کسی نہ کسی تدبیر سے خواہ نیند میں ہو یا بیداری میں، درمیان اس طالب کے اور قبائح (گناہوں) کے حائل ہو جاتا ہے"۔ (صراط المستقیم ص ۲۸۶)

شیخ و مرشد کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ مرید گناہ میں مبتلا ہونے والا ہے۔ کیا یہ غیب کی خبر نہیں۔ جبریل تو آتا نہیں پھر خبر کیونکر ہوگئی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراجاً منیراً (چمکا دینے والا آفتاب) آفتابِ رشد و ہدایت شاہد و مبشر ہیں اور وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے) کے تاج والے ہیں۔ صاحب علمِ عظیم ہیں۔ کائنات میں آپ سے بڑھ کر کوئی علوم خداوندی کا امین نہیں۔ آپ کے علوم کی وسعتوں کا احاطہ کرنا مشکل اور محال ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ خداوند ذوالجلال کا ہی فرمان ہے: جس ہستی مبارک کو خود خالق کائنات بلند و بالا اور اعلیٰ و ارفع کرے، اس ذات بابرکات کی رفعتوں کو کون گھٹا سکتا ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ۔۔۔ یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر ۔۔۔ بول بالا ہے تیرا، ذکر ہے اونچا تیرا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى............ الخ

ترجمہ: اور وہ تو اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں۔ وہ وہی کچھ کہتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس پر وحی ہوتی ہے۔

یہ آیتِ کریمہ بصراحت اس نکتے کو بیان کر رہی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خواہش سے ایک لفظ بھی نہیں بولتے اور ان کی گفتار سراسر وحی الٰہی کے تابع ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر علم غیب ہوتا تو کیوں پوچھتے۔ پتہ ہوتا تو ایسے کرتے' یہ کرتے وہ کرتے' اس قسم کی موشگافیاں درحقیقت حد سے تجاوز کرنا ہے اور ذات باری تعالیٰ پر اعتراض وتنقید کرنے کے مترادف ہے کہ اس نے اپنے نبی اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں نہ بتایا؟ علم کیوں نہ دیا؟ خالق کائنات کے علم وحکمت سے بڑھ کر نظام کائنات میں اپنی ناقص عقل کو دخل دینا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر حقائق ومعارف اور اسرار ورموز اور موقع ومحل کا زیادہ علم تمہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق واقعۂ افک کا ذکر کرتے ہوئے تبلیغی صاحب پھر اپنی عقل ودانش کو کام میں لاتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

''سارا مدینہ حیران وپریشان تھا' ایک مہینہ تک کسی کو بھی علمِ غیب نہیں تھا' اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم' غیب ہوتا تو کیوں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی صلاح لیتے اور بریرہ رضی اللہ عنہ سے کیوں پوچھتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ناراضی کیوں ظاہر کرتے۔ آپ ان کو توبہ کے لئے کیوں فرماتے' توبہ تو وہ کرے جس نے گناہ کیا ہو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس گناہ سے پاک تھیں۔ مگر بات دراصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے۔ اگر عالم الغیب ہوتے تو یہاں تک نوبت اس بات کی نہ آتی ہے۔[1]

---

[1] ...شریعت یا جہالت' اضافہ شدہ' ص ۱۷۱-۲۷۲

یہ عبارت آپ نے غور سے پڑھ لی اور عقلِ سلیم سے کام لیتے ہوئے توجہ فرمائیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب سے انکار کرنے اور راہِ فرار اختیار کرنے کے لئے کیا کیا گل کھلائے۔ نبی اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔ (ہمارا اور تمہارا اور معاملہ ہے)۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کے قبلہ بنائے جانے کا خیال پیدا ہوا تو فوراً دورانِ نماز ہی قبلہ آپ کی مرضی اور رضا کے مطابق تبدیل کر دیا گیا۔ وحی نازل ہوگئی۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا

خالق کائنات جل جلالہٗ جو کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ واقعہ افک سے خوب آشنا تھا پھر وحی کیوں نہ بھیجی؟ اس کی حکمت اور راز کو رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے نہ کہ منکرین علم غیب۔ تبلیغیوں اور دیگر معترضین کے خیال کے مطابق تو ایک ماہ تک رب ذوالجلال کو بھی علم غیب نہ تھا؟ کیا خیال ہے۔

جہاں تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی حقیقت کے متعلق علم کا سوال ہے۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

مجھے ابھی واقعے کا علم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمد وثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! ان لوگوں کو کیا ہو گیا، جو مجھے میرے اہلِ خانہ کے بارے میں ایذا پہنچا رہے ہیں۔ ان کی طرف غلط باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے ان میں نیکی کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور جس آدمی کے متعلق یہ الزام لگاتے ہیں، اس میں بھی خدا کی قسم میں نے ہمیشہ خیر ہی دیکھی ہے۔ وہ جب کبھی میرے گھر میں داخل ہوتا ہے تو میرے ساتھ

داخل ہوتا ہے۔ (سیرت النبی کامل ابن ہشام' جلد دوم' ص ۳۵۷)

اس روایت کے متضاد جو روایت بھی ہوگی۔ قابلِ اعتبار نہ ہوگی۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک مقام پر تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی اور بریت بیان فرمائیں اور دوسرے مقام پر شک وشبہ کی بات بیان کریں اور فرمائیں کہ "اگر تم اس بات میں پڑی ہو جیسا کہ لوگ کہہ رہے ہیں تو اللہ سے توبہ کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کچھ عرصہ تک قطع تعلق کر لینا بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ ابن قیم فرماتے ہیں:

"ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے کچھ دیر کے لئے مقاطعہ بھی کیا تھا۔ لیکن یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ (زادالمعاد حصہ اول' ص ۹۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرنا بھی ہرگز علم غیب کی نفی نہیں ہے کیونکہ خود حقیقی ومطلق عالم غیب خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صلاح ومشورہ کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ

کیا خود اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو مشورہ دینے اور رہنمائی کے لئے کافی نہ تھا؟

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ اور اللہ کافی ہے۔ کارساز۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ اللہ تعالیٰ کو حقیقی وکیل مانتے اور جانتے ہوئے عدالتوں میں پھر وکیل کھڑے کر دیتے ہیں؟

تبلیغی منطق اس بارے میں کیا کہتی ہے۔

ابن قیم لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رب العزت کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات کے متعلق جھگڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو جو کچھ زمین وآسمان کے درمیان تھا سب کا علم مجھے حاصل ہوگیا۔ یہ روایت ترمذی میں بھی ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ روایت صحیح ہے۔

پس معلوم ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمین وآسمان کی جملہ اشیاء کے متعلق علوم حاصل تھے مگر ان کے بارے میں اظہار اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرماتے تھے۔

قرآن مجید نے ان لوگوں کے بارے میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو مطلع علی الغیب اور اپنے اختلافی معاملات میں بشرح صدر اپنا حکم تسلیم نہیں کرتے۔ بڑے واشگاف الفاظ میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (سورۃ النساء)

اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تیرے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمہیں اپنے آپس کے جھگڑوں میں حکم تسلیم نہ کریں۔

منصف کا یہ کام نہیں ہوتا کہ واضح شہادتوں اور ثبوت کے بغیر ہی یکطرفہ فیصلہ کر دے اور یہ معاملہ اور مسئلہ تو خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنی گھر کا تھا۔ فیصلہ سے متعلق تمام تقاضوں کو پورا کرنا ضروری تھا لیکن اس واقعہ کے چشم دیدہ گواہ نہ تھے اس لئے فیصلہ خالق کائنات کی گواہی اور شہادت سے ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا:

ترجمہ: جنہوں نے طوفان اٹھایا ہے وہ تمہیں میں سے ایک جماعت ہے۔ اس تہمت کو تم اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ واقعہ افک کو مسلمانوں کے لئے بہتر فرما رہا ہے کیونکہ اس کی بدولت مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کے لئے فحاشی وبدکاری اور دیگر کئی سماجی اور ازدواجی مسائل کے متعلق احکام نازل ہوئے۔ لیکن تبلیغی اللہ تعالیٰ کی اس حکمتِ عملی اور

خودمختاری کو چیلنج کرتے ہوئے کہتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے۔ اگر عالم الغیب ہوتے تو یہاں تک نوبت اس بات کی نہ آتی۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی

آپ کی ذات گرامی تو تمام علومِ اوّلین وآخرین کا سرچشمہ ہے مگر جن لوگوں کا وطیرہ ہی ضد اور عناد ہو اور ان کے دلوں میں کدورت وفساد ہو۔ وہ اس آیتِ کریمہ کے مصداق ہیں۔

ترجمہ: اگر وہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی اس پر ایمان نہ لائیں۔

اے خزانہ دارِ علمِ اوّلین وآخرین
اہلِ خرمن کو بھی دیکھا ہم نے تیرا خوشہ چیں
مانندِ شعاعِ شمس بُرہان، تری
اِدراکِ بشر سے ہے ورا شان تری

(عبدالعزیز خالد)

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ رحمٰن وہ ہے جس نے (آپ کو) قرآن سکھایا اور اس قرآن مجید میں ہر خشک اور تر چیز کا ذکر ہے۔ پھر کون سی چیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوشیدہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: وہ غیب کا جاننے والا (اللہ) پس مطلع نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر وہ رسول؛ جس کو اس نے پسند کر لیا)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر بھلا خداوند کریم کو اور کون محبوب اور پیارا ہوگا۔ وہ محبوب جس کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور اِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (بے شک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہوتی ہے)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ ع ۱۷) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: تمہارا رسول تم پر گواہ ہے کیونکہ وہ اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے مرتبہ سے مطلع ہے کہ وہ شخص میرے دین میں دینی لحاظ سے کس مقام تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور وہ حجاب (رکاوٹ) کہ جس کی وجہ سے (دین میں) ترقی سے رک گیا ہے۔ کون سا ہے۔ وہ تمہارے گناہوں' ایمان کے درجات' تمہارے نیک اور برے اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو بھی جانتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ ماکان وما یکون عطا فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں (وعظ کے لئے) کھڑے ہوئے اس میں آپ نے جو کچھ قیامت تک واضح ہونے والا ہے' سب بیان فرما دیا۔ اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور وہ بھلا دیا۔ جس نے بھلا دیا۔ اس واقعہ کا میرے یاروں کو بھی علم ہے۔ جو کچھ آپ نے خبر دی۔ اس میں سے ایسی چیز واقع ہوتی ہے جس کو میں بھول گیا ہوں۔ جب اس کو دیکھتا ہوں تو یاد کر لیتا ہوں جس طرح ایک شخص دوسرے شخص کا چہرہ بطریق اجمال یاد رکھتا ہے۔ جبکہ وہ غائب ہو جاتا ہے پھر جب اس کو دیکھتا ہے تو اسے (بہ تفصیل وتشخیص) پہچان لیتا ہے۔

(سیرت رسول عربی' ص ۵۸۳' بحوالہ مشکوٰۃ' کتاب الفتن فصل اول' بحوالہ صحیح مسلم جلد ثانی کتاب الفتن)

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر آپ اتر آئے اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے ہم کو جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے' سب کی خبر دی۔ ہم میں سے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے' وہ زیادہ عالم ہے۔

(سیرت رسول عربی' ص ۵۸۳' بحوالہ مشکوٰۃ' کتاب الفتن فصل اول' بحوالہ صحیح مسلم جلد ثانی کتاب الفتن

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اپنی دولت خانہ سے) نکلے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ دو کتابیں کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتادیں۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں تھی۔ اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے۔ اس میں بہشتیوں کے نام اور ان کے آباؤ قبائل کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں ان کا مجموعہ دیا گیا ہے۔ ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ پھر جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی۔ اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے۔ اس میں دوزخیوں کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں مجموعہ دیا گیا ہے۔ ان میں کبھی نہ زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر اس امر سے فراغت ہو چکی تو عمل کس واسطے ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے عملوں کو درست کرو اور قربِ الٰہی ڈھونڈو کیونکہ جو بہشتی ہے اس کا خاتمہ بہشتیوں کے عمل پر ہوگا۔ خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے اور جو دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر ہوگا۔ خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور دو کتابوں کو پس پشت ڈال دیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فارغ ہو گیا۔ ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں۔ اس حدیث کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تناهت وصاة المسلمين بكفه

فلا العلم محبوس ولا الرای یفند

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک مسلمانوں کی لکڑی نہایت

مضبوط ہوگئی تھی۔ پس نہ آپ کا علم محدود تھا اور نہ آپ کی رائے میں کوئی نقص نکالا جاسکتا تھا"۔

اقول ولا یلقی لقولی عائب
من الناس الاعازب العقل مبعد

میں یہ دعویٰ کر رہا ہوں اور لوگوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں مل سکتا جو میرے اس دعوے کو غلط ثابت کر سکے۔ بجز اس شخص کے جو عقل ودانش ہی سے بعید ہو۔

(سیرت النبی کامل' ابن ہشام' حصہ دوم' ص ۸۲۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے آدمی کو بھی جانتا ہوں اور اسے بھی جو جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا۔ (شمائل ترمذی' باب ۳۵' ص ۱۰۷ تبسم مبارک)

طلبِ استغفار اور مقامِ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم

شانِ کبریائی اور رفعت وعظمتِ کاملہ وتامہ صرف ذاتِ خداوند قدوس وعظیم وبرتر کو ہی سزاوار ہے۔ جملہ عیوب ونقائص سے پاک اور مبرا خالق ومالک کی ذات ہے۔ جو خالق سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ جس ذاتِ اقدس کا محبوب بھی سراپا کمالات ہے۔ باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبع جمیع حسنات، مخزنِ انوار وتجلیات کی شانِ عبدیت بھی ارفع واعلیٰ ہے۔ کیونکہ وہ ذات وصفاتِ ربانی کے مظہر کامل ہیں۔ اس کے باوجود عبدیت اور بشریت عجز وانکساری کی متقاضی ہے۔ اسی مقامِ عجز ونیاز کے اظہار کے لیے اور بندگانِ جہان کو عاجزی وانکساری کا درس دینے کے لیے خالقِ کائنات جل جلالہ، نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (سورہ محمد ۴۷:۱۹)

"اے محبوب! آپ اپنے مدارج کی بلندی کے لیے اظہارِ عاجزی اور مومنوں اور مومنین کے گناہوں کی معافی کے لیے استغفار کرتے رہیں۔"

اس مقام پر بعض لوگ گناہ، خطا اور قصور کو جناب رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس سے منسوب کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جو کہ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہرگز لائق نہیں ہے۔ اس آیتِ کریمہ کے صحیح اور حقیقی مفہوم سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے کور باطن اور جاہل اہلِ علم کی بجائے علمائے ربانی مردانِ

حق اولیاء اللہ کے مکتبِ علم وعرفان کے درِ اقدس پر آپ حضرات کو لیے چلتا ہوں۔ گوش وحواسِ باطنی سے سماعت فرما کر استفادہ فرمائیں۔

ایک روز حضرت خواجہ سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اس بات کا ذکر آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن رات کے اوقات میں سے کس وقت استغفار کیا کرتے تھے اس پر کسی نے عرض کیا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ پھر آپ کے بخشش مانگنے کے کیا معنی ہیں؟ (خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کبھی کوئی گناہ کیا اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں گناہ کی طاقت ہی رکھی گئی تھی جس طرح کے گناہ دُنیا کے یہ لوگ کرتے ہیں، اس قسم کے گناہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر ہی نہیں سکتے تھے، کیونکہ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) معصوم تھے۔ اس کا مطلب اور ہے۔ وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر وقت ذات کی تجلیات ارد ہوتی رہتی تھیں۔ جب ایک تجلی وارد ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال میں آتا کہ یہ ذات کی انتہا ہوگئی، پھر دوسری تجلی وارد ہوتی تو آپ اس سے پہلے خیال سے استغفار پڑھتے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جس تجلی پر خیال ہوتا تو دوسری تجلی پر پہلے خیال سے استغفار پڑھتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استغفار پڑھنے اور بخشش مانگنے کی یہ وجہ تھی۔ ورنہ نہ آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ اس کی طاقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رکھی ہی گئی تھی اور دیدار بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس درجہ کا تھا کہ نہ کبھی کسی کو ہوا اور نہ آئندہ کسی کو ہوگا۔ (ذکرِ خیر، نمبر۱۰۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔'' ایک روایت میں ستر مرتبہ سے زیادہ ہے اور ایک روایت میں سو مرتبہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ کثرتِ استغفار اور اس میں مبالغہ ہے نہ کہ یہ مخصوص عدد۔ (واللہ اعلم)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امت کی تعلیم وتشریع کے لیے ہے تاکہ وہ ہمیشہ استغفار کرنے اور توبہ کرنے والے رہیں ورنہ حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو معصوم ومغفور ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توبہ واستغفار کی کیا ضرورت ہے۔ یا یہ استغفار امت کے لیے فرماتے تھے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ اِنِّىْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (الحدیث) بلاشبہ بعض اوقات میرا دل در پردہ ہوتا ہے تو میں خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ یغان غین سے ماخوذ ہے غین اس رقیق ولطیف پردے کو کہتے ہیں جو آفتاب پر آ جاتا ہے اور غین و پردہ کی حقیقت پانے سے علماء وعرفاء عاجز وحیران ہیں۔ اکثر کا یہ خیال ہے کہ یہ غین ایک پردۂ رقیق ولطیف ہے جو بحکم بشریت لوگوں سے ملنے جلنے، دین وملت کے امور کا اہتمام کرنے، مخلوق کو دعوت دینے اور احکامِ شریعت بیان کرنے سے جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دیدۂ شہود پر مشاہدۂ وحدت سے ایک گونہ فرق وغفلت طاری ہوتی ہے، نورِ وحدت کے ظہور وذکر کی آگ سے جو اشتغال واضمحلال رونما ہوتا ہے۔ اس حالت کے پیش آنے پر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) استغفار کرتے تھے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ۔'' نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں ہوتی ہیں۔''

بعض کا خیال ہے کہ چونکہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ہر لمحہ مقامِ قرب میں ترقی در ترقی تھا اور تجلیاتِ حق کے رنگ میں آپ کے مشاہدات کی حد ونہایت نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر آن نورِ جلال کا پردہ دکھائی دیتا تھا اور نورانی تجلی پر اورنورانی تجلی کا اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ آگے کے مقام منکشف ہوجانے کے بعد پہلے مقام کے توقف پر استغفار کرتے تھے۔ کہ کیوں اس وقت تک اسی مقام میں توقف ہے۔ آپ اسے اپنی خطا جانتے ہیں۔ بعض صوفیاء اسے کہتے ہیں: غَيْنُ الْاَنْوَارِ لَا غَيْنَ الْاَغْيَارِ۔

(انوار کا پردہ ہوتا تھا نہ کہ غیریت کا پردہ) طیبی شرح مشکوٰۃ میں شیخ ابوالوقت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ اقدس ہمیشہ مقامِ ترقی وشوق اور رفیقِ اعلیٰ سے ملنے اور عالمِ ملکوت سے ملحق ہونے میں جوان کا مقام اصلی ہے، رہتی تھی اور قلب روح کے تابع اور نفس قلب کے تابع ہوتا ہے اور شک نہیں ہے کہ قلب کی حرکت ورفتار، نفس کی حرکت سے زیادہ تیز اور قائم ہے، تو لامحالہ نفسِ مقامِ قرب اور حریمِ عزت کے عروج میں روح اور قلب کی مصاحبت ورفاقت سے جدا ہوتا ہے۔ جو علاقہ عنصری سے انقطاع کا موجب ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اور اُس کی غیر متناہی رحمت ومہربانی ہے کہ خلق کی تکمیل وارشاد کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عنصر شریف کی بقا کا اقتضا فرماتی ہے اور جلد ہی یہ غین اور اس پردہ کو قلب شریف کی حرکت کم کرنے کے لیے ڈالتی تھی تاکہ بالکلیہ قلب، روح کی طرف نہ چلا جائے اور عالمِ قدس سے نہ مل جائے اور حضور کمالِ شوق اور جہان میں جذب ہونے کی وجہ سے قلب کی حرکت کے کم ہونے کے باعث استغفار کرتے تھے۔ باوجود اس بات کے کہ اس میں حکمت ومصلحت ہے اور تکمیلِ اُمت کی خواہش کمال درجہ ہے مگر ترقی کے لیے استغفار اور عذر خواہی کرتے تھے۔

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے جو علمِ لغت کے بڑے عالم ہیں، لوگوں نے غین کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اور اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: سائل اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غین کے سوا کے بارے میں پوچھتا تو میں اس کا جواب جو کچھ میں جانتا دے دیتا۔ لیکن قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کے احوال وصفات کے بارے میں دم مارنے کی سکت نہیں ہے۔ مجھے اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات بہت اچھی معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قلبِ مصطفوی کے ادب واحترام کی توفیق مرحمت فرمائی جس کو سوا خدا کے کوئی نہیں جان سکتا اور جو بھی جو کچھ کہتا ہے۔ اپنی معرفت وقیاس کے مطابق کہتا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام ان سب سے بلند وارفع ہے۔ جو کوئی مقام کی خبر

دیتا ہے اور حقیقتِ حال کا انکشاف کرتا ہے وہ تشابہات کی تاویل کے درپے ہوتا ہے، حالانکہ تشابہات کا علم اور اُس کی تاویل بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔"

(مدارج النبوۃ، حصہ اوّل، ص: ۷۳۹)

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلْغَیْنُ: غین ایک دل پر حجاب ہوتا ہے جو کہ استغفار سے اُٹھ جاتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خفیف اور دوسرے غلیظ۔ غلیظ تو صاحبانِ غفلت اور کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوتا ہے اور خفیف سب کے دل پر ہوتا ہے چاہئے ولی ہوں یا نبی۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ ۔

"تحقیق شان یہ ہے کہ میرے دل پر غین ڈالا جاتا ہے اور تحقیق میں اللہ تعالیٰ سے ہر روز سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔"

پس غلیظ غین کے لیے توبہ ساتھ شرط کے چاہئے اور خفیف کے لیے رجوع سچے خدا کی طرف چاہئے اور توبہ پھرنا ہوتا ہے، گناہوں سے؟ فرمانبرداری کی طرف اور رجوع واپس ہونا ہے اپنے آپ سے خدا کی طرف۔ پس توبہ تو جرم سے کرتے ہیں اور جرم بندوں کا امر کی مخالفت ہوتا ہے اور دوست مخالف ارادے سے توبہ کرتے ہیں۔ پس بندوں کا جرم معصیت ہوتا ہے اور دوستوں کا جرم اپنے آپ کو دیکھنا۔ اگر کوئی شخص کبائر سے توبہ کرے تو اس کو تائب کہتے ہیں اور اگر غیروں سے محبت کی طرف رجوع کرے تو اس کو انابت کہتے ہیں۔ اگر اپنے آپ سے خدا کی طرف رجوع کرے تو اس کو اوبت کہتے ہیں۔" (کشف المحجوب، صفحہ: ۴۵۶)

ایک دوسرے مقام پر حضرت داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرا دل غش والا ہو جاتا ہے
اور تحقیق میں اللہ عزوجل سے ہر دن ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔''

معصیت اور خطا کا مرتکب ہونا برا ہے اور رجوع کرنا خطا سے طرف صواب کے عمدہ اور قابلِ تعریف ہے۔ یہ توبہ عام ہے اور حکم اس کا ظاہر ہے اور جب تک صواب ہوگا، صواب کے ساتھ قرار پکڑنا وقف اور حجاب ہے اور رجوع صواب سے طرف صواب کے اہلِ ہمت کے درجہ میں قابلِ تعریف ہے۔

اور یہ توبہ خاص ہے اور محال ہوگا کہ خواص لوگ معصیت سے توبہ نہ کریں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تمام جہان تو خداوندِ عالم کے دیدار کی حسرت میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے توبہ کی۔ اس لیے کہ رؤیت کا ترک دکھایا اور اپنے آپ سے رجوع خدا کی طرف محبت کے درجہ میں ہے۔ جس طرح کہ بلند مکان کی آفت سے بلند مقام پر کھڑا ہونے سے توبہ کرنا ہے اور مقاموں اور احوالوں کی دید سے بھی توبہ کرنا ہے جیسا کہ مقام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر دم ترقی پر ہوتا ہے۔ جب اعلیٰ مقام پر پہنچتے تھے، نیچے کے مقام سے استغفار کرتے تھے اور اس مقام کے دیکھنے سے توبہ بجالاتے تھے۔''

(کشف المحجوب، ص:۳۵۶)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے بارے میں حضرت سید علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق میرے دل پر پردہ ہو جاتا ہے اور ہر روز ستر بار میں استغفار کرتا ہوں'' کیونکہ خود بخود اپنے کاموں کو نہیں دیکھتے تھے تا کہ اپنی فرمانبرداری پر غرور نہ ہو جائے۔ بلکہ خدا کے حکم کی تعظیم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے یہ کام خدا کی بارگاہ کے لائق نہیں ہیں۔''

(کشف المحجوب، ص:۳۷۴)

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم و مرتبہ ہر آن بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک

کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلا حال موجودہ حال کے مقابلہ میں ماضی اور ترکِ اولیٰ وافضل کے حکم میں ہو جاتا تھا۔لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ومرتبہ ہر آن اور ہر گھڑی، ترقی واضافہ میں اور تقویٰ نو بنو، تازہ بتازہ ہوتا رہتا تھا۔" (مدارج النبوۃ، حصہ اول، ص:۱۷۰)

اولیائے کاملین کے علم وعرفان کے بحرِ عمیق کی امواج تابدار کے مقابلے میں کسی آبِ غلیظ کے ندی نالے، جوہڑ اور راجباہ کی کوئی حیثیت اور قدر ومنزلت نہیں ہے۔ یہاں پر مجھ حقیر وبے تاثیر کی عبارت آرائیاں اور مصنوعی رعنائیاں بھی کسی شمار میں نہیں، کیونکہ نہ عالم نہ فاضل، نہ صوفی، نہ کشف نہ مشاہدہ، نہ مجاہدہ، نہ عارف، نہ کامل نہ اسرار کا حامل، صرف خاکپائے خدامِ اولیاء، گدائے درِ صوفیاء۔

بنابریں دریائے معرفت کے غواص اکابر کے فرمودات وارشادات پر ہی اکتفا کروں گا۔

اپنے وقت کے غوث وقطب حضرت سیدنا شیخ عبدالعزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کمالات ومشاہداتِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچ ہی بولا کرتے تھے اور حق بات ہی فرمایا کرتے تھے۔مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام باطن اور مشاہدے کے اعتبار سے نکلا کرتا تھا۔چنانچہ کبھی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاتِ الٰہی کے مشاہدے میں ہوتے اور جو لذت اس مشاہدے میں ہوتی ہے اس کی کیفیت نہ تو بیان ہو سکتی ہے اور نہ کوئی اور اس کا متحمل ہو سکتا ہے اور دُنیا کی کوئی لذت بھی اس کے مماثل نہیں اور وہ لذت ہے جو جنتیوں کو جنت میں دیدارِ الٰہی کے وقت حاصل ہوگی۔

اور کبھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات باری تعالیٰ کی قوت اور غلبہِ قدرت کے مشاہدے میں مستغرق ہوتے اور اس مشاہدے میں اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبہِ قدرت کے مشاہدے کی وجہ سے خوف اور بے چینی ہوتی ان دونوں مشاہدوں میں آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق سے غافل ہو جاتے اور کسی کو بھی نہ دیکھتے تھے......اور کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاتِ خداوندی کا مشاہدہ مخلوقات کے ساتھ کرتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تمام مخلوقات میں ساری پاتے۔ اس مشاہدے میں ذاتِ باری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باطن سے غائب ہو جاتی اور اس کے افعال باقی رہ جاتے۔ اسی تیسرے مشاہدے میں احکامِ شرعیہ کی تعمیل اور مخلوق کی تعلیم وتربیت اور ان کو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کی خدمت انجام پاتی تھی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو کچھ بھی نکلتا تھا۔ ان تینوں مشاہدوں سے خارج نہ ہوتا تھا......

فرمایا اس حدیث میں کہ ''میرے دل پر کبھی کبھی بادل چھا جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔'' تیسرے مشاہدہ کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مخلوقات میں سے کسی کو بھی پہلے اور دوسرے مشاہدہ پر دوام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے انہیں تیسرے مشاہدہ کی طرف آنا ضروری ہے تاکہ آرام کر سکیں۔ اسی لیے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مشاہدہ کی طرف نزول فرماتے تو (چونکہ یہ مشاہدہ بمقابلہ پہلے دو مشاہدوں کے ادنیٰ مشاہدہ ہوتا اس لیے) آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور اسے نقص سمجھتے۔ حضرت نے اس کے علاوہ اس میں دیگر اسرار کا بھی ذکر کیا۔ جن کو افشاں نہیں کیا جا سکتا۔'' (خزینہ معارف اُردو ترجمہ ابریز، ص:۳۲۲)

حضرت خواجہ سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ''ایک روز استغفار کے معنی کے بارے میں ذکر تھا۔ کسی نے عرض کیا حضور اولیاء اللہ جب گناہ چھوڑ دیتے ہیں اور ذکر و شغل کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان پر وارد ہو جاتی ہے اور گناہ ان سے سرزد نہیں ہوتے پھر وہ جو استغفار کرتے ہیں، کون سے گناہ سے کرتے ہیں؟

فرمایا ہر مقام میں فقیر کا استغفار علیحدہ ہوتا ہے۔ فقیر شروع شروع میں جب اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے تو اس وقت تو وہ اپنے گزشتہ گناہوں سے استغفار کرتا

ہے، پھر جو آگے ترقی کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں کمی واقع ہونے پر استغفار کرتا ہے۔ پھر اس سے جب ترقی کرتا ہے تو اپنے قصورِ ہمت پر استغفار پڑھتا ہے۔ آخر اسی طرح ہر مقام میں علیحدہ علیحدہ استغفار پڑھتا ہوا جب مقامِ مشاہدہ میں پہنچتا ہے اور اس کو اللہ جَلَّ شانُہٗ کا دیدار اور وصل ذاتِ الٰہی ہوتا ہے۔ اس وقت اس بات پر استغفار پڑھتا ہے کہ خداوند میرے اندر اتنی استعداد نہ تھی کہ میں اپنی ہمت اور کوشش سے تیرا دیدار اور تیری ذات کا وصل کرتا، تو اس وقت اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خداوند میں تیرے دیدار اور تیری ذات کے وصل کے حصول کو اپنی استعداد اور ہمت و کوشش کی طرف منسوب کرنے سے توبہ کرتا اور اس پر استغفار پڑھتا ہوں۔

یہ جو کچھ ہوا سب تیرے ہی فضل سے ہوا۔ (ذکرِ خیر، ص:۱۴۰)

عجز کارِ انبیاء و اولیاست
عاجزی مقبولِ درگاہ خداست

حیاتِ انبیآء علیہم السلام اور شہداء و اَولیاء رحمۃ اللہ علیہم

بعداز وصال

ع مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں

اللہ جل شانہ نے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْت (آل عمران۳:۱۸۵) کا اعلان فرما کر ذَائِقَةُ مَوْت کو ہر ذی روح کے لیے لازم قرار دے دیا۔ایک دفعہ سکراتِ موت کی تلخیوں سے دو چار ہونا ہی پڑے گا۔اس میں انبیاء علیہم السلام اور شہداء اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سب شامل ہیں۔مگر مدت سکراتِ موت، تنگی و تلخی، آرام وآسائش اور بعد از وصال کی حیات میں جدا جدا پیمانے درجات ومقامات ہیں، کسی کے لیے لحظہ بھر کے لئے موت ہے، ہر دم اُن پر درودوں کی سوغات ہے جن کی حیاتِ دُنیوی بھی باعث رحمت تھی اور عالمِ اخروی میں حیاتِ طیبہ بھی موجبِ کمالات ہے جن کی بدولت مومنین پر فیوض وبرکات کی برسات ہے، جن کی حیاتِ ظاہری بھی دوسرے انسانوں سے کئی لحاظ سے منفرد اعلیٰ باکمال اور بے عیب ہوتی ہے۔جن کے ہجر وفراق میں اہلِ درد ومحبت کی جماعت آج بھی پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے یادِ محبوب میں آنسو بہا کر اپنے گناہوں کی میل کو دھوتی ہے۔اُن کی نیند لاکھوں بیداریوں اور ہوشیاریوں سے بڑھ کر لَا تَاخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْم کا مظہر کامل خدائی صفات کا حامل۔مگر مخلوق میں شامل۔خُلقِ عظیم کا عامل۔ آنکھیں نیند میں ہیں، لیکن قلب مطہرہ، نماز میں، نیاز میں، سوز وساز میں، فکرِ راز میں، ایک عجب انداز میں مصروفِ عمل ہے۔اے غافل انسان! جس ذاتِ بابرکات، منبع فیوض

وبرکات باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند، تم سے جدا، اعلیٰ وارفع اور عظیم الشان ہے۔ جو کائنات کی جان ہے۔ موجب ایمان ہے بلکہ عین ایمان اور جان ایمان ہے۔

اُن کا اپنے خالق حقیقی جَلَّ شَانُہٗ سے وصال اور ملاقات، بھلا کیونکر دوسرے انسانوں کے مشابہ ہوسکتی ہے؟ جن کا خواب، وحیِ خدا ٹھہرے، وضو نہ ٹوٹے اُن کا وصال وصلِ خدا میں، صبح وشام لقا میں، پھر کیا شک ہے اُن کی بقا میں؟ اُن کی ذات باقی، حوض کوثر کے وہ ساقی، پھر بھی تو اُن کا عاقی؟

اے منکرِ حیات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ایک عام بندہ مومن ذاکر کی شان حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

اَلذَّاکِرُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَبَدًا حَیٌّ یَنْتَقِلُ مِنْ حَیَاۃٍ اِلٰی حَیَاۃٍ فَلَامَوْتَ لَہٗ سِوٰی لَحْظَۃٍ ○ (فتح الربانی مجلس نمبر ۱۴)

ترجمہ: اللہ کا ذکر کرنے والا ہمیشہ زندہ ہے، وہ ایک زندگی سے دوسری زندگی کی طرف منتقل ہوتا ہے، سوا ایک لمحہ کے اُس کے لیے موت نہیں۔''

جب بندۂ مومن ذاکر کی شان ورتبہ اور حیاۃِ طیبہ کا یہ عالم ہے تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کی حیات بعد از وصال کی کیسی عجیب شان ہوگی۔

اس بارے میں سیدنا ومرشدنا حضرت سلطان الفقراء فقیر کامل واکمل محقق شریعت وطریقت علامہ محمد ارشد قادری سروری قدس اللہ سرہ العزیز یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو انہی اجسام میں لوٹا دیا جاتا ہے، جو اجسام اُنہیں دُنیا میں عطا کئے گئے تھے اور پھر اُن کے جسموں سے خارجی عوامل دور کر کے اُنہیں لطافت میں تبدیل کر دیا جاتا ہے، تاکہ اُنہیں کھانے پینے کی ضرورت نہ رہے۔ باقی ارواح خواہ شہداء کرام اور اولیاء عظام کے ہی کیوں نہ ہوں، انہیں یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو انہیں اجسام میں ہی زندہ رکھا جائے، چنانچہ اُن کو وہی جسم لطیف کر کے

دے دیئے جاتے ہیں اور اگر ایسا نہ چاہیں تو انہیں صورتِ مثالی میں زندہ و باقی رکھا جاتا ہے، باقی عوام اور کفار و گنہگار لوگوں کی ارواح کو ہر حال میں مثالی صورت دی جاتی ہے۔ جس میں اُنہیں ثواب و عتاب کا مزہ چکھایا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام، شہدائے کرام اور اولیائے عظام کی ارواح کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اجسامِ لطیفہ کو متشکل اور ظاہر کر کے اس عالم میں جہاں چاہیں لے جاسکتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارواح مختلف اشکال اختیار کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تعظیم و تکریم کے لیے انبیاء علیہم السلام نے اپنے حقیقی اجسام میں متشکل ہو کر بیت المقدس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام نے قبر[1] میں نماز پڑھتے دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو حج کرتے دیکھا۔ (صحیح مسلم)

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج[2] کی رات سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کو وہاں موجود پایا۔ (دعوتِ ارواح ص ۱۸۶)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم کے ساتھ اٹھایا جانا اور آسمان پر متمکن ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت طاری نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ جسمِ لطیف کے ساتھ آسمان میں زندہ موجود ہیں اور پھر قیامت کے قریب جب

---

[1] حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شب معراج میں انبیاء کو دیکھنا اجسامِ مثالیہ کے ساتھ تھا...... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی قبر میں دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور پھر چھٹے آسمان پر دیکھا۔ اُس کی آپ کی روح جسم مثالی میں قبر کے اندر موجود تھی"۔ (شرح الصدور ۲۲۱)

[2] پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات آدم علیہ السلام صفی اللہ اور یوسف صدیق علیہ السلام اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین کو آسمانوں میں دیکھا تو ضرور بالضرور وہ اُن کی روحیں ہی تھیں۔" (کشف المحجوب ۳۱۷) حقیقی، مثالی اور رُوحی میں اختلاف کی بجائے انبیاء علیہم السلام کی حقیقی عظمت وشان کو دل وجان سے تسلیم کریں۔ (ناسک)

دُنیا میں نازل ہوں گے تو جسمِ لطیف کو جسمِ کثیف سے متبدل کر کے دُنیا میں رہیں گے......اب یہاں پر یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ لطیف جسم کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں۔اور جب جسمِ کثافت میں تبدیل کرلیں تو کھانے پینے کی حاجت بھی پڑتی ہے۔

بعض بزرگوں نے لکھا یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا ایک مثالی جسم ہوتا ہے اور ایک جسدِ اصلی مگر حیات دونوں میں باقی ہے۔جیسے جبریل علیہ السلام کا دحیہ کلبی کی صورت میں آنا کہ اُن کا جسدِ اصلی بھی زندہ تھا اور جسدِ مثالی بھی اور روح جسدِ مثالی میں آ کر بے شمار کام کر جاتی ہے۔

......جن بزرگان دین نے انبیاء علیہ السلام کی حیات کو دُنیوی حیات سے تعبیر کیا ہے۔جہاں تک میرا خیال ہے اُن کا مقصد ہماری دُنیوی حیات کی طرح کی زندگی نہیں بلکہ اس سے کہیں اعلیٰ وارفع زندگی مراد لی ہے،

برزخ کے احوال دُنیا کے حالات سے مختلف ہیں، ہم دُنیا میں بیک وقت دو طرف توجہ نہیں دے سکتے۔مگر برزخ میں یہ حال نہیں۔وہاں انبیاء علیہم السلام، شہدا کرام، اولیاء عظام جس طرح رب العزت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہیں، اسی طرح ہر زیارت کرنے والے کے سلام کو بھی سنتے ہیں، بلکہ دُنیا کے کسی کونے سے کوئی درود وسلام پڑھے یا غائبانہ پکارے تو سب کی طرف توجہ کامل بھی رکھتے ہیں۔

اولیاء اللہ کو بعض صورتوں میں بعد اکتساب ایک خاص قسم کی لطیف صورت مثالی عطا کی جاتی ہے ہے جو ظاہری طور پر بدنِ عنصری کے مشابہ اور لطافت میں روح کے قریب قریب ہوتی ہے اور قوت میں عوام کی صورت مثالی سے بڑھی ہوتی ہے۔

شہداء کی برزخی زندگی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

یعنی وہ ایسے زندہ ہیں کہ رزق دیئے جاتے ہیں، رزق کھانا زندوں کے افعال میں سے ہے لہٰذا معنیٰ یوں ہوئے کہ اگرچہ غیر شہداء بھی زندہ ہیں۔مگر شہدا کو رزق ملتا ہے، لہٰذا

اوروں کے مقابلہ میں یہ زندہ کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو ایک ایسی صورت مثالی حسی دی جاتی ہے جس سے وہ زندوں کی طرح کھاتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ان کی صورتِ مثالیہ حسیہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ شہداء سبز رنگ کے پرندوں کے معدوں میں داخل ہوکر جنت میں جاتے ہیں۔ موطا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہدا کو سبز رنگ کے پرندوں میں اُن کی ارواح ہوں گی اور وہ ان کے لیے ظرف کا کام دیں گے، نہ یہ مقصد ہے کہ شہداء جو اِنسان تھے۔ اُنہیں پرندے بنادیا جاتا ہے یہ کونسا کمال اور فضیلت ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ سیر کرتے ہیں۔ اُن کا نوری لباس سبز رنگ کا ہوتا ہے اور وہ برزخی جنت کے میوے کھاتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُن کے جسم قبروں میں نہ بوسیدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی روح اُن کے جسم سے الگ ہوتی ہے۔ ان کی روح مع الجسد زندوں کی طرح ہوتی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے، اگر خدا تعالیٰ چاہے تو ان کے اجسام کو بھی محفوظ رکھ سکتا ہے اور یہ ان کے اجسام کا احترام ہے۔

چنانچہ کئی شہداء اور اولیاء اللہ کے اجسام بھی محفوظ رہتے ہیں، لیکن یہ اُن کی زندگی کی دلیل نہیں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے جسم بھی فنا ہو جاتے ہیں اور فاسد بھی ہو جاتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ زندہ ہیں۔ کیونکہ اُن کی زندگی سے مراد برزخی زندگی ہے جو دوسرے لوگوں سے اعلیٰ اور افضل ہوتی ہے اور اُنہیں اِس قسم کی مثالی صورت دی جاتی ہے، جس سے زندوں کی طرح افعال کا صدور ہوتا ہے۔

بَلْ اَحْیَاءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

میں مومنین کو ان الفاظ میں خطاب کر کے تنبیہ کر دی ہے کہ وہ ایسی زندگی کا تجسس نہ کریں جو مشاہدہ اور احساس میں آسکتی ہو۔ بلکہ اُن کی زندگی ایسی ہوتی ہے کہ تم اس کا ادراک واحساس نہیں کر سکتے۔ اگر جسم کی زندگی مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ وَلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ نہ فرماتا، کیونکہ جسم کا زندہ ہونا تو ایسا ہے کہ ہم اُسے مشاہد کر سکتے ہیں، ہاں اللہ

تعالیٰ بعض اوقات اپنے بعض اولیاء کرام کو شہداء کی زندگی کا علم بذریعہ کشف عطا کر دیتا ہے تو وہ اُنہیں آنکھوں سے زندہ دیکھ لیتے ہیں۔

محض روح کی زندگی بھی مراد نہیں اس لیے کہ سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ تمام ارواح زندہ ہیں، پھر شہید اور غیر شہید میں کون سا فرق رہا؟ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کا کوئی مطلب نہیں رہتا۔ کیونکہ عوام کی روحوں کی زندگی کا تو سب کو علم ہے، شہداء کرام کی وہ زندگی ہے جو روح مع الجسد کی زندگی ہے۔ لیکن وہ جسمِ مثالی اس قسم کا ہوتا ہے۔ جو زندوں کی طرح کام کرتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کی یہ امتیازی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح مقدسہ کو صورت مثالی کی جگہ اُن کے لطیف اجسام پہنا دیتا ہے اور انبیاء کرام کے بعض خاص متبعین کو بھی یہ کمال حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ جو اولیاء کرام دُنیوی زندگی میں یہ کمال حاصل کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے ظاہر جسم کو لطیف کر کے عالم ملکوت ولاہوت کی سیر کر لیتے ہیں، اُنہیں موت کے بعد کیا مشکل ہے کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ رہیں اور عالمِ برزخ میں بھی صورتِ مثالی کی جگہ اسی جسم کو اپنے ساتھ رکھیں، چنانچہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو۔ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جثہ را برم بر لامکاں یکدم

میں اس ظاہری جسم کو ایک لحہ بھر میں لامکاں تک پہنچا دیتا ہوں۔

اولیاء اللہ جو زندگی میں فنا وبقا کی منزلیں طے کر لیتے ہیں اور دُنیوی زندگی میں وہ مظہر صفاتِ الٰہی بن کر ہر طرح سے تصرف کرتے ہیں۔ موت کے بعد بھی ان سے یہ صفات سلب نہیں کی جاتیں، بلکہ اور زیادہ ہو جاتی ہیں، موت ان کے باطنی کمالات میں حائل نہیں ہوتی۔" (دعوتِ ارواح)

بزرگانِ دین کے تصرف کے بارے میں چند واقعات واقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کہتے ہیں:

ایک بزرگ نے مرتے وقت وصیت کی کہ کل تم قلم و دوات میری قبر میں رکھ دینا میں آخرت کے حالات معلوم کر کے لکھوں گا اور تم تیسرے روز قبر پر سے کاغذ، قلم دوات اٹھا لینا۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا کیا۔ تیسرے روز لکھا ہوا قبر پر ملا کہ اجمالاً حالت وہ ہے جو نصوص میں وارد ہے اور شریعت کا حکم ہے اس پر یقین کرو اور تفصیلی حالات بدون گزرنے کے معلوم نہیں ہو سکتے۔'' (خیر الافادات ۱۲۵)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا ہے۔

(شمائم امدادیہ ص ۸۱-۸۲)

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کہتے ہیں۔ ''میں شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مدتِ دراز تک بیٹھا ہوں اور مجھ کو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم بھی کی ہے اور جو کچھ نفع ہوا ہے وہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ ہی کے طفیل ہے۔ (تذکرۃ الرشید ۱۸۹)

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

انبیاء اور صالحین کی قبروں پر رحمت و کرامت الٰہی کا جس قدر نزول ہوتا ہے اُس کے عشرِ عشیر سے بھی اکثر لوگ واقف نہیں۔'' (اقتضائے صراط مستقیم ۱۶۶)

حضرت امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر کوئی صاحبِ حال شخص بغداد شریف میں داخل ہونے کے بعد زیارت حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی نہ کرے تو اُس کا حال سلب ہو جائے گا۔''

(خلاصۃ المفاخر)

- صوفی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خاں شاہ کابل پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند

شریف جانے کے لیے قاضی جی کو اپنے ساتھ لے لیا حضرت ضیا معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لیے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو۔ ان سے الگ ہو جانا چاہئے۔ ابھی آپ اپنے جی یہ میں خیال لے کر اُٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا: کہ سلیمان بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب (قاضی سلیمان منصور پوری) نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقع مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔'' (کراماتِ اہلِ حدیث ص ۱۹)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص اخلاص اور یقین سے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عرض کرے کہ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میری فریاد سننا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع لشکر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما اسی وقت تشریف لا کر ظاہری آنکھوں سے زیارت کراتے ہیں''۔ (عقلِ بیدار ص ۱۳۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں:

بلکہ موت جانتا ہے اُس کے منہ میں خاک' وہ خود دونوں جہانوں میں رُوسیاہ ہے۔ وہ ضرور شفاعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محروم رہے گا۔ ایسا جھوٹا اور منافق شخص اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم سے ہی نہیں''۔ (عقلِ بیدار ص ۱۳۲)

''اولیاء اللہ مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور اسمِ اللہ ذات کی برکت سے اُنہیں دائمی زندگی حاصل ہے کیونکہ اَولیاء کی موت (سے مراد) مرادی (موت) ہے...... یہ اولیاء اللہ ہی کا مرتبہ ہے کہ زندگی اور موت ان کے لئے برابر ہو جاتی ہے۔ (عقلِ بیدار ص ۲۰)

باھو مردہ زندہ کند از اسمِ ذات
ہرگز نمیرد آں معہ اللہ شد حیات

برکاتِ قرآنِ مجید

قرآن مجید کی برکات، عظمت ومقام اور رتبہ اور شان بے حد وحساب ہے۔ لاجواب ہے ایک ایک حرف پُر اثر، مخزنِ معارف ومعنی، کاشفِ اسرار ورموز، موجبِ رُشد وہدایت اور باعثِ ثواب ہے۔ انوار وبرکات کے لحاظ سے مثلِ آفتاب ہے۔ دلوں کا سکون، چین، فرحت، راحت اطمینان اور سُرور، موجبِ حضور، وسیلۂ حصولِ حور وقصور، لفظ لفظ انوار وتجلیات سے بھرپور مگر صد افسوس کہ آج مسلمان اس معدنِ رُشد وہدایت سے دور۔ یہی وجہ ہے کہ آج دل ہیں بے نور وبے سرور، غیروں کی تقلید پہ مجبور، دل کثافتِ عصیاں سے چکنا چور، فقدانِ جلوۂ طور، کیونکہ آج قرآن ہے مہجور۔

ظلمت وگمراہی کی عمیق گہرائیوں میں گرے ہوئے انسانوں کو معرفتِ حق سے روشناس کرانے کے لیے قرآن مجید سے بڑھ کر اور کوئی کتاب کارگر نہیں...... کفر وضلالت کے آہنی قفلوں کو بارہا قرآنِ جمیل بادلیل نے پاش پاش کیا۔ اس کے سحری اثرات اور تجلیات نے قلوب کی سیاہیوں کو مٹا کر قبولِ حق کے لیے ایک تحریک اور ہیجان پیدا کیا۔ جس کی ہزار ہا مثالیں تاریخ انسانی میں سنہری حروف سے رقم کی گئی ہیں۔

جن میں سے چند ایک امثالِ حقانی احباب کی خدمت میں پیش ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر ہے اور جن کے جوشِ ایمانی سے آج تک کافروں کے دل میں خوف ہے۔ اسلام لانے سے پہلے

مسلمانوں کے مقابلہ اور تکلیف پہنچانے میں بھی ممتاز تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کے درپے رہتے تھے۔ایک روز کفار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کردے۔عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ میں کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ بے شک تم ہی کر سکتے ہو۔عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تلوار لٹکائے ہوئے اُٹھے اور چل دیئے۔اسی فکر میں جارہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہے اور بعضوں نے اور صاحب لکھے ہیں، ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ عمر کہاں جارہے ہو؟ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قتل کی فکر میں ہوں، (نعوذ باللہ) سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بنو ہاشم اور بنو زہرہ اور بنو عبد مناف سے کیسے مطمئن ہو گئے۔وہ تم کو بدلہ میں قتل کردیں گے۔اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہو گیا۔پہلے تجھی کو نہ مٹادوں۔یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی یہ کہہ کر کہ ہاں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تلوار سنبھال لی۔دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے۔تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔یہ سننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے۔اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کواڑ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھارہے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کواڑ کھلوائے۔ان کی آواز سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ تو جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ صحیفہ بھی جلدی میں باہر ہی رہ گیا،جس پر آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔ ہمشیرہ نے کواڑ کھولے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی،جس کو بہن کے سر پر مارا جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بددین ہو گئی۔ اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کیا کررہے تھے۔اور یہ آواز کس کی تھی۔بہنوئی نے کہا بات چیت کررہے تھے۔کہنے لگے ”کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلیا۔“ بہنوئی نے کہا: اگر دوسرا دین حق ہو تب؟ یہ سننا تھا کہ ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی

اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کے منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمر ہی کی بہن تھیں کہنے لگیں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے؟ بے شک ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ جو تجھ سے ہو سکے کر لے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس صحیفہ پر پڑی۔ جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہو گیا تھا۔ اور بہن کے اس طرح سے خون سے بھر جانے سے شرم سی بھی آ رہی تھی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے؟ بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ہر چند اصرار کیا مگر وہ بے وضو اور غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا۔ اس میں سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ اس کو پڑھنا شروع کیا اور اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (سورۃ طٰہٰ ۲۰:۱۴) تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی۔ کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ یہ الفاظ سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب پنج شنبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ تعالیٰ! عمر (رضی اللہ عنہ) اور ابوجہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو۔ اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے)۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی۔ اس کے بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔ (حکایاتِ صحابہ بحوالہ خصائص)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ:

ابوعلی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے عمر میں عیار پیشہ تھے، مرو اور بارو کے درمیان ڈکیتی کی وارداتوں سے لوگوں کا مال لوٹا کرتے تھے۔ باوجود ان باتوں کے آپ میں صلاحیت کا مادہ موجود تھا۔ اور آپ کی طبیعت میں ہمیشہ جوانمردی اور ہمت رہتی تھی۔

چنانچہ قافلہ کی ہر عورت سے علیحدہ رہتے۔ بالکل اس کے گرد نہ ہوتے۔ جس کا سرمایہ کم ہوتا۔ اس کے احباب سے مزاحمت نہ کرتے اور ہر ایک کے پاس کچھ مناسب سرمایا رہنے دیتے۔ یہاں تک کہ ایک سوداگر مرو سے چلنے لگا تو لوگوں نے کہا کہ سرکاری آدمیوں کا دستہ اپنے ہمراہ لے جاؤ' راستہ پر فُضیل ڈاکو موجود ہے۔ اُس نے کہا میں نے سنا ہے کہ وہ آدمی خدا ترس ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ آدمی خدا ترس ہے۔ ایک قاری کو مرو سے اپنے ہمراہ لے لیا۔ اور اس کو ایک اُونٹ پر بٹھالیا۔ رات دن قاری صاحب راستہ میں قرآن پڑھتے جب قافلہ اس موقع پر پہنچا، جہاں فُضیل رحمۃ اللہ علیہ گھات لگائے بیٹھا تھا اتفاقاً قاری نے یہ آیت پڑھی: اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (سورۃ الحدید ۵۷:۱۶) (یعنی کیا ایمان والوں پر ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی کتاب کی طرف جھک جائیں) جب یہ آیتِ کریمہ فُضیل نے سنی۔ اس کے دل میں نرمی پیدا ہوئی اور عنایتِ ازلی نے اس کے دل پر ظاہری غلبہ پکڑا اور اس شغل سے آپ نے سچی توبہ کی اور جن کا مال لوٹا ہوا تھا۔ ان سب کے نام آپ کے پاس لکھے ہوئے تھے۔ سب کو خوش کیا اور ان کا مال انہیں واپس دے دیا اور آپ مکہ معظمہ میں پہنچ کر عرصہ دراز تک مجاور رہے۔ اور بہت سے اولیاء اللہ تعالیٰ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ (کشف المحجوب، ص:۱۲۲)

جزائرِ مالدِیپ میں اشاعتِ اسلام:

مالدیپ جو بہت سے جزائر پر مشتمل ہے آپ نے پانچویں سارک کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر یہ نام ضرور سنا ہوگا (پانچویں سارک کانفرنس حال ہی (یعنی نومبر ۱۹۹۰ء) میں مالدیپ کے شہر مالے میں منعقد ہوئی تھی) سارک کے موجودہ چیئرمین مالدیپ کے صدر مامون عبدالقیوم ہیں۔ آپ اس حقیقت کو جاننے کے لیے یقیناً بے تاب و بے قرار ہوں گے کہ ان دور دراز جزائر میں اسلام کا نور کیسے پھیلا۔ یہ آبِ فراواں کی موجوں سے کھیلنے والے لوگ کفر و شرک کے سمندروں کی طوفانی لہروں سے

کیوں کر بچ نکلے۔ ان لوگوں کو زیورِ اسلام سے آراستہ کرنے والا کون شخص تھا۔ اُن پر اسلام کا جادو کیسے اثر کر گیا؟

اس حقیقت کی تلاش میں ہم محمد ابنِ بطوطہ رحمۃ اللہ علیہ کے "سفر نامہ" کا سفر کرتے ہیں۔ وہ سیر و سیاحت کرتے جزائر مالدیپ پہنچتے ہیں۔ اور وہاں کے ثقہ آدمیوں فقیہ عیسیٰ یمنی، فقیہ معلم علی اور قاضی عبداللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس جزیرے کے باشندے پہلے بت پرست تھے۔ اور ہر مہینے سمندر کی طرف سے ایک بلا آتی تھی۔ اُن کا دستور تھا کہ جب اُسے دیکھتے تھے تو ایک ناکتخدا (کنواری) عورت کو بناؤ سنگھار کر کے بت خانہ میں جو سمندر کے کنارے پر تھا، چھوڑ دیتے تھے۔ صبح کو آتے تھے تو اُسے مرا ہوا اور بکارت کو زائل پاتے تھے۔ ہر مہینے آپس میں قرعہ ڈالتے تھے جس کے نام پر قرعہ آتا تھا اُسے اپنی بیٹی بھیجنی پڑتی تھی۔

ایک دفعہ ان کے جزیرہ میں ایک مغربی ابوالبرکات بربری بطور مسافر کے وارد ہوا، یہ شخص حافظِ قرآن مجید تھا۔ وہ جزیرہ میں کے ایک بڑھیا کے گھر میں ٹھہرا۔ ایک روز گھر کے اندر جو داخل ہوا تو دیکھا وہ بڑھیا اور اُس کے رشتہ دار رو رہے ہیں۔ اس نے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس بڑھیا کے نام قرعہ پڑا ہے۔ اور اُس کی فقط ایک بیٹی ہے۔

ابوالبرکات نے کہا کہ تیری بیٹی کی بجائے میں جاؤں گا۔ یہ شخص کھوسہ تھا۔ داڑھی مونچھ نہ رکھتا تھا۔ حافظ صاحب نے عورت کا لباس زیب تن کیا اور سمندر کے کنارے جزیرے میں مخصوص جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ جب بلا سمندر سے نمودار ہوئی تو کلامِ الٰہی کے اثر سے مر گئی۔

صبح ہوئی مغربی کھڑا تلاوت کر رہا تھا جب بڑھیا اور اس کے رشتہ دار اُس کی لاش لینے آئے تو اُسے زندہ اور بلا کو مردہ حالت میں پایا۔ چنانچہ حافظ صاحب کو بادشاہ کے پاس لے گئے جس کا نام شنورازہ تھا اور کل حال سنایا۔ وہ بہت متعجب ہوا۔

مغربی نے اُس کو مسلمان ہونے کی دعوت دی۔ بادشاہ نے کہا تو اگلے مہینے تک صبر کر اگر اگلے مہینے بھی تو سالم رہا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ مغربی وہاں ٹھہر گیا۔ اور ابھی مہینہ پورا نہ ہوا تھا کہ بادشاہ کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی۔ اور وہ مع اپنے امیروں اور کنبہ کے مسلمان ہو گیا۔ بت خانے توڑ دیئے اور کل جزیروں کے باشندے مسلمان ہوگئے۔ کلامِ الٰہی کی برکت سے لاکھوں گمراہ انسان جادۂ حق پر چلنے لگے اور دُنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کی منزل کی طرف بڑھنے لگے۔

گر تُو خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن بجز قرآں زیستن

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے نجاشی حبشہ کے دربار میں سورۃ مریم کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں تو نجاشی ان آیاتِ قرآنی کو سن کر اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور اُس کے درباری بھی روئے۔

قرآن مجید اس منظرِ رقت آمیز کو یوں بیان فرماتا ہے: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ۔

(سورۃ المائدہ ۵:۸۳)

"اور جب وہ کلام سنتے ہیں جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے حق پہچان لیا ہے۔"

نجاشی اور اس کے درباری اس وقت عیسائی تھے، مسلمان نہ تھے مگر ان کے دل قرآن مجید کی حقانیت وصداقت کے قائل ہوگئے۔ حق کی طرف مائل ہوگئے اور پیغمبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائل ہوگئے اور حل ان کے مسائل ہوگئے اور نجات کے پیداوسائل ہوگئے۔

لیکن آج ہماری حالت کیا ہے؟ مسلمان ہیں، عالم بھی ہیں، فاضل بھی ہیں، رقتِ قلبی نام کو نہیں، عام مسلمانوں کی حالتِ ایمانی پر پھر شکوہ ہی کیا؟

؎ قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں

آج ہمارے قلوب تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ اس قدر بے نصیب اور بد بخت ہو گئے ہیں کہ پتھروں کے چشمے ہیں جاری مگر ہمارے دلوں پر غفلت طاری، مال و دولت کے جمع کرنے پر توجہ ہے ساری، مسلمانوں کو لگ گئی زر پرستی، ہوس پرستی، اور زن پرستی کی بیماری، شب و روز ہوا و نفس کے گھوڑے پر سوار، قرآن و سنت سے اظہارِ بیزاری، غائب ہے ندامت سے اشکباری، غرور و تکبر سے یاری، ناپید ہو گئی انکساری، قرآن میں ہے فرمانِ باری:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ (سورۃ الحشر ۲۱:۵۹)

''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتارتے تو تو دیکھ لیتا کہ دب جاتا اللہ کے ڈر سے۔''

پہاڑ تو کیا، عرش سے فرش تک ہر چیز متفرق ہو جاتی، اگر کلامِ باری تعالیٰ حروف و اصوات کے پردوں میں پوشیدہ نہ ہوتا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اگر بالفرض کلامِ الٰہی کے کُنہ جلال حروف کے پیرایہ میں چھپے نہ ہوتے تو عرش بھی اس کے کلام کے سننے پر نہ ٹھہرتا، نہ خاک کو تاب اس کے سننے کی ہوتی بلکہ اس کی عظمت اور اشعۂ نور سے عرش سے فرش تک سب متفرق ہو جاتے۔ اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ثابت نہ رکھتا تو ان کو اس کا کلام سننے کی تاب نہ ہوتی۔ جیسے پہاڑ کو اس کی ادنیٰ تجلی کی تاب (طاقت) نہ ہوئی اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل جب قرآن مجید کو کھولتے تو بیہوش ہو جاتے

اور کہتے کہ یہ کلام میرے پروردگار کا ہے۔ یہ کلام میرے رب کا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بخدا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنی مخلوق کے لیے تجلی فرمائی ہے مگر خلق کے لوگ اس کو نہیں دیکھتے، اور ایک بار آپ کو نماز میں ایسی حالت ہوئی کہ بیہوش ہو کر گر پڑے، جب آپ کو افاقہ ہوا تو کسی نے اس حالت کی کیفیت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں آیت کو بار بار دل میں پڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کو میں نے متکلم (کلام والے، صاحبِ کلام) سے سنا۔ پس اُس کی قدرت کے معائنہ کے لیے میرا جسم نہ ٹھہرا۔

قرآن ہے تجلیاتِ الٰہی کا خزینہ
مظہرِ حسن وجمال واخلاقِ شاہِ مدینہ
نورِ رشد وہدایت ، رہبر جلوۂ طور
گمراہوں کو سکھاتا ہے زندگی کا قرینہ

(ناسک قادری)

قرآن مجید کی تلاوت بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ پڑھنا دس دس نیکیوں کا ثواب رکھتا ہے۔ سمجھ کر پڑھا جائے یا بے سمجھے، قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا کہ اے احمد! میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کی کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دو قرآن مجید پھٹے تھے۔ عمرو رحمۃ اللہ علیہ بن میمون نے شرح احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کھولے وہ بقدر (سو ۱۰۰) آیت کے پڑھ لے۔ تمام دُنیا کے عمل کے بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دُنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

حضرت باسط رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے۔وہ مکانات آسمان والوں کے لیے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لیے آسمان پر ستارے۔

قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے مطلب ومعانی اور احکام کو جاننا اور عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اخلاقِ قرآنی سے متصف نہیں ہوتا وہ جس وقت کلام اللہ پڑھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو پکار پکار کر فرماتا ہے کہ تجھ کو میرے کلام سے کیا ملا۔تو تو مجھ سے روگردان ہے۔اگر تو میری طرف توجہ نہیں کرتا تو میرے کلام کو مت پڑھ۔

حضرت یوسف رحمۃ اللہ علیہ بن اسباط نے فرمایا کہ میں قرآن کے پڑھنے کا قصد کرتا ہوں۔مگر جب ان کے مضامین کو یاد کرتا ہوں تو غضبِ الٰہی سے ڈر جاتا ہوں۔اور قرآن مجید کو چھوڑ کر توبہ استغفار کی تسبیح پڑھنے لگتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ بہت لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں حالانکہ قرآن اُن کو لعنت کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے اکثر منافق قرآن کے پڑھنے والے ہوں گے۔(احیاءعلوم الدین)

پڑھتے رہیں گے جب تک قرآن فقط زبان سے
دہر میں انقلاب نہ آئے گا کبھی مسلمان سے !

(ناسک قادری)

عرفانِ توحید اور اَولیاء اللہ

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات، جو کہ خالق و مالکِ کائنات ہے۔ خالقِ ارض وسماوات ہے۔ خلاقِ انس وجاں، حیوانات ونباتات وجمادات ہے۔ آفریدگار شمس وقمر، آب وشجر، برگ وثمر، مرغان وحجر، اور خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ رب و پروردگار انبیاء (علیہم السلام) واولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور ربّ امام الانبیاء سید المرسلین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے کارساز ومشکل کشا، حاجت روا قاضی الحاجات اور مالکِ موت وحیات اور روزِ حشر ہے۔ ہر دم، ہر لحہ باخبر ہے۔ ہر ذرے پر اُس کی نظر ہے۔ وہ ایک ہے، یکتا ہے۔ وہی معبودِ حق ہے، وحدہ لاشریک ہے۔ وہ حقیقی مددگار ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ سب اس کے محکوم اور وہ حاکمِ یکتا۔ اُس کے مقابلے میں کوئی سفارشی، مددگار، حاجب روا، نفع بخش اور گنج بخش نہیں مگر اُس کے حکم اور اذن سے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ سفارش اور شفاعت فرمائیں گے۔ اس کے امر سے فرشتے، انبیاء اور اولیا مومنوں کے معاون ورفیق، مگر نہیں اُس کے شریک، مجازی طور پر کسی کے لیے نفع بخش اور گنج بخش کے الفاظ استعمال کرنے سے کوئی شرک واقع نہیں ہوتا۔ جب کہ نیت میں کوئی فتور نہ ہو۔ مستقل بالذات نفع بخش اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے باقی سب اُس کی عطاء امر اور حکم سے فائدہ بخش ہیں[1]۔

[1] شہد میں شفا اور قوت۔ فیہ شفاء للناس۔ زہر میں ہلاک کرنے کی خاصیت۔ مقناطیس کی قوتِ کشش۔ ادویات کی تاثیر، غذاؤں کی قوت اور نفع بخش حیثیت۔ فرشتوں اور ارواح انبیاء واولیاء کا مومنوں کی مدد کرنا سب اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم سے ہیں۔ فرشتے بغیر طلب مدد کے مومنوں کی مدد کرتے ہیں تو اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کی ارواح کو مدد کے لیے پکارنا ضروری نہیں۔ کیونکہ جو مومن ہوگا اور نسبتِ روحانی قائم ہوگی۔ اُسے ہی مدد حاصل ہوگی۔ اور جس ذات کے اِذن وامر سے اُن کی استمداد حاصل ہوگی۔ وہ ہمارے حال سے بے خبر نہیں۔

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''خداوند تعالیٰ کی ذات کے علم کے لیے یہ شرط ہے کہ ہر عاقل و بالغ جان لے کہ اللہ عزوجل موجود ہے اور قدیم ہے اور بغیر حد و حدود کے ہے اور اُس کے واسطے کوئی مکان نہیں اور نہ ہی اس کے لیے کوئی جہت (طرف) ہے اور نہ ہی اُس کی ذات آفت کی موجب ہے اور اُس کی مخلوق سے اُس کی مثل کوئی نہیں اور اُس کا نہ کوئی فرزند ہے اور نہ اُس کی کوئی بیوی ہے۔ اور تیرے خیال، وہم اور عقل میں جو صورت پیدا ہوئی ہے، اس کا پیدا کرنے والا اور نگاہ رکھنے والا بھی وہی ہے، جیسا کہ اُس نے خود فرمایا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل بے مثل ہے۔ اس کی مانند کوئی نہیں اور وہ سب چیزوں کو سُنتا اور دیکھتا ہے۔ لیکن اس کی صفات کا علم یہ ہے کہ تو جان لے کہ اس کی صفات اس کے ساتھ موجود ہیں کہ وہ نہ اُس کا جُز ہیں اور نہ ہی اُس سے علیحدہ اور وہ اس کی ذات سے قائم اور موجود ہیں اور اس کی تمام صفات دائمی غیر مُنفک (ملی ہوئی، ساتھ) ہیں۔ جیسے کہ علم، قدرت حیات، ارادات، سمع، بصر، کلام اور بقا ہیں۔'' (کشف المحجوب باب اوّل)

حضرت ابوبکر درہاق ترمذی رحمۃ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''جس شخص نے بغیر زُہد کے توحید کی بات پر اکتفا کیا، زندیق ہوا اور جس کسی نے بغیر پرہیز گاری کے علم فقہ اور شریعت کو کافی سمجھا، وہ فاسق ہو۔'' (کشف المحجوب باب اوّل) ''جو شخص ایسی باتوں کا قائل ہوتا ہے جو کہ خلاف توحید ہوں اور نیز خلافِ تحقیق ہوں تو اُس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا اور جب دین جو کہ اصل ہے مستحکم نہیں ہوتا تو تصرف جو صرف فروع اور نتیجہ ہے۔ بدرجہ اولیٰ خلل والا ہوگا، کیونکہ اظہارِ کرامت اور کشفِ آیات بجز اہلِ دین اور توحید کے (دوسروں سے) صحیح تصوّر نہیں کیا جا سکتا...... اور خاص کر اس کے قائلوں کو سب غلطی روح میں لگتی ہے۔'' (کشف المحجوب ص ۳۱۵)

حضرت ابوالعباس قاسم بن مہدی سیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اَلتَّوْحِيْدُ

اَنْ لَّا یُخْطُرَ بِقَلْبِكَ مَا دُوْنَ تَوْحِیْدِ ۔یعنی توحید یہ ہے کہ ماسوائے توحید کے اور کسی چیز کا گذر دل پر نہ ہو۔اور مخلوقات کے دل کا تیرے بھید پر گزر نہ ہو اور تیرے معاملہ کی صفائی میں تیرگی نہ ہو۔اس لیے کہ غیر کا فکر کرنا اس کا ثابت کرنا ہے۔جب غیر ثابت ہوا تو توحید کا حکم ساقط ہوا۔" (کشف المحجوب ص۱۹۸) اَلتَّوْحِیْدُ الْاِعْرَاضُ عَنِ الطَّبِیْعَةِ۔ یعنی توحید طبیعت سے منہ موڑ دینے کا نام ہے۔اس لیے کہ سب طبیعتیں خدا کی نعمتوں سے پوشیدہ اور اُس کی نعمتوں سے نابینا ہیں۔پس جب تک طبیعت سے روگردانی اختیار نہ کی جائے۔خدا کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے اور ارباب طبیعت توحید کی حقیقت سے پردہ میں ہیں اور جب تو طبیعت کی آفت دیکھے گا،تب توحید کی حقیقت کو تلاش کرے گا اور اس کی علامتیں اور دلائل بے شمار ہیں۔" (کشف المحجوب ۱۹۹)

خداوند تعالیٰ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ،ایک ہے اور اپنی ذات وصفات میں بے مثل ہے اور اس کے فعلوں میں کوئی شریک نہیں ہے اور موحدوں نے اس کو اسی صفت سے معلوم کیا ہے اور دانش نے اِن کو توحید کی یگانگت میں بلایا ہے اور توحید کی تین قسمیں ہیں۔......ایک توحید خدا کی خدا کے واسطے اور اس کا علم یگانگت پر ہوتا ہے۔اور دوسری توحید خدا کی مخلوق کے واسطے اور وہ اس کا حکم بندہ کی توحید پر ہوتا ہے اور توحید بندہ کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔تیسری توحید خدا کے لیے مخلوق کی کی ہے اور وہ خدا کی وحدانیت کا علم ہے۔پس جب بندۂ خدا کا عارف ہوتا ہے۔اس کی وحدانیت پر حکم کر سکتا ہے تو جان لے کہ خداوند تعالیٰ ایک ہے۔وصل اور فصل کو قبول نہیں کر سکتا اور دوئی اُس پر روانہ ہوگی اور اس کی وحدانیت عددی نہیں ہے تاکہ دوسرے کے ثابت کرنے سے دو عدد نہ ہو جائیں اور وہ محدود نہیں ہے۔اور نہ ہی اُس کی جہتیں ہیں اور یہ ثابت کرنا بے انتہا عددوں کا ہوگا اور اُس کا مکان نہیں ہے اور مکان میں بھی نہیں ہے۔کیونکہ مکان کے ثابت کرنے سے حاجت لاحق ہوتی ہے۔اس لیے کہ اگر مکان میں سکونت اختیار کرنے والا ہوتا تو مکان میں سکونت اختیار کرنے والے کا بھی مکان چاہیے تھا اور حکم فعل اور فاعل

اور قدیم اور محدث کا باطل ہوتا اور وہ عرض نہیں ہے۔ کیونکہ عرض جوہر کا محتاج ہوتا ہے اور وہ حال نہیں کیونکہ حال اپنے محل میں باقی رہتا ہے اور جوہر نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کا وجود اپنے مثل کے سوا درست نہیں آتا اور طبعی نہیں ہے کیونکہ وہ مبداء سکون اور حرکت کا نہیں ہے اور روحی نہیں ہے کیونکہ وہ جسم کا محتاج نہیں اور جسم نہیں ہے کیونکہ اس کے اجزاء مرکبہ نہیں ہیں اور چیزوں میں قوتِ وصال نہیں ہے۔ کیونکہ چیزوں کی جنس نہیں ہے اور کسی چیز کے ساتھ اُس کا پیوند نہیں کیونکہ کوئی چیز اس کی جزدار نہیں ہے وہ تمام نقائص سے بری ہے۔ اور تمام آفتوں سے پاک ہے اور سب عیبوں سے برتر ہے۔ اس کی مانند کوئی نہیں ہے تا کہ وہ اپنی مانند سے دو چیز ہو جائے۔ اور اس کا فرزند نہیں تا کہ اُس کی نسل اس کے مثل کا اقتضار کرے اور تغیر اسکی ذات اور صفات پر روا نہیں تا کہ وجود اُس کا اس سے متغیر ہو۔ اور متغیر کے حکم میں مثل تغیر ہو جائے اور موصوف ہے اِن کامل صفتوں سے جو مومنوں اور موحدوں نے بحکم بصیرت اسکے لیے ثابت کی...... ہیں اس لیے کہ اُس نے اِن صفتوں سے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور بری ہے ان صفات سے جو کہ بیدین ملحد اپنی خواہش سے اس کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اس نے اپنے آپ کو ان صفتوں سے موصوف نہیں کیا...... وہ حی اور علیم ہے۔ رؤف اور رحیم ہے، مُرید اور قدیر ہے۔ سمیع اور بصیر ہے۔ متکلم ہے۔ باقی ہے۔ اس کا علم اس میں حلول نہیں کرتا۔ اور اس کی قدرت میں سختی نہیں اور سمع اور بصر اس میں نئی نہیں اور اس کا کلام اس کا بعض نہیں اور نیز اس کے کلام میں تجدید بھی نہیں۔ اور ہمیشہ اس کی صفتیں قدیم ہیں اور معلومات اسکے علم سے باہر نہیں اور موجودات کو بجز اس کی ارادات کے چارہ نہیں۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو کچھ چاہتا ہے اس کو جانتا ہے۔ مخلوق کا اس پر تصرف نہیں۔ اس کا حکم سب حق ہے۔ اس کے دوستوں کو بجز اس کے ماننے کے چارہ نہیں۔ نیکی بدی کا مقدر ہونا اس کے سوا نہیں امید اور خوف سوا اس کے لائق نہیں۔ (وہ) نفع اور ضرر کا خالق ہے۔ حکم سوا اس کے کسی کا نہیں اور حکم اس کا سب کا سب حکمت ہے، بغیر اس کی قِضا کے نہیں اور کسی شخص کو

اس کے وصل کی خوشبو نہیں اور اس تک پہنچنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ اس کا دیدار بہشتیوں کو روا ہے۔ اس کی تشبیہ اور جہت نہیں۔ اور مقابلہ اور مواجہہ کو اس کی ہستی پر ممکن نہیں اور دُنیا میں اولیاء کو اُس کا مشاہدہ جائز ہے اور انکار شرط نہیں جو اس کو ایسا جانے، اہلِ قطعیت یعنی جدائی سے نہیں اور جو کوئی اس کے برخلاف جائے گا اس میں دیانت نہیں۔"

(کشف المحجوب ص ۳۳۴ تا ۳۳۶)

توحید خدا کی طرف سے بندا پر اسرار ہے۔ عبارت سے اس کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ کوئی شخص ملمع ساز عبارت سے بیان نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ بیان اور اس کا بیان کرنے والا دونوں غیر ہوتے ہیں۔ اور غیر کا ثابت کرنا توحید کے ثابت کرنے میں شرک ہوتا ہے۔ پر توحید کھیل ہو جاتی ہے۔" (کشف المحجوب ص ۳۴۲)

ایک شخص نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کی کہ دعا فرمائیں۔ حق تعالیٰ یاروں کو اپنی جناب کی طرف کھینچ لیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہم تو چاہتے ہیں کہ تمام دوستوں کو حق عز و جل اولیاء بنالیں۔ لیکن تمام باتیں اس کی مشیت پر موقوف ہیں جو وہ چاہتے ہیں، وہی ہوتا ہے۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ "ولایت اگر اولیاء کے ہاتھ میں ہوتی تو اپنی ساری اولاد کو ولی بنا دیتے اور اگر علم علماء کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ اپنی ساری اولاد کو عالم بنا دیتے۔ لیکن یہ امر تو اپنے اپنے نصیبہ پر موقوف پر ہے۔" نیز فرمایا کہ اولیاء خدا کے مظہرِ حق ہیں، جو کچھ ان سے صادر ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولایت اور نبوت کسی کی میراث نہیں ہے۔ جس کو حق تعالیٰ چاہتے ہیں، عطا فرما دیتے ہیں۔

حق بہ شاہاں تاجِ نبوت دہد ۔۔۔ ورنہ نبوت چہ شناسد شہاں

(تذکرہ خواجہ سلمان تونسوی)

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے عرض کی۔ دعا فرمائیں۔ تاکہ مجھے فارغ البالی حاصل ہو۔ فرمایا جو کچھ کرتا ہے۔ خدا کرتا ہے۔ بندہ

عاجز ہے۔ لیکن اولیاء اللہ جس پر غور کرتے ہیں، خدا اس پر رحم کرتا ہے اور اس کے کام کر دیتا ہے۔ بعد ازاں خیر محمد قوال نے عرض کی۔ اپنے تینوں صاحب زادوں کے لیے دعا فرمائیں۔ تاکہ خدا انہیں سعادتِ دارین عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا سعادت اور شقاوت میرے بس میں نہیں۔ جو خدا چاہے گا وہی ہوگا۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

نہ در دستِ من دادہ اند اختیار　　　　که من خویشتن را کنم بختیار

''مجھے تو اتنا اختیار بھی نہیں گیا کہ اپنی نصیبہ ہی درست کرلوں۔''

(مراۃ العاشقین ص ۱/۱۱۲-۲/۷۰-۳/۱۱۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اکثر لوگ تسخیر کے لیے عبادت کرتے ہیں اور لوگوں سے حاجتیں مانگتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ جن سے وہ مانگتے ہیں۔ وہ بھی قاضی الحاجات کی درگاہ کے محتاج ہیں درویش کو خالقِ حقیقی کی عبادت محض اُس کی رضا کے لیے کرنی چاہیے۔ کیونکہ ہر حالت میں وہی کارساز ہے۔''

(مراۃ العاشقین ص ۱/۱۱۲-۲/۷۰-۳/۱۱۹)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کسی آدمی کو حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جائے، تو اس کے دین و دُنیا کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں اور خدا کی خوشنودی تو اسی میں ہے کہ ہر حالت میں اُس کی اطاعت کی جائے۔''

(مراۃ العاشقین ص ۱/۱۱۲-۲/۷۰-۳/۱۱۹)

حضرت ابو محمد عبداللہ بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَعْرَفُ النَّاسِ بِاللّٰهِ اَشَدُّهُمْ مُجَاهَدَةً فِیْ اَوَامِرِهٖ وَاَتْبَعُهُمْ لِسُنَّةِ نَبِیِّهٖ۔ کہ سب سے زیادہ اللہ کا عارف وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کے اوامر اور اس کے نبی کی سُنّت کے اتباع میں بہت ہی مجاہدہ (کوشش و محبت) کرے'' اور جو شخص خدا کے ساتھ نزدیک ہوتا ہے۔ وہ اس کے امر کا زیادہ دلدادہ ہوتا ہے اور جو شخص خدا سے بہت دور رہتا ہے وہ اس کے رسول کی متابعت کا منکر ہوتا ہے اور آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:

''میں تعجب کرتا ہوں اس شخص سے کہ جو جنگلوں اور بیابانوں کو طے کرتا ہوا خدا کے گھر اور حرم تک پہنچتا ہے۔ جس میں اس کے نبیوں کے نشان ہیں وہ کیوں نفس کے جنگلوں اور حرص کے دریاؤں کو عبور نہیں کرتا تا کہ اپنے دل تک پہنچ جائے کیوں کہ اس میں اس کے خدا کے نشان ہیں۔'' یعنی دل جو خدا کی معرفت کا گھر ہے اور کعبہ سے بڑا ہے۔ اس لیے کہ کعبہ کی خدمت کا قبلہ وہ ہے کہ جس کی طرف نظر بندہ کی ہمیشہ رہے اور دل وہ ہے کہ جس کی طرف ہمیشہ حق کی نظر ہو اور جس جگہ میرے دوست کا دل اور اس کا حکم ہو، میری مراد اُسی جگہ ہے اور جس جگہ میرے نبیوں کے آثار کے نشان ہوں، میرے دوستوں کا قبلہ اُسی جگہ ہے۔'' (کشف المحجوب ص ۱۷۸)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''یاد رکھو! توحید اور رسالت باہمی مربوط ہیں، بغیر توحید کے رسالت نہیں اور بغیر رسالت کے توحید کا اثبات نہیں۔ اللہ کریم کو وحدہٗ لاشریک مان کر امر و نہی پر سختی اور استقامت سے عمل کرنا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا پیغمبر مان کر صدقِ دل سے اتباعِ سُنت کرنا ہی بڑی سعادت ہے جب اس پر دل و جان سے عمل ہوگا تو باقی جملہ امور از خود فرمانِ خداوند کے عین تابع ہو جائیں گے۔ اسلام کے پانچ رُکن ہیں اور ایمان کے دو (ظاہر و باطن) یعنی رسالت اور توحید کیونکہ رسالت کی متابعت سے توحید تک پہنچا جا سکتا ہے اور ایمان میں تصدیق قلبی ہوتی ہے۔'' (خطباتِ شیر ربانی ص ۹۷-۹۸)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خلقت کے پیچھے نہ بھاگو۔ خالق کی طرف رجوع کرو۔ کلمہ شریف کا اقرار اور تصدیق تب ظاہر ہوگی۔ جب کہ وجود پر اثر ہو اور سُنّتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نمونہ نظر آئے۔'' آپ نے فرمایا۔ ''اگر زبانی ہی ایمان لانا ہوتا تو کافر و منافق سب بخشے جاتے۔ فرمایا۔ پہلے رسالت بعد توحید۔ اگر رسالت کے تابع نہ ہوگا تو توحید سے دور ہو جائے گا۔

اے دِل یکدم در یادِ رحمٰن نہ شدی   وز کردۂ خویش پشیماں نہ شدی

عالم وحافظ وزاہد وصوفی این جملہ شدی ولے مُسلماں نہ شُدی

(ماخوذ از خطباتِ شیر ربانی)

حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "خدا کے سوائے کسی سے دعا مانگنا اور اُسے پکارنا شریعت مطہرہ میں درست نہیں ہے۔ لہٰذا استمداد خواستین از دوستان خدا اگر بسبب تقربِ خداست رواست۔ (لیکن خدا کے دوستوں (انبیاء واولیا) سے تقربِ خدا کے باعث مدد طلب کرنا جائز ہے) راقم عفی عنہٗ (شاہ رؤف احمد) کہتا ہے کہ بزرگوں سے کسی کام کرنے کو کہنا غلطی ہے اور خدا کی مرضی کے خلاف ہے۔ ہاں مشکل کو حق تعالیٰ سے حل کروانے کی غرض سے بزرگوں کی طرف متوجہ ہونا بجا ہے اور عین اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ مقربین بارگاہِ الٰہیہ (انبیائے کرامؑ واولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہ) سے اس طرح مدد مانگے کہ یا حضرت! آپ اس جانب توجہ فرمائیں اور (اس عاجز کے حق میں) دعا کریں کہ حق تعالیٰ میری مراد پوری فرمادے۔" (درالمعارف ص ۹۸)

حضرت خواجہ سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "فوت شدہ اولیاء اللہ میں نفس نہیں ہوتا۔ اس لیے فیض لینے والے کو اپنی طاقت سے کھینچ کر فیض لینا پڑتا ہے اور صاحب ارشاد کی صحبت میں بہت فائدہ ہے۔ کیونکہ اس میں نفس ہے اور اس نفس کی عجیب خاصیت ہے۔ جب یہ برائی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا، ویسے ہی جب یہ قابو میں آجائے اور مطمئن ہو جائے تو کام بھی بڑے اچھے کرتا ہے۔ جب یہ نفس منوّر اور مطیع ہو جاتا ہے تو کسی وقت ایسا پیچ لگاتا ہے کہ برسوں کی محنت سے بوجہ محبت کے ایک دم میں مرید کو چھڑا دیتا ہے اور مرید کو اعلیٰ رُتبہ پر چڑھا دیتا ہے۔ یہ توجہ لینا بہت ہی قریب راستہ وصل کا ہے۔ اس سے زیادہ قریب اور کوئی راستہ نہیں۔ نفس سیدھا ہو جائے تو بڑے عمدہ کام کرتا ہے۔ فوت شدہ اولیاء اللہ کی قبر سے ابتداء میں فیض لینا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ پہلے چاہیے کہ زندہ صاحب ارشاد سے بیعت ہو کر فیض لینے کی اٹکل سیکھے۔

پھر اگر قبور سے فیض لے تو ترقی ہو سکتی ہے۔ ورنہ دیکھ لو قبور پر جو مجاور بیٹھے رہتے ہیں کسی کو فیض کی خبر ہی نہیں اور سب سے زیادہ اِن ہی کو فیض ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہ ہر وقت ان کے پاس رہتے ہیں۔ اور زندہ اولیاء اللہ کے پاس اگر یونہی بیٹھ جاؤ چاہے متوجہ بھی نہ ہو، نہ فیض کھینچو تا ہم بلا ارادہ فیض پڑتا رہتا ہے۔ ان کی صحبت اور قبور میں بڑا فرق ہے۔ ہاں اولیاء اللہ کی قبر پر قبولیتِ دعا بہت جلد ہوتی ہے اور اگر صاحب ارشاد (زندہ بزرگ) سے بیعت ہو کر فیضان حاصل کرنے کی ترکیب سیکھ کر پھر قبورِ اولیاء اللہ سے فیض لے تو پھر سبحان اللہ بہت جلد ترقی کر سکتا ہے"۔ (ذکرِ خیر ص ۱۲۶)

حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ابدالوں اور صدیقین (اور دیگر اولیاء اللہ) کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "اُن کا وظیفہ تو یہی ہے کہ اپنے دلوں کو غیر اللہ سے نگاہ میں رکھیں کیونکہ وہ سرکاری دروازے کے چوکیدار ہیں۔ دعوت کے مقام پر کھڑے ہیں۔ مخلوق کو معرفت الٰہی کی دعوت دیتے ہیں۔ ہر وقت زندہ دلوں کو پکارتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے سلامتی والے قلوب اور راستی والی ارواح اور اے انسان اور جن! اے طالبانِ مولیٰ! سرکاری (محل کے) دروازے پر آؤ۔ اپنے سچے دل اور تقویٰ اور توحید اور کامل پرہیزگاری اور ترکِ دُنیا اور آخرت اور ماسویٰ اللہ اور معرفت۔ ان سب چیزوں کے قدموں کے ساتھ (مقامات طے کرتے ہوئے) دوڑے چلے آؤ۔ اس گروہِ پاک کا یہی فرضِ منصبی ہے۔ اُن کا کام مخلوق کی اصلاح ہے۔ آسمان اور زمین، عرش سے لے کر فرش تک (غرض سب جگہ) اُن کا تصرّف جاری ہے۔" (الفتح الربانی مجلس نمبر ۱)

آپ فرماتے ہیں۔ "اے باطن کے مریض! دوا حاصل کر اور یہ دوا اللہ کے نیک بندوں کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ ان سے دوا لے اور اس کا استعمال کر تجھ کو دائمی صحت اور ابدی عافیت نصیب ہوگی"۔ آپ فرماتے ہیں: "تم نے صرف کلمہ لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ زبان سے پڑھ کر سمجھ لیا کہ عبادت الٰہی سے عُہدہ برا ہو گئے۔ یہ تمہارے لیے کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ یہاں تک کہ تم اس کے ساتھ کوئی چیز نہ ملاؤ۔

ایمان، قول اور عمل۔ صرف کلمہ شریف کا پڑھنا تم سے قبول نہ کیا جائے گا اور نہ تمہیں نفع دے گا۔ اس حال میں کہ گناہ اور نافرمانی اور اللہ کی مخالفت اور اس پر اصرار اور ترک نماز، روزہ، صدقہ اور نیکی کے کاموں کا۔ ایسے ناشائستہ افعال تم سے سرزد ہوتے ہیں۔ (اس حالت میں) کلمہ شریف کی دونوں شہادتیں کس بات کا نفع دیں گی۔ جب تم لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللہ کہہ کر مدعی بنے تو تم سے تصدیقِ دعویٰ کے واسطے گواہ طلب کیئے جائیں گے۔ تم جانتے ہو کہ گواہ کیا ہیں؟ حکم کا مان لینا اور جس چیز سے منع کیا ہے۔ اُس سے باز رہنا، آفتوں پر صبر اور تقدیرِ الٰہی کو تسلیم کر لینا۔ اس دعویٰ کے یہ گواہ ہیں اور جب تم ان اعمال پر بھی کاربند ہو جاؤ گے تو اخلاصِ ربانی کے بغیر قبول نہ کیئے جائیں گے۔ قول بغیر عمل کے اور عمل بغیر اخلاص اتباعِ شریعت کے مقبول نہیں ہے۔ (الفتح الربانی مجلس نمبر ۲)

اللہ والو! اللہ جلَّ شانہٗ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔ اور خالص اُس کی عنایت فرمائی ہوئی خیال کرو۔ کیونکہ اس نے ارشاد فرمایا۔ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ (جتنی نعمتیں تمہیں پہنچ رہی ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں) اس کی نعمتوں میں عیش کرنے والو! شکریہ کہاں ہے؟ غافل! نعمتوں کے ذریعے سے نافرمانی پر کمر باندھتے ہو۔" (الفتح البربانی مجلس ۲) "تم پر افسوس ہے! زبانی مسلمان ہو، دِل سے نہیں۔ بات چیت مسلمانوں والی عمل کافروں کا۔ محفل میں مسلمان۔ گوشہ تنہائی میں کافر۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ نماز اور روزہ اور نیکی کے کاموں میں اگر تمہاری مراد اللہ کی ذات نہیں ہے تو تم پکے منافق ہو اور اللہ تعالیٰ سے نہایت دُور۔ اب درگاہِ الٰہی میں اپنی تمام عملوں اور قوتوں اور گندے مقاصد سے توبہ کرو۔ اللہ والوں کے کاموں میں خوشامد نہیں، وہی مراد پانے والے، وہی یقین والے، خدا پرست، اخلاص مند ہیں۔ آزمائشِ الٰہی اور آفتوں پر صبر کرتے ہیں۔ اس کے احسان اور نعمتوں پر شکر گزار ہیں۔ اپنی زبانوں سے، پھر دلوں سے، پھر خالص الخاص باطن سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔" (الفتح الربانی مجلس ۳)

اے قوم! اللہ تعالیٰ سے حیا کرو، جتنا کرنا چاہیے۔ چند روزہ زندگی کو غفلت سے

ضائع نہ کرو تمہارا شغل تو یہی ہے کہ جمع کرتے ہو، کھا نہیں سکتے، اُمید کرتے ہو، پا نہیں سکتے۔ عمارت بناتے ہو، رہ نہیں سکتے۔ رضائے ربّانی کے مقام سے یہ سب چیزیں تمہارے لیے حجاب ہیں......

جس عمل سے ارادہ معاوضہ کا رکھو، تمہارے لیے ہے اور جس عمل سے متصور رضائے الٰہی ہو، اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جب عمل کر کے عوض طلب کرو تو تمہاری جزا مخلوق کے پاس ہے اور جب عمل خالص اللہ کے واسطے کرو اُس کی جزا قربِ ربّ اور دیدارِ الٰہی ہے۔ یاد رکھو، اعمال بامید معاوضہ نہ کرو ذاتِ الٰہی کے بالمقابل دُنیا کیا چیز ہے؟ آخرت کیا چیز ہے اور ماسوئ اللہ کیا چیز ہے؟ نعمت کی جستجو نہ کر۔ نعمت دینے والے کو ڈھونڈ۔ مکان بنانے سے پہلے نیک پڑوسی کی طلب کر، وہ ہر ایک چیز سے پہلے ہے ہر ایک چیز کو بنانے والا ہے اور ہر ایک چیز کے بعد ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹا کر اسی پر ثابت قدم ہو جاوٴ۔ جب وہیں کے ہو رہو گے تو خطرہ نفس، خطرہ حرص، خطرہ قلب اور خطرہ شیطان غرض سب طرح کے خیالات وخطرات ظاہر ہو جائیں گے اور تمہیں بتا دیا جائے گا کہ یہ خطرہ حقانی ہے یا وسوسۂ شیطانی ہے۔ ہر ایک کی خاص علامت ہے پہچان لو گے اس مقام پر تمہارے پاس خطرہ ربانی آئے گا جو تمہیں ادب سکھائے گا اور ثابت قدم کرے گا۔ کھڑا کرے گا، بٹھائے گا، حرکت دے گا۔ سکون دے گا۔ نیک باتوں کا امر دے گا اور بری باتوں سے بچائے گا۔"

(الفتح الربانی مجلس ۴)

جب اللہ تعالیٰ سے تمہاری خلوت صحیح ہوگی۔ تمہارے اندر دہشت اور دِل میں صفائی اور نظر مین عبرت اور قلب میں فکر اور روح وباطن خدا تعالیٰ سے واصل ہو جائیں گے دُنیا کا فکر عذاب اور حجاب ہے۔ آخرت کا علم زندہ دلی ہے جس بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف فکر نصیب ہو، اُس کو دُنیا اور آخرت کے سب احوال کا پتہ لگ جاتا ہے۔"

(الفتح الربانی مجلس ۵)

"اپنی حاجتیں خالق سے طلب کرو مخلوق سے نہ مانگو۔ اگر بالکل مخلوق ہی سے مانگنے کا موقع آپڑے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے دلوں سے حاضر ہو جاؤ۔ وہ تمہیں کسی نہ کسی طرف سے طلب کا الہام کر دے گا۔ اگر تم دیئے جاؤ یا منع کئے جاؤ تو یہ خالق سے ہوگا نہ کہ مخلوق سے۔ اولیاء اللہ نے رزق کا فکر اپنے دل سے نکال رکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ رزق وقتِ مقررہ میں مقدر ہے۔ ضرور ملے گا۔ اُنہوں نے طلب کو چھوڑ کر شہنشاہی دروازے پر قبضہ جمالیا ہے۔ اللہ کے قرب اور علم اور فضل کے ساتھ ہر ایک چیز سے بے پرواہ ہو گئے ہیں جب ان کی یہ حالت کامل ہو جائے تو وہ مخلوق کے قبلہ اور بادشاہ کے دربار میں داخلے کے واسطے خطیب بن جاتے ہیں۔ اپنے دلوں کے ہاتھوں کے ساتھ مخلوق کو خالق کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ سے اِن کے لیے قبولیت اور رضا کی خلعت طلب کرتے ہیں۔" (الفتح الربانی مجلس ۱۴)

ہر حال میں خالق و مالک کی طرف رجوع کرنا اور اُسی سے طلب کرنا صرف محبوبانِ خدا کا ہی وظیفہ ہے۔ بعض بڑے بڑے توحید پرست، جو اپنے سوا باقی سب کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اُنہیں مشرک اور منافق قرار دیتے ہیں۔ صرف زبانی توحید کو ہی توحید سمجھ بیٹھے ہیں۔ بظاہر سڑکوں، گلیوں اور دکانوں کے نام بھی توحید کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ مگر کردار و عمل میں منافقت اور شرارت کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ دُنیاوی کاروبار اور روزمرہ کے معاملات میں اس قدر مستغرق اور حیلہ ساز ہیں کہ امانت و دیانت کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ ظالموں اور حرام خوروں کے ہم خیال، حامی اور معاون و مددگار بن جاتے ہیں۔ دُنیاداروں اور وڈیروں کی خوشامد کرتے ہیں۔ اُن کے سامنے حق بات کہنے سے ڈرتے ہیں۔ صرف زبانی توحید سے کیا فائدہ؟ اگر حقیقی توحید کا درس لینا چاہتے ہو تو اولیاء اللہ کے دروازے پر آؤ اور ظاہر و باطن کو صبغۃ اللہ میں رنگ لو۔ اَلرَّحۡمٰنُ، فَسۡـَٔلۡ بِهٖ خَبِيۡرًا ۔ (اللہ کے متعلق کسی خبر والے سے پوچھو) جس کو اپنی ہی خبر نہ ہو وہ ذاتِ باری تعالیٰ کی خبر کیا دے گا۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے بال و پر رُوح الامین پیدا
کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر کہ جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''بیٹا تم اسلام کی کسی چیز پر نہیں۔ جب تک تمہارا اسلام صحیح نہ ہو جائے۔ اسلام میں بنیاد ہے کہ جس کی بنا کلمہ شہادت ہے۔ تمہارے لیے کافی نہیں کہ زبان سے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہو اور دِل میں ایک جماعت معبودوں کی ہو، بادشاہ کا خوف، محلہ دار کا ڈر معبود ہیں۔ اپنی کمائی اور منافع اور قوت اور طاقت، آنکھ، کان اور ہاتھ کی گرفت پر اعتماد بھی معبود ہیں۔ خلقت کے نفع اور نقصان، عطا اور منع کا خیال معبود ہیں۔ بہت سے لوگ ان چیزوں پر دِلوں سے توکل کیے بیٹھے ہیں اور زبان سے توکل بر خدا کا دعویٰ ہے۔ ان کو عادت ہے کہ زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور دلوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب ان سے اچھی طرح تحقیق کیا جائے تو لڑنے کو تیار ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں اس طرح کیوں کہتے ہو کیا ہم مسلمان نہیں ہیں کل قیامت کے دِن رسوائی ظاہر اور خسارہ واضح ہو جائے گا۔ تجھ پر افسوس! لَآ اِلٰـہَ کہہ کر کُل کی نفی کرتے ہو، اور اِلَّا اللہ سے ذات کا اثباتِ کلّی کرتے ہو۔ اگر کسی وقت تمہارے دِل نے غیر اللہ، کسی چیز پر اعتماد کر لیا تو تم اپنے اثبات میں جھوٹے ٹھہرے۔ اور جس چیز پر تم نے اعتماد کیا ہے۔ تمہاری معبود ہوئی۔ ظاہر کا اعتبار نہیں ہے۔ قلب ہی توحید والا، ایمان والا، مخلص متقی، پرہیزگار، یقین والا ہے۔ قلب ہی عارفِ کامل ہے۔ وہی جسم میں امیر ہے، باقی سب اُس کا لشکر اور تابعدار ہیں۔ جب تم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہو، پہلے دل سے کہو، پھر زبان سے اسی پر توکل کرو اور غیر کا سہارا چھوڑو۔ ظاہر حکم کی تعمیل اور باطن خدا کے ساتھ۔ نیکی اور بدی کو ظاہر پر چھوڑ اور باطن نیکی اور بدی کے خالق کے ساتھ جوڑ جس نے اس کو پہچانا، تابع فرمان بنا اور اس کے سامنے زبان کند ہوئی اللہ اور اس کے نیک بندوں کے

تواضع کرو۔" (الفتح الربانی مجلس ۱۵)

اولیاء اللہ باطن کو صاف رکھتے ہیں۔ ظاہری و باطنی طور پر توحید کے عامل کامل ہیں۔ صرف زبانی طور پر توحید کا اقرار نجات کے لیے کافی نہ ہوگا۔ جب تک کہ دل تمام جھوٹے اور خود ساختہ معبودوں سے پاک نہ ہو۔ زبان پر اعلانِ توحید، دل میں دولت، اقتدار، عہدہ، جاہ و منصب اور رفاقت و قرابت پر اعتماد، زبان پر دعویٰ توحید، مگر باطن میں سامانِ فساد، باطن خباثت و شرارت اور منافقت سے آباد، شمع ادب و محبت برباد، اولیاء اللہ سے ناشادِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صالحین کی پیروی سے آزاد، اگر پیروی ہے تو فیوض و برکاتِ باطنی سے عناد یہی ہے کھلا اِلحاد۔

امامِ اولیا، قطبِ ربانی، غوث صمدانی، شہباز لامکانی حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ "تمہارے دل میں دوسرا معبود ہے، جس چیز پر بھروسہ کرو، وہی خدا ہے، جس سے ڈرو اور اُمید رکھو، وہی تمہارا معبود ہے تمہارا دل زبان کے موافق اور قول فعل کے مطابق نہیں ہے۔ اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) ایک مرتبہ زبان سے اور ہزار مرتبہ دل سے کہنا چاہیے۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہو۔ حالانکہ اللہ کے سوا تمہارا ہزار معبود ہے۔ جن بے ہودہ خیالات میں ہو، سب سے اَللہ کی طرف توبہ کرو۔"

"تجھ پر افسوس! لوگوں کو سچائی کا حکم اور خود جھوٹے، دوسروں کو توحید کا امر اور خود بت پرست۔ اوروں کو اِخلاص کی تلقین اور آپ ریاکار منافق۔ لوگوں کو ترکِ گناہ کا حکم اور آپ نافرمان۔ تمہاری آنکھوں سے حیا اُٹھ گیا ہے۔ ٹھیک ہے اگر ایمان ہوتا تو حیا کرتے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ۔ (حیا ایمان سے ہے) (الفتح الربانی مجلس نمبر ۴۲)

"اولیا اللہ خدا کے فضل سے کھاتے ہیں اور اُنسِ الٰہی کا شربت پیتے ہیں اور اس کے قرب کے دروازے کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ صرف خبر پر قناعت نہیں کرتے، بلکہ کوشش

کرتے ہیں اور صبر کے ساتھ اپنے آپ اور مخلوق سے سفر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک خبر مشاہدہ ہو جاتی ہے۔ جب اپنے رب کے پاس پہنچتے ہیں تو ان کو ادب تہذیب، حکم اور اپنے علموں کی تعلیم دیتا ہے ان کو اپنے ملک پر مطلع فرماتا ہے اور انہیں عرفان کرا دیتا ہے...... کہ آسمان اور زمین میں اُس کا کوئی غیر نہیں ہے۔ نہ غیر عطا کرنے والا اور نہ منع کرنے والا، نہ حرکت دینے والا، نہ غلبے والا، نہ اپنے بس میں رکھنے والا اور نہ قہر کرنے والا کوئی غیر ہے۔ جو کچھ اللہ کے پاس ہے، سب دکھاتا ہے۔ اپنے دِل اور باطن کی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ دُنیا اور دُنیا کی سلطنت کی اُن کے نزدیک نہ کوئی قدر اور نہ وزن رہتا ہے۔ اے اللہ! ہم کو بھی معافی اور صحت کے ساتھ دکھا جیسے ان کو دکھلایا ہے۔ اور ہم کو دُنیا اور آخرت میں بھلائی عنایت کر اور عذابِ دوزخ سے بچا۔''

(الفتح الربانی مجلس ۲۶)

''تجھ پر افسوس! تو شرمناک منافق، بے دین مرتد ہے۔ تجھ پر افسوس، ملمع کس کو دکھاتا ہے، جو آنکھوں کی خیانت اور سینے کے رازوں سے واقف ہے۔ تجھ پر افسوس! نماز میں کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ تیرے دل میں مخلوق اللہ سے بڑی ہے۔ اللہ کے سامنے توبہ کر، اور نیک عمل کر، نہ غیر کے لیے اور نہ دُنیا اور آخرت کے لیے کر، خاص اللہ کی ذات کا ارادہ رکھ۔'' (الفتح الربانی مجلس ۲۹)

''ایک شرک ظاہری ہے اور ایک شرک باطنی ہے۔ شرکِ ظاہری بت پرستی ہے اور شرکِ باطنی خلقت پر بھروسہ کرنا اور اِن سے نفع اور نقصان دیکھنا ہے اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں کہ جن کے ہاتھوں میں دُنیا ہے اور اس سے پیار نہیں کرتے، وہ دُنیا کے مالک ہیں، خادم نہیں۔ دُنیا ان کو چاہتی ہے اور وہ نہیں چاہتے۔ دُنیا ان کے پیچھے دوڑتی ہے اور وہ دُنیا کے پیچھے نہیں دوڑتے۔ اس سے خدمت لیتے ہیں اور اس کی خدمت نہیں کرتے، وہ دُنیا سے جدا ہوتے ہیں اور دُنیا ان سے جدا نہیں ہوتی۔ ایسے شخص کا قلب اللہ کے لیے ہے۔ دُنیا کا مقدور نہیں ہے کہ اس کو فاسد کو دے وہ دُنیا میں تصرّف کرتا ہے اور

دُنیااس میں تصرّف نہیں کرتی ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۴۴)

''ریاکار! تجھ پر افسوس! اللہ کو دھوکا نہ دے۔ عمل کر کے ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کے لیے ہے۔ حالانکہ مخلوق کے لیے ہے۔ ان کو دکھاتا ہے اور ان سے نفاق کر کے چاپلوسی کرتا ہے اور اپنے رب کو بھلا دیتا ہے تو عنقریب دُنیا سے مفلس ہو کر نکلے گا۔ باطن کے بیمار! اس مرض کا علاج کر، اس کی دوا اللہ کے بندوں صالحین کے سوا اور کہیں نہ ملے گی۔ ان سے دوا لے کر استعمال کر، تو ہمیشہ کے لیے تندرستی اور صحت ابدی حاصل ہوگی۔ تیرے معنی اور دِل، اور باطن اور خلوت اللہ کے ساتھ صحیح ہو جائے گی۔ تیرے دل کی آنکھیں کھلیں گی اور تو اپنے ربّ کو دیکھے گا۔ تیرا اشمار محبّین سے ہوگا۔ جو اس کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اللہ کے سوا غیر کو نہیں دیکھتے ہیں۔ تیرا دل تو بدعت سے پُر ہے اللہ تعالیٰ کا دیدار کس طرح کر سکتا ہے'' (الفتح الربانی مجلس ۴۷)

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کے لیے　　لذت شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اللھم ارزقنا محبتك بالعفوِ والعافیة۔ بحرمة سید المرسلین

صلی اللہ علیه وآلهٖ وسلم

رزقِ حلال

رزقِ حلال جو نہ ہو سکے حاصل
ہرگز نہ ہو گا بغیر اس کے کامل

حلال رزق کی تلاش مومن کی اولین ضرورت ہے۔ مگر دُنیا دار، منافق و فاسق لوگوں کے لیے حصول دولت اولین ضرورت ہے۔ خواہ حرام و ناجائز وسائل اور ذرائع ہی سے کیوں نہ ہو۔ آج کے اس مادی دور میں اکثر افراد کی تمنا اور آرزو ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے راتوں رات دولت مند ہو جائیں اور پھر اس دولت کے بل بوتے پر عقلمند ہو جائیں۔ یہ ہماری اکثریت کی سوچ ہے۔ شب و روز رزق ڈھونڈنے کے جتن، خواہ نہ رہے وطن مگر اللہ تعالیٰ کے بندے رزق کے لیے مطلقاً فکر مند نہیں ہوتے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل جاتا ہے اس سے گزارا کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہی انہیں رزق سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دوست خوراک جمع نہیں رکھتے کیونکہ وہ ایسا کرنے کو تصوف کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کی اس حد تک عادت ہوتی ہے کہ اگر ان کے پاس رزق خریدنے کے لیے دولت نہ ہو تو وہ خوش رہتے ہیں تاکہ نہ دولت ہوگی نہ یومِ حشر کو حساب ہوگا مگر بعض اللہ جَلَّ شانہٗ کے بندے اس حد تک خوارک رکھنے کے قائل ہوتے ہیں کہ جو ان کے اہل و عیال کے لیے کچھ عرصہ کفایت کر سکے۔

رزق کے استعمال کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے جس امر کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں وہ رزق کا پاکیزہ اور حلال ہونا ہے کیونکہ اللہ جَلَّ شانہٗ کا فرمانِ عالی

شان ہے کہ "حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ"۔ اس لیے کہ اللہ والے اپنے دسترخوان کو رزق حلال سے مزین کرتے ہیں، جس کا کھانا پاک اور لطیف ہو، کیونکہ پاکیزہ رزق کھانے ہی سے اللہ جَلَّ شانہٗ سے دوستی قائم ہوتی ہے دامنِ ارض وسماء اللہ تعالیٰ کے رزق حلال سے بھرا ہوا ہے۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے حاصل کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ...... الخ (پ:۲، بقرہ:۱۷۲)

"اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی دُنیا کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک ہوں، مگر بندے کی سیرت اور کردار اسی صورت میں پاک ہوگا جب اس کے جسم میں لقمہ حلال جائے گا اور یہی پاکیزگی قربتِ خداوندی کا باعث بنتی ہے اور عبد کو مقامِ صبر وشکر تک پہنچاتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ جَلَّ شانہٗ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (سورۃ البقرہ۲:۱۶۸)

"اے لوگو! زمین میں سے حلال پاکیزہ اشیاء کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

کرۂ ارض کے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ شیطان کی تدابیر اور حیلے اختیار کرو، کیونکہ وہ تمہارے ذہن میں شکوک وشبہات ڈال کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور کردے گا اور تم اس کی پیروی میں اپنے اوپر حلال چیزوں کو حرام نہ کر بیٹھو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو ایک اور انداز میں بیان فرمایا ہے: وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ...... الخ (پ:۷، المائدہ:۸۸)

''جو حلال اور پاکیزہ رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اس سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔''

پاک اور حلال خوراک انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، کیونکہ رزق حلال ہی سے تقویٰ جنم لیتا ہے جو حصولِ معرفت اور روحانیت کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار یہی تاکید فرمائی ہے کہ رزق حلال کھائیں۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ...... الخ (پ:۱۰، الانفال:۶۹)

''مالِ غنیمت کھاؤ کہ وہ حلال پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

غنیمت کا مال کھانے یا استعمال میں لانے کو جائز قرار دیا گیا ہے، مگر شرعاً اس بات کا لحاظ رکھنا پڑے گا کہ مالِ غنیمت میں سے صرف وہ چیز جو حلال یا پاکیزہ ہو اسے ہی استعمال کیا جائے مالِ غنیمت کی حرام چیزوں کو تلف کر دیا جائے جیسا کہ اگر مالِ غنیمت میں شراب وغیرہ ملے تو اسے ضائع کر دینا چاہئے کیونکہ مسلمانی کا تقاضا یہی ہے کہ صرف حلال پاکیزہ چیزیں استعمال کی جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کو بھی حلال اور پاکیزہ رزق کھانے کی تلقین فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (پ:۱۸، المومنون:۵۱)

''اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو جو تم کرتے ہو، بے شک میں جانتا ہوں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو حلال کھانے کی ترغیب دی ہے حالانکہ پیغمبر تو

پہلے ہی حلال کھاتے ہیں دراصل اس آیت میں خطاب تو رسولوں کو ہے مگر ان کے ذریعے سے ان کی امتوں اور عوام الناس کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم رزقِ حلال کھاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ رزق دیا اور قرآن مجید میں اس کا یوں ذکر فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا ...... عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت دی اور پاکیزہ رزق دیا اور دُنیا والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔'' (پ:۲۵، جاثیہ:۱۶)

ان تمام آیات سے واضح ہوا کہ قرآنِ مجید میں حلال اور طیب کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں حلال غذا وہ ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے کا حکم ہے، صرف ایسی غذا کا استعمال شریعت نے جائز قرار دیا ہے، مثلاً گیہوں، چاول، سبزیاں، گوشت، دالیں، پھل، پانی وغیرہ۔ مگر طیب وہ چیز ہوتی ہے جو حلال ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی نجاست اور غلاظت سے بھی پاک ہو اور اس سے طبیعت پر کسی قسم کی کراہت اور گرانی محسوس نہ ہو یعنی صورتاً اور خاصیتاً پاکیزہ ہو۔ لہٰذا حلال اور طیب رزق کے معنی یہ ہوئے کہ غذا بظاہر پسندیدہ ہو اور از روئے شریعت حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہو۔

غذائیت کے لحاظ سے بعض اشیاء لطیف ہوتی ہیں ان کے استعمال سے جسم میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ جتنی کسی چیز میں لطافت زیادہ ہوگی اتنی ہی وہ جسم میں زیادہ پاکیزہ خاصیت پیدا کرے گی اسی لیے تو مردانِ حق حلال غذا کھانے کے ساتھ اس کی لطافت کو بھی مدنظر رکھتے ہیں پاکیزہ اور کم کھانے سے انسانی جسم کی طہارت زیادہ دیر تک قائم رہ سکتی ہے جس سے انسان عبادت اور ریاضت کی طرف زیادہ راغب رہنے لگتا ہے چنانچہ طالبانِ حق وصداقت کے لیے مناسب ہے کہ وہ پاکیزہ صاف ستھری پاک مناسب لطیف، مفید اور صحت بخش غذا کھائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ پاک چیزوں کو قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے

ایمان والوں کواسی بات کا حکم فرمایا ہے۔جس کا رسولوں کو حکم دیا تھا یعنی فرمایا اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔اور فرمایا اے ایمان والو! پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں روزی دی۔(۱۷۲،۲)

پھر ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور اسے حرام غذا کھلائی جاتی ہے۔ بھلا اس کی التجا کیسے قبول کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزی کا حلال ذریعہ تلاش کرنا فرض کے بعد فرض ہے۔''

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کونسا ذریعہ معاش پاکیزہ ہے؟ فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کتابت قرآن مجید کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ وہ الفاظ کی صورتیں بناتے ہیں اور بے شک وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پاک تمہارا وہ کھانا ہے جو تمہاری کمائی سے ہو اور بے شک تمہاری اولاد بھی کمائی سے ہے۔

ترمذی اور حاکم کی حدیث ہے کہ جس نے حلال کھایا یا سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہے وہ جنت میں جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ چیز تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت میں بہت ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد کچھ وقت ایسا ہی ہوگا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دیگر اصحاب نے اَسنادِ حسن کے ساتھ روایت کی ہے جب تیرے اندر چار چیزیں ہوں تو دُنیا کی کوتاہیاں تجھے نقصان نہیں دیں گی، امانت کی نگہبانی، راست گوئی، حُسنِ خلق اور رزقِ حلال۔

طبرانی کی حدیث ہے اس کے لیے خوشخبری ہے جس کا کسب عمدہ باطن صحیح، ظاہر باعزت اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں، اسے خوشخبری ہو، جس نے علم کے ساتھ عمل کیا زائد مال راہ خدا میں خرچ کیا اور غیر ضروری باتیں کرنے سے اجتناب کیا۔

طبرانی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! حلال کا کھانا کھا تیری دعائیں قبول ہوں گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان ہے۔ جب آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کی چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی جو بندہ حرام سے اپنا گوشت بڑھاتا ہے (جہنم کی) آگ اس کے بہت قریب ہوتی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس شخص نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا پھر انہوں نے اپنے دونوں کانوں میں دو انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو تو یہ دونوں بہرے ہو جائیں۔

بیہقی کی روایت ہے کہ جس نے چوری کا مال خریدا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ چوری کا مال ہے تو وہ بھی اس کی رسوائی اور گناہ میں شریک ہوگا۔

[illegible] کے دست قدرت

میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے کر پہاڑ کی طرف نکل جائے اور لکڑیاں اکٹھی کر کے پیٹھ پر لاد کر لے آئے اور انہیں بیچ کر کھائے وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے منہ میں حرام کا لقمہ ڈالے۔

ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے حرام کا مال جمع کیا پھر اسے صدقہ کر دیا تو اسے کوئی اور اجر نہیں ملے گا اور اس کا گناہ اس پر رہے گا۔

طبرانی کی حدیث ہے کہ جس نے مال حرام حاصل کر کے اس سے کسی کو آزاد کیا اور صلہ رحمی کی یہ اس کے لیے ثواب کی بجائے عذاب اور گناہ کا موجب ہوگا۔ امام ترمذی نے بسند صحیح یہ حدیث روایت کی ہے کہ بندہ اس وقت تک قیامت کے دن نہیں ملے گا جب تک اس سے چار چیزوں کا سوال نہیں ہو جائے گا۔ اس نے اپنی عمر کیسے پوری کی؟ اپنی جوانی کن کاموں میں صرف کی مال کیسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟

بیہقی کی حدیث ہے کہ دُنیا سرسبز اور شیریں ہے جس شخص نے اس میں حلال طریقہ سے مال کمایا اور اسے صحیح طور پر خرچ کیا اللہ تعالیٰ اس کا ثواب دے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے اس میں ناجائز طریقوں سے مال کمایا اور ناجائز طریقوں سے اسے خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں بھیجے گا اور ان بہت سے لوگوں کو بھی جو مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھول جاتے ہیں۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو گوشت اور خون حرام کے مال سے پیدا ہوا اس پر جنت حرام ہے اور جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ جو گوشت مالِ حرام سے پرورش پاتا ہے آگ اس کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو گوشت ناجائز طریقوں سے حاصل کردہ مال سے پرورش پائے اس کے لیے آگ زیادہ مناسب ہے ایک اور روایت میں

بسند حسن نقل کیا گیا ہے کہ وہ جسم جنت میں نہیں جائے گا جس نے حرام مال سے غذا حاصل کی ہو۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چالیس روز تک حلال کی روزی کھاتا رہے جس میں حرام کی ذرہ بھر آمیزش نہ ہو، حق تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ پڑتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ رزق کی قدر کرو اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے پاک صاف رزق کھاؤ اور اس پر بھروسہ رکھو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ تلاش رزق میں بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے خدا مجھ کو رزق دے کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا اس لیے اپنے رزق کو تلاش کر کے حاصل کیا کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ خدا نے سرمایہ داروں کے مال میں محتاجوں کی روزی رکھی ہے اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دولت مند نے اسے محروم رکھا۔ خدائے بزرگ ان لوگوں سے اس کا جواب طلب کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ترغیب دی ہے کہ خدا دُنیا سے جو کچھ دے وہ لے لو، جو تم سے منہ پھیرے تم بھی ادھر نہ دیکھو، اگر یہ نہ کرو تو کسب معاش میں اچھا راستہ اختیار کرو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ جتنا زیادہ رزق عطا فرمائے اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا ہی زیادہ رزق استعمال میں لائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زندگی کے اعمال وفرائض میں پاک روزی حاصل کرنے اور سچ بولنے کو خاص اہمیت حاصل ہے اگر کوئی عابد اس قدر عبادت کرے کہ اس کی پیٹھ مثل کمان کے جھک جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ مانند تیر کے

لاغر ہو جائے۔ قسم ہے اللہ رب العزت کی کہ نہ نفع دے گی اس کو اس قدر عبادت اور مشقت، جب تک کہ وہ حلال روزی تلاش نہ کرے اور جب تک کہ وہ سچ بولنا اختیار نہ کرے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ شخص کس قدر فریب کار ہے، جو لوگوں کو دکھانے کے لیے عبادت کرتا ہے اور مکر و فریب اور جور و ستم کے ساتھ روزی حاصل کرتا ہے اور صبح سے شام تک بے دریغ جھوٹ بولتا ہے کیا ایسے شخص کو کسی وقت بھی رضائے حق، اخلاص لطافتِ طبع، رقت قلب، لطافتِ روح اور اثر پذیری کی نعمت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور کیا اس شخص کی پند و موعظت، تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت میں کوئی اثر پیدا ہو سکتا ہے؟

رزق کے متعلق بزرگانِ دین کے بے شمار اقوال ہیں جن میں سے کچھ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر میں ایک لقمہ حلال میں سے کم کھاؤں تو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ صبح تک نماز میں کھڑا رہوں کیونکہ رات اس وقت ہوتی ہے جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور مومن کے دل میں رات اس وقت ہوتی ہے جبکہ معدہ کھانے سے پُر ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حلال خالص وہ ہے جس میں خدا کو فراموش نہ کرو آپ کے ایک شاگرد کو بہت بھوک لگی چند روز گزر گئے تو استاد کی خدمت میں عرض کی کہ اے استاد! موت کیا ہے؟ جواب ملا ''حَیٌّ وَّلَا یَمُوْتُ'' کا ذکر نہ کرنا۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ راہ سلوک کے متوکلین ہرگز غمِ رزق میں گرفتار نہیں کیونکہ روزِ اوّل جو مقسوم ہو چکا ہے، بہر حال ملے گا درویش کو شغل خدا میں مشغول رہنا چاہئے اور اطمینان قلب کے ساتھ اطاعتِ خدا کرنی چاہئے پھر دیکھے کہ کتنی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول اور ہے کہ اے درویش! سو سال تک اگر تم رزق کی خاطر دوڑ دھوپ اور ساری دُنیا میں تگ و دو کرو، ایک ذرہ کے قریب تمہارے مقدر میں اضافہ نہ ہوگا۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ لقمہ سب سے زیادہ رزقِ حلال میں سے ہے جو انسان محنت کر کے حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص جو رزق حلال کما نہ سکے اسے نکاح نہ کرنا چاہیے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ اہل وعیال کے لیے رزق حلال کمانا اَبدالوں کا کام ہے۔

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ زبان سے ہر کوئی کہتا ہے کہ میرے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے مگر دل سے یقین نہیں کرتا اور خواہش رکھتا ہے کہ فلاں چیز مجھے ملے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حقیقی زُہد رزقِ حلال کھانے میں ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رزقِ حلال کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ہر نماز وقت پر ادا کرے اور شریعت کی حد سے باہر قدم نہ رکھے۔

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ایک مجلس میں فرمایا کہ کھانا حلال کھاؤ اور حلال کمائی کا کپڑا پہنو اور توبہ کرو اور حرام کمائی کا کپڑا نہ پہنو، جب ایسا کرو گے تو بہشت کے آٹھوں دروازوں میں سے ایک دروازہ تمہارے لیے کھول دیا جائے گا اور تمہاری نماز قبول ہوگی۔

حضرت سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اے بندے! اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیرے احوال سے غافل و بے خبر نہیں ہے وہ تو ایسا پروردگار ہے کہ کفار منافقین اور فساق کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔ پھر اے مومن و موحد! اے اس کی اطاعت

وعبودیت اختیار کرنے والے! وہ تجھے کس طرح فراموش کرسکتا ہے حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رزق اور اس کی نعمتوں کا مسرت وشادمانی سے استقبال کیا کرو اور اسے خوشی خوشی قبول کرو کیونکہ یہ چیز آئندہ کے لیے بھی اضافہ رزق اور برکات کا باعث ہوتی ہے۔

حضرتِ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ رزقِ حلال کا حساب ہوگا اور رزقِ حرام حاصل کرنے کا عذاب ہوگا، کیونکہ قیامت کے روز پوچھا جائے گا کہ مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رزق حلال کا ایک لقمہ غصہ کو کھا جاتا ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پیٹ کا شکر یہ ہے کہ اسے حلال رزق سے پُر کیا جائے ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محویت اور لطف چاہتے ہو تو خود رزقِ حلال کما کر کھاؤ۔

حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رزق حلال تلاش کرو کیونکہ اس سے حلال خون پیدا ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان نیک کاموں کی طرف راغب ہوتا ہے۔

''صاحب روح البیان'' فرماتے ہیں: ''حرام کا ایک پیسہ ترک کرنا، حلال سے دو سو حج پڑھنے سے افضل ہے۔''

آج کل کے حالات پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہم تو صرف نام کے مسلمان ہیں۔ حلال وحرام کی تمیز بالکل ختم ہو چکی، صرف اور صرف مال وزر جمع کرنا مقصدِ حیات بن چکا ہے۔ رشوت کے بغیر کوئی جائز کام بھی نہیں ہو رہا۔

کیا پوچھتے ہو رفتار عہدِ نو
ہر سمت فریب کا بازار گرم ہے

یہ دُنیا جو آباد وشاد ہے صرف اور صرف اللہ جَلَّ شانہٗ کے فضل اور محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خصوصی کرم ہے، قوم تو حد سے بڑھ چکی ہے، حرام خوری کے تمام ذرائع اپنا چکی ہے، آخرت کو بھلا چکی، اپنی تباہی و بربادی کے تمام سامان واسباب اپنے ہاتھوں بنا چکی ہے، روحانی متاع واثرات کو کھو چکی ہے۔

؎ مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب

رزقِ حلال میں بہت برکت ہوتی ہے مگر حرام میں بے برکتی۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک درویش کے پاس گئے۔ اس درویش کا بیان ہے کہ میں دل میں بہت خوش ہوا کہ آپ میرے پاس تشریف لائے ہیں مگر اتفاق سے اس روز گھر میں آٹا موجود نہ تھا مگر آپ کے آنے کی وجہ سے میں اسی دن رزق حلال سے آٹے کا تھیلا لے آیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رزق حلال کے باعث تمہارے آٹے میں برکت عطا فرمائے اور فرمایا کہ اس میں سے خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ مگر اس کی کمی بیشی کو کسی پر ظاہر مت کرو۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز دو ماہ میرے مکان پر مقیم رہے اور بہت سے درویش اور دیگر دوست احباب بکثرت حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز کی ملاقات کے لیے آتے رہے اور وہی آٹا پکتا رہا مگر وہ اپنے حال پر جیسا تھا ویسا ہی رہا جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز تشریف لے گئے تو ہم ایک مدت دراز تک اسی آٹے میں سے خرچ کرتے رہے اور آٹا مطلق ختم نہ ہوا۔ جب میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے خلاف کیا اور اپنے اہل وعیال سے اس واقعہ کا اظہار کر دیا تو برکت جاتی رہی۔

اس حکایت سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ رزق حلال اور بزرگوں کی اطاعت سے برکت پیدا ہوتی ہے اگر کوئی اپنے مرشد کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو برکت ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اللہ والوں کے حکم کے سامنے ہمیشہ سرِ تسلیم خم رہنا چاہیے۔

رزق مشتبہ اور مشکوک کھانے کا بھی انسانی سیرت وکردار پر گہرا اثر پڑتا ہے کیونکہ

اسی خوراک سے خون پیدا ہوتا ہے اور خون میں جو اثرات ہوں گے اس کے مطابق پھر افعال سرزد ہوتے ہیں۔

حکایتوں میں سے ایک مشہور حکایت ہے کہ احمد بن حرب نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن رئیسوں کی ایک جماعت کے ہمراہ جو آپ کے سلام کی خاطر آئے ہوئے تھے، بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپ کا لڑکا مستانہ وار شراب پیئے ہوئے کنجریوں کی طرح گانا بجاتا کرتا ہوا، اندر آیا اور بڑی بے حرمتی سے آپ کے پاس سے گزرا اور کسی سے اس نے اپنے دل میں ڈر محسوس نہ کیا، وہ سب یہ حالت دیکھ کر حیران ہوئے، احمد قدس سرہٗ العزیز نے حاضرین مجلس کو جاسوس کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری حالت کیوں متغیر ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے لڑکے کو ایسی حالت میں گزرتے ہوئے دیکھ کر پریشان و حیران ہوئے اور اس نے تو آپ جناب سے بھی ذرا شرم محسوس نہیں کی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ معذور ہے کیونکہ ایک رات کو میرے لیے اور میری اہلیہ کے لیے ایک چیز کھانے کی ہمارے پڑوس کے گھر سے آئی تھی اور ہم نے کھائی اور اسی رات کو میں نے اہلیہ سے صحبت کی اور اس فرزند کا نطفہ قرار پایا اور مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور ہمارے سب وِرد رخصت ہوئے جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے حال کا تجسس کیا اور ہمسایہ کے گھر پہنچا تا کہ پوچھوں کہ جو کچھ اس نے ہم کو بھیجا تھا وہ کہاں سے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہم شادی والے گھر سے لائے ہیں۔ جب بہت ہی کرید کی تو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے گھر سے آیا ہے۔

اس حکایت کو حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں تحریر فرمایا ہے۔ اسی سے آپ بلا سوچے سمجھے ہر گھر کا کھانا کھانے کے پوشیدہ اور باطنی برے اثرات و خطرات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

مال حرام سے تو بہر حال بچنا ہی چاہیے کہ مال حرام کا ایک لقمہ چالیس دن کی عبادت کو برباد کر دیتا ہے اور یہ لقمہ جب تک پیٹ میں رہتا ہے کوئی دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ لعنت برستی رہتی ہے اور اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو دوزخ میں داخل کیا جائے

گا۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حرام کے مال سے پرہیز کے ساتھ ساتھ شبے کے مال سے بھی اجتناب (پرہیز) کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شبہ کا مال کھاتے کھاتے حرام مال کھانے کی نوبت آ جائے۔ شبہ کے مال سے مراد وہ مال ہے جس کا حلال ہونا معلوم نہ ہو اور اس کے حرام ہونے کی بھی کوئی دلیل نہ ہو۔

تاجدارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حلال کھلا ہے اور حرام بھی کھلا ہے، ان دونوں کے بیچ میں اُمورِ مشتبہ جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو کوئی شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو صاف کر لیا اور جو کوئی شبہات میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہوا جیسے حمی (حاکم کا ممنوعہ علاقہ) کے گرد چرانے والا کہ غالباً اسی میں جا پڑتا ہے۔'' بزرگوں نے فرمایا ہے: جو شخص چالیس روز شبے کا کھانا کھاتا ہے اس کا دل سیاہ اور زنگ آلود ہو جاتا ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے دس حلال چیزیں چھوڑ دیں، اس ڈر کے مارے کہ کہیں حرام میں نہ جا پڑوں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک دفعہ مالِ غنیمت میں مشک لایا گیا تو آپ نے ناک بند کر لی اور فرمایا کہ اس کا نفع تو اس کی خوشبو سونگھنا ہے اور یہ سب مسلمانوں کا حق ہے میں اکیلا اس سے نفع اٹھانے کا مجاز نہیں۔

ایک بزرگ کسی بیمار کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے جب حکمِ الٰہی آ گیا اور وہ بیمار فوت ہو گیا تو اس بزرگ نے چراغ گل کر دیا اور فرمایا: ''اب اس تیل میں وارث کا حق بھی داخل ہو گیا ہے۔'' اللہ! اللہ (عزوجل) ہمارے اسلاف کس قدر باریک بین ہوتے تھے اور ان کی فکریں کس قدر بلند ہوا کرتی تھیں۔ ہم تو ایسی باتیں سوچ بھی نہیں سکتے یہ سب اللہ عزوجل کا ان پر خاص کرم تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
اگر خدائے بخشذہ نہ بخشد

ہمارے اسلاف کے دل رزقِ حلال کی برکتوں اور ریاضتوں سے کس قدر صاف وشفاف ہوا کرتے تھے۔ انہیں چھپی باتوں بلکہ دِلی کیفیات تک کا علم ہو جایا کرتا تھا اور کیوں نہ ہو کہ اللہ عزوجل کے نیک بندوں کا کردار بڑا ہی پاکیزہ ہوتا ہے۔ ان کا باطن اس قدر صاف شفاف ہوتا ہے کہ کسی ظالم حرام خور کے ہاتھ سے ان کا کھانا آئے تو وہ کھانا کھانے سے ان کے باطن کی صفائی دھندلی پڑ جاتی ہے اور وہ ایک لقمہ ہی کھانے کے بعد اس کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔

جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ درگاہِ الٰہی میں بڑھ گیا تو لوگوں نے خلیفہ وقت کو حالات سے آگاہ کیا۔ خلیفہ نے آپ کو پابہ زنجیر دربار میں طلب کیا۔ راستے میں ایک عورت نے آپ کو دیکھا تو کہا خبردار! خلیفہ سے ہرگز نہ ڈرنا۔ وہ بھی تمہاری طرح ایک بندہ ہے جب تک خدا کی طرف سے حکم نہ ہو کوئی بندہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ خلیفہ نے آپ کو زنداں (جیل) میں بھیجنے کا حکم دیا۔ آپ چالیس دن ان کی قید میں رہے۔ اس دوران حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ آپ کو ہر روز ایک روٹی کھانے کے لیے پہنچاتی تھی۔ جب آپ کو قید خانے سے نکالا گیا تو وہ چالیس روٹیاں بدستور ایک کونے میں پڑی تھیں۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن نے کہا آپ جانتے تھے کہ یہ روٹی حلال کمائی کی ہے پھر بھی آپ نے نہیں کھائی۔ آپ نے فرمایا کہ ان روٹیوں میں داروغہ جیل کا ہاتھ لگ جایا کرتا تھا اس لیے ان کی طبیعت پاک نہ رہتی تھی (باطنی کیفیت صحیح نہ رہتی تھی)۔

ایسے صاحبِ تقویٰ اور پاک باطن شخص کی حالت یہ تھی کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے اے اللہ! میں کن قدموں سے تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور کن آنکھوں سے تیرے کعبہ کو دیکھوں اور کس زبان سے تیرا ذکر کروں اور کس نعمت سے تیرا نام لوں جب کہ محض بے مائیگی کا سرمایہ لے کر تیری درگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔"

یااللہ (عزوجل) ہمیں ہر قسم کے حرام کام اور حرام مال سے بچا اور شبہ کے مال سے بھی بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین

بندے پہ تیرے نفس لعیں ہو گیا محیط
یا اللہ کر علاج مری حرص وآز کا
مانندِ شمع تیری طرف لو لگی رہے
دے لطف میری جان کو سوز وگداز کا

....

یا اللہ کرم کر ' دلوں کو نرم کر اور فضل مدام
تیری نوازشوں کی بارش برسے ہر لمحہ ہر دم صبح وشام
نایاب ہے رزقِ حلال ' اس کے نہ ملنے کا ہے ملال
امت تیرے محبوب ﷺ کی ہورہی ہے ناتوان وزبوں حال
خود نہ بھی کھائیں مشتبہ وحرام تو بچ سکتے نہیں
اقارب میں کوئی پٹواری کوئی پولیس مین چھوڑ سکتے نہیں
ایک طرف وعیدِ قطع رحمی ناطہ ان سے توڑ سکتے نہیں
نترك من يفجرك گنہگاروں سے بھی ناطہ جوڑ سکتے نہیں
کدھر جائے تیرا یہ غافل وناکارہ بدکار بندہ یا خدایا
فقط تیرا فضل وکرم ہے کہ ناسک کو اشرف مخلوق بنایا

تعلیماتِ محبوبِ سبحانی

محبوبِ سبحانی، شہبازِ لامکانی، قطبِ ربانی

سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز

ارشاد فرماتے ہیں:

نادانی کے ساتھ گوشہ نشین نہ ہو۔ پہلے سمجھ پیدا کر پھر گوشہ نشین بن۔ اللہ کا حکم سمجھ اور اس پر عمل کر۔ پھر سب سے جدا ہو جا۔ لوگوں میں سے خاص افراد اللہ کے عالم ہیں ...... اُن کی صحبت اور اُن کا وعظ سُننا گوشہ نشینی سے افضل ہے۔ جب ان میں سے کسی کو دیکھے تو اس کا ہو رہے۔ اور اس سے علم اور معرفت میں سمجھ پیدا کر۔ اُن کی زبانوں سے سُن کر فقیہ بن، علم مردانِ خدا کی زبانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ (الفتح الربانی مجلس نمبر ۵۴)

"بیٹا! کیا تم نے نہیں سُنا سمجھ پیدا کر۔ پھر گوشہ نشین بن ظاہر فقہ حاصل کر پھر باطن کی طرف تو کر۔ (الفتح الربانی مجلس ۱۲ ص ۷۷)

علم وعمل

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"یہ علم بغیر عمل کے تمہیں نفع نہ دے گا۔ تمہیں سخت ضرورت ہے کہ یہ سیاہی جو سپیدی پر ہے (قرآن شریف) اسی پر عمل کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ روز بروز سال بسال اس پر عمل کرو۔ تا کہ اس کا نیک ثمرہ تمہارے ہاتھ لگے۔

بیٹا! تمہارا علم تمہیں پکارتا ہے اگر مجھ پر عمل نہ کرو گے تو میں تمہارے خلاف حُجت ہوں۔ اگر عمل کرو گے تو تمہارے موافق سند ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علم عمل کو آواز دیتا ہے۔ اگر عمل سن لے تو بہتر ورنہ چل دیتا ہے، برکت والی چیز اُٹھ جاتی ہے۔ عالم کے لیے صرف محنت رہ جاتی ہے، خدا کے پاس تمہاری شفاعت نہ کرے گا۔ ضرورت کے وقت اُس کی آمد رک جاتی ہے پوست (بلامغز) رہنے کے باعث تم سے الگ ہو کر چل دیتا ہے، کیونکہ علم کا ست (جوہر) عمل ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری (پیروی) اسی صورت میں صحیح ہوسکتی ہے کہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس پر عمل کیا جائے۔" (فتح الربانی مجلس نمبر۳)

سُنت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابعداری کرو جس میں تکلف اور بناوٹ نہ ہو۔ فریب دینے کی کوشش نہ کرو۔ اپنے پر تاوان اور سختی نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ تم پر بھی وہی الطاف وسیع کرے گا جو تم سے پہلوں پر کیے، تجھ پر افسوس! حافظ قرآن ہو اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یاد کرتے ہو اور ان پر عمل نہیں کرتے کس چیز کے لالچ میں ایسا کرتے ہو۔

لوگوں کو امر کرتے ہو خود عمل نہیں کرتے۔ اُن کو منع کرتے ہو۔ خود نہیں رُکتے"۔
(الفتح الربانی مجلس ۱۰)

"بیٹا! خود تم نے عمل نہ کیا اور اپنی عمر کتابیں پڑھ کر اُن کو یاد کر کے ضائع کر دی۔ تمہیں کیا نفع پہنچا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبیوں اور عالموں کو فرمائے گا۔ تم میری مخلوق کے نگہبان تھے تم اپنی رعیت کا کیا بنایا؟ بادشاہوں اور مالداروں کو ارشاد کرے گا۔ تم میرے خزانوں کے خزانچی تھے کیا تم نے محتاجوں تک پہنچایا؟ اور یتیموں کی پرورش کی؟ اور تم نے ان خزانوں سے میرا حق نکالا جو میں نے تم پر فرض کیا تھا۔

تم ... صلی اللہ ... وسلم کے وعظ ... سے نصیحت حاصل کرو اور

آپ کے فرمان کو مانو تمہارے دل کسی چیز نے سخت کر دیے ہیں؟ (الفتح الربانی مجلس ۱۰)

فرض شدہ عبادتوں کی ترک (چھوڑ دینا) بے دینی ہے اور منع کی ہوئی چیزوں سے نہ رُکنا گناہ ہے فرض شدہ عبادت کسی شخص سے کسی حال ساقط (معاف) نہیں ہوتی ہے۔" (الفتح الربانی مجلس ۱۱)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے علم پر عمل کرے تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دروازہ کھل جاتا ہے جس دروازے سے اُس کا دل اللہ تعالیٰ پر داخل ہوتا ہے اور لیکن تم اے غلام! اپنے علم پر عمل نہیں کرتے۔ اپنے قیل وقال اور جمع مال میں مشغول ہو۔ لہٰذا تمہارے ہاتھ علم کا ظاہر لگتا ہے، باطن نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو پہلے اس کو علم دیتا ہے پھر عمل اور اخلاصِ عمل اس کے قلب میں ڈالتا ہے۔"

(الفتح الربانی مجلس ۱۳)

علم عمل کے لیے بنایا گیا ہے، صرف یاد کرنے اور مخلوق کو سنانے کے لیے نہیں ہے۔ علم پڑھ اور عمل کر۔ پھر دوسرے کو بتا۔ جب علم پڑھا اور عمل کیا تو علم تمہاری طرف سے خود کلام کرے گا۔ اگر تم خاموش رہے تو عمل کی زبان علم کی زبان سے زیادہ کلام کرے گی۔ اسی واسطے بعض بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ جس کی آنکھ کا اشارہ تمہیں نفع نہ کرے اُس کے وعظ سے بھی نفع نہ ہوگا۔ (الفتح الربانی مجلس ۴۴)

علمائے حق کا مقام واحترام اور علمائے سوء

محبوبِ سبحانی سیدنا ومرشدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"دیندار ہو اور اہلِ دین سے میل جول رکھو۔ یہی لوگ انسان کہلانے کے مستحق ہیں، لوگوں میں عقل والا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا تابعدار ہو اور سب سے جاہل وہ ہے جو

صالحین کی تواضع اللہ کی تواضع ہے۔تواضع کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والے کے مراتب بلند کرتا ہے۔" (الفتح الربانی مجلس ۱۰)

اِن عالموں پر جو درحقیقت جاہل ہیں۔ (یعنی باطن سے بے خبر ہیں) دھوکا نہ کھاؤ۔اُن کا علم اُن کے لیے نقصان دہ ہے۔ نفع بخش نہیں وہ اللہ کے حکم کے عالم ہیں اور اللہ کی ذات سے جاہل لوگوں کو امرِ الٰہی بتاتے ہیں اور خود قبول نہیں کرتے لوگوں کو چیزوں سے روکتے ہیں۔ اور خود نہیں رُکتے۔ خلقت کو حق کی طرف بلاتے ہیں اور خود بھاگتے ہیں۔ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے خدا کا مقابلہ کرتے ہیں۔ (الفتح الربانی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جاہل کے لیے ایک دوزخ اور عالم کے لیے سات دوزخ ہیں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا علم کی برکت اُس سے اُٹھ جاتی ہے اور اس کے خلاف حجت باقی رہتی ہے۔" (الفتح الربانی مجلس نمبر ۱۳)

"جو عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرتا، اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے گدھے سے دی ہے۔ ارشاد ہے:

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (گدھے کی مثل جو کتابیں اٹھاتا ہے)۔

اسفار علمی کتابیں ہیں کیا گدھا، ان کو اُٹھا کر فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ سوائے اس امر کے کہ محنت اور رنج اُٹھائے جس شخص کو علم زیادہ ہو چاہیے کہ خوفِ خدا اور اُس کی عبادت بھی زیادہ کرے۔ اے علم کے مدعی! خوفِ خدا سے تیرا رونا کہاں ہے؟ تیرا ڈر اور دہشت کہاں، گناہوں کا اقرار کہاں؟ رات اور دن عبادت میں ایک کر دینا کہاں؟ نفس کو با ادب اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی محبت اور عداوت کہاں؟ تمہاری ہمت، قمیص، دستار، کھانا، نکاح، دُکانیں، خلقت کی محفل اور اُن کا اُنس ہے۔" (الفتح الربانی مجلس ۱۴)

داناؤں اور عالموں کے کلمات کی اہانت نہ کرو۔ کیونکہ اُن کی کلام دوا ہے۔ اور اُن

کے کلمات اللہ تعالیٰ کی وحی کے پھل ہیں۔ بظاہر تمہارے درمیان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود نہیں ہیں۔ تاکہ اُن کی تابعداری کرو، جب تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کامل کے تابعداروں کی پیروی کرو گے تو گویا تم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ جب اُن کو دیکھ لیا۔ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ پرہیز گار عالموں کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ اُن کی صحبت تمہارے لیے برکت ہے اور ایسے عالموں کی صحبت اختیار نہ کرو کہ جو اپنے علم پر عمل نہ کرتے ہیں کیونکہ اُن کی صحبت تمہارے لیے شامت ہے۔ جب تم ایسے بزرگ کی صحبت اختیار کرو کہ جو تم سے پرہیز گاری اور علم میں بڑا ہے تو اس کی صحبت تمہارے لیے برکت ہے۔ اگر تم ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو جو تم سے عمر میں بڑا ہے۔ (لیکن) پرہیز گار عالم نہیں ہے۔ اُس کی صحبت تمہارے لیے مذموم ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۱۴)

''جاہلو! عالموں سے ملو۔ ان کی خدمت کرو اور ان سے علم سیکھو علم مردانِ خدا کی زبانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ عالموں کے پاس حُسنِ ادب سے بیٹھو ان پر اعتراض کی عادت ترک کرو۔ اور ان سے فائدے کی طلب کرو۔ تاکہ تمہیں ان کے علم حاصل ہوں۔

(فتح الربانی مجلس نمبر ۵۴)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تورات مقدس میں لکھا ہوا موجود ہے۔'' جو شخص علم میں ترقی کرے اور ورد کو بڑھائے'' درد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے خوف اور اس کے بندوں کے لیے ذلیل ہو جانا ہے۔ اگر علم نہیں تو علم سیکھ اگر تمہیں علم، عمل، اخلاص ادب اور مشائخ کے ساتھ حسنِ ظن نہیں تو تم سے کیا کام ہو سکے گا۔ تو نے دُنیا اور اس کا مال اپنا مقصد بنا رکھا ہے۔''

(الفتح الربانی مجلس ۳۸)

حریص واعظ اور شرائط وعظ

سیدنا غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں:

بیٹا! پہلے اپنے حالات درست کرو۔ پھر دوسروں کی طرف توجہ کرو۔ تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح سے پہلے دوسروں کو وعظ نصیحت نہ سناؤ۔ کیونکہ تم میں ابھی بہت سے عیب باقی ہیں کہ جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔" (الفتح الربانی مجلس ۱)

اے مسکین! جس مسئلہ میں کلام کرنے کا فائدہ نہیں کلام نہ کر، مذہب کے بارے میں بے جا تعصب کو ترک کر۔ (الفتح الربانی مجلس نمبر ۳)

"باوجود علم کے اللہ نے تجھے گمراہ کر دیا ہے۔ تیرا علم سیکھنا اور نماز پڑھنا اور دروازہ رکھنا خلق کے لیے ہے تاکہ وہ تیری طرف قرار پکڑیں اور اپنے مال تیرے لیے خرچ کریں اور وہ اپنے گھروں اور مجلسوں میں تیری تعریف کیا کریں۔ (فتح الربانی مجلس نمبر ۱۵)

تجھ پر افسوس! نادان! کیا دین کھیل ہے یا دھوکا! نہیں۔ فریب دینے والے! تیری گردن کی سلامتی نہیں تو اپنے نفس کو مخلوق پر کلام کرنے کے قابل سمجھتا ہے۔ حالانکہ تو وعظ کرنے کا اہل نہیں ہے یہ حق لوگوں میں سے خاص افراد صالحین کا ہے۔ اُن کو بولنے کا امر ہوتا ہے تو مجبوراً مخلوق کو وعظ سناتے ہیں، ان کے کلام کے بعد خبر مشاہدے کی طرح ہو جاتی ہے۔" (الفتح الربانی مجلس نمبر ۵۴)

نیک بات کا امر اور بری بات سے روکنا میرے نزدیک ہزار عابدوں سے، جو حجروں میں عبادت کرتے ہیں۔ افضل ہے۔"

تو مخلوق پر کیسے وعظ کرتا ہے۔ حالانکہ وعظ رسولوں کی نائبی ہے۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو مخلوق پر خطیب تھے۔ جب اِن کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اِن کی جگہ عالمانِ با عمل کو قائم کر دیا اور ان کو ان کے وارث بنا دیا۔ جو شخص رسولوں کے مقام میں (واعظ ومبلغ) ہونا چاہتا ہے۔ وہ اپنے زمانے میں مخلوق سے پاک اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور علم کو سب سے زیادہ جاننے والا ہونا چاہیے۔ تمہارا خیال ہوگا یہ آسان بات ہے۔"

(الفتح الربانی مجلس نمبر ۵۴)

"علم کی زکوٰۃ تو یہی ہے کہ اس کا درس عام کر دیا جائے اور حق تعالیٰ کی طرف

خلقت کو دعوت دی جائے۔'' (الفتح الربانی مجلس نمبر ۴)

حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''اپنی کمائی سے کھاؤ۔ دین کے ذریعے سے نہ کھاؤ۔ محنت کر کے کھاؤ اور اپنی کمائی سے دسروں کی بھی غم خواری کرو۔''

ریاکار کا کپڑا ستھرا اور دِل گندا ہے۔ معمولی چیزوں میں زُہد کرتا ہے اور کسبِ خیر میں سست، دین کے ذریعہ کھاتا ہے، پرہیز بالکل نہیں کرتا، صریح حرام کھتا ہے، اس کی کرتوتِ بد عام سے پوشیدہ اور خاص پر ظاہر ہے، اس کا زُہد اور عبادت ظاہری اس کا ظاہر آباد اور باطن خراب ہے۔ (الفتح الربانی مجلس ۸)

''بد بخت! دین کے بدلے کھانا نفاق ہے اور صنعت کے ساتھ کھانا سُنت ہے۔''

(ارشادات ص ۱۰۶)

مخلوق کو وعظ سنانے اور اس میں مقبولیت حاصل کرے کی محبت سے بچ کر کیونکہ یہ تیرے لیے مضر ہے مفید نہیں ہے۔ جب تک تو اپنا اختیار اُٹھا نہ لے اور قلب کی حیثیت سے تیرے پاس (وعظ کرنے کا) حق تعالیٰ کی طرف سے پختہ حکم نہ آوے اور اُس وقت تک ایک کلمہ بھی زبان سے مت نکال۔'' (الفتح الربانی مجلس ۵۱)

''جاہل! تو اپنے جہل کے باعث جانتا ہے کہ علم سے فارغ ہو کر دوسرے کو بتانے کے قابل ہو گیا ہے؟ مشقت نہ اٹھا (اگر تو) اپنے نفس کو اچھی طرح تعلیم نہیں دے سکتا ہے (تو) نجات نہ پائے گا۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس کو اچھی طرح تعلیم نہیں دے سکتا۔ وہ غیر کو کیا تعلیم دے گا۔ (الفتح الربانی مجلس ۵)

معرفتِ توحید اور مذمتِ شرک

حضور سیدنا غوث الوریٰ قدس اللہ سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

جب تم اللہ سے محبت رکھتے ہو اور اُسی کے لیے نیک عمل کرتے ہو اور اُسی سے خوف کھاتے ہو، دوسرے سے نہیں تو یاد رکھو تمہیں تصرفاتِ الٰہی میں کسی قسم کی بھی چون

وچرانہ کرنی چاہیے۔ یہ مقام اصلاح قلب سے حاصل ہوتا ہے۔ زبانی گفتگو سے نہیں۔"
شرک کو چھوڑ دے اور حق تعالیٰ عزّ وجل کو ایک جان۔ (کہ یہی اصل توحید ہ) وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے قبضہ وید قدرت میں تمام چیزیں ہیں۔ اے غیر خدا سے چیزوں کے طلب کرنے والے! تو غافل نہیں ہے۔
آیا کوئی چیز ایسی ہے جو اللہ عز وجل کے خزانوں میں نہیں ہے؟ اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا۔

وَ اِنْ مِّنْ شَیْ ءٍ اِلَّا عِنْدَ نَا خَزَ اٰئِنُہٗ

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہمارے پاس اُس کے خزانے ہیں۔"
اے اہلِ جماعت! تم اللہ عز وجل کی نعمتوں پر شکر کرو اور نعمتوں کو اسی کا عطیہ سمجھو۔
پس بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَابِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ

(ترجمہ: اور جو کچھ تمہارے پاس نعمت ہے پس ہو اللہ کی طرف سے ہے)
اُس کی نعمتوں میں عیش کرنے والو! تم سے اِن کا شکر کہاں ہے۔ اے خدا کی نعمتوں کو غیر کی طرف سے خیال کرنے والو! اور کبھی تم اس کو غیر خدا کی طرف خیال کرتے ہو اور کبھی تم ان کو قلیل سمجھ کر ان چیزوں کا انتظار کرتے ہو، جو تمہارے پاس موجود نہیں ہیں۔ اور کبھی تم اس کی نعمتوں سے اس کے گناہوں پر مدد لیتے ہو۔ (الفتح الربانی مجلس ۲)
حضرات غور فرمایئے کہ آج ہمارے معاشرے کی حالت کتنی دِگرگوں اور ناگفتہ بہ ہے، افراط وتفریط کا یہ عالم ہے کہ ایک طبقہ حضور سیدنا غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز کی تعلیمات میں سے صرف توحیدی اقوال وفرمودات کو محض زبانی اور قالی حد تک اپنانے کا علم بلند کیے ہوئے ہے۔ طریقت ومعرفت اور احوال مشاہدات سے بے خبر بلکہ منکر ہو چکا ہے، دوسری طرف توحیدی فرمودات سے گریز ہے، محض بزرگانِ دین کی محبت وعقیدت کے خام محلات کو منزلِ مقصود سمجھ لیا گیا ہے! بے عملی ہے، فسق وفجور ہے۔ توحید

شرک کی آمیزش سے آلودہ کر دی گئی ہے۔

آیئے آپ کی تعلیمات کو مکمل طور پر اپنائیں۔ حرزِ جان بنائیں، بے عملی ریا کاری اور شرکِ خفی وجلی کو چھوڑ کر فیضانِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب ہوں۔ توحید کے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ احوال ومعرفت خلوص وعرفان اور انوار ومشاہدات کی حقیقی لذتوں سے بھی محظوظ ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اطاعت الٰہی میں تیرا محض کلمہ پڑھ لینے پر قناعت کرنا، جس پر قانع ہے، تجھے نفع نہ دے گا تاوقتیکہ اس کی طرف تو دوسری چیزوں کو نہ ملائے گا، ایمان قول وعمل دونوں کا نام ہے، جب تو گناہ کرتا رہے گا۔ لغزشوں اور خدائے تعالیٰ کی مخالفت میں مبتلا رہے گا۔ اور اِن سب امور پر اصرار کرے گا، گناہ کئے جائے گا اور نماز روزہ، زکوٰۃ، حج وصدقہ اور افعال پر چھوڑے دے گا تو تیرا یہ دعویٰ ایمان نہ قبول کیا جائے گا، نہ وہ تجھے نفع دے گا، محض کلمہ شہادت بغیر عمل تجھے کیا نفع دے گا، جب تو نے لَآ اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰہ کہا، پس بے شک تو مدعی بن گیا، تجھ سے کہا جائے گا۔

اے مدعی! آیا تیرے پاس دعوے کے ثبوت کے گواہ ہیں۔ گوہ کون ہیں؟ اس دعوے کے گواہ، خدا کے حکموں کا بجالانا اور ممنوعات ومنہیات سے باز رہنا اور آفتوں پر صبر کرنا اور تقدیر کے سامنے سر جھکانا ہیں۔

یہی اس دعوے کے گواہ ہیں ونس اور اِن عملوں کے قبول ہونے کے لیے اخلاص الٰہی کی شرط ہے کہ بغیر اخلاص کوئی عمل درجہ قبولیت نہیں پاتا۔'' (الفتح الربانی مجلس ۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تو اولاً صحبتِ مشائخ کرام اور نفس وطبیعت کے قتل کرنے کا حاجت مند اور ماسوٰی اللہ سے قطع تعلق کا محتاج ہے، اولاً مشائخ کی چوکھٹ اور دروازہ کو لازم پکڑا اور اس کے بعد اُن کے فیضِ صحبت میں رہ کر ان سے علیحدہ ہو جانا اور خلوت کدہ میں تنہا حق تعالیٰ عزّ وجل کی معیت میں بیٹھ جانا۔ پس جب یہ مرتبہ تجھے پورے طور پر حاصل ہو

جائے گا۔ اس وقت تو خدا کے حکم سے خلق کی دوا اور ان کا ہادی و مہدی بن جائے گا۔ تیری زبان پرہیز گار بننے والی ہے اور قلب فاسق و فاجر تیری زبان حمدِ الٰہی کرتی ہے اور تیرا قلب اس پر معترض ہے، تیرا ظاہر مسلمان ہے اور باطن کافر۔ تیرا ظاہر موحد ہے اور تیرا باطن مشرک۔ تیرا زُہد اور تیری دینداری سب ظاہر ہے اور تیرا باطن خراب اور ویران جیسے بیت الخلاء پر قلعی اور سپیدی اور کوڑا گھر پر قفل، جب تو اس حالت پر ہے تو تیرے قلب پر شیطان نے خیمہ لگالیا ہے۔ اور اس کو اپنا مسکن بنالیا ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۸)

''تیرے قلب کو اُس وقت تک فلاح نہیں مل سکتی جب تک اس میں غیر اللہ کا دخل ہے اگر تو ہزار برس بھی دہکتے انگاروں پر سجدہ کرے اور تو غیر کی طرف متوجہ رہے تو تیرا یہ سجدہ ہرگز تجھے نفع نہ دے گا۔ تیرے واسطے کچھ نتیجہ خیز نہ ہوگا، جب تک تو ماسوی اللہ کو دوست بنائے رہے گا تو خدا کی دوستی میں نہیں ہے، جب تک کل مخلوق کو معدوم نہ کردے، سعادت حاصل نہیں کرسکتا۔ تیرا اشیاء میں صرف ظاہری اظہار زہد کرنا اور دِل سے اُن پر جھکے پڑنا تمہیں کیا فائدہ دے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ سب کے سینوں کے رازوں سے واقف ہے۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ زبان سے کہتے ہو کہ میں نے اللہ پر توکل کیا حالانکہ تیرے دِل میں غیر نے ڈیرہ جمالیا ہے۔'' (الفتح الربانی مجلس ۱۱)

تم اپنی حاجتوں کو حق عزّ وجل سے ہی طلب کیا کرو نہ کہ اس کی مخلوق سے اور اگر مخلوق سے طلب ضروری ہو تو تم حق عزّ وجل پر اپنے دلوں سے داخل ہو جاؤ، دل اُسی کی طرف متوجہ کردو۔ پس البتہ وہ تم کو جہتوں میں سے کسی خاص جہت سے طلب کرنے کا الہام کردے گا، بعدۂ اس طلب پر اگر تمہیں منع کردیا جائے یا طلب پوری کردی جائے تو وہ منجانب اللہ ہوگی، نہ کہ مخلوق کی طرف سے۔ اہل اللہ نے اپنی روزی کی فکر دلوں سے نکال ڈالی ہے اور یہ بات جان لی ہے کہ وہ اوقاتِ معینہ میں مقدر ہے ضرور ملے گی، اس کی طلب چھوڑ دی ہے اور اپنے مالک کے دروازہ پر وطن بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے طفیل اور اس کے علم اور اس کے قرب کی وجہ سے ہر شے سے لاپرواہ ہوگئے ہیں۔ پس جب

اِن کو یہ مرتبہ مِل گیا وہ مخلوقات کے قبلہ بن گئے اور مخلوق کے لیے بادشاہ کے دربار میں داخل ہونے کے واسطے خطیب بن گئے، اپنے دِلوں کے ہاتھوں سے اِن کو پکڑ پکڑ کر خدا کی طرف پہنچاتے ہیں اور اِن کو قبولیت و رضائے الٰہی کے خلعت دلوانے کی محنت برداشت کرتے ہیں۔"

ساری بلائیں اور بیماریاں بس یہ ہیں کہ تو مخلوق کو شریکِ خدا ٹھہرائے اور نفع ونقصان اور عطاء ومنع کے متعلق ان پر نگاہ ڈالے اور ساری دوا اور بلاؤں کا ازالہ اس میں ہے کہ مخلوق تیرے قلب سے نکل جائے۔

اور قضاء وقدر کے نازل ہوتے وقت تو پختگی کے ساتھ جما رہے۔ مخلوق پر حکومت ورفعت کا طالب نہ بنے اور تیرا (قلب حق تعالیٰ کے لیے خالص، تیرا باطن اس کے لیے صاف اور تیری ہمت اس کی جانب بلند ہوتی رہے۔ جب تیرے لیے یہ امر متحقق ہوجائے گا۔ تو تیرا قلب اونچا چڑھے گا۔ اور نبیوں، پیغمبروں، شہیدوں، نیکوکاروں اور مقرب فرشتوں کی صفوں میں شامل ہو جائے گا اور جتنی بھی تجھ کو اس پر بقا حاصل ہوگی، اُسی قدر تو بڑا بنے گا۔ باعظمت بنایا جائے گا۔ صاحبِ رفعت ہوگا اور آگے بڑھایا جائے گا اور حاکم بنادیا جائے گا اور امیر قرار دے دیا جائے گا۔ (الفتح الربانی مجلس ۱۴)

تعلیماتِ غوث اعظم

محبوبِ خیرالانام (ﷺ) سیّدنا شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اے گناہوں پر اصرار کرنے والو! عنقریب تمہارے پاس اندھاپن اور بہراپن اور اپاہجی اور محتاجی اور مخلوق کے قلبوں کی سختی آنے والی ہے تمہارے سارے مال نقصانوں تاوانوں اور چوریوں میں چلے جائیں گے۔ تم عقلمند بنو۔ اپنے رب عزوجل کی طرف رجوع کرو، توبہ کرو۔ اپنے مال کو شریکِ خداوند نہ ٹھہراؤ۔ اور اس پر بھروسہ کرو۔ اور نہ اس کے ساتھ ٹھہرو۔ مال کو اپنے دلوں سے نکال دو اور نہ اس کو اپنے گھروں اور جیبوں کے اندر رکھو اپنے غلاموں اور وکیلوں کے پاس رکھ دو اور تم موت کا انتظار کرو۔ تم اپنی حرص کو کم اور اپنی آرزوؤں کو کوتاہ کر دو۔

(الفتح الربانی مجلس ۱۵)

جب تو لا اِلٰہَ اِلَّا الله کہے تو اوّل اپنے قلب سے کہہ، پھر اپنی زبان سے، اور خدا ہی پر توکل و اعتماد کر نہ کہ غیراللہ پر۔

اپنے ظاہر کو حکمِ شرعی کے ساتھ اور اپنے باطن کو حق عزّ وجل کے ساتھ مشغول رکھ، خیر و شر کو اپنے ظاہر پر چھوڑ دے۔ اور اپنے باطن کو خیر و شر کے پیدا کرنے والے کے ساتھ چھوڑ اور مشغول کر۔

جس نے اُسے پہچانا، وہ اس کا مطیع ہوا اور اس کی زبان خدا تعالیٰ کے رُو برو گونگی بن گئی اور وہ عارفِ خدا اور اُس کے نیک بندوں کے سامنے متواضع ہو گیا اور اُس کا غم وحزن اور رونا دوچند ہو گیا اور اس کا خوف وترسنا کی زیادہ ہو گئی اور حیا اُس کی بڑھ گئی اور

اگلے گناہوں اور قصورواری پر ندامت زیادہ ہوگئی۔

اور جو کچھ معرفت وعلم وقُرب حق اس کو حاصل ہو چکا تھا۔ اس کے زوال کا خوف وحذر زیادہ ہو گیا۔ کیونکہ حق عزّ وجل جو چاہتا ہے وہ کرنے والا ہے۔ جو کچھ وہ کرے، اس سے سوال نہیں اور وہ سوال کیے جائیں گے۔ عارف باللہ دونگاہوں کے درمیان میں متردد رہتا ہے، وہ جب اپنی گذشتہ تقسیر اور جہالت و بے شرمی وجرأت کی طرف دیکھتا ہے پس حیا سے پگھل جاتا ہے اور مؤاخذۂ الٰہی سے خوف کرتا ہے اور آئندہ کی طرف دیکھتا ہے کہ آیا مقبول کیا جائے گا یا مردود اور آیا جو کُچھ عطا فرمایا گیا ہے وہ چھین لیا جائے گا یا اپنے حال پر باقی رکھا جائے گا۔ قیامت کے دن مُسلمانوں کی معیت میں رہے گا یا کافروں کے ساتھ اور اسی واسطے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا۔ منجملہ عارفین کے شاذونادر ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو امن حاصل رہتا ہے اس کے لیے جو شئے مقدر ہو چکی ہے اس کو دی جاتی ہے۔ (یعنی وہ اپنے مقدر پر مطمئن رہتا ہے۔ (م۔۱۵)

حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ تحقیق آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ہے جو ہر صبح شام آواز دیتا رہتا ہے کہ اے اولاد آدم علیہ السلام! تمہاری پیدائش موت کے لیے اور تعمیر ویرانی کے لیے اور تمہارا جمع کرنا دشمنوں کے لیے ہے۔

مسلمان کی اپنے تمام کاموں میں نیت صالح ہوتی ہے۔ وہ دُنیا میں کوئی کام دُنیا کے لیے نہیں کرتا وہ دُنیا میں آخرت کے لیے عمارت تیار کرتا ہے۔ وہ مسجدیں اور پُل اور مدرسہ اور سرائیں بناتا ہے۔ اور مسلمانوں کے راستہ کو درست کرتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے سوا کچھ بناتا ہے تو بال بچوں اور بیوہ عورتوں محتاجوں اور ضروریات کے لیے اس کا یہ فعل بھی اس واسطے ہوتا ہے تاکہ اس کے بدلہ میں آخرت میں اس کے لیے محل تیار ہوں۔ نہ کہ واسطے اپنی طبیعت ونفس کے۔ (الفتح الربانی مجلس ۱۶ ص ۱۹۶)

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے جاہل! تجھے اِن باتوں سے کیا مطلب تُو تو اپنے نفس اور اپنی دُنیا وخواہشات اور خَلق کا بندہ ہے تو خلق کو شریک خدا بنانے والا بندہ ہے۔ کیونکہ نفع ونقصان میں تیری نظر تو اُن کی طرف ہی جاتی ہے اور تو تو جنّت کا بندہ ہے۔ اس میں داخل ہونے کا اُمیدوار ہے۔ تو دوزخ کا بندہ ہے۔ اس میں داخل ہونے سے ڈرتا ہے تم اُس خدا سے ڈرو جو کہ دِلوں اور بینائیوں کا پلیٹ دینے والا ہے۔ جو ہر شے کو کُن کہہ کر پیدا کرنے والا ہے کہاں بھاگے ہوئے ہو۔

اے غلام! تو اپنی طاعت کے سبب سے خدا سے روگردانی نہ کر اور اس پر غرور نہ کر حق تعالیٰ سے قبولیتِ طاعت کی دُعا کر اور اس امر سے کہ کہیں وہ تجھ کو معصیت کی طرف راجع نہ کردے۔ ڈرتا رہ۔ تُجھے اس سے کون نڈر کررہا ہے کہ تیری طاعت سے کہہ دیا جائے معصیت بن جا اور تیری صفائی سے کہہ دیا جائے کہ تو مکدّر ہو جا۔

عارف باللہ کسی چیز کے ساتھ نہیں ٹھہرتا اور کسی چیز سے دھوکا نہیں کھاتا۔ اور جب تک کہ وہ دُنیا سے دین کی سلامتی اور حفاظتِ الٰہی کے ساتھ ان معاملات میں جو اس کے اور خدا کے درمیان میں ہیں، نکل نہیں جاتا' امن میں نہیں ہوتا۔

اے قوم! تم قلب کے اعمال واخلاص کو لازم پکڑو۔ اِخلاص ظاہری، ماسویٰ اللہ سے قطع تعلق کرنا ہے اور معرفتِ الٰہی اُس کی جڑ۔ میں تم میں سے اکثر لوگوں کو اقوال وافعال، خلوتوں جلوتوں میں جھوٹ بولنے والا دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے لئے ثابت قدمی نہیں نہ تمہارے گواہ، تمہارے اقوال بلا اَفعال ہیں اور افعال بلا اخلاص وبلا توحید کے۔

(الفتح الربانی مجلس ۱۷ص ۲۰۱-۲۰۲)

تُجھ پر افسوس! تو دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے اور جنتوں کا اُمیدوار بنا ہوا ہے۔ جو لالچ کی جگہ نہیں ہے۔ اس کا تو لالچی ہے۔ تو عاریت پر غرور نہ کر تو اس کو اپنا گمان کررہا ہے وہ رعایت عنقریب تجھ سے لے لی جائے گی۔ حق تعالیٰ نے زندگی تجھے اس لیے عاریت دی ہے تا کہ تو بحالتِ زیست اس کی اطاعت کرے لیکن تو نے اس کو اپنا سمجھ لیا

ہے اور اس میں جیسا چاہا تُو عمل کرنے لگا جیسے کہ حیات عاریت ہے۔ اس طور سے عافیت اور تندرستی تیرے پاس عاریت ہے۔ اور ایسی ہی امیری اور امن و جاہ اور جو کچھ تیرے پاس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے تو ان عاریت کی چیزوں میں حد سے تجاوز نہ کر۔ یقیناً تجھ سے ان کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور ہر نعمت کو جو تیرے پاس ہے اُس کا تجھ سے سوال کیا جائے گا۔ تمہارے پاس جس قدر نعمتیں ہیں سب خدا کی طرف سے ہیں تم اُن سے خدا کی اطاعت پر مدد لو تمام وہ چیزیں جن پر تیری رغبتیں ہیں۔ اہل اللہ کے نزدیک ایسے مشغلہ ہیں جو خدا سے روکنے والے ہیں۔ وہ دُنیا و آخرت میں حق تعالیٰ کے ساتھ سلامتی کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں کرتے۔ (الفتح الربانی مجلس ۱۶، ص ۱۹۸)

تمہاری دُنیا نے تمہارے قلبوں کو اندھا بنا دیا ہے۔ پس تم کو اس سبب سے کبھی بھی نظر نہیں آتا۔ تم دُنیا سے بچو۔ پس وہ تم کو اپنے نفس پر یکے بعد دیگرے بے قابو کر دیتی ہے اور اپنے میں داخل کر لیتی ہے۔ اور آخرت میں تمہیں ذبح کر دے گی وہ تم کو اپنی شراب و بھنگ پلاتی ہے۔ پھر تمہارے ہاتھ اور پیر کاٹ دیتی ہے۔ اور تمہاری آنکھوں میں سلائی پھیرتی ہے پس جب اس بھنگ کا نشہ اُترے گا اور افاقہ ہوگا۔ اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ دُنیا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ کیا یہ دُنیا کی محبت اور اس کے پیچھے دوڑنے اور اس کے جمع کرنے پر حرص کا انجام ہے؟ یہ اس کا فعل ہے، لہٰذا ڈرو دُنیا سے (یعنی اس کی چالوں اور مکاریوں سے بچو)

اے بیٹے تو جو دُنیا کو دوست رکھتا ہے اس میں تیرے لیے کچھ بھی فلاح نہیں۔ اے مدعی! تیرا دعویٰ ہے کہ تو اللہ کو دوست رکھنے والا ہے حالانکہ آخرت اور ماسویٰ اللہ سے دوستی رکھتا ہے۔ اس میں تیرے لیے فلاح و صحت نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عارف باللہ خدا کا دوست رکھنے والا ہے نہ اس کو دوست رکھتا ہے اور نہ ماسویٰ اللہ کو۔ جب اُس کی یہ محبت کامل اور متحقق ہو جاتی ہے تب اُس کو دُنیا سے ایسے حصے [illegible] سو خوشگوار ہوتے ہیں۔ اور جب وہ آخرت کی طرف پہنچے گا۔ اسی طور سے تمام چیزوں کو جن کو پس پشت

ڈال دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تجھے دروازے کے روبرو ایسی حالت میں دیکھے گا کہ وہ اس سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں۔

کیونکہ اُس نے ان کو اللہ عزّ وجل کے لیے ہی چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو وہ چیزیں جو اِن کے مقسوم کی ہیں۔ ایسی حالت میں عطا فرماتا ہے کہ وہ ان سے یکسو ہوتے ہیں۔ حظوظِ قلبی باطنی ہیں اور حظوظِ نفس ظاہری۔ پس حظوظِ قلب بغیر اس کے کہ نفس کو اس کے حظوظ سے روکا جائے، حاصل نہیں ہوتے۔ پس جب نفس کو روک دیا جاتا ہے۔ حظوظِ قلب کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب قلب اِن حظوظ سے جو اللہ کی طرف سے ملے تھے بے پروائی برتتا ہے۔ نفس کے لیے رحمت آتی ہے۔ پس بندہ سے کہا جاتا ہے۔ تو اپنے نفس کو قتل نہ کر، پس اس وقت نفس کو اس کے حصے عطا ہو جاتے ہیں اور وہ مطمئن ہو کر ان کو لے لیتا ہے تو اِن لوگوں سے میل جول چھوڑ دے۔ جو تجھے دُنیا کی رغبت دلائیں اور جو تجھے دُنیا سے بے پرواہ بنائیں تو اُن کی ہم نشینی طلب کر۔ ہر جنس اپنی ہم جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ ان کے بعض بعض پر چکر لگاتے ہیں۔ محب محبین کے پاس ہی جاتے ہیں تاکہ ان کے پاس اپنے محبوب کو پالیں۔ اللہ کے چاہنے والے اسی کی راہ میں دوستی رکھتے ہیں۔ پس یقیناً خدا تعالیٰ ان کو دوست بنالیتا ہے اور ان کی مدد فرماتا ہے۔ اور بعض کو بعض کے ساتھ تقویت پہنچاتا ہے۔ خلق کو دعوتِ الٰہی دینے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ان کو ایمان و توحید کی طرف اور اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مخلوق کا ہاتھ پکڑ کر خدا کے راستہ پر اُن کو لا کر کھڑا کر دیتے ہیں جس نے خدمت کی وہ مخدوم بنا۔ جس نے احسان کیا، اُس کے ساتھ احسان کیا جائے گا۔ جو عطیہ دے گا اس کو عطیہ دیا جائے گا۔

(الفتح الربانی مجلس ۱۷ ص ۲۰۳ تا ۲۰۵)

اصحابِ جنت وہ اربابِ قلوب ہیں جنھوں نے دُنیا میں رہ کر اپنے قلوب سے عمل کئے تھے نہ کہ محض اپنے اعضائے ظاہری سے عمل بغیر موافقت قلب کے کیا چیز ہے۔ کیا

عمل کرتا ہے۔

ریاکار اعضائے ظاہری سے عمل کرتا ہے۔ مخلص قلب واعضائے ظاہری دونوں سے عمل کرتا ہے۔ اس کا عمل اول قلب سے ہوتا ہے۔ پھر دوسرے اعضا سے مومن زندہ ہوتا ہے منافق مردہ مومن اللہ عزّ وجل کے لیے عمل کرتا ہے اور منافق خلق کے لیے عمل کر کے اس پر خلق سے مدح وعطا کا طالب ہوتا ہے۔ مومن کا عمل ظاہر وباطن جلوت وخلوت میں ہر جگہ یکساں ہوتا ہے۔ راحت میں بھی اور تکلیف میں بھی اور منافق کا عمل محض جلوت میں ہوتا ہے۔ اس کا عمل محض راحت میں یہی ہے، پس جب اس پر مصیبت آجاتی ہے تو نہ اُس کے لیے عمل ہوتا ہے۔ اس کا عمل محض راحت میں ہی ہے، پس جب اس پر مصیبت آجاتی ہے تو نہ اُس کے لیے عمل ہوتا ہے نہ خدا کی محبت ومعیت، اس کا اللہ عزّ وجل اور اس کے رسولوں اور اُس کی کتابوں پر ایمان ہی نہیں۔ نہ وہ حشر ونشر کو یاد کرتا ہے اور نہ حساب کتاب کو۔ اس کا اسلام صرف اس لیے ہوتا ہے تاکہ اس کا سر اور مال دُنیا میں سلامت رہے۔ نہ اس لیے کہ آخرت میں اس آگ سے جو کہ عذاب الٰہی ہے سلامت رہ سکے اس کا روزہ اور نماز اور علم پڑھنا لوگوں کے سامنے ہی ہوتا ہے۔ جب اُن سے جُدا ہو جاتا ہے تب اپنے مشغلہ اور کفر کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اے اللہ ہم تجھ سے اس حالت میں پناہ مانگتے ہیں اور دُنیا اور آخرت میں اخلاص کا سوال کرتے ہیں۔ آمین

(الفتح الربانی مجلس ۱۷)

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اے قوم! تم اس قرآن پر ایمان لاؤ اور اس پر عمل کرو۔ اور اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو اپنے عملوں میں ریاکاری، اور نفاق نہ برتو اور مخلوق سے تعریف اور اعمال کا معاوضہ نہ چاہو۔ مخلوق میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں' اس وجہ سے مخلص کم ہوتے ہیں اور منافق زیادہ تم کس قدر اللہ تعالیٰ کی طاعت میں کسل مند ہو۔ اور دُشمن الٰہی اور اپنے دُشمن شیطان مردود کی تابعداری میں کیسے قوی اور مضبوط

ہو۔ اہل اللہ ہمیشہ اس امر کی تمنا کرتے رہتے ہیں کہ وہ تکلیفوں سے جو اللہ کی طرف سے دی جاتی ہیں، کبھی خالی نہ ہوں وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے تکلیفوں اور قضاوقدر کے برداشت کرنے میں دُنیاوآخرت میں بڑی بہتری ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اس کے تصرفات اور تبدیلیوں میں موافقت کرتے رہتے ہیں کبھی صبر میں اور کبھی شکر میں، کبھی قرب میں اور کبھی دوری میں، کبھی تکلیف میں اور کبھی راحت میں، کبھی امیری میں اور کبھی فقیری میں، کبھی عافیت میں اور کبھی مرض میں، ان کی تمام تر آرزوئیں اپنے قلبوں کی حق عزوجل کے ساتھ حفاظت کرنا ہے اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ امر یہی قابلِ اہتمام ہے وہ اپنی اور خلق کی سلامتی کی حق عزّ وجل کے ساتھ رہ کر تمنا کرتے ہیں اور ہمیشہ حق عزّ وجل سے خلق کی بہبودی کا سوال وتمنا کرتے رہتے ہیں۔ (م ۔ ۱۸)

اے کم عقل! تیرا پڑوسی فقیر ہے۔ اور تیرے اہل وعیال فقیر ہیں اور تیرا مملوکہ مال ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے اور تجھے ہر دن نفع پر نفع ہوتا ہے اور تیرے پاس اس قدر مال ہے جو تیری حاجت سے زیادہ ہے۔ پس ایسی حالت میں تیرا اپنا پڑوسی واہل کو عطا سے منع کر دینا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تو اُن کے فقر پر راضی ہے لیکن جب کہ تیرا نفس اور تیری خواہشات اور تیرا شیطان تیرے پیچھے لگا ہے۔ تو بلا شک فعلِ خیر تیرے لیے آسان نہیں۔ اس سے دوری اختیار کر، تیرے ساتھ حرص کی قوت وآرزو کی کثرت اور دُنیا کی محبت اور ایمان کی قلت ہے تو نفس ومال اور خلق کی وجہ سے مبتلائے شرک ہے۔ اور تجھ کو اس کی خبر نہیں کہ جس کی دُنیا میں رغبت زیادہ ہوئی اور دُنیا میں اس کی حرص بڑھی اور جو موت کو اور حق عزّ وجل سے ملنے کو بھول گیا اور جس نے حلال وحرام میں فرق نہ کیا پس تحقیق وہ ان کافروں کے ساتھ مشابہ ہو گیا۔ جنہوں نے کہا ہماری زندگی محض دُنیا ہی کی زندگی ہے۔ ہم مرتے اور جیتے ہیں اور نہیں ہلاک کرتا ہے ہم کو مگر زمانہ۔

گویا تُو بھی اُنہیں میں سے ایک فرد ہے اور لیکن تو نے اسلام کا زیور پہن لیا ہے اور کلمہ شریف پڑھ کر اپنا خون محفوظ کر لیا ہے۔ اور نماز روزہ میں عادتاً مسلمانوں کے ساتھ

موافقت کر لی ہے نہ کہ عبادت سمجھ کر نماز اور روزہ کو اختیار کیا ہے۔ تو لوگوں کے سامنے اپنا متقی ہونا ظاہر کرتا ہے، حالانکہ تیرا قلب فاجر ہے۔ ایسا کرنا تجھے کیا نفع دے گا۔
(الفتح الربانی مجلس ۱۸، ص ۲۱۱)

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے سائل کو دیا کرتے تھے اور اُونٹنی کو چارہ کھلاتے تھے۔ اور بکری کا دُودھ دوہتے تھے۔ اور اپنی قمیض اپنے ہاتھ سے سیا کرتے تھے۔ تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا کیسے دعویٰ کرتے ہو، حالانکہ تم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سب میں مخالف ہو۔ اور تمہارا دعویٰ بڑا لمبا چوڑا ہے۔ جس کا کوئی گواہ نہیں، مثل مشہور ہے۔ یا تو تُو خالص یہودی بن جا ورنہ توریت پر اتنا فریفتہ نہ ہو۔ میں اِسی طور سے تجھ کو کہتا ہوں، یا تو تو اسلام کی پوری شرطیں بجالا۔ (وَاِلَّا فَلَا تَقُلْ اَنَا مُسْلِمٌ) ورنہ اپنے آپ کو مسلمان مت کہہ تمہارے اُوپر اسلام کی شرطوں کو بجالانا لازم ہے۔ (الفتح الربانی مجلس ۱۸)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، مسلمان کے لیے وہ مقدار کفایت کرتی ہے جو کہ بکری کے بچہ کے لیے ایک مٹھی خراب چھوارے اور ایک گھونٹ پانی۔ مومن قُوْت لَا یَمُوْت کھاتا ہے اور مثل زادِ راہ کے لیتا ہے۔ اور منافق خوب مزے اُڑاتا ہے۔ مومن تھوڑا اس لیے کھانا لیتا ہے کہ وہ ابھی راستہ میں ہے۔ منزل پر نہیں پہنچا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ منزل میں اس کے لیے تمام حاجت کی چیزیں موجود ہیں۔ اور منافق کے لیے نہ کوئی منزل ہے نہ اس کا کوئی مقصد۔ تمہارے دِنوں اور مہینوں میں بہت تقصیر و کوتاہی ہے۔ تم بلا نفع عمریں کیوں ضائع کر رہے ہو۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ دُنیا میں تم کوتاہی نہیں کرتے اور اپنے دینوں میں تم کوتاہی کر رہے ہو۔ اس کے برعکس معاملہ کرو۔ اچھے رہو گے۔ دُنیا کسی کے پاس باقی نہیں رہی ہے۔ اِسی طور سے تمہارے پاس بھی باقی نہیں رہے گی۔ (الفتح الربانی مجلس ۱۸، ص ۲۱۴)

سُلطان الفقراء امام الاولیاء حضور سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز

فرماتے ہیں اے موحدین اے مشرکین! تمہارے ہاتھ میں مخلوق میں سے کوئی شے نہیں ہے۔ سب کی سب مخلوق عاجز ہے بادشاہ اور غلام اور سُلطان اور ان پر مسلط ہونے والے امیر اور فقیر کُل کے کُل تقدیر الٰہی کے قیدی ہیں سب کے قلب اس کے قبضہ میں ہیں وہ جیسے چاہتا ہے ان کو اُلٹ پلٹ کرتا رہتا ہے، اس کی مانند کوئی شے نہیں اور وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ تم اپنے نفسوں کو موٹا نہ کرو۔ پس بہ تحقیق وہ تم کو کھالیں گے، جس طرح کوئی شکاری کُتا پالے اور اس کی پرورش کرے اور اس کو موٹا کرے اور تنہا اُس کے ساتھ رہے بس یہ امر یقینی ہے کہ وہ کُتا اس کو کھالے گا تم نفس کی باتوں کو ڈھیل نہ دو اور اُس کی چھریوں کو تیز نہ ہونے دو۔ بلاشک وہ تم کو ہلاکت کے جنگلوں میں پھینک دے گا۔ اور تمہیں دھوکا دے گا، تم اس کے مادوں کو قطع کردو اور نفسوں کو اُن کی خواہشوں میں نہ چھوڑو۔

اے اللہ! ہمارے نفوس پر ہماری مدد فرما اور ہم کو دُنیا و آخرت میں بھلائیاں اور نیکیاں عطا فرما۔ ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا۔ آمین (الفتح الربانی مجلس ۱۸)

آپ فرماتے ہیں! اے قوم! تمہارے نفس خُدائی کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ تمہیں اس کی خبر ہی نہیں۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ پر حکم چلاتے ہیں۔ اور جس کام کو خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ نفس اس کا خلاف کرتے ہیں۔ اور خدا کے دشمن شیطان مردود کو دوست رکھتے ہیں اور خدا کو دوست نہیں رکھتے۔ اور جب تقدیری امور آتے ہیں تو ان کی موافقت نہیں کرتے اور نہ ان پر صبر کرتے ہیں۔ بلکہ جھگڑا اور نزاع کرتے ہیں ان کو خدا کے سامنے سر جھکانے کی خبر ہی نہیں۔ محض نام نفسوں کو نفع نہ دے گا اور نہ اس پر نفع عطا ہوگا۔
(الفتح الربانی مجلس ۱۹)

"تم اہل اللہ کے کام سے جس میں وہ مشغول رہتے ہیں غافل و اندھے ہو۔ تم نفسوں کی خاطر جو کہ تمہارے دُشمن ہیں، روشنی کو اندھیرے سے ملاتے ہو۔ تم اپنی عورتوں کو، خدا تعالیٰ کو ناکوش کر کے راضی کرتے ہو۔ مخلوق میں ایسے بہت سے ہیں جو اللہ کی رضا

مندی پر جورو اور بال بچوں کی رضا مندی کو مقدم کرتے ہیں۔ میں تیری حرکات وسکنات اور تمام ہمت کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب تیرے نفس اور بیوی اور اولاد کے لیے ہیں۔ اور حق عزّ وجل کی تیرے پاس خبر ہی نہیں۔

تجھ پر افسوس! تیرے کھانے میں ٹوٹا ہوا کانچ ہے۔ اور تو اُسے کھا رہا ہے اور تُجھے اپنے غلبہ شہوت اور قوتِ حرص وخواہشات کی شدت کی وجہ سے اس کا بھی علم نہیں۔ ایک گھڑی کے بعد وہ تیرے معدہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور تو ہلاک ہو جائے گا۔ تیری کل بلائیں تیرے خدا کی دوری اور غیر خدا کو اختیار کر لینے کی وجہ سے ہیں۔ اگر تو مخلوق کا امتحان لیتا جانچتا تو البتہ تو ان کو دشمن سمجھتا ہے اور ان کے خالق کو اپنا دوست بناتا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے امتحان لے لے۔ اس کو دُشمن سمجھنے لگے گا۔ تیری دوستی دُشمنی تو بغیر جانچ وامتحان کے ہے جانچ تو عقل کرتی ہے۔ تجھے تو عقل ہی نہیں۔ جانچ تو قلب کرتا ہے۔ تیرا تو قلب ہی نہیں۔ قلب ہی سوچتا، نصیحت پکڑتا اور عبرت حاصل کرتا ہے۔

اللہ عزّ وجل نے فرمایا ہے۔ اس قرآن میں ان کے لیے نصیحت ہے۔ جن کا قلب ہو یا وہ اس کو کان لگا کر حضورِ قلب سے سُنیں۔ عقل ہی منقلب ہو کر قلب اور قلب منقلب ہو کر سرّ اور سرّ منقلب ہو کر فنا اور فنا منقلب ہو کر وجود بن جاتی ہے"۔

(الفتح الربانی مجلس ۱۹، ص ۲۱۹)

"تو جاہلوں کے ساتھ میل جول اور عورتوں اور بچون کے ساتھ خلوت نشینی سے بچ، مشائخین، متقین کی صحبت اختیار کر اور جاہل نوجوان کی صحبت سے بھاگ، قوم سے ایک کنارا ہو کر کھڑا ہو جا پس اِن میں سے جو کوئی بھی تیری طرف آئے تو اُن کا طبیب ومعالج بن جا (شیخ کی اجازت سے اور راہ سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد ہی دوسروں کی رہنمائی کی جا سکتی ہے۔ یہ نہیں کہ ہر کوئی اس قابل ہے آج کل تو شریعت کے باغی، بے نماز، بے ریش اور راہِ سلوک سے ناآشنا بھی پیر و مرشد بنے پھرتے ہیں جن کا

مقصد صرف پیٹ پوجا ہے۔اندھا پیر اور اندھی عقیدت)

تو خلق کے لیے ایسا ہو جا جیسا کہ شفیق باپ اپنی اولاد کے لیے (باپ اپنا فرض سمجھ کر اولاد کی پرورش کرتا ہے۔اولاد کا بھی فرض ہے باپ کی خدمت کرے۔

ہر کہ خدمت کرد اور مخدوم شُد

ہر کہ خود را دید اُو محروم شُد

''اللہ عزّ وجل کی اطاعت زیادہ کر بے شک اس کی اطاعت اُس کا یاد کرنا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ عزّ وجل کی اطاعت کی اُس نے بے شک اللہ کو یاد کیا۔اگر چہ اُس کی نماز روزہ اور قراٴتِ قرآنِ مجید کم تر ہی ہو اور جس نے اُس کی نافرمانی کی وہ بے شک اللہ کو بھول گیا اگر چہ اُس کی نماز اور روزہ اور قراٴتِ قرآن مجید بہت زیادہ ہو۔

مومن اپنے رب عزّ وجل کے لیے تابعداری کرنے والا، اس کے ساتھ موافقت کرنے والا صبر کرنے والا ہوتا ہے۔وہ اپنی لذتوں اور کلام، اپنے طعام اور لباس اور تمام تصرفات کے وقت توقف کرتا ہے۔اور منافق ان تمام حالتوں میں کسی طرح بھی پرواہ نہیں کرتا۔(م۔۲۴)

''اے جہالت کے قدموں پر زاہد بننے والو! سُنو اور تصدیق کرو اور تکذیب نہ کرو۔اس زُہد کو سیکھو تا کہ تم اپنی جہالت کی وجہ سے تقدیر کا رَدّ نہ کرنے لگو۔جو شخص کہ علم سے جاہل ہو اور اپنی رائے پر استغنا کرنے والا اور نفس و خواہش و شیطان کے کلام کو قبول کرنے والا ہو۔پس وہ ابلیس کا بندہ اور تابعدار ہے اُس نے شیطان کو اپنا شیخ و مرشد بنالیا ہے۔

اے جاہلو! اے منافقو! تمہارے قلب کس قدر تاریک ہو گئے اور تمہاری بوئیں کس قدر گندی ہو گئی ہیں اور تمہاری زبان درازی کلام کی سختی کس قدر بڑھ گئی ہے اُن تمام فضول باتوں سے جن میں مبتلا ہو توبہ کرو۔اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ان اولیاء کے بارے میں

جن کو اللہ دوست رکھتا ہے۔اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔ پر طعن کرنا چھوڑ دو۔

(الفتح الربانی مجلس ۲۵

آپ فرماتے ہیں! اے بیٹے! تو اپنے قلب کی اُکل حلال سے صفائی کر لے تو اپنے رب کو پہچان لے گا۔تو اپنے لقمہ اور اپنے لباس اور قلب کو صاف کر لے تو تصوف میں خود صاف ہو جائے گا تصوّف لفظ صفا سے مشتق ہے نہ کہ صوف پہن لینے سے۔

سچا صوفی جو اپنے دعویٰ تصوف میں صادق ہوتا ہے۔اپنے قلب کو ماسویٰ اللہ سے صاف کر لیتا ہے۔اور یہ تصوف ایسی چیز ہے جو محض کپڑے کو رنگ برنگ کرنے اور چہروں کو زرد کر لینے اور کندھوں کے ہلانے اور زبان سے صالحین کی حکائتیں بیان کر دینے اور تسبیح و تہلیل میں اُنگلیاں ہلانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے حصول کے لیے حق عزّ وجل کی سچی طلب اور دُنیا سے بے رغبتی اور خلق کا قلب سے نکال ڈالنا اور اُس کو ماسویٰ اللہ سے خالی کر لینا ضروری ہے۔(الفتح الربانی مجلس ۲۵،ص ۲۷۰

صوفی، با صفا، باحیا، بالقا، تارکِ ما سویٰ
صدق واخلاص، ذکر و فکر وظیفہ صبح ومسا

(ناسک)

ارشاداتِ

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

(قسط اوّل)

حضرت شیخ قدس سرہ اپنے ہر وعظ کا افتتاح (ابتداء) اس خطبہ سے فرماتے تھے۔

''حمد اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے جو تمام جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کلمہ کو تین بار کہتے اور ہر بار فرمانے کے بعد کچھ سکوت کرتے۔ اور پھر یہ کلمات کہتے تھے اتنی حمد جو اس کی مخلوقات کی شمار اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے نفس کی خوشنودی (یعنی اپنی ذات کی رضا) اس کے کلمات کے برابر اور اس کے عالم کی حد کے موافق اور سب چیزوں کے برابر اور جن کو اس نے پیدا کیا اور بنایا اور اگایا ہے وہ غائب وحاضر کا جاننے والا ہے۔ نہایت رحم فرمانے والا ہے' مہربان ہے' بادشاہ ہے' غایت درجہ پاک ہے سب پر غالب اور حکمت والا ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سدا زندہ رہنے والا ہے کہ فنا نہ ہوگا اسی کے دستِ قدرت میں سب طرح کی بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور میں صدقِ دل سے اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جن کو اس نے ہدایت اور دینِ برحق عطا فرما کر بھیجا تا کہ سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی گزرے۔ یا اللہ! رحمتِ کاملہ نازل فرما محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ امام اور امت اور حاکم اور رعیت کی حفاظت کر۔ نیکی کاموں کی ان کے دلوں

میں الفت ڈال اوران میں ایک کا شر دوسرے سے دور فرما۔ یا اللہ! تو ہمارے باطنی حالات سے واقف ہے پس ان کی اصلاح کر اور ہماری حاجتوں سے آگاہ ہے پس ان کو پورا فرمادے تو ہمارے گناہوں سے واقف ہے۔ پس ان کو چھپالے۔ ممنوع چیز ہم کو نہ دکھا۔ جس چیز کا امر ہے اس سے الگ نہ کر۔ ہمیں اپنی یاد (ذکر) نہ بھلا اور ہم کو اپنی سزا سے نڈر نہ کیجئو۔ ہم کو اپنے غیر کا محتاج نہ بنا اور غافلوں میں ہمیں شامل نہ کر۔ یا اللہ! نیکی ہمارے دل میں ڈال دے۔

اور ہمیں ہمارے نفسوں کی شرارتوں سے بچا۔ اپنے غیر سے چھڑا کر ہمیں اپنے ساتھ مشغول رکھ اور جو چیز تجھ سے ہمارا تعلق توڑنے والی ہے اس کے تعلق کو ہم سے قطع کردے اپنا ذکر اور شکر اور اچھی عبادت کا ہم کو الہام فرما (ہمارے دل میں ڈال) پھر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ دائیں طرف توجہ فرماتے اور کہتے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو کچھ اس نے چاہا (وہ ہوکر رہا) ہم میں نہ زور ہے نہ طاقت مگر اللہ تعالیٰ برتر و بزرگ کی مدد سے اس کے بعد آپ سامنے کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے تھے اسی طرح اور بائیں طرف بھی اسی طرح مناجات کرتے تھے اسکے بعد یہ کہتے ہماری خبریں آشکار نہ فرمانا ہمارے بھیدوں کو ظاہر نہ کر (ہمارے رازوں کو افشاء نہ فرما) ہمارے بُرے عملوں کے باعث مواخذہ نہ کر۔ ہماری زندگی غفلت میں نہ گزرے اور ہم کو اچانک مت پکڑیو۔ اے ہمارے رب بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر۔ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ پہلے لوگوں پر تھا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم سے اتنا بوجھ نہ اٹھوا' جس کی ہم میں طاقت نہیں۔ اور ہم کو معاف فرما اور ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ پس ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلہ میں۔'' اسکے بعد حق تعالیٰ غیبی فتوحات میں سے جو کچھ بھی آپ کی زبان پر جاری فرماتا۔ بغیر تقریر اور تمہید کے اس کا وعظ شروع فرمادیتے تھے۔

ضرورت ومقامِ مرشد

اگر تو فلاح چاہتا ہے تو شیخ کی صحبت اختیار کر جو اللہ تعالیٰ کے حکم (یعنی شریعت) اور علم (یعنی طریقت) کا جاننے والا ہو کہ وہ تجھ کو علم سکھائے اور مؤدب بنائے اور تجھ کو اللہ کے راستہ سے واقف کرے۔ مرید کو رہبر اور ہادی کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ مرید ایسے میدان میں ہے۔ جس میں سانپ، بچھو اور طرح طرح کی آفتیں' پیاس اور مہلک آفات ہیں۔

پس رہبر اس کو ان آفتوں سے بچاتا اور اس کو پانی اور پھل دار درختوں کی جگہ بتاتا رہے گا اور جب تنہا بغیر رہبر کے ہوگا تو درندوں والی پتھریلی زمین میں جا پڑے گا۔ جہاں کثرت سے درندے اور سانپ بچھو اور آفتیں ہوں گی۔ اے راہِ دُنیا کے مسافر تو قافلہ (یعنی صوفیاءِ کرام) اور رہبر اور رفیقوں سے علیحدہ نہ ہو'

ورنہ تیرا مال بھی برباد ہوگا اور جان بھی۔ اور اے راہِ آخرت کے مسافر! تو ہر وقت رہبر کے ساتھ رہ یہاں تک کہ وہ تجھ کو منزلِ مقصود تک پہنچا دے راستہ میں اس کا خادم بنا رہ۔ اس کے ساتھ حُسنِ ادب سے پیش آ۔ اور اس کی رائے سے باہر نہ نکل وہ تجھے واقف کار بنا دے گا اور خدا تعالیٰ کے قُرب میں پہنچا دے گا اس کے بعد تیری شرافت وصداقت وحذاقت دیکھ لینے کی وجہ سے تجھ کو راستہ میں نیابت عطا کرے گا یعنی تجھ کو قافلہ میں سردار اور ہلِ قافلہ کا سلطان بنا دے گا اور اپنے لشکر میں تجھ کو نائب قرار دے گا۔ پس تو سرداری پر قائم رہے گا یہاں تک کہ وہ تجھ کو تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لائے گا اور تجھ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ کر دے گا۔ پس آپ کی آنکھیں تجھ سے ٹھنڈی ہوں گی۔ پھر تجھے دلوں' باطنوں اور احوال پر اپنا نائب مقرر کر دے گا۔ (یعنی ذاتی طور پر تجھ سے قریب ہو جائے گا)' پھر تم اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان سفیر ہو جاؤ گے اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حاضر باش خدمت گار بن جائے گا۔ (فتح الربانی مجلس نمبر ۵۰)

قلب کی بیماریوں کا علاج کرنے والا

(فتح الرباني المجلس الثاني والستون)

اے بندگانِ خدا:

تم حکمت کے گھر میں ہو۔ لہٰذا واسطہ کی ضرورت ہے۔ اپنے معبود سے طبیب طلب کرو۔ جو تمہارے قلوب کی بیماریوں کا علاج کرے۔ معالج طلب کرو جو تم کو دوائیں دے اور رہبر طلب کرو جو تم کو راستہ بتائے اور تمہاری دستگیری کرے۔ خدا کے مقرب و مؤدب بندوں اور اس کے قرب کے دربانوں اور دروازہ کے آستانہ بوسوں کا قرب حاصل کرو۔'' (فتح الربانی مجلس نمبر۶۲)

بدکاروں کی صحبت سے پرہیز:

صاحبزادہ! تیرا بدکاروں کے ساتھ رہنا تجھ کو نیکوکاروں سے بدگمانی کے اندر ڈال دے گا۔ اللہ عزّ وجل کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے سایہ کے نیچے چل۔ یقیناً فلاح پائے گا۔'' (فتح الربانی مجلس نمبر۴)

اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے:

حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں'' (اے مخاطب) اللہ والوں کی صحبت اختیار کر کیونکہ ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب کسی پر نظر اور توجہ و ہمت ڈالتے ہیں تو اس کو (روحانی) حیات (زندگی) بخشتے ہیں۔ کہ جس کی طرف نظر ڈالی، اگرچہ وہ یہودی یا عیسائی یا مجوسی بھی ہو اور اگر مسلمان ہوتا ہے تو (ان کی نظر و توجہ سے) اس کے ایمان و یقین اور استقامت میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ جب قلب درست ہوتا ہے تو نظر بھی درست ہوتی ہے۔ جب قلب درست ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔ (الفتح الربانی مجلس نمبر۶۲)

رہبر کا غلام بن:

صاحبزادہ! رہبر کا غلام بن جا۔ اس کا اتباع کر اپنی سواری کو اس کے سامنے چھوڑ دے اور اس کی معیت میں چل کبھی اس کے دائیں اور کبھی اس کے بائیں اور کبھی اس کے پیچھے اور کبھی اس کے آگے اس کی رائے سے باہر مت نکل اور نہ اس کے قول کی مخالفت کر کہ ضرور تو اپنے مقصود کو پہنچ جائے گا اور اپنے سیدھے راستہ سے بہکے گا نہیں، حق تعالیٰ کو یگانہ سمجھ، کہ تیرے سارے کام بن جائیں گے اور تمام سختیاں دور ہو جائیں گی۔"

(ارشادات ص نمبر ۲۰)

خاکپائے اولیاء اللہ بن جا:

صاحبزادہ! نفس اور خواہش کو اپنے سے دور کر۔ ان مقدس لوگوں کے قدموں کے نیچے کی زمین ہو جا۔ ان لوگوں کے سامنے خاک بن جا۔ (مجلس اول ص ۹)

اہلِ فلاح کو دیکھے بغیر فلاح نہیں

''جو شخص اہلِ فلاح کو دیکھتا نہیں وہ فلاح نہیں پاتا''

قصدِ صالحین اور زیارتِ قبور:

قبروں کی زیارت ضرور کرو۔ اللہ والوں سے ارادت اور نیکی کا فعل اپنے اوپر ضروری سمجھ لو۔ اس صورت میں تمہارا کام پکا ہو جائے گا۔ (فتح الربانی مجلس ۵)

مقامِ رشد و ہدایت پر فائز ہونا:

جب حق تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو لوگوں کا رہبر، ان کا طبیب ان کا ادب سکھانے والا، ان کو مہذب بنانے والا، ان کا ترجمان، ان کو ترانے والا، ان کا میل کچیل کھرچنے والا، ان کا چراغ اور ان کا آفتاب بنا دیتا ہے۔ پس اگر بندہ سے یہ (ارشاد و تربیت کا) کام لینا چاہتا ہے تو ایسا ہوتا ہے۔ ورنہ اس کو اپنے پاس چھپا لیتا ہے اور اپنے اغیار سے غائب کر لیتا ہے۔ (کہ کسی کو اس کا پتہ ہی نہیں چلتا) اس قسم کے

اولیاء اللہ میں سے خاص لوگ ہیں جو مخلوق کی طرف پوری حفاظت اور کامل سلامتی کے ساتھ اللہ کی طرف سے واپس آئیں۔ ان کو مخلوق کی اصلاح اور ہدایت کی توفیق ہوتی ہے۔ (فتح الربانی مجلس ۵)

اپنے دل' باطن اور اعمال کا آئینہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بنایئے:

حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا بیٹا! مجھے اپنا آئینہ بنا۔ اپنے دل اور باطن اور عملوں کا آئینہ بنا۔ مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ کیونکہ قرب کی حالت میں تم اپنے نفس میں ایسی چیز دیکھو گے جو مجھ سے دور رہ کر نہیں دیکھی ہے۔ اگر تمہیں اپنے دین کے بارے میں کوئی سوال پوچھنا ہے تو مجھ سے دریافت کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق تمہیں مخالفت کا موقع نہ دوں گا۔ دین کے بارے میں حیا کرنا میرا کام نہیں ہے میں ایسے سخت ہاتھوں سے پرورش کیا گیا ہوں جو نہ منافق تھے نہ طالبِ عوض۔ اپنی دُنیا کو اپنے گھر میں چھوڑ اور میرے قریب آ۔ (الفتح الربانی مجلس ۵)

فلاح والوں کی تلاش کرتے رہو:

''اس کوشش میں رہو کہ کوئی فلاح والا ملے تا کہ اس کے طریقے (راہ طریقت) سے تم بھی فلاح پاؤ۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ جس نے فلاح والے کو نہ دیکھا (یعنی اس کی صحبت اور طریق سے فائدہ حاصل نہ کیا) اس کو فلاح نہ ملی۔ تم نجات والے کو دیکھتے ہو مگر سر کی آنکھوں سے' اپنے دل' باطن اور ایمان کی آنکھ سے نہیں دیکھتے۔ ایمان تو تمہارے پاس ہے ہی نہیں' نگاہِ بصیرت کہاں سے لاؤ گے' جس سے نجات والے کو دیکھ سکو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے پس آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں' بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (فتح الربانی مجلس ۶)

صُحبتِ مشائخ ضروری ہے:۔

تجھے پہلے' مشائخِ عظام کی صحبت' طبیعت اور نفس کو قتل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے سوا

(یعنی ماسوی اللہ) کو قتل کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے مشائخِ عظام کے دروازے کو لازم پکڑ۔ فیضِ صحبت اٹھا کر ان سے الگ ہو کر تنہا اپنے حق عزّ وجل کے ساتھ عبادت خانہ میں بیٹھ پھر جب یہ حالت کامل ہو جائے گی تب تُو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کے لیے دوا ہادی وہدایت یافتہ بن جائے گا۔" (فتح الربانی مجلس ۸)

انبیاء اولیاء سے روگردانی؟:

اے دُنیا میں مشغول رہنے والو! ان مقامات میں گفتگو کرنا چھوڑو (تمہیں کلام کرنے کا کوئی حق نہیں ہے) کیونکہ تم گفتگو کرتے ہو اپنی زبانوں سے نہ کہ اپنے قلوب سے تم روگرداں ہو اللہ عزوجل سے اس کے کلام سے اس کے نبیوں سے اور انبیاء کے سچے متبعین سے جو ان کے جانشین اور وصی ہیں۔ (فتح الربانی مجلس ۹)

اللہ تعالیٰ اور محبوبانِ الٰہی سے نیک گمان فلاح کا سبب ہے:

"جو شخص اللہ عزّ وجل اور اس کے نیک بندوں کے ساتھ اچھا گمان نہ رکھے اور ان کے سامنے تواضع نہ کرے اس کو فلاح نصیب نہ ہوگی۔" (مجلس ۱۴)

مشائخ کے ساتھ حُسنِ ادب:

"مشائخ کا حُسنِ ادب وہی کر سکتا ہے جو ان کا خادم رہ چکا ہو اور ان کے کسی قدر ان حالات سے جو اللہ عزوجل کے ساتھ ہیں آگاہ ہو چکا ہو۔" (فتح الربانی۔ مجلس ۱۵)

صالحین کی خدمت:۔

اگر تجھ سے ہو سکے کہ صالحین کی خدمت میں رہے تو ضروری ایسا کر کہ یہ تیرے لیے دُنیا و آخرت میں بدرجہا بہتر ہے۔" (فتح الربانی۔ مجلس ۱۶)

مقام اولیاء:

طالبانِ حق اور اس کی ارادت میں سچے تو بہت ہی کم ہیں کہ کامیابی نایابی میں کبریتِ احمر جیسے ہیں اس درجہ شاذ و نادر ہیں کہ ایک آدھ ہی پایا جاتا ہے۔ وہ کنبوں

قبیلوں میں سے ایک ایک دودو ہیں وہ معدن ہیں زمین میں۔ بادشاہ ہیں زمین کے۔ کوتوال ہیں شہروں اور باشندوں کے ان کے طفیل مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور ان پر بارشیں برستی ہیں ان کی برکت سے حق تعالیٰ آسمانوں سے پانی برساتا ہے ان کی وجہ سے زمین روئیدگی لاتی ہے وہ اپنے ابتداء حال میں بھاگتے پھرتے ہیں ایک پہاڑ کی چوٹی سے دوسری چوٹی پر۔(مجلس ۱۲)

راستہ سے پہلے رفیق کی تلاش:

گھر سے پہلے ہمسایہ، طریق سے پہلے رفیق طلب کرو۔(فتح الربانی۔ مجلس ۱۷)

خدمت مشائخ:

ان مشائخ کی خدمت کرو جو علم کے عامل ہیں کہ وہ تم کو تمام چیزوں کی اصل حالت کی پہچان کروائیں گے(مجلس ۲۰)

دُنیا وآخرت کے بادشاہ:

ایمان اور تصدیق کو اور اہل اللہ کو جھٹلانے اور ان سے منازعت کے چھوڑنے کو ضروری سمجھو۔ تم ان سے منازعت نہ کرو کہ وہ بادشاہ ہیں دُنیا اور آخرت میں وہ مالک ہوئے قربِ خداوندی کے پس مالک ہو گئے جملہ ماسوا کے حق تعالیٰ نے ان کے قلوب (دلوں) کو غنی کر دیا۔ اور اپنے قرب اور اپنے ساتھ اُنس اور اپنے انوار وکرامت سے ان کو لبریز کر دیا ہے ان کو پرواہ نہیں ہوتی کہ دُنیا کس کے ہاتھ میں جاتی ہے اور کون اس کو کھاتا ہے وہ دُنیا کے شروع کو نہیں دیکھتے۔''(فتح الربانی۔ مجلس ۲۲)

اہلِ دل کی صحبت:

اہلِ دل کی صحبت اختیار کر تاکہ تو بھی صاحبِ دل ہو جائے تیرے لیے شیخ کی (اشد) ضرورت ہے جو سمجھدار اور حکمِ خداوندی کی تعمیل کرنے والا ہو کہ تجھ کو مہذب بنائے علم پڑھائے اور نصیحت کرے''(مجلس ۲۲)

اُستاذِ معرفت:

تم پہلے لوگوں کے راستے سے الگ جا پڑے تمہارے اور ان کے درمیان کوئی نسبت نہ رہی تم اپنی رائے پر قناعت کر بیٹھے اور اپنے لئے استاد نہ بنایا جو تجھ کو معرفت اور ادب سکھلاتا۔" (مجلس ۲۴)

عرفانِ احوالِ صالحین:۔

اے بیٹا جب تک دُنیا کی محبت تیرے دل میں رہے گی صالحین کے احوال میں سے کچھ بھی تو نہ دیکھ سکے گا۔" (مجلس ۲۹)

معیتِ اولیاء:

اپنے نفس، اپنی خواہش اور اپنے وجود کی کدروتوں سے صفائی پانے کے بعد اہل اللہ کا ساتھ اختیار کر کہ ان کی تائیدات سے تیری بھی تائید ہوگی اور ان کی بینائی سے تو بھی بینائی پائے گا۔ جیسا ان پر فکر کیا جاتا ہے اسی طرح تجھ پر بھی فکر کیا جائے گا۔ (مجلس ۳۱)

انبیاء کے وارث:

علم کتابوں سے حاصل نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ مردوں کے منہ سے حاصل ہوا کرتا ہے۔ وہ مرد کون؟ مردانِ خدا، متقی، تارک الدُنیا، وارثِ انبیا' صاحبانِ معرفت باعمل اور مخلص بندے جو چیز تقویٰ کی غیر ہے وہ ہوس اور امر باطل ہے۔ ولایت دُنیا اور آخرت میں اہلِ تقویٰ ہی کی ہے۔ دُنیا اور آخرت میں بنیاد اور تعمیر ان ہی کے لیے ہے حق تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف تقویٰ شعار' نیکو کار' صابروں ہی کو محبوب رکھتا ہے اگر تیری طبیعت درست ہوتی تو ان کو تو پہچانتا اور محبوب سمجھتا اور ان کی صحبت اختیار کرتا۔

(فتح الربانی مجلس ۳۸' ص ۳۵۲)

عارفانِ حق کے ساتھ حسنِ ظن:

توریت میں لکھا ہے کہ جس شخص کا علم بڑھے تو چاہئے کہ درد بڑھے۔ وہ درد کیا

ہے؟ حق تعالیٰ کا خوف اور اس کے اور اس کے بندوں کے سامنے عاجزی' جب تجھ کو علم نہ ہو تو اس کو حاصل کر۔ جب تجھ میں علم نہ ہوگا نہ عمل نہ اخلاص اور نہ ادب نہ مشائخ کے ساتھ حُسنِ ظن تو پھر تجھ کو کوئی چیز کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ (مجلس ۳۸)

اتباعِ مشائخ:

میں (شیخ سید عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) مشائخ کے کلام اور اُن کی سختی و درشتی سے بھاگتا نہ تھا۔ بلکہ گونگا اور اندھا بن جایا کرتا تھا۔ ان کی طرف سے مجھ پر آفتیں ٹوٹا کرتی تھیں اور میں خاموش رہتا تھا۔ اور تو ان کے کلام پر صبر نہیں کرتا اور چاہتا یہ ہے کہ فلاح پائے' نہیں ہرگز عزت حاصل نہ ہوگی جب تک تو تقدیر کی موافقت نہ کرے گا۔ خواہ وہ تیرے فائدہ کے متعلق ہو یا نقصان کے اور جب تک اپنے حصہ اور نصیب میں مشائخ کی طرف الزام قائم کرنا چھوڑ کر ان کی صحبت اختیار نہ کرے گا (کہ مشائخ سے اگر نفع نہ پہنچے تو اپنا قصور سمجھے ان کا نقصان یا بخل نہ سمجھے۔) اور جب تک جملہ حالتوں میں مشائخ کا اتباع اور ان کی موافقت نہ کرے گا اس وقت تک فلاح نہ پائے گا۔ (مجلس ۳۸)

تلاشِ اَوْلیا اللہ اور متقدمین:

پہلے لوگ اولیاء اور صالحین کی طلب میں مشرق و مغرب کا چکر لگاتے تھے' وہی لوگ (اولیاء صالحین) دلوں اور دین کے طبیب ہیں اور جب ان سے کوئی مل جاتا تو اپنے دین کی دوا اس سے طلب کرتے تھے اور تمہاری آج یہ حالت ہے کہ تمہارے نزدیک سب سے زیادہ دشمنی کے قابلِ فقہا' علماء اور اولیاء ہی ہیں جو ادب اور علم سکھانے والے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ دوا تمہارے ہاتھ نہ لگے۔ (مجلس ۳۹)

مشائخِ باعمل کو حقیر نہ سمجھو:

علم پر عمل رکھنے والے مشائخ کو حقیر نہ سمجھو۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں اور اس کے بندوں میں ان نیکوں کاروں سے واقف نہیں ہو جو اس کی معیت میں قائم اور

اس کے افعال پر راضی رہنے والے ہیں۔'' (مجلس ۳۹)

جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان:

جب تک تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرے گا کسی قسم کی بھی فلاح تجھ کو نصیب نہ ہوگی بعض اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ''جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔'' جو مشائخ کتاب وسنت کے عالم اور اس پر عامل ہیں ان کا اتباع کرو اور ان سے حُسنِ ظن رکھو۔ اور ان سے سیکھ اور ان کے سامنے ادب اور ان کے پاس نشست و برخاست کو اچھا بناؤ (یعنی حسنِ ادب اور حسن معاشرت سے پیش آؤ) یقیناً فلاح پاؤ گے جب تو نہ کتاب وسنت کا اتباع کرے گا اور نہ مشائخ کا جن کو کتاب وسنت کی معرفت حاصل ہے۔ تو کبھی فلاح نہ پائے گا کیا تو نے نہیں سنا کہ جو اپنی رائے کے ساتھ بے پرواہ ہوا وہ گمراہ ہوا۔ جو تجھ سے زیادہ واقف ہے اس کی صحبت سے اپنے نفس کو مہذّب بنا۔ (مجلس ۳۹)

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ عمر بھر صالحین کے خادم بنے رہے:

اپنے دلوں سے مجھ پر الزام دور کرو کہ میں نہ لغو گو ہوں اور نہ طالب دُنیا۔ میں حق بات کہتا ہوں اور حق پر اشارہ کرتا ہوں میں عمر بھر صالحین کے ساتھ حُسنِ ظن کر کے ان کا خدمت گذار رہا۔ یہی چیز مجھے نفع دے رہی ہے۔ (مجلس ۴۲)

شیخ حکم وعلم

مشائخ دو قسم کے ہیں ایک شیخ حکم (شیخ شریعت) اور ایک شیخ علم (شیخ معرفت) شیخ حکم تجھ کو مخلوق کے دروازہ پر لے جائے گا (کہ معاملات ومداراۃ اور پر لطف زندگی کا طریقہ سکھائے گا) اور شیخِ معرفت تجھ کو قرب خداوندی کے دروازہ کا راستہ بتائے گا...... شیخ شریعت کا خادم بن۔ یہاں تک کہ وہ تجھ کو شیخ طریقت کے پاس پہنچا دے۔ (مجلس ۴۴)

خدمت علمائے باعمل:۔

علم اور علمائے باعمل کا خادم بن اور اس پر صبر کر (یعنی اس پر جمارہ) مجلس ۴۵)

غلامئ اولیاء:

بیٹا ! اللہ والوں کا غلام بن جا' کیونکہ دُنیا اور آخرت ان کی خادم بن جاتی ہیں۔(مجلس ۴۵)

دُردِ جامِ اوُلیاء:

اے قوم! اولیاء اللہ کا بچا کھچا کھالو اور جو کچھ ان کے برتنوں میں بچ رہا ہے اس کو پی جاؤ۔(مجلس ۴۷)

امراضِ باطنی کے طبیب:

اے باطن کے مریض ! دوا حاصل کر اور یہ دوا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے سوا کہیں نہ ملے گی ان سے دوا لے اور اس کا استعمال کر کہ تجھ کو دائمی صحت اور ابدی عافیت نصیب ہوگی۔(مجلس ۴۷)

شیخ جاہل:

بیٹا! ایسے شخص کی صحبت میں رہ کہ جو تیرے نفس کے جہاد پر مدد کرے ایسے شخص سے نہ مل کہ جو تیرے خلاف مدد کرے اگر تم جاہل ریا کار' حرص اور ہوس والے پیر کی صحبت میں رہو گے تو وہ تمہارے نفس کا مددگار ہوگا۔مشائخ کی صحبت دُنیا کے لیے نہیں اختیار کی جاتی، بلکہ آخرت کے لیے کی جاتی ہے اگر شیخ حرص اور ہوس کا بندہ ہے اس کی صحبت (اس کا مریدی) دُنیا کے لیے ہوگی اور جب صاحب دل ہوگا تو اس کی صحبت آخرت کے لیے ہوگی اور جب صاحب باطن ہوگیا تو اس کی صحبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی۔(مجلس ۴۹)

سچّوں کی معیت:

سچّوں کا ساتھی بن۔ یہاں تک کہ جو معاملہ ان کے ساتھ ہوا ہے تیرے ساتھ بھی ہو۔ اپنے اقوال اور افعال میں سچائی اختیار کر اور سب احوال میں صبر کر۔ (مجلس ۴۹)

ذریعہ نجات ہے شیخ کامل:

اگر نجات چاہتا ہے تو ایسے شیخ کی صحبت اختیار کر جو اللہ کے علم کا عالم اور تجھے اس کا علم اور ادب سکھائے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ بتائے مرید کے لیے راہبر اور ہادی کی ضرورت ہے۔'' مجلس ۵۰)

اولیاءاللہ باطنوں کے محافظ:

اولیاءاللہ دِلوں اور باطنوں کے محافظ ہیں غیر کو ترک کر کے اللہ کے ساتھ قائم ہیں اللہ کے لیے عمل کرتے ہیں۔ غیر کے لیے نہیں۔ منافق تجھے اس گروہ کی کیا خبر ہے' نہ ایمان کی خبر اور نہ اُنسِ حقانی کی خبر ہے۔ عنقریب مرے گا اور موت کے بعد رُسوا ہوگا۔ (مجلس ۵۱)

مردانِ خدا سے علم کا حصول:

اے نادان! اپنے ہاتھ سے کتاب پھینک اور ادھر آ۔ میرے سامنے سر کے بل بیٹھ (اور سرنگوں ہو کر بہ توجہ سن) علم مردانِ خدا کے دہن سے حاصل ہوا کرتا ہے۔ تصوف کی کتابوں سے نہیں ہوتا۔ حال سے ہوتا ہے قال سے نہیں ہوتا۔ (مجلس ۵۱)

ولیوں اور ابدالوں پر تہمت دھرنا درست نہیں:

اے اعتقاد کے بودے! نہ تیرے پاس دُنیا ہے اور نہ آخرت ہے یہ تیری حق تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور اس کے ان اولیاء اور ابدال پر الزام رکھنے کی وجہ سے ہے۔ جن کو حق تعالیٰ نے انبیاء کرام کا قائم مقام بنایا ہے کہ نبیوں اور صدیقوں پر (اصلاحِ امت کا) جو بوجھ رکھا تھا۔ وہی ان پر رکھ دیا ہے انبیاء کے (مقدس) اعمال اور ان کے

(پاکیزہ) علوم ان کے حوالے کیے۔ (مجلس ۵۱)

اولیائے کرام کی عدم معرفت کا سبب:

اے قوم! حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کے اولیاء کی شناخت سے جو چیز تم کو علیحدہ کیے ہوئے ہے۔ وہ تمہاری دُنیا کے ساتھ محبت' اس کی حرص اور اس کی بڑھوتری اور اس کے جمع کرنے کی خواہش ہے۔ (مجلس ۵۳)

نفس سے واقفیت کیونکر ہوتی ہے:

جو شخص اللہ کے پہچاننے والوں سے اکثر ملتا جلتا رہتا ہے۔ وہ اپنے نفس سے واقف اور اپنے پروردگار کے سامنے جھک جایا کرتا ہے۔ (مجلس ۵۴)

صُحبتِ اَوْلیاءاللہ گوشہ نشینی سے افضل:

اپنی جہالت لے کر اپنے کونہ میں مت بیٹھ۔ پہلے دین کی سمجھ پیدا کر۔ پھر گوشہ نشین بن اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ اور اس پر عمل کر پھر سب سے جدا ہو جا لوگوں میں سے خاص افراد اللہ کے عالم ہیں (یعنی اس کو جانتے ہیں) ان کی صحبت اور ان کا وعظ سننا گوشہ نشینی سے افضل ہے جب ان میں سے کسی کو دیکھ تو اس کا ہو رہے اور اس سے عملِ حق کی فقہ اور معرفتِ خداوندی سیکھ۔ (مجلس ۵۴)

اللہ والوں کی غلامی کا ثمرہ:

صاحبزادہ! اللہ والوں کا غلام بن جا اور ان کے (پاؤں کے نیچے کی) زمین اور ان کا حاضر باش خدمتگار بن جا۔ پس جب ہر وقت تو اس حالت پر رہے گا تو سردار بن جائے گا۔ جو شخص حق تعالیٰ اور اس کے نیک بندوں کے سامنے جھکتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو دُنیا و آخرت میں رفعت بخشتا ہے۔ (مجلس ۵۴)

اسلام کا جھوٹا دعویٰ:

تجھ پر افسوس! دعویٰ تو تیرا یہ ہے کہ تُو مسلمان ہے حالانکہ تو اعتراض کرتا ہے اللہ جل

جلالہ اور اس کے نیک بندوں پر تُو اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ (مجلس ۵۷)

منافق کی کوئی قدر نہیں:

اے منافق! تیری کوئی قدر نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ایسا نہ ہو جائے تجھ پر افسوس! تو نے کسی شیخ پرہیزگار زاہد اللہ کے حکم کے عالم کے ہاتھ پر تہذیب حاصل نہیں کی ہے۔

(ارشاداتِ محبوبِ سبحانی (عربی اُردو) ص ۶۰۵-۶۰۶)

مرید شیخ کے سامنے فانی ہے:

ایماندار ہمیشہ مشقت میں رہتا ہے' یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تجھ پر افسوس! میری ارادات کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھ سے اپنے مال کو چھپاتا ہے تو اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے مرید کے لئے اپنے شیخ کی نسبت نہ کرتہ نہ عمامہ اور نہ مال نہ سونا ہے وہ شیخ کے طباق پر کھاتا ہے اور جس چیز کا امر ہو کھاتا ہے وہ اس کے سامنے فانی ہے۔ اس کے امر اور نہی کا منتظر ہے اس کو علم ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اس کی مصلحتیں شیخ کے ہاتھ پر ہیں اور اس کی رسیوں میں بٹا ہوا ہے۔ (ارشادات ص ۸)

صدیقوں اور اولیاء اللہ کی کلام پر کان جھکاؤ:

''غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں تم نہیں سمجھتے ہو! توحید کے دلائل لازم پکڑو اور صدیقوں اور اولیاء اللہ کی کلام پر کان جھکاؤ کیونکہ ان کے کلمات اللہ کی طرف سے جو اس کے امر کے ساتھ بولتے ہیں' وحی کی مانند ہیں عام لوگوں' حریصوں کے امروں کی طرح نہیں ہیں۔'' (ارشادات محبوبِ سبحانی ص ۱۱)

بغیر توسُّل وصلِ حبیب مشکل ہے:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اللہ کے بندو! تم دارِ حکمت میں ہو واسطے کا ہونا بہت ضرورت ہے اپنے معبود سے طبیب کو طلب کرو کہ جو تمہارے دلوں کی مرض کا طبیب ہو علاج کرنے والا کہ تمہارا علاج کرے رہبر کہ تمہاری رہبری کرے اور

تمہارے ہاتھ پکڑے۔ (ارشادات ص ۳۲)

فرشتوں، نبیوں اور رسولوں کی روحوں کا ساتھ:

''فقیر کے لئے لازم ہے کہ قناعت کا آزار پہنے اور پرہیز کی چادر اوڑھے، یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے ملے اور صدق کے قدم کے ساتھ دوڑے۔ اللہ کے قرب کے دروازے کو طلب کرنے والا دُنیا اور آخرت، مخلوق اور وجود سے بھاگنے والا، اس کا استقبال، اللہ کی عنایت اور شفقت اور رحمت اور اس کی طرف شوق اور جذبات اور اس کی نظریں اور فخر اور نبیوں کی روحیں اور فرشتوں کے لشکر کریں گے فرشتوں، نبیوں اور رسولوں کی روحیں اس کے ساتھ ہوں گی اور اس کو حق تعالیٰ کی طرف سنواریں گی۔

(ارشادات ص ۴۹)

نائبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جب قلب صحیح اور قُربِ حق کا طالب بن جاتا ہے تو مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے اس کے درمیان حکمت و دانش کی نہریں بہادی جاتی ہیں۔ حق تعالیٰ نے یہ حضرات صلحاء دین کے پہاڑ بنادیے ہیں کہ ان میں سے بڑا تو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ ہوتا ہے اور چھوٹا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جگہ اور جو اس سے کم مرتبہ ہیں وہ تابعین کی جگہ۔ اس لیے کہ انہوں نے ان حضرات کے ارشادات کی تعمیل، قولاً'' بھی فعلاً'' بھی ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی کی ان کے ساتھ انبیاء کی آنکھیں ٹھنڈی ہیں اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ مبارک ہو اسے جو ان کی پیروی کرے اور ان کی مالی امداد کرے ان سے دُنیا اور عیال کے بوجھ ہلکے کرے (ارشادات ۵۴)

احمق کی صحبت:

جو شخص احمق کی صحبت میں رہے وہ بھی احمق ہے۔ احمق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانے اور آخرت کو ترک کر کے دُنیا کی زندگی پر کوش رہے۔ (ارشادات ۹۵)

دامنِ اولیاءاللہ میں چھپنے کے آداب:

''تیرے پاس ولایت کی کوئی خبر نہیں ہے کسی برگزیدہ اور کسی مطمئن نفس والے کا دامن پکڑ۔ اور ان سے کوئی لقمہ نہ مانگ۔ تاکہ اپنے کپڑے پہنائے اور خدمت میں کھڑے ہونے کی تجھے اجازت دیں۔ جب اس حال پر رہے گا تو امید ہے کہ تجھے اپنے قریب کرکے اپنے کلمات کا پھٹا پرانا لباس پہنا دیں اور اپنے کسی حال پر اطلاع بخشیں تیرا دل ثابت اور تیرا مقام بہتر ہوگا جب تو حقانی فیض اپنے دل کی طرف دیکھے تو اپنی آنکھیں بند کر اور عاجز ہو غیر کی طرف اس کے راز کو ظاہر نہ کرنا۔ ان کے باطنوں کے بدلنے کے سبب ان کے ظاہر بدلتے رہتے ہیں۔ اور جو مرید ان اسرار پر مطلع ہو اس پر مطلع ہو اس کو چاہئے کہ اندھا اور بہرا اور مست بن رہے۔ یہاں تک کہ جب اس کی شرافت اس کے نزدیک ظاہر ہو جائے اور ادب ثابت ہو جائے اور راز کو چھپائے تو امید ہے کہ مرید کے دل کو اپنا کوئی کپڑا پہنا دے اور اس کا ظاہر اپنے دل کے ساتھ مرید کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔ جس طرح یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں رہے تھے۔ (ارشادات محبوب سبحانی ۱۲۰)

اللہ والوں سے لپٹ جا:

غوثِ صمدانی محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ والوں سے لپٹ جا ان کے نزدیک دیوانے دُنیا کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ بیماروں کا علاج کرتے ہیں اور ڈوبے ہوؤں کو نجات دیتے ہیں اور اہلِ عذاب پر رحمت کرتے ہیں اللہ والوں کو پہچانے تو ان کے پاس رہ اور اگر تو اس کو نہ پہچان سکے تو اپنے نفس پر روتا رہ۔''

(ارشادات ص ۱۳۸، ۱۳۹)

شانِ اولیاءاللہ وولایت:

''اے قوم! اللہ ہی کے ہو رہو۔ جیسے کہ نیک بندے اسی کے ہو رہے تاکہ تم پر بھی

وہی انعام ہو جوان پر ہوا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تمہارا ہو رہے تو عبادت میں لگے رہو۔ مصیبت میں صبر کرو۔ اس کی رضا میں راضی رہو۔ امورِ الٰہی میں اپنے اور پرائے کی بابت دخل نہ دو۔ (فتح الربانی مجلس نمبر ص ۵)

امرِ الٰہی سے کلام:

(اولیاء اللہ) اللہ کے امر سے بات چیت کرتے ہیں۔ یہی ان کے واسطے مقدر ہو چکا ہے۔ تحریکِ الٰہی پر اولیاء اللہ دُنیا میں کلام کرتے ہیں جیسے قیامت کے روز سب اعضا امرِ الٰہی سے کلام کریں گے اللہ جل شانہ ان میں قوتِ کلام پیدا کرتا ہے۔ جس نے کہ ہر ایک بولنے والے میں قوتِ گویائی عطا فرمائی ہے۔ ان کو اس طرح بلاتا ہے کہ جیسے جمادات بولتے ہیں ان کے واسطے گویائی کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ جب کسی امر خاص پر ان کو بلانا مقصود ہوتا ہے تو انہیں قوتِ گویائی عنایت کر دیتا ہے۔ جب خداوند نے چاہا کہ خلقت کو عذاب سے ڈرائے اور رحمت کی خوشخبری سنائے، اتمامِ حجت کے واسطے نبیوں اور رسولوں میں قوت گویائی بخش دی۔ جب اس گروہ پاک کو اپنی طرف بلا لیا تو ان کے قائم مقام باعمل پیدا کر دیئے اور ان کو قوتِ گویائی عنایت فرمائی۔ جس سے کہ نبیوں کے نائب بن کر اصلاح کر سکیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ (فتح الربانی مجلس نمبر ۱ ص ۷-۸)

ترجمہ: (عالم نبیوں کے وارث ہیں)۔

فرش تا عرش تصرفِ اولیاء:

"وہ سرکاری دروازے کے چوکیدار ہیں۔ دعوت کے مقام پر کھڑے ہیں۔ مخلوق کو معرفتِ الٰہی کی دعوت دیتے ہیں۔ ہر وقت زندہ دلوں کو پکارتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے سلامتی والے قلوب اور راستی والی ارواح اور اے انسان اور جن اے طالبانِ مولیٰ! سرکاری (محل کے) دروازے پر آؤ۔ اپنے سچے دل اور تقویٰ اور توحید اور کامل پرہیز

گاری اور ترکِ دُنیا اور آخرت اور ماسوا اللہ اور معرفت ان سب چیزوں کے قدموں کے ساتھ (مقامات طے کرتے ہوئے) دوڑے چلے آؤ۔ اس گروہ پاک کا یہی فرضِ منصبی ہے۔ ان کا کام مخلوق کی اصلاح ہے۔ آسمان اور زمین' عرش سے لے کر فرش تک (غرض سب جگہ) ان کا تصرف جاری ہے'' (فتح الربانی مجلس ۱' ص ۹)

''یہ آخری زمانہ ہے۔ جھوٹ اور نفاق کا بازار گرم ہے اہلِ نفاق اور جھوٹے دجالوں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔'' (فتح الربانی مجلس ۱' ص ۹-۱۰)

مومن کی فراست:

''قلب کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے۔ اسی واسطے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

(مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے)۔ اے بدکار! مومن سے بچتا رہ۔ اپنے گناہوں کی نجاست سے لتھڑ کر اس کے پاس نہ جا' کیونکہ وہ ربانی نور کے ساتھ جو کچھ تجھ سے ہے' دیکھ لے گا تیرا شرک اور نفاق اس پر کھل جائے گا۔ تیری رسوائیاں اور ذلت اور تیرے بدعمل جو تیرے جامے (کپڑے یا جسم) کے نیچے پوشیدہ ہیں' سب کچھ دیکھ لے گا۔'' (مجلس ۲- ص ۱۶)

اللہ والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی:

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''اللہ والوں کے کاموں میں خوشامد نہیں۔ وہی مراد پانے والے' وہی یقین والے' خدا پرست اور اخلاص مند ہیں۔ آزمائش الٰہی اور آفتوں میں صبر کرتے ہیں۔ اس کے احسان اور نعمتوں پر شکر گزار ہیں۔ اپنی زبانوں سے' پھر دلوں سے' پھر خاص الخاص باطن سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ خلقت سے تکلیفیں اٹھا کر اس کے سامنے مسکراتے ہیں۔ ان کے نزدیک دُنیا کے بادشاہ ناکارہ' اہلِ زمین مردہ عاجز' بیمار اور تنگ دست ہیں۔ ان کے

خیال میں بہشت خراب' دوزخ کی آگ سرد' نہ زمین نہ آسمان نہ ان میں کوئی آباد ہے۔ ان کی توجہ سب سے ہٹ کر ایک ہی طرف ہوگئی۔ پہلے وہ دُنیاداروں کے ساتھ' پھر آخرت اور آخرت والوں کے ساتھ' پھر دُنیا اور آخرت کے رب اور اس کے دوستوں کے ساتھ جا ملے۔ اپنے دلوں سے خدا کے ساتھ سیر کر کے واصل ہو گئے۔ انہوں نے رستہ چلنے سے پہلے رفیق کو حاصل کر کے اپنے اور اس کے درمیان دروازہ کھول لیا۔ جب تک وہ اللہ کا ذکر کریں اللہ ان کا ذکر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یادِ الٰہی سے ان کے سب گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ غیر سے گم ہو کر ان کی ہستی ذات کے ساتھ قائم ہوگئی۔ انہوں نے خدائے پاک کا کلام سن لیا۔

(تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا میرا شکر یہ ادا کرو ناشکرے نہ بنو۔)

یادِ الٰہی کے شوق کے باعث وہ ہمیشہ ذکر میں رہتے ہیں۔ انہوں نے بعض کلمات حدیث قدسی کے ارشاد کو سنا۔ (جو شخص میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوں) اللہ والوں نے مخلوق کی محفلیں ترک کر کے یادِ الٰہی پر قانع ہو کر حق تعالیٰ کی ہمنشینی حاصل کر لی"۔ (فتح الربانی مجلس ۳۔ص ۲۱)

اولیاء اللہ اور عام خلقت میں زمین وآسمان کا فرق:

"اولیاء اللہ خلقت کے حساب سے گونگے' بہرے اور اندھے ہیں جب ان کے دل خدا کے پاس ہوتے ہیں تو غیر اللہ کو دیکھتے ہیں۔ ان کو قربت بلا تکلف حاصل ہے۔ ہیبت ان پر طاری ہوتی ہے۔ اور محبوب کے پاس محبت میں جکڑے ہوتے ہیں۔ ان کی حالت جلال اور جمال کے مابین ہوتی ہے۔ دائیں اور بائیں نہیں جھکتے۔ ان کا پیشِ نظر بے نہایت ہے۔ جن اور انسان اور فرشتے غرض سب طرح کی مخلوقات ان کی خدمت کے واسطے کمر بستہ رہتی ہے حکم اور علم ان کے خادم اور فضل ان کی غذا ہے۔ اور بوئے محبت انہیں تروتازہ رکھتی ہے۔ اس کے فضل کے طعام سے کھاتے ہیں اور اس کی انسیت کے شربت سے پیتے ہیں۔ اپنے شغل کے باعث خلقت کا کلام نہیں سنتے ہیں غرض ان میں

اور عام خلقت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ خلقت کو امر الٰہی سناتے ہیں اور جن باتوں سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے روکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب اور حقیقی وارث ہیں۔'' (مجلس ۳ ص ۲۳)

عارفِ کامل کی دو باطنی آنکھیں:

ایمان والے عارفِ کامل کی دو آنکھیں ظاہر میں اور دو باطن میں ہیں ظاہری آنکھوں سے زمین پر پیدا کی ہوئی چیزیں دیکھتا ہے اور باطنی آنکھوں سے جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں پیدا کی ہیں' ان کو دیکھتا ہے۔ پھر اس کے قلب سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو بلا تشبیہ اور بغیر کیفیت کے مشاہدہ کرتا ہے اور مقرب محبوب ہو جاتا ہے اور محبوب سے تو کوئی راز چھپا ہی نہیں رہتا ہے' جو قلب' مخلوق نفس' طبع' حرص اور شیطان سے خالی ہو' اس سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں۔''
(مجلس ۳ ص ۲۶)

صریح حکم بذریعہ الہام:

اولیاء اللہ خدا کے سامنے باادب ہیں۔ کسی قسم کی بے جا حرکت نہیں کرتے۔ جب تک ان کے دلوں کو صریح حکم نہ آ جائے۔ وہ ایک قدم اٹھانے کے بھی روادار نہیں ہیں۔ مباح چیزیں نہیں کھاتے اور نہ کپڑا پہنتے اور نہ نکاح کرتے اور نہ اپنے اسباب کو برتتے، مگر صریح اذن کے ساتھ جو ذریعہ الہام ان کے قلبوں میں وارد ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں' جو ذات دلوں اور نگاہوں کو پلٹنے والی ہے۔ اس کے ساتھ ثابت ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کو قرار نہیں یہاں تک کہ دُنیا میں دلوں کے ساتھ اور آخرت میں جسموں کے ساتھ ملاقات نہ کرلیں۔'' (مجلس ۳ ص ۲۹)

خالق کے اذن سے تصرف:

''اپنی حالت کو ہمیشہ پوشیدہ رکھ۔ یہاں تک کہ کامل بن کر تیرا قلب رب کو واصل

ہو جائے۔ جب کامل ہو گئے اور جہاں پہنچنا تھا' پہنچ گئے کچھ پرواہ نہ کر' وہاں کیسے پرواہ کرو گے۔ حالانکہ تم نے حال کو ثابت اور مقام کو قائم کر لیا ہے اور اپنے محافظوں کے زیر نظر ہو گئے اور مخلوق تمہارے نزدیک (حقیر) بن بن کی لکڑی جیسے ہے۔ تمہارے نزدیک ان کی مدح اور برائی آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا مساوی ہے۔ تمہیں تو ان کی بنی کے بنانے والے اور بگڑی کے بگاڑنے اور ان کے خالق کے اذن سے ان میں تصرف کرنے والے ہو۔ کھولنا اور باندھنا تمہارے اختیار' تمہارے دل کے ہاتھ میں پروانہ اور باطن کے ہاتھ میں نشان' جب تک یہ صحیح نہ ہو' کوئی قدر و منزلت نہیں ہے ورنہ عقل سے کام لے۔

(مجلس ۴ص ۳۲)

بھولے بھٹکوں کا سہارا' ہادی و مرشد:

"حرص نہ کر تو اندھا ہے۔ ایسے کی تلاش کر جو تیرا رہبر بنے تو بے خبر ہے۔ باخبر کی جستجو کر۔ جب ملے تو اس کو لپٹ جا۔ اس کی رائے اور فرمان کو قبول کر۔ اس سے رستہ کا نشان دریافت کر لے۔ جب رستہ مل گیا تو ٹھہر کر اطمینان کر لو تاکہ تمہیں اس کی حقیقتِ معرفت حاصل ہو جائے۔

تو اس وقت سب بھولے بھٹکے تمہارے پاس سہارا لیں گے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تمہارے پاس خوان تیار رہے گا۔ (مجلس ۴ص ۳۴)

ظاہری و باطنی سلطنت کے وارث:

"مخلص کے ظاہر پر نہ جاؤ۔ اس کا ملک دل میں اور بادشاہ باطن میں ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ جنہیں ظاہری اور باطنی سلطنت ملی ہو۔ (مجلس ۴ص ۳۳)

سلطنتِ اولیاء کا بروزِ قیامت ظہور:

"سب خلقت پر قیامت کے روز اللہ کا خوف اس کے جلال اور عظمت اور کبریائی اور عدل سے عام ہو گا۔ دُنیاوی سلطنتیں جاتی رہیں گی۔ اور اس کا ملک باقی رہے گا۔ اس

دن سب اسی کی طرف رجوع کریں گے۔'' اولیاء اللہ کی سلطنت اور عزت اور غنا اور اکرامِ الٰہی ظاہر ہوگا۔ آج کے دن بندوں اور شہروں اور پہاڑوں پر غالب ہیں۔ زمین انہی کے ساتھ قائم ہے۔ وہ خلقت میں امیر اور رئیس اور اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔ یہ ان کا حال باطن کے لحاظ سے ہے' ظاہر کے اعتبار سے نہیں۔ آج باطن کا دن ہے کل ظاہر ہوگا۔ (فتح الربانی مجلس ۵ ص ۴۰)

محبتِ اہل اللہ باعثِ حصولِ غنا:

''بیٹا! بے اختیاری کی بیداری سے پہلے بیدار ہو جاؤ۔ دیندار بنو اور اہلِ دین سے میل جول رکھو۔ یہی لوگ اِنسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ لوگوں میں عقل والا وہی ہے جو اللہ کا فرمانبردار ہو اور سب سے جاہل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(تیرے ہاتھ مٹی لگے یعنی محتاج ہو جائے اور جب غنا طلب کرے تو منہ میں خاک پڑے)

دینداروں کی ملاقات اور ان کی محبت سے غنا ہاتھ لگتی ہے نفاق اور نفاق والوں سے تمہارا دِل کوسوں دور بھاگے کا منافق ریاکار کا عمل اکارت ہے۔ جس عمل میں رضائے الٰہی چاہو گے' مقبول ہوگا۔ عمل کی ظاہری صورت قبول نہ ہوگی۔ قبولیت کے لائق باطنی حالت ہے۔'' (مجلس ۵ ص ۴۰)

دُنیا اور آخرت کے سب احوال کا علم:

غوث الوریٰ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ ''بیٹا! جب اللہ تعالیٰ سے تمہاری خلوت صحیح ہوگی۔ تمہارے اندر دہشت اور دل میں صفائی اور نظر میں عبرت اور قلب میں فکر اور روح و باطن خدا تعالیٰ سے واصل ہو جائیں گے۔ دُنیا کا فکر عذاب اور حجاب ہے۔ آخرت کا علم زندہ دلی ہے۔ جس بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فکر نصیب ہو اس کو دُنیا

اور آخرت کے سب احوال کا پتہ لگ جاتا ہے۔'' (مجلس ۵ص ۴۱)

یقین والوں کی صحبت:

''بیٹا! نادانوں کی صحبت میں بیٹھتے ہو۔ان کی نادانی تم میں بھی اثر کرتی ہے۔احمق کی صحبت خسارے کی صحبت ہے۔ایمان والوں، یقین والوں، عالم باعملوں کی صحبت میں بیٹھو۔'' (مجلس ۵ص ۴۲)

محبوبانِ خدا کی تین اقسام:

محبوبانِ خدا کی تین قسمیں ہیں۔عام، خاص، اور خاص الخاص

ا: مسلمان پرہیز گار، صاحبِ شریعت جو شرع سے ایک دم جدا نہیں ہوتا ہے اور اللہ کے فرمان پر عمل کرتا ہے۔''جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو دیا ہے لے لو اور جس چیز سے روکا ہے رک جاؤ۔'' جب اس کے حق میں یہ تمام ہوا اور اس کے باطن وظاہر پر عمل کر چکے تو اس کا قلب روشن صاحب بصیرت ہو جاتا ہے۔جو چیز از روئے شریعت حاصل کرے، اس کا دل لاپرواہ ہو کر الہامِ ربانی کا منتظر رہتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا الہام ہر چیز میں عام ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔(اس نے بدی اور نیکی اس کے دل میں ڈال دی ہے) اس کا دل دہشت میں آکر الہامِ الٰہی کی طرف نظر کرتا ہے۔اس کا نشان یہ ہے کہ ظاہر عمل پر امر کرتا ہے۔کیونکہ اس خوش عیش کی دکان میں جو کچھ ہے۔اس کے ہاتھ اور ملکیت میں ہے۔

۲: پھر یہی عام خاص بن کر رجوع بخدا ہوتا ہے۔اور اپنے دل کے نور سے روشنی حاصل کر کے اس بارے میں امرِ خدا کو دیکھ لیتا ہے۔یہ مقامِ شریعت پر عمل کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔جب ایمان اور توحید قوی ہوا اور اس کا دل مخلوق اور دُنیا کے میدانوں کو کاٹ کر اس کے سمندروں میں سے گزر جائے تو اس وقت صبح صادق، نورِ ایمان، نورِ قربتِ الٰہی، نورِ الٰہی، نورِ عمل، نورِ صبر، نورِ تحمل واطمینان غرض اس کو سب طرح کے انوار حاصل ہوتے ہیں۔یہ ثمرہ شرعی حقوق کے ادا کرنے کے بعد اس کی متابعت کی برکت

سے حاصل ہوتا ہے۔

۳: خاص الخاص یہ لوگ ابدال ہیں۔ شریعت سے فتویٰ حاصل کرنے کے بعد اللہ کا امر اور اس کا فعل اور تحریک اور الہامِ حقانی دیکھتے ہیں۔ ان تینوں گروہوں کے علاوہ، تباہی در تباہی، بیماری در بیماری، حرام در حرام، دین کے سر میں درد، قلب میں پھوڑا اور جسم میں سِل کا مرض ہے۔ (مجلس ۷ص ۴۹، ۵۰)

ارشاداتِ

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

(قسط دوم)

رفاقتِ رہبر وہادی:

مشرق اور مغرب، خشکی اور تری، ہموار زمین اور پہاڑ اور آسمانوں اور زمینوں کا چکر لگاؤ۔ اس حال میں کہ تمہارے ساتھ ایک رفیق ور ہبر اور ہادی ہو۔" (مجلس ۱۰، ص ۵۸)

صالحین کی تواضع:

"تمہارا باطن اللہ اور اس کے خاص بندوں پر ظاہر ہے۔ جب تمہیں کوئی خاص بندہ ملے تو اس کے سامنے باادب بنو۔ ملاقات سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے جاؤ اور اس کے پاس جا کر ناچیز اور ذلیل ہو جاؤ۔ صالحین کی تواضع اللہ کی تواضع ہے۔"

(مجلس ۱۰، ص ۵۹)

باطنی ہاتھ کی وسعت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسری زندگی عطا ہونے کے بعد)۔ "اللہ والا روحانی ہو جاتا ہے خلقت دیکھنے سے اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے تو اس کا باطنی دروازہ مخلوقات سے بند کیا جاتا ہے۔ اس کے سامنے آخرت، بہشت، دوزخ، سب مخلوق اور سب طرح کے عالم (جہان) ایک ہی چیز کی صورت ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ چیز اس کے باطن کے ہاتھ میں دے دی جاتی ہے۔ وہ اس کو نگل جاتا ہے اور اس میں معلوم نہیں ہوتا ہے۔ ایسے

دستِ باطن میں قدرت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔'' (مجلس ۱۰ص ۶۲)

اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عقلمند:

'' اولیاء اللہ جب اپنے دلوں کی آنکھوں سے غیر اللہ کی طرف نظر کرتے ہیں تو (شرمندہ ہوکر) اللہ کے پاس سکون کی طلب میں اپنی سلامتی کو معرضِ خطر میں ڈال دیتے ہیں۔ اس کے پاس آرام حاصل کرتے ہیں۔ خلقت سے آنکھیں بند اور اللہ سے اعتراض سے ان کی زبانیں کٹ جاتی ہیں' رات اور دن' مہینے اور سال ان پر گذرتے ہیں مگر وہ ایک حالت پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان سے کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے عقلمند ہیں۔ اگر تم انہیں دیکھو تو دیوانے کہو۔ اگر وہ تمہیں دیکھیں تو یہ کہیں کہ یہ لوگ قیامت کے دن پر ایمان ہی نہیں لائے۔''

(مجلس ۱۱ص ۶۷۔۶۸)

ملت کے طبیب:

جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے او غیر کا طالب ہو' اس کا دعویٰ باطل ہے۔ دُنیا کے مرید بہت' آخرت کے کم اور اللہ تعالیٰ کے مرید ارادے کے صادق تھوڑے سے بھی بہت تھوڑے ہیں۔ وہ اپنی کمی اور نایابی میں کبریتِ احمر (گندھک سرخ جو پارے کو زر خالص بناتی ہے) کا حکم رکھتے ہیں۔ وہ شاذ و نادر افراد انسانوں سے بہت ہی کم نکلتے ہیں۔ وہ قبائل کے جھگڑے مٹانے والے' زمین کے معدن اور اس میں سلطنت کرنے والے ہیں۔ شہروں اور ان میں بسنے والوں کے کوتوال ہیں۔ ان کے ذریعے خلقت سے بلا دُور ہوتی ہے۔ انہیں کی طفیل اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے۔ انہیں کے سبب سے زمین قسم قسم کی انگوریاں نکالتی ہے۔ وہ اپنی حالت میں پہاڑ اور پہاڑ' شہر در شہر' ویرانہ در ویرانہ بھاگتے پھرتے ہیں۔ جہاں پہچانے جائیں وہاں سے چل دیتے ہیں۔ سب سے منہ موڑ لیتے ہیں دُنیا داروں کو دُنیا کی چابیاں سونپ دیتے ہیں۔ ہمیشہ انکی یہی

حالت رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے اردگرد خدائی قلعے بن جاتے ہیں۔ الطافِ ربانی کی لہریں ان کے دلوں کی طرف جاری ہوتی ہیں۔ اللہ کا لشکر ان کی حفاظت کے لیے ان کو گھیر لیتا ہے۔ ہر ایک فوج الگ پہرا دیتی ہے۔ وہ مکرم محفوظ خلقت سے روگردان ہیں۔ یہ سب باتیں عقلوں سے بالا ہیں۔ اب ان پر خلقت کی طرف توجہ کرنی فرض ہو جاتی ہے وہ طبیب ہیں باقی سب مخلوق بیمار۔ (مجلس ۱۲-ص ۷۱)

معرفتِ الٰہی کی کمی کی وجہ:

حضور غوث اعظم قدس سرہ نے فرمایا "بیٹا اولیاء اللہ کو اہانت کی نظر سے دیکھنا تمہاری کم معرفتِ الٰہی کے باعث ہے۔ تم کہتے ہو کہ یہ لوگ تہمت لگائے گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ کیوں نہیں ملتے جلتے اور کیوں نہیں بیٹھتے تم اپنے نفس کی نادانی کے باعث اس طرح کہتے ہو۔ (مجلس ۱۲-ص ۷۳)

اولیاء اللہ کی آزمائش:

اولیاء اللہ آزمائے جاتے ہیں۔ تاکہ بادشاہ کے نزدیک ان کے مراتب بلند کیے جائیں۔ وہ آزمائش پر صبر کرتے ہیں۔ کیونکہ مقصودِ خاص ذاتِ الٰہی ہے۔ جب ان کی یہ حالت قائم ہو جائے تو وہ خود بادشاہ بن جاتے ہیں۔ جب تک یہ مقام حاصل نہ ہو ان کا اعتقاد یہی چاہتا ہے کہ وہ برباد ہو رہے ہیں۔

اُولیاء اللہ نبیوں کے وارث:

عالِم باعلم اور اولیاء اللہ اور ابدال نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام دلال! اور یہ ان کے سامنے منادی کرنے والے ہیں...... ان کے جسم رسولوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے جسموں کے ساتھ قائم ہیں اور ان کے باطن اللہ کے ساتھ قائم ہیں۔ رات اور دن خدمت میں کھڑے ہیں۔ خلوت اور آرام کے مشاق اللہ تعالیٰ کے انس سے خوش ہیں۔ (مجلس ۱۲ص ۷۵ اُردو)

انتظامِ عالم اولیاء کے سپرد:

جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے نیک بندوں کے ساتھ حُسنِ ظن نہیں رکھتے' ان کے لیے متواضع نہیں ہوتے' ان کے لیے فلاح ونجات نہیں وہ تو امیر ورئیس ہیں' پھر تُو ان کے لیے متواضع کیوں نہیں ہوتا تو ان کی نسبت کچھ بھی نہیں ہے۔ حق عزّ وجل نے ان کو حل وعقد (انتظامِ عالم) سپرد کر دیا ہے' انہیں کی برکت سے آسمان مینہ برساتا ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے تمام مخلوق ان کی رعیت ہے۔ ان میں سے ہر ایک مثل پہاڑ کے ہے جس کو آفتوں اور مصیبتوں کی ہوائیں جنبش نہیں دے سکتیں (مجلس ۱۴ ص ۱۸۰ عربی، اُردو)

قلوب اولیاء کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصفیہ وتزکیہ فرماتے ہیں:

اے غلام! تیرا قرآن مجید پر عمل کرنا تجھ کو اس کے نازل کرنے والے کے پاس لے جا کر کھڑا کر دے گا اور تیرا حدیث وسنت پر عمل کرنا تجھ کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو لے جا کر کھڑا کر دے گا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ہمت وقلب سے معطر اور خوشبودار بنانے والے ہیں وہی ان کے باطن کا تصفیہ فرمانے والے اور وہی ہمیشہ اہل اللہ کے قلوب کے اردگرد سے نہیں ہٹتے۔ ان کے دلوں کو وہی ان کو زینت دینے والے ہیں وہی ان کے لیے قرب کا دروازہ کھولنے والے ہیں وہی ان کا بناؤ سنگار کرنے والے ہیں وہی قلوب واسرار اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے درمیان سفیر وقاصد ہیں۔'' (مجلس ۱۶' الفتح الربانی ص ۱۹۵ عربی، اُردو)

عوام وخواص پر حکومت:

جس کا قلب اللہ عزوجل کے لیے صالح ہو گیا اور اس کے ساتھ دُنیا وآخرت ہوئی تو وہ حق تعالیٰ کے حکم سے عوام وخواص میں حکومت کرتا ہے۔ (مجلس ۱۶' ص ۱۹۶ عربی، اُردو)

ذاکر انتقال کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہمیشہ زندہ ہے' وہ ایک زندگی سے دوسری زندگی کی طرف

انتقال کرتا ہے۔ سوا ایک لمحہ کے اس کے لیے موت نہیں۔ جب ذکرِ الٰہی قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا رہتا ہے اگرچہ وہ زبان سے اس کا ذکر نہ کرے۔ جب بندہ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں رہتا ہے تو اس کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کے افعال سے رضا مندر رہنا ہر وقت قائم رہتا ہے۔ (مجلس ۱۶ص ۱۹۷)

مومن اللہ تعالیٰ کی معیت میں:

جب ابنِ آدم درست ہو جاتا ہے تو وہ اپنی تمام حالتوں میں حق عزوجل کی معیت میں رہتا ہے اس کا گم ہونا اور موجود ہونا سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اس کا قلب انبیاء مرسلین سے مل جاتا ہے وہ تمام ان باتوں کو جن کو انبیاء کرام (علیہم السلام) لے کر آئے ہیں قولاً عملاً ایماناً اور ایقاناً قبول کرتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ دُنیا و آخرت میں ان سے ملا ہوا رہتا ہے۔ (مجلس ۱۶ص ۱۹۷)

تعظیم و تکریم کے ساتھ صحبت اختیار کرنا:

تم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں (رحمۃ اللہ علیہم) کی تعظیم و تکریم اور احترام کے ساتھ صحبت اختیار کرو۔

(مجلس ۱۷ص ۲۰۳ عربی، اُردو)

سب امور کو دل کی آنکھوں سے دیکھنا:

جس شخص کا ایمان قوی ہو جاتا ہے اور جو اپنے ایمان میں مضبوط ہو جاتا ہے وہ قیامت کے تمام امور کو جن کی اس کو اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے اپنے قلب کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس کو جنت و دوزخ اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب نظر آتا ہے۔ وہ صور اور اس فرشتہ کو جو اس پر متعین ہے دیکھتا ہے وہ تمام چیزوں کو ان کی حقیقت سے پہچانتا ہے وہ دُنیا اور اس کے زوال اور اہلِ دُنیا کی دولتوں کے انقلاب کو دیکھتا ہے اور مخلوق کو اس حالت میں دیکھتا ہے کہ گویا وہ قبروں میں مدفون ہیں چل پھر رہے ہیں اور

جب وہ قبروں پر گزرتا ہے تو وہاں کے عذاب وثواب کو محسوس کرتا ہے وہ قیامت کو اور جو کچھ اس میں قیام و موافقت سے ہونے والا ہے سب کو دیکھتا ہے وہ اللہ عزوجل کی رحمت وعذاب کو دیکھتا ہے وہ فرشتوں کو کھڑا ہوا اور نبی اور رسولوں اور ابدال و اولیاء کو اپنے اپنے مرتبہ پر دیکھتا ہے وہ جنت والوں کو جنت میں ملاقات کرتے ہوئے اور دوزخ والوں کو دوزخ میں عداوت کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ (مجلس ۱۹ص ۲۲۱ عربی، اُردو)

باطن اور سرِ حقیقت کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی:

جس کی نظر صحیح ہو جاتی ہے وہ اپنے سر کی آنکھ سے خلق کو اور اپنے قلب کی آنکھ سے اللہ عزوجل کے فعل کی طرف جو مخلوق کی طرف صادر ہوتا ہے۔ دیکھتا ہے وہ اللہ کے حرکت دینے اور اس کی مخلوق کے سکون دینے کو دیکھتا ہے۔ پس یہ نظر نظرِ عزت ہے۔ بعض اولیاء اللہ میں سے وہ ہیں کہ جب وہ کسی شخص کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو اس کے ظاہر کو سر کی آنکھ سے اور اس کے باطن کو اپنے قلب کی آنکھ سے اور اپنے مولیٰ عزوجل کو سرِ حقیقت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ (مجلس ۱۹ص ۲۲۱)

موافقتِ تقدیر اور اولیاء اللہ:

جب ان کو کوئی تقدیری امر آتا ہے وہ اس کی موافقت کرتے ہیں' خواہ اس کی تقدیر جنگل میں ڈالے یا دریا میں' ہموار زمین میں ڈالے یا پہاڑ میں۔ اس کو شیریں (میٹھا) کھانا کھلائے یا کڑوا۔ یہ اس کی عزت و ذلت' امیری و فقیری عافیت و بیماری' سب میں ہی موافقت کرتا' ہر امر میں وہ تقدیر کے ساتھ چلتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تقدیر نے یہ جان لیا کہ وہ مشقت میں پڑ گیا تو اُتر کر اس کو اپنی جگہ سوار کر دیا۔ اور اس کے ہمرکاب ہو کر اس کی خدمت کی اور اس کے قربِ الٰہی اور کرامت کی وجہ سے اس کے لئے متواضع ہو گئی اور اس کو یہ سب مرتبے اس وجہ سے ملے کہ اس نے اپنے نفس و خواہش وطبیعت اور عادتوں اور دُنیوی بادشاہ اور برے ہمنشینوں کی برابر مخالفت کی۔

(مجلس ۱۹ آخری حصہ ص ۲۲۲)

مقامِ رضا اور فنا و بقائے اولیاء اللہ:

راضی برضا الٰہی ہو جانا اس کے قرب کے وقت ہوتا ہے اور وہ اپنے علم سے رب عزّ وجل کی طرف نظر کرتا ہے اور غیبت وفنا مطلق وقت پائے جانے قلب و سر کے حق تعالٰی کی حضور میں ہوتی ہے پس یہی حالت مشاہدہ اور ہمکلامی کی ہے اس حالت میں اس کا باطن اور اس کا وجود فنا ہو جاتا ہے اور وہ بمقابلہ مخلوق کے محو ہو جاتا ہے اور وہ حق تعالٰی عزّ وجل کی حضوری میں پایا جاتا ہے۔ وہاں محو ہو کر پورے طور پر پگھل جاتا ہے بقا کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر جب حق عزّ وجل چاہتا ہے اس کو زندہ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو واپس کر لیتا ہے۔ اور اس کے منتشر و متفرق اجزاء کو جمع کر دیتا ہے جیسے کہ وہ قیامت کے دن مخلوق کے بدنوں کو ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے اور پھٹ جانے کے باوجود جمع کر دے گا اور ان کی ہڈیوں اور گوشت اور بالوں کو جمع کر دے گا اسرافیل علیہ السلام کو ان میں روحوں کے پھونکنے کا حکم دے گا یہ تو عام مخلوق کے حق میں ہوگا۔ لیکن اہل اللہ کا اعادہ بغیر واسطہ ہوگا' فقط نظرِ الٰہی ان کو فنا کرتی ہے اور اسی کی نظر ان کا اعادہ فرما دے گی۔" (مجلس ۲۰ ص ۲۲۳، ۲۲۴ عربی، اُردو)

قلبِ عارف:

عارف باللہ کا قلب ہمیشہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے' یہاں تک کہ مخلوق میں اس کی بے رغبتی اور ان کا چھوڑ دینا اور ان سے روگردانی قوت پکڑ لیتی ہے اور حق عزّ وجل کی طرف رغبت کرتا ہے اور اس کا توکل خدا پر قوی ہو جاتا ہے۔ (مجلس ۲۰ ص ۲۳۲ عربی، اُردو)

جسد در خلوت خانہ' قلب در خانہ فکر وندرانہ:

تجھ پر افسوس! تو اپنے خلوت خانہ میں بیٹھتا ہے اور تیرا قلب مخلوق کے گھروں میں ہوتا ہے تو ان کے آنے کا اور ان کے ہدیہ کا منتظر ہوتا ہے۔" (مجلس ۲۰ ص ۲۳۳)

قلب و باطن صحیح نہیں تو خلوت نشینی کا کوئی فائدہ نہیں:

جس چیز کا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے اہل نہیں بنایا تو اس کا اپنے نفس کو اہل نہ سمجھ اور اگر تجھ کو اللہ عزّ وجل کی طرف اہلیت عطا نہ ہوئی تو تو اور تمام مخلوق اس کے لانے پر قدرت نہیں رکھ سکتے' جب خدا تجھ سے کسی امر کا ارادہ کرے گا تو وہ خود اس کو تیرے لئے مہیا کر دے گا۔ جب تیرا باطن صحیح نہیں اور قلب ماسوی اللہ سے خالی نہیں تو تیری محض خلوت نشینی تجھ کیا نفع دے گی۔ (مجلس ۲۰ص ۲۳۴)

طلبِ خدا' مقصودِ اولیاء اللہ:

وہ اولیاء، اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتے جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو تاوقتیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا نور جنت میں نہ دیکھیں گے' اپنی آنکھیں نہ کھولیں گے۔ (مجلس ۲۱ص ۲۳۵)

مذمتِ دُنیا اور تجرید و تفرید:

تو اپنے لیے تنہائی اور جدائی کو دوست رکھ جس کا قلب خلق و اسباب سے خالی اور جدا نہیں ہوتا وہ اس بات کی قدر نہیں رکھتا کہ وہ انبیاء صدیقین صالحین کے راستہ پر چل سکے تاوقتیکہ وہ قلیل دُنیا پر قناعت کرے اور کثیر کو یدِ قدرت کے حوالے کر دے۔ تو زیادہ دُنیا کی طرف متوجہ نہ ہو ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ جب زائد دُنیا خدا کی طرف سے بلا تیرے اختیار کے تیرے پاس آ جائے تو تو اس میں محفوظ رہے گا۔
(مجلس ۲۱ص ۲۳۵)

شرائطِ وعظ' طہارتِ باطن اور تقویٰ قلب:

اے واعظ! اپنے باطن کی صفائی اور قلب کے تقویٰ کے ساتھ لوگوں کو نصیحت کرے ظاہر کو اچھا بنا کر باطن کی خرابی کے ساتھ وعظ کرنا بے سود ہے۔ ایسا وعظ نہ کہو۔
(مجلس ۲۱ص ۲۳۶)

زباں درذکر وصلوٰۃ دردل بُت خانہ:

تُو جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ تُو اپنی نمازوں میں بھی کیونکہ تو نماز میں کہتا ہے اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) اور جھوٹ بولتا ہے اس واسطے کہ تیرے قلب میں اللہ کے سوا دوسرے معبود ہیں جن پر تو اعتماد رکھتا ہے پس وہ تیرا معبود ہے ہر وہ چیز جن سے تو ڈرے اور امیدواری کرے پس وہ تیرا معبود ہے تیرا قلب تری زبان کی موافقت نہیں کرتا۔ تیرا فعل تیرے قول کی موافقت نہیں کرتا۔ (مجلس ۲۲ص ۲۴۰)

قطب وغوث کی حکومت وقدرت:

وہ بندہ ایمان سے ایقان کی طرف نقل کرتا ہے پھر اس کو ولایت مل جاتی ہے پھر بدلیت پھر غوثیت اور بسا اوقات آخر حال میں اس کو قطبیت مل جاتی ہے۔ حق عزّ وجل اس بندہ پر اپنی تمام مخلوق جن وانس اور فرشتہ اور ارواح کے سامنے فخر کرتا ہے اس کو آگے بڑھایا اور اس کو اپنا قرب عطا فرمادیتا ہے اور اپنی مخلوق پر اس کو حاکم و مالک بنادیتا ہے اور اس کو قدرت دے دیتا ہے اور اس کو دوست رکھتا ہے اور تمام مخلوق کی طرف اس کو دوست بنادیتا ہے۔ (مجلس ۲۲ص ۲۴۲)

رجوع الی اللہ اور منصب خلافت اور کعبۃُ المریدین:

جب بندہ کا قلب اپنے رب عزّ وجل کی طرف پہنچ جاتا ہے تو رب تعالیٰ اس کو مخلوق سے مستغنی کردیتا ہے اور اپنا قرب عطا کردیتا ہے اور اس کو قدرت دے دیتا ہے اور بندہ سے کہتا ہے تو اب میرے نزدیک قدرت والا امانت والا ہے رب تعالیٰ اس کو اپنے ملک اور اپنے خدّام اور تدبیر ملک واسباب میں اپنا خلیفہ بنادیتا ہے۔ اور اس کو اپنے خزانہ کا امین کردیتا ہے۔ اسی طور پر قلب جب صحیح ہوجاتا ہے اور اس کی شرافت اور طہارت ماسوٰی اللہ سے ظاہر ہوجاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اپنی مخلوق کے قلوب پر قبضہ دے دیتا ہے اور اس کو اپنی سطلنت دُنیا وآخرت میں اور حکومت بخشتا ہے۔ پس وہ اپنے مریدین

وقاصدین کا کعبہ بن جاتا ہے (سب اسی کی طرف کھچے چلے آتے ہیں)۔
(مجلس ۲۲ص ۲۴۳عربی،اُردو)

رنج وغم، اطاعت میں کاہلی کا نتیجہ:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ عمل میں قصورواری (کمی) کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کو فکروغم میں مبتلا کر دیتا ہے جو قسمت میں لکھا نہیں گیا اس کے غم میں مبتلا کرتا ہے، اولاد کے غم میں اور پڑوسی کے تکالیف دینے میں اور تجارت ومعیشت میں نفع کی کمی میں اور اس کی اولاد کی نافرمانی میں اور جورو (بیوی) سے نفرت ڈالنے میں (معاذ اللہ) اور ایسا شخص جہاں جاتا ہے ٹھوکر کھاتا ہے۔ یہ سب سزا وعذاب اس لئے ہوتا ہے کہ بندہ اطاعتِ الٰہی میں کمی کرتا ہے اور دُنیا وخلق میں مشغول ہو کر خدا سے غافل ہو جاتا ہے ارشادِ الٰہی ہے۔ ''اگر تم شکر گزاری کرو گے اور ایمان لے آؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔''
(مجلس ۲۲ص ۲۴۳عربی،اُردو)

اتباعِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فیضانِ نبوت:

جس کی فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ درست ہو جاتی ہے اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی زرہ وخود پہنا دیتے ہیں اور اپنی تلوار اس کے گلے میں ڈال دیتے ہیں اور اسکو اپنے طریقوں اور خصلتوں اور اخلاق سے آراستہ کر دیتے ہیں اور اپنی خلعتوں سے اسے خِلعت دے دیتے ہیں۔ اس بندہ کی ایسی حالت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ ایسی حالت کیونکر نہ ہو حالانکہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ہے اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کا شکر کرتے ہیں پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو اپنی امت میں اپنا نائب اور رہنما اور مخلوق کا داعی اللہ تعالیٰ کے دروازہ کی طرف مقرر فرما دیتے ہیں۔
(مجلس ۲۳ص ۲۵۳عربی،اُردو)

اوّل درستی باطن پھر دُرستی ظاہر

اے صوف پوش (اونی لباس پہننے والے) تو اولاً اپنے باطن کو صوف پہنا' پھر اپنے قلب کو' پھر اپنے نفس کو' پھر اپنے بدن کو' زہد کی ابتدا اسی طریقہ سے ہوتی ہے نہ کہ ظاہر سے باطن کی طرف۔ جب باطن صاف ہو جائے گا تو یہ صفائی قلب' نفس' اعضائے ظاہری اور طعام ولباس کی طرف متعدی ہو جائے گی اور تیری تمام حالتوں کی طرف پہنچ جائے گی۔ اولاً (پہلے) گھر کا اندرونی حصہ بنایا جاتا ہے۔ جب وہ تیار ہو جاتا ہے تو دروازہ کی عمارت کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ ظاہر بغیر باطن کے کچھ نہیں' مخلوق خالق کے بغیر کچھ نہیں۔ دروازہ اندرونی عمارت کے بغیر کچھ نہیں (ہیچ ہے) ویران (بے آباد) مکان پر تالا (لگانا) کچھ نہیں (کوئی فائدہ نہیں رکھتا)۔ (مجلس ۲۴ ص ۲۶۲ عربی، اُردو)

صحبتِ مشائخ متّقین:

تو جاہلوں کے ساتھ میل جول اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ خلوت نشینی سے بچ۔ مشائخ متقین کی صحبت اختیار کر اور جاہل نوجوان کی صحبت سے بھاگ۔

(مجلس ۲۴ فتح الربانی ص ۲۶۴ عربی، اُردو)

طہارتِ قلب اور قُرب خدا:

اپنے قلب کو جو کہ قربِ الٰہی کا مسکن ہے پاک صاف رکھ اس کو ماسوی اللہ سے صاف کر لے اور تُو قرب کے دروازے پر توحید واخلاص اور سچائی کی تلوار لے کر بیٹھ جا اور اس کو سوائے خدا کے کسی کے لئے نہ کھول اور تو اپنے قلب کے گوشوں میں سے کسی گوشہ کو غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہ کر۔ (مجلس ۲۴ ص ۲۶۶ عربی، اُردو)

ابلیس کا بندہ؟

جو شخص کہ علم سے جاہل ہو اور اپنی رائے پر استغنا کرنے والا اور اپنے نفس وخواہش اور شیطان کے کلام کو قبول کرنے والا ہو پس وہ ابلیس کا بندہ اور تابع فرمان ہے۔ اس نے

شیطان کو اپنا شیخ (مرشد) بنالیا ہے۔(مجلس ۲۵ص ۲۶۸عربی، اُردو)

اتباعِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تم اپنی نسبتوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح کرلو، جس کا اتباع آپ کے ساتھ درست ہوگیا، اس کی نسبت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح ہوئی لیکن تیرا محض یہ قول کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ہوں، بغیر متابعت (پیروی) کے تجھے نفع نہ دے گا جب تم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آپ کے اقوال وافعال میں کامل پیروی کرلو گے تو تم دارِ آخرت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور مصاحبت میں رہو گے۔(مجلس ۲۵ص ۲۷۰-۲۷۱عربی، اُردو)

قرآن مجید اللہ کی طرف دلیل اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دلیل:

جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت نہ کی اور ان کی شریعت کو ایک ہاتھ میں اور قرآن مجید کو دوسرے ہاتھ میں نہ لیا، پس وہ اپنے راستہ میں خدا تک نہ پہنچا۔ خود بھی ہلاک وگمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی ہلاک وگمراہ کرے گا قرآن حدیث دو دلیلیں ہیں، اللہ عزوجل کی طرف قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف دلیل ہے اور حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دلیل ہے۔(مجلس ۲۵ص ۲۷۳عربی، اُردو)

توحید، رزقِ حلال، حصولِ علم اور اِخلاصِ عمل فرض ہے:

خدا کا ایک جاننا فرض ہے۔ حلال روزی طلب کرنا فرض ہے۔ ضروری علم کا طلب کرنا جس کے بغیر چارہ نہیں، فرض ہے۔ عمل میں اِخلاص کرنا فرض ہے، عمل پر معاوضہ کا چھوڑنا فرض ہے کوئی عمل بدلہ کی نیت سے نہ کرے۔(مجلس ۲۶ص ۲۷۷عربی، اُردو)

دعا برائے تلاشِ رہبر ومرشد:

. تو فاسقوں اور منافقوں سے دور بھاگ اور نیک اور سچے آدمیوں سے میل کر، جب

کوئی امر تجھ پر مشکل ہو اور تو صالح اور منافق کے درمیان فرق نہ کرسکے۔ یہ نہ جانے کون صالح ہے کون منافق پس تورات میں کھڑا ہوا دو رکعت نماز نفل پڑھ پھر یہ دعا مانگ۔ یا رب دلنی الخ اے رب میرے! مجھے اپنی مخلوق میں سے صالح لوگوں کی طرف رہنمائی کر جو کہ مجھ کو تیری طرف رہبری کریں اور وہ مجھ کو تیرے کھانے سے کھانا کھلائیں اور تیرے پانی میں سے پانی پلائیں اور میرے قلب کی آنکھ میں تیرے قرب کے نور سے سرمہ لگائیں۔ اور جو چیز کہ ظاہر ظہور مشاہدہ غیبی سے دیکھتے ہوں اس سے مجھے خبردار کردیں محض تقلید سے نہیں۔ (مجلس ۲۶ص ۲۷۷ عربی، اُردو)

ریا ونفاق اور تکبر کا علاج مشائخ کرام کی صحبت:

ریا' نفاق اور تکبر منجملہ شیطان کے تیروں کے ہے جس سے وہ انسانی قلوب پر تیر اندازی کرتا ہے۔ تم مشائخ کرام کی بات کو قبول کرو اور ان سے سیکھو وہ تم کو خدا کے رستہ کا چلنا بتائیں گے' کیونکہ وہ اس راستہ پر چل چکے ہیں' نفسوں' خواہشوں اور طبیعتوں کی آفتوں کا حال ان سے دریافت کرو' کیونکہ وہ ان کا اندازہ کرچکے ہیں ایک زمانہ تک وہ ان کی خرابیوں اور خیانتوں کو پہچان جان چکے ہیں آزمالیا ہے مدت بعد ان پر غلبہ حاصل کرلیا اور ان کو مغلوب کر کے ان پر غالب آگئے ہیں اور ان کے مالک ہوگئے ہیں۔

(مجلس ۲۷ص ۲۷۰-۲۸۳ عربی، اُردو)

سلب مال وعزت اور بلندیٔ درجات:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اس کے مال وعزت کو سلب کرلیتا ہے پس اگر وہ بندہ اس پر صبر کرلیتا ہے تو وہ اس کو بلند کردیتا ہے اور خوش کردیتا ہے اور عطیہ دیتا ہے اور اپنے میں فنا کرلیتا ہے۔ (مجلس ۲۷ص ۲۸۲ عربی، اُردو)

اہمیتِ قُربِ الٰہی اور مقامِ مومن:

وہ بڑا محروم ہے جو کہ حق عزوجل سے محروم رہا اور اس سے دُنیا و آخرت میں قُرب

الٰہی فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ اے ابنِ آدم! اگر میرا قُرب تجھے حاصل نہ ہوا تو ہر چیز تجھ سے فوت ہوئی (یعنی ہر چیز سے تو محروم رہا) تجھ سے اللہ تعالیٰ کیسے دور نہ ہو جبکہ تو اسے اور اس کے ایماندار بندوں سے روگردانی کرنے والا اور ان کو اپنے قول و فعل سے تکلیف دینے والا ہے تو ان کے ظاہر و باطن سے روگردانی کرنے والا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے بے شک آپ نے ارشاد فرمایا' مسلمان کو تکلیف دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کعبہ شریف اور بیت معمور کے گرادینے سے پندرہ گنا زیادہ بڑا گناہ ہے۔ (مجلس ۲۷ص ۲۸۴ عربی، اُردو)

(یہ تمام ارشادات "الفتح الربانی" سے لئے گئے ہیں)

سلوکِ سلطانی

طالب اللہ میں دس صفات کا وجود:

"حضرت سلطان العارفین۔ رہبر کاملین محبوب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سلطان باھو قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔ واضح رہے کہ طالب اللہ میں دس صفتیں ہونی چاہئیں۔

اول۔ باادب ہو۔ دوسرے باحیا۔ تیسرے طلب خدا رکھتا ہو۔ چوتھے نفسانی خواہشات چھوڑ دے۔ پانچویں ماسوائے اللہ کو تین طلاق دے۔ چھٹے مرشد کی اطاعت میں رہے۔ ساتویں خدا تعالیٰ کی راہ میں جان تک قربان کر دے، آٹھویں ہمیشہ خاموش رہے۔ سوائے مرشد کی اجازت کے ظاہر و باطن میں کوئی کام نہ کرے۔ نویں باشعور ہو اور اس کا باطن معرفت اور قرب الٰہی کے لائق ہو۔ دسویں۔ زندہ دل اور مردہ نفس ہو۔

حدیث شریف۔ اَلطَّالِبُ عِنْدَ الْمُرْشِدِ کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ

"طالب مرشد کے ہاتھ میں اس طرح ہوتا ہے جیسے مردہ غسل کرانے والے کے ہاتھ میں"۔ (توفیق الہدایت ص ۹۴)

تلقین مُرشد:

"مرشد سے تلقین حاصل کرنا فرض عین ہے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف کوئی وسیلہ ڈھونڈو"۔ اگر کوئی شخص کہے کہ اس زمانے میں کوئی فقیر ارشاد اور

وسیلے کے لائق نہیں صرف علم فقہ و مسائل کافی وسیلہ ہے تو سمجھ لو کہ یہ اس کا شیطانی حیلہ ہے۔ اور فریبِ نفس ہے۔ وہ معرفت الٰہی سے باز رکھنا چاہتا ہے۔

اولیاء اللہ قیامت تک ایک دوسرے کے قائم مقام ہو کر آفتاب کی طرح روشن رہیں گے۔

حدیث: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اَللّٰهُ اللّٰهُ: "جب تک روئے زمین پر اللہ اللہ کہا جائے گا۔ تب تک قیامت برپا نہیں ہوگی"۔

فوائد و فضائل اِسمِ اللہ:

جو شخص طلب الٰہی نہیں کرتا۔ وہ مسلمان کس طرح ہو سکتا ہے۔ وہ تو ڈھور ڈنگر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر قلب، قلب کے اندر سِرّ اور سر کے اندر اسمِ "اللہ" لکھا ہوا ہے۔ جسے نور ایمان ہویدا سویدا کہتے ہیں۔

اسمِ اللہ ذات کی مشق وجودیہ کو مشق فی قلب الغیب بھی کہتے ہیں، جب انسان اس مرتبے تک پہنچ جاتا ہے تو اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے مَدِّ نظر ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور قلب میں جو اسمِ اللہ لکھا ہوا ہے قدرتِ خدا سے وہ آفتاب کی طرح طلوع کرنے لگتا ہے۔ اس کے طلوع ہونے سے وجود سے خناس خرطوم وسوسہ واہمات خطرات اور بری صفات و عادات یکبارگی نکل جاتی ہیں۔"[1]

اگر کوئی شخص ساری عمر ریاضت نماز، روزہ اور نفلوں میں گزار دے تو بھی بُری صفات سے وجود کو خالی نہیں کر سکتا۔ تاوقت کہ اسمِ اللہ ذاتِ مشقِ وجودیہ مرقوم کا تصور نہ کرے۔ کیونکہ یہی اسے ہر ایک بلا و رنج سے نجات دے سکتی ہے۔

نظر آن باشد کہ برحق شد نظر　　چشمِ ظاہر داشتند ہم گاؤ خر[2]

تجھے معلوم ہوگا کہ بہت سے لوگ جو ذاکر قلبی کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر تفکر سے یا دم بند کر کے کرتے ہیں یاد رکھو یہ طریقہ ناقص اور محض فریب ہے جب تک مشق وجودیہ مرقوم کی [illegible] تک نفس، قلب، روح اور سر کی حقیقت ہی نہیں کھلتی۔[3]

۱...... توفیق الہدایت' ص ۱۵، ۲......توفیق الہدایت' ص ۱۸، ۳ توفیق الہدایت' ص ۱۷

اگر کوئی شخص چاہے کہ کسی حالت میں بھی ایمان اس سے جدا نہ ہو، بلکہ زیادہ چمکتا رہے۔اور روشن رہے کبھی سلب نہ ہو اور وہ ہمیشہ قرب، ذکر، معرفت اور وصالِ الٰہی محمود الوجود میں رہے تو اسے اسم ''اللہ' ذات کا تصور کرنا چاہیے، کیونکہ جناب سرورِ کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسمِ اللہ کے تصور میں مستغرق رہا کرتے تھے۔اگر کسی کے وجود میں اسمِ اللہ ذات قرار نہ پکڑے تو اس کا علاج یہ ہے کہ دن رات تفکر سے دل پر یا سینے میں، یا سر میں یا دماغ میں یا آنکھ پر مشق مرقوم وجودیہ لکھیں تو چند روز بعد اسمِ اللہ ذات سارے وجود کو اپنے قبضہ میں لاکر سر سے پاؤں تک نورِ تجلیات میں غرق کردے گا۔(توفیق الہدایت ص ۲۳)

ذکر خفیہ اسمِ اللہ ذات کی مشق وجودیہ مرقوم کے تصور کی مشق بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اس میں تجلیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ذاکر غرق فی اللہ ہو جاتا ہے۔مجلس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوتی ہے اور نجات حاصل ہوتی ہے۔(توفیق الہدایت ص ۲۷)

جب اللہ تعالیٰ کا حقیقی ذکر وجود میں آتا ہے تو وجود میں سے تمام باطل چیزیں نکل جاتی ہیں جو طالب اپنے مرشد کے گناہوں کا خیال کرتا ہے وہ کبھی راہِ خدا نہیں دیکھ سکتا۔ جو طالب اپنے مرشد سے راستہ دیکھ لیتا ہے وہ پھر اپنے مرشد کے گناہوں کا خیال تک نہیں کرتا۔(توفیق الہدایت ص ۲۷)

ذکر الٰہی کا تعلق راز سے ہے آواز سے نہیں۔ذکر کے یہ معنی نہیں کہ قلب جو گوشت کا ٹکڑا ہے جنبش کرے ہلنا معرفتِ حضوری کے مشاہدے سے ہوتا ہے۔جو شخص اسمِ اللہ ذات کے تصور کی تلوار سے نفسِ امارہ کو قتل کر دیتا ہے، وہ دونوں جہانوں کا تماشا پشتِ ناخن پر کرسکتا ہے۔'' (توفیق الہدایت ص ۲۸)

''اسمِ اللہ ذات کے تصور سے انسان کی نیکی بدی معلوم ہو جاتی ہے۔نفس کے لیے یہ ذکر بمنزلہ زہر ہلاہل ہے لیکن مرد وہی ہے جو نفس کے خلاف کرے۔یہاں تک کہ اس

کے وجود میں حرص وہوا کا نام تک نہ رہے۔ روح اور نفس کی باہمی سخت دشمنی ہے۔ کشف وکرامات کے مراتب میں ذکر فکر اور ریاضت ضروری ہے۔ اعمال ظاہری سے خلقت میں مشہور ہو جاتا ہے اور اس شہرت سے اس کا نفس خوب موٹا تازہ ہو جاتا ہے اور خوش وقت اور خوشحال ہو جاتا ہے۔ نفس کی یہ کیفیت ہے کہ اسم اللہ ذات کا ایک گھڑی کا تصوّر اختیار نہیں کرتا۔ لیکن دوزخ کی آگ میں جلنا قبول کرتا ہے۔ حالانکہ روح کو ذکر الٰہی سے فرحت حاصل ہوتی ہے۔'' (توفیق الہدایت ص ۲۹)

شیطان ظاہری اطاعت سے فتنہ کی تعلیم دیتا ہے۔ پھر اس سے گناہ عظیم کا دروازہ کھولتا ہے۔ (توفیق الہدایت ص ۳۰)

ذکر باشد ہچو باہاھو بود — از قبرِ باہوہو آید و اَزْ لحد

ہر کہ باہوہو برآید شد تمام — از قبرِ باہو ہو برآید حق بنام

(توفیق الہدایت ص ۳۱)

جو اسمِ اللہ ذات کے تصور بغیر دیکھتا ہے۔ اس کا ذکر فکر۔ مراقبہ اور مکاشفہ ناسوت سے نفسانی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے، عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب کچھ حرص وہوا کے موافق ہوتا ہے۔ (توفیق الہدایت ص ۳۲)

ہر خانوادہ کی انتہا قادری طریق کی ابتداء سے لگا نہیں کھا سکتی۔ خواہ ساری عمر کرے۔ قادری کی ابتداء لامکاں اور فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ اور قادری کی انتہا لاہوت اور بقا باللہ ہوتا ہے۔ (توفیق الہدایت ص ۴۰)

واضح رہے کہ جس پر تعلیم، تلقین اور ارشاد کا اثر نہ ہو۔ وہ چاروں وجودیہ مشقیں اس طرح کرے کہ تصور میں اسمِ اللہ ذات پر نگاہ رکھے اور چشمِ تفکر مرقوم پر اور اسم ''فقیر'' پیشانی پر لکھے اور زبان سے اللہ اللہ پکارے۔ اسمِ اللہ ذات کی مشق دونوں کانوں، دنوں آنکھوں، قلب اور ہتھیلیوں پر کرے۔ اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشق سینے پر کرے اور نفس کی مخالفت کے لیے اسمِ اللہ ذات ناف پر، ناف کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے

اس پر مشق کرے۔ھو دماغ میں پہنچائے۔ جب یہ ساری مشقیں عمل میں آ جاتی ہیں۔ تو عامل تمام اعضا کو اپنے قبضے میں لے آتا ہے۔ اسمِ اللہ ذات کی تاثیر پورے طور پر ہو جاتی ہے۔ یہ مراتب غنی فقیر کے ہیں۔ (توفیق الہدایت ص ۴۲-۴۳)

اگر زمین آسمان اور بہشت کے سارے دریا سیاہی بن جائیں اور روئے زمین کے تمام درخت گھاس وغیرہ قلم بن جائیں اور اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق کیا انسان کیا جن اور کیا فرشتے، دیو، حور، پری وغیرہ سب لکھنے لگیں اور زمین و آسمان کے تمام طبقات کاغذ بن جائیں اور ازل سے ابد تک لکھتے رہیں تو بھی اسمِ اللہ ذات کا ثواب قیامت تک نہیں لکھ سکتے۔ (توفیق الہدایت ص ۵۰)

"ظاہری ریاضت دل کے اندر تاثیر نہیں کرتی اگر دل خشک ہو تو اسمِ اللہ ذات کی مشق مرقوم کے تصور اور اولیاء اللہ کی نظری توجہ کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس تصور اور توجہ سے دل پر ایسی تاثیر ہوتی ہے جیسے نمک کی کھانے میں انگاری آگ میں۔"

"جو شخص سرود و سماع سے ذکر کرتا ہے وہ باطن میں معرفت الٰہی اور قربِ خدا سے محروم ہوتا ہے۔ بلکہ اہلِ بدعت ہے اور نفس کا تابع ہے اور شیطان کا پسندیدہ ہے۔ اور رحمان سے دور ہے۔ اس قسم کا تقلیدی طریقہ خام خیالی اور بے دینی ہے۔ ایسے لوگ دجال ہیں۔ ایسے طالب اور مرید دونوں بدعتی ہیں ایسے لوگ ہمیشہ معرضِ زوال میں رہتے ہیں۔ یہ مذہب کے رافضی اور پوشیدہ احوال ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا ظاہر نص۔ حدیث، علم فقہ اور تفسیر اور قال سے آراستہ ہوتا ہے پیشانی پر تو انوار برستے ہیں، لیکن باطن میں اہلِ زنار خوارجی اور خوار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہزار بار اِستغفار ہے کہ ظاہر میں ہر دل عزیز ہوتے ہیں اور اہلِ دکان ہوتے ہیں......

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سراہ العزیز فرماتے ہیں۔

"بے علم زاہد دیو اور شیطان ہے۔ جو قرآن اور حدیث کا معتقد نہیں، وہ خبیث ہے اس کی کوئی بات قابلِ قبول نہیں ہے۔"

واضح رہے کہ جو مرشد اسمِ اللہ ذات کے تصور کی توجہ سے طالب کے وجود سے شیطان کو نفس سے جدا نہ کرے اور حضوری کے مرتبے کو نہ پہنچائے۔ خواہ وہ ساری عمر ورد وظائف اور ذکر فکر میں لگا رہے تو بھی وہ خطراتِ شیطانی کے وسوسوں کی قید میں رہے گا۔ وہ مرشد خود کام ہے اور اس کے طالب تیلی کے بیل کی طرح ہیں۔''

اسمِ اللہ بس گراں است بے بہا ایں حقیقت رابداند مصطفےٰ ﷺ

بندہ اور خدا کے درمیان کوئی پہاڑ یا پتھر کی دیوار نہیں۔ بلکہ بندہ اور خدا کے درمیان پیاز کے چھلکا کا پردہ ہے پیاز کے پردے کا اس اللہ کے تصور سے اور مرشد کی نظر سے پھاڑ لینا کوئی مشکل نہیں ہے، اگر تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اگر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں وہ بے نیاز ہے۔ فقر اور معرفت کا مرتبہ تمام مرتبوں سے برتر عظیم اور کریم ہے۔[1]
نماز، ذکر یا کسی اور نیک کام کے وقت بہت سے خطرات، خلل، وسوسے اور توہمات پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین۔ سلطان الفقراء سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز اس کا علاج یوں بیان فرماتے ہیں۔''

''پس خطرات کا علاج یہ ہے کہ اسمِ اللہ پر نظر رکھے۔''

آپ سانس کو روک کر اور تصور شیخ کو مدنظر رکھ کر ذکر کرنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ''مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو سانس کو روک کر اور مردار خور مرشد کی صورت کا تصور کر کے ذکر کرتے ہیں۔ وہ فنافی الشیطان کو فنافی الشیخ سمجھے ہوئے ہیں۔ فنافی الشیخ کی صورت تو ایک لحظہ کے اندر مجلس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور معرفت الٰہی تک پہنچا دیتی ہے۔''
سلطان العارفین قدس اللہ سراہ العزیز اس بارے میں مزید وضاحت فرماتے ہیں۔

''اگر طالب، مرشد کو ظاہر اور باطن میں اپنی شہ رگ سے نزدیک نہ جانے۔ مطلوب کو نہیں پہنچتا، مگر راہ حضوری کی اسم ذات کے تصور سے اور اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم، سرورِ کائنات کے تصور سے ہو یعنی لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ''

(محک الفقراء کلاں ص ۱۶۵)

''جو کوئی نزدیک تر پیر کو جان سے نہ سمجھے' اس کو مرید نہیں کہہ سکتے۔ پریشان ہے۔''

(محک الفقراء کلاں ص ۱۹۰)

لفظ اللہ کے فضائل و برکات کا احاطہ کرنا بڑا مشکل ہے۔

خود سلطان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

''پس اے طالب! اگر تمام مخلوق کے جن وانس اور وحشی وطیر و چرند و پرند لفظ اللہ کی تمام برکات اور ثواب بیان کرنے لگیں۔ تب بھی ناممکن ہے۔ کہ ایک شمہ اس کی برکت بیان کر سکیں۔ پس جو کوئی ذکر اللہ اور نام اللہ اور معرفت اللہ اور فکر سے منکر ہوا، پس وہ کافر ہے۔ یعنی سب کتابوں سب فرشتوں، سب پیغمبروں، سب اصحابوں، سب عالموں اور سب فقیروں سے منکر ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت ار رسالت سے برگشتہ ہے۔ اسی وجہ سے کافروں، یہودیوں اور نصرانیوں نے اللہ تعالیٰ کے نام سے انکار کیا اور مسلمان ان کے دشمن ہو گئے۔ اور دار الحرب سمجھ کر ان سے جنگ کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ اے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دار الحرب کے کفار کو قتل کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی اسمِ اللہ اور ذکر اللہ کا منکر ہے وہ کافر ہے......

(محک الفقراء کلاں ص ۸۰)

آپ مزید فرماتے ہیں۔

''جو کوئی ادب اسمِ اللہ، ادب کلامُ اللہ، ادب نبی اللہ، ادب اصحاب رسولُ اللہ۔ ادب شریعت ادب علماء اور ادب فقرا کا نہ کرے، وہ ملعون اور بیدین ہے۔''

(محک الفقراء کلاں ص ۸۱)

اسمِ اللہ ذوق بخشد با وصال — بے زباں گوید سخن بس قیل وقال

اسمِ اللہ رہبر است در ہر مقام — از اسمِ اللہ یا فتند فقرش تمام

انوارِ آفتابِ

سُلطان العارفین

ارشاداتِ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

محبوبانِ خدا، بزرگانِ دین اور اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سے حقیقی محبت وعقیدت عِشق ووابستگی اور قلبی وروحانی تعلق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اُن نفوسِ قدسیہ کے ارشادات فرمودات، اقوال وافعال اور اعمالِ صالح پر عمل کریں۔ اُن کے نقشِ پا کو اپنی حیاتِ عملی کا رہبر ورہنما تصوّر کریں۔ محض خالی عقیدت ومحبت ایک وہم وگمان ہے، وسوسہ شیطان ہے۔ دین ودُنیا میں سراپا نقصان ہے، عمل سے ہی حصول وجدان ہے۔ یہ بھی بجاء ہے کہ خلوص نیت اور عشق ومحبت کے بغیر عمل محض نفاق ہے، کیونکہ بقول حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے
بجھی عِشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز کے حالاتِ زندگی، احوال ومقامات کی رفعتِ شان ایک مینارۂ نور ہے اور عروج وکمال بڑے بڑے اولیاء وصوفیا کی نظرِ باطن سے پوشیدہ ومخفی ہے۔

لہٰذا حسبِ ضرورت آپ کے فرمودات عالیہ سے آپ حضرات کو روشنا کرانے کا متمنی ہوں۔ امیدِ واثق ہے کہ جملہ متعقدین، مخلصین اور دیگر مسلمان بھائی ان پر عمل کرنے کی پوری پوری سعی فرمائیں گے اور روحانی وقلبی فوائد حاصل کریں گے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''محقق عارف باللہ وہ ہے جو اپنے بظاہر کو لباس شریعت سے آراستہ کرے، اور باطن میں جناب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پرنور حضور میں ہو، عارف کے لیے ضروری ہے کہ صبح وشام شریعت کو مدنظر رکھے، جو کام کرے دیکھ لے شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر مطابق ہو تو کرے، اگر نہ ہو تو نہ کرے، شریعت کا اُصول قرآن شریف ہے۔ علم اور علماء کا ادب ملحوظ رکھنا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنت کا ادب ملحوظ رکھنا واجب ہے، جو باطن ظاہر کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔ باطنی ہر ایک مقام شریعت اور علم قرآن شریف سے منکشف ہوتا ہے اور ہر ایک ظاہری مقام شریعت کے باطن میں آتا ہے۔ قرآن اور شریعت سے کوئی چیز باہر نہیں۔'' (مفتاح العارفین ص۱۱)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس زمانے میں کوئی ولی اللہ،

ارشاد۔ دستِ بیعت اور تلقین کے لائق نہیں تو سمجھو کہ وہ شیطانی حیلہ اور ٹال مٹول کرتا ہے اور نفس اُسے فریب دے رہا ہے اور متکبر ہے، ایسے خیالات معرفتِ خدا سے محروم رکھتے ہیں۔ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے نصیب ہیں، ایسے لوگ جاسوس، راہزن، ڈکیتی کرنے والے رغیبت گو، عیب جو ہوتے ہیں، اگرچہ ظاہر میں عالم ہوتے ہیں۔ لیکن باطن کے پکے جاہل ہوتے ہیں۔

عالم کون؟

پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم جاہل سے ڈرو تو صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم نے پوچھا جاہل عالم کون ہوتے ہیں؟ فرمایا: جو زبان کا عالم ہو۔ لیکن دِل کا جاہل۔" (قرب دیدار ص۱۴)

فرق علم ظاہری و باطنی

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے) "جس نے علم مناظرہ کے واسطے سیکھا وہ جاہل ہے اور جس نے خاص خدا کے واسطے سیکھا وہ مومن ہے۔" وارثِ انبیاء عالم کی پہچان یہ ہے کہ اگر اسے علم ظاہری میں کمی نقص، غلطی یا سہو واقع ہو یا علما کے ساتھ مقابلہ کرتے وقت پورا نہ اُتر سکے تو باطنی علوم کی قوت سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک تمام انبیاء میں سے ہر نبی اور مرسل کی روح سے ملاقات ومصافحہ کر کے اس غلطی کی درستی کرائے اور تحقیق کرائے، جو عالم باطن میں اپنے آپ کو مجلس (نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حاضر نہیں کر سکتا۔ وہ وارثِ انبیاء کس طرح ہو سکتا ہے۔ وہ تو مردہ دل ڈھور ڈنگر کی طرح ہے۔ وارثِ انبیاء وہ شخص ہو سکتا ہے جو زندہ قلب اور زندہ روح ہو نہ کہ نفسانی اور ناسوتی ہو،

قولہ تعالیٰ: كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط

"ایسے عالم اس گدھے کی طرح ہیں۔ جن پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لدی ہوں"۔

عالم باعمل است علمش راہبر ۔۔۔ عالماں را دل صفا صاحب نظر

(قرب دیدار ص۵۵)

اے طالب! علم بھی چار قسم کا ہے،

۱۔ علم عاری، (۲) علم قاری (۳) علم اختیاری (۴) علمِ افتخاری

۱۔ عِلم عاری: وہ ہے کہ دین کو دُنیا سے بدل دے جیسا کہ رشوت، ریا اور کبر و ہوا خدا تعالیٰ سے دور کر دیتا ہے۔

۲۔ علم قاری: قرأت اور حفظ پڑھنا قرآن کے واسطے اور روحِ حضرت محمد صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے

۳۔علم اختیاری: فقہ، تفسیر اور حدیث

۴۔علم افتخاری: تصوف اور معرفت اور توحید اور تقویٰ اور پرہیز گاری اور ہدایت اور ولایت فقرِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (محک الفقراء کلاں ص ۲۱۳)

عاشق الٰہی، عارفِ کامل واکمل حضرت سلطان العارفین نور الہدیٰ'' میں فرماتے ہیں۔

''جو شخص علم وفضیلت میں ظاہری زبان سے آراستہ ہو، لیکن تصدیقِ دِل اور علمِ باطن سے بے خبر ہے۔ وہ مطلق حیوان تابع نفس وشیطان ہے، اگر چہ وہ ظاہری زبان سے علمِ نص وحدیث پڑھتا ہے۔ لیکن باطن میں اُس کا نفس دیو، جاہل، خبیث اور منافق ابلیس بیٹھا رہتا ہے......

اے جانِ عزیز!

تمام مسائل فقہ اور جملہ دینی کتب کا مطالعہ محض حق وباطل بتاتے ہیں، لیکن مرشد عالم باللہ راہِ دیدار با توفیق اور حضوری نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح طور پر دکھاتا ہے۔ اہلِ علم صاحب شنیدن اور اہلِ معرفت صاحب دید ہیں۔ ہر دو برابر نہیں ہوسکتے۔''

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نور الہدیٰ شریف میں ہی فرماتے ہیں۔

علم دو قسم کا ہے، ایک: علمِ ظاہر رسم رسوم زبانی دوم: علم باطن حیی وقیوم، بے تحریر رقم رقوم تصدیق القلب، راحت بخش روحانی فیض فضل اللقا، فیض فضل البقاء فیض فضل الحیاء۔ جب علم باطنی تصور اسمِ اللہ ذات سے کھل جاتا ہے تو عالمِ ظاہر زبانی علمِ باطنی یعنی عین العلم عیانی میں خود بخود آجاتا ہے......

علم ظاہر ادب آداب کی راہ ہے۔ لیکن علم باطن رویت کے لیے نورِ نگاہ ہے، علم ایک نور ہے اور عالم صاحب حضور ہے۔ اس علم سے محروم احمق بے شعور ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کے سِرّ کُن کا راز ہے۔ جہاں نہ حرف وعبادت اور نہ صورت وآواز ہے۔ عالم محرم رازِ علم کسبی

سے بے نیاز ہے، عالمِ علم معرفت وتوحید عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردہ دل کو سخن قم سے زندہ جاوید بنا دیتا ہے۔ علم معاملات اور علمِ عبادات سے ہرگز مردہ دل زندہ حیات نہیں ہوتا۔ یہ اعمال اور عباداتِ ظاہری محض درجات بہشت بہار کے وسیلہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ علمِ تصوف معرفتِ دیدار سے بے خبر ہوتے ہیں۔

''عین الفقراء'' میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

لوگوں کو مسئلہ مسائل کی طرف جس قدر توجہ ہوتی ہے عمل کی طرف اتنی توجہ نہیں کیونکہ مسئلہ مسائل سے لوگوں کے دلوں میں اُن کی وقعت زیادہ ہوتی ہے اور دُنیا بھی اس سے حاصل ہوتی ہے اور عمل اور ذکرِ خفی شمشیر (تلوار) کی طرح ہے جو نفس کو زیر کرتی ہے۔''

''اگر دُنیا میں علمائے عامل اور فقرائے کامل نہ ہوتے تو لڑکے محض لہو ولعب، کھیل کود اور جوان کر وغرور اور مستی میں اور بوڑھے غیبت اور چغل خوری میں مبتلا رہتے چاہئے کہ یاوہ گوئی اور خصوصاً بد گوئی سے اور مستی اور خواہش نفسانی سے بچے اور خاموش رہے۔''

ضرورتِ ریاضت:

آپ فرماتے ہیں۔

''مردہ دل کو ریاضت لازم ہے یہ سب مراتب محنت اور برکتِ شریعت شریف سے (حاصل کرنے) لازم وضروری ہیں اور زندہ دل صاحب راز کو کوئی ریاضت درکار نہیں ہے کہ ہمیشہ باحضور ہے۔'' (محک الفقراء کلاں ص ۱۹۳)

تقویٰ اور علم:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے علم کے ساتھ تقویٰ پرہیز گاری، خوفِ خدا، ترکِ دُنیا اور حرص ولالچ سے کنارہ کشی کو بہت ضروری قرار دیا ہے۔ آپ نے

اس بارے میں قرآن وسنت سے مدلل طور پر استنباط فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

''جس شخص نے زیادہ علم پڑھا اور پرہیزگاری نہ کی تو اللہ تعالیٰ سے اُس کو شریعت میں دوری ہو جاتی ہے حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: تحقیق زیادہ عذاب قیامت کے دن اس شخص کو ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ علم سے نفع نہ دے''۔ (محک الفقراء کلاں ص ۲۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ عالم کون شخص ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو علم پر عمل کرے۔ پس علم سیکھنا چاہیئے تاکہ کام آوے اور اس سے سنت کی راہ پاوے اور جاننا چاہیئے کہ جب علم حاصل ہوتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ سے ڈرے اور جس کو علم زیادہ ہو اور بے خوف ہوا تو اس کا جہل (جہالت) زیادہ ہوتا ہے اور وہ جہل ظاہر سے باطن کی طرف پلٹ جاتا ہے عالم وہ ہے کہ خوف والا ہو اور اگر سو ہزار مسئلہ جانے اور خوف والا نہ ہو، بقول خدا تعالیٰ کے وہ عالم نہیں ہے علم کا حمال (اٹھانے ولا) ہے اور جو مسئلہ ایک جانے اور خوف والا ہو تو اس کا حشر علماء کے ساتھ ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ فقیہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا:

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اُس کا خوف کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

یَخْشَی اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○

ترجمہ: (جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ وُہی کامیاب ہوں گے) (محک الفقراء کلاں ص ۲۱۵)

وہ فقیہ ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے اور جب نہ ڈرے گا تو نص پر تحویلات میں مشغول ہوگا، اور حرام اور شبہات سے بچے گا اور حُبِّ دُنیا میں کہ سرگناہوں کا ہے، داخل ہوگا۔

(حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں ہے): اگر علم کو بلاتقویٰ کے شرف ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ابلیس زیادہ بزرگ ہوتا۔" جب علم اور عمل تقویٰ اور خدا تعالیٰ کا ڈر چاروں وجود میں جمع ہوں، دِل صفا معرفت کے ساتھ ہوگا اور اس صفت والے کو عالم عارف باللہ کہتے ہیں۔" (محک الفقراء کلاں)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"جو علم کہ محض دُنیا کے واسطے اور صرف حصولِ معاش وروزی کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ وہ علم زبان تک رہتا ہے اور حرص وحسد اور کینہ وغرور اس سے پیدا ہوتا ہے۔ علم وہ ہے جو سینہ میں ہو اور حق کی رہنمائی کرتا ہے۔ (عین الفقر)

قیامت کے روز شیطان عالم بے عمل اور فقیر اہلِ بدعت اور سرود سننے والے کو اپنے ہمراہ دوزخ میں لے جائے گا۔ (محک الفقراء کلاں ص ۲۳۹)

"مرشد کے بغیر سب کسبی علوم اور تمام بدنی اعمال اگرچہ ظاہر میں بصورت ثواب ہیں۔ مگر درحقیقت اللہ اور بندے کے درمیان یہ سب باعث حجاب ہیں۔" (نورالہدیٰ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی کون؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کمال کرامت اور عزت بخشی ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو معزز اور مکرم کیا ہے۔

اور یہ شرف اور عزت خاص حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

حدیث شریف: اَلْعُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ

ترجمہ: "میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہوں گے۔" لیکن خاص اُمتی بننا نہایت مشکل کام ہے"۔

اُمت پیرو کو کہتے ہیں۔ خاص اُمت وہ ہے۔ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم بقدم چل کر اپنے آپ کو مجلسِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میں پہنچادے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے اُمتی کا خطاب عطا فرمادیں)۔

مجھے ان لوگوں پر بہت تعجب آتا ہے کہ جو خود تو ان مراتب کو نہیں پہنچ سکتے اس لئے اس راستے کے انکار سے اپنی تسلی کرتے ہیں اور جو ان مراتب کو پہنچ گئے ہیں، انہیں حسد کے مارے دیکھ نہیں سکتے۔" (نورالہدیٰ ص۲۲۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ "محک الفقراء کلاں" میں فرماتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمت وہ ہے کہ جس کا عمل نص اور حدیث ہے اس واسطے کہ اُمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پارسا، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے فیضیاب ہوتے ہیں اُن پر اللہ کی رحمت سرتاقدم ہے اور جو اُمت کے صاحب شرک، صاحب تکلیف اور صاحب نفاق ہیں، اس سے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیزار ہیں امت ہونا آسان نہیں ہے، دشوار ہے۔ اُمت مومن مسلمان ہے نہ کہ حریص صاحب بغض اور نفاق اور تابع شیطان۔

اُمت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا علامت ہے کہ جس پر ستر ہزار نظرِ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نظر رحمت جدا نہیں فرماتے۔ مثل آفتاب کے ذرہ سے۔

خدا تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک ساعت غافل نہ ہونا اور معصیت سے تائب ہونا اور طاعت سے بے نیازی نہ کرنا اور اپنے آپ کو بندوں میں شمار کرنا، بہتر اُمت یعنی هٰذَا خَیْرُ اُمَّتِیْ ہے۔ (محک الفقراء کلاں ص۲۳۶)

امام باہلی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ بعض لوگ دن کو مسلمان ہوں گے۔ مگر شب (رات) کو کافر ہو جائیں گے۔ یا شب کو اپنے بستروں پر مُسلمان سو جائیں گے اور صبح کو کافر اُٹھیں گے، اس لیے کہ اُن کی زبان پر ناگفتنی باتیں جاری رہیں

گی، جو کفر تک پہنچادیں گی۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانہ میں وہ لوگ سلامتی سے رہیں گے، جو کہ علمائے عامل کی مجلسوں میں بیٹھ کر کلامِ الٰہی وذکر اللہ سُنیں گے اوراس پر عمل کریں گے۔ یہ لوگ کفروشرک اور بداعتقادی سے محفوظ رہیں گے۔ (عین الفقرص ۷۸)

معرفت توحید:

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یادرہے کہ ہرایک مقامِ ذات وصفات اتباعِ شریعت سے کشادہ ہوتا ہے۔ کوئی مرتبہ اور مقام بدون قرآن وحدیث اور تصورِ برزخ اسمِ اللہ کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ جوشخص کہ اسمِ اعظم اوراسمِ ذات سے محرم (واقف) ہوجاتا ہے وہ معرفتِ الٰہی میں پہنچ جاتا ہے اور جوشخص کہ شریعتِ عزّا اور کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منکر ہوتا ہے، معرفتِ الٰہی اور فیض رحمانی سے محروم رہتا ہے، بے اعتقادی کے ساتھ اگر تمام عمر پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہیں۔ علم ہمیشہ عمل کے ساتھ ہی مفید ہوا کرتا ہے۔ فقیر کو چاہئے کہ جو کچھ طلب کرے اللہ سے طلب کرے۔ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی برکت سے اسے سب کچھ حاصل ہوگا، تمام خزانوں اور مقاصد کی کُنجیاں خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ (مجالسۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

علمِ تصوف علمِ توحید سے ہے، علمِ توحید کا تعلق علمِ فقہ سے ہے اور علمِ فقہ کا تعلق علمِ حیا کے ساتھ ہے اور علمِ حیا کا تعلق محبت مولا اور دردِ محبت کے ساتھ ہے۔" (محک الفقراء کلاں)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابتدائی مقال جس کا تعلق کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے ہے یعنی جب ہم نے دعویٰ کیا کہ تیرے سوا کوئی دوسری دلیل نہیں۔ پس یہ دعویٰ ہوا کہ ہم نہیں ڈرتے۔ مگر اُس سے اور ہم اُمید نہیں رکھتے مگر اس پر (اللہ تعالیٰ پر) پس جب ہم کسی دوسرے سے ڈریں اور کسی سے اُمید رکھیں تو ہمارا دعویٰ برہان سے نہ رہے گا۔ بلکہ ہمارا

دعویٰ جھوٹا ہوگا اور ایسا دعویٰ کفر وانکار کی حدتک پہنچے گا۔

پس اے طالبِ صادق! اسی طور سے اگر مخلوق ہم کو دیکھتی ہے تو اس کے روبرو ہم کوئی گناہ نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ ہم کو دیکھتا ہے ہم اس کے سامنے لاکھوں گناہ روزمرہ کرتے ہیں۔ پس اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہم مخلوق خدا سے ڈرتے ہیں اور اس سے نہیں ڈرتے پس جو مخلوق سے ڈرا اور اللہ تعالیٰ کا خوف نہ کیا وہ کافر ہے۔ جیسے نماز کا ترک کرنا مشرکوں جیسا فعل قرار دیا گیا ہے۔ جان بوجھ کر نماز ترک کرنے کو کفر بھی کہا گیا ہے۔ بعض اوقات مسلمان گناہ کرتے کرتے کفر کی حدتک پہنچ جاتا ہے۔ عفی عنہ

(محک الفقر اکلاں صفحہ نمبر ۶۳-۶۴)

آپ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

جو شخص اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر بھی جانتا ہے، وہ اگر مخلوق کا محتاج ہو تو سمجھ لو کہ وہ شیطان ہے۔'' (امیر الکونین صفحہ نمبر ۳۰)

اللہ تعالیٰ جسے اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے، اس کے ہفت اندام منور ہو جاتے ہیں اور پھر لامکاں میں جو غیر مخلوق کا مکان ہے، دیدار نصیب ہوتا ہے، یہ بھی اسمِ اللہ ذات کے تصور سے ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کہ اس کی صورت قائم نہیں کر سکتے۔ جو شخص اس قسم کا دیدار کرتا ہے وہ اسے وہم وخیال میں نہیں لا سکتا۔ (عقل بیدار ۱۲)

واضح رہے جو کچھ اسمِ اللہ ذات سے لامکان میں بے مثل اور بے مثال لم یزل ولا یزل پروردگار سے مشرف ہوتا ہے اور حق بات ہے اُسے تو غیر مخلوق سمجھ کر اس پر اعتبار نہیں کرتا اور جو مخلوق اور صورت وشکل رکھتا ہے۔ اس کے دیدار کو وصال سمجھتا ہے۔ یہ وہ اصل دیدار نہیں۔ دیدار دیکھنے والے کو حق تعالیٰ سے چند علامات حاصل ہوتی ہیں جو شخص اس نعمت سے مشرف ہوتا ہے اور طالب عارف باللہ با اعیان ہے۔ وہ مرشد سے علمِ دیدار کا سبق پڑھتا ہے اور مرشد کے کہنے پر یقین کرتا ہے اور اُسے مانتا ہے...... اہلِ دیدار کی یہی علامت ہے کہ کلمہ طیبہ تلاوت قرآن، اذان اور نماز اس کے لیے بمنزلہ آوازِ

سرود ہے۔" (عقل بیدار ۱۲)

مذہب اہلِ سنت وجماعت:

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں اے برادر!

: ہب اہلسنّت وجماعت مولا کی راہ ہے اور غافل اس سے گمراہ ہے۔ راہ پر کون ہے اور گمراہ کون ہے؟ جس راہ پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گئے وہ سنت وجماعت کی راہ ہے۔ اور خلاف اس کے گمراہ ہے، جس سے حق ملاؤ ہ راہ پر ہے اور باطل گمراہ ہے۔

(محک الفقراء کلاں ص ۲۳۳)

واضح رہے کہ کل تہتر فرقے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اپنے تئیں غلطی پر نہیں مانتا اور ہر ایک یہی کہتا ہے کہ ہم راستی پر ہیں۔ لیکن ان میں سے بہتر غلطی پر ہیں اور مخالفِ شرع ہیں۔ صرف اہلِ سنت وجماعت لوگ راستی پر ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ فقیر عارف وہ ہے۔ جو ان تہتر فرقوں کی واقفیت رکھتا ہو لیکن کاربند اہلِ سُنت وجماعت کے طریق پر ہو اور باقی بہتر پر غالب رہے اور انہیں ترک کر دے۔ کیونکہ اہلِ سنت وجماعت سعید ہیں۔ اس واسطے کہ اس طریق کی بنیاد معرفتِ قرآن ہے ماسوا ان کے سوا سب تقلیدی اور شقی ہیں۔ (امیر الکونین ص ۴۷)

مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجلسِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعض محمود نیک خصلت بن جاتے ہیں اور بعض مردود ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ کسوٹی ہے، اس کے دیکھنے سے وجود کے اندر کا پوشیدہ کِذب ظاہر ہوتا ہے اور صادق جب اس مجلس کو دیکھتا ہے تو اس کا وجود سراسر نور ہو جاتا ہے اور پھر اس کو مجلسِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضوری دائمی طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔"......

واضح رہے کہ حضوری بھی دو قسم کی ہے ایک وہ جو اسم ذات کے تصور سے حاصل ہو۔ جس سے قُرب وصال ہاتھ آتا ہے۔ دوسرے بلا تصور جو ذکر فکر، مراقبہ اور اعضاء کے اعمال سے ہاتھ آئے۔ ناقص کے لیے یہ سب کچھ وہمی اور خیالی باتیں ہیں۔ مبتدی میں جو سکر کی وجہ سے گرمیٔ احوال ہوتی ہے۔ وہ ناقص مرشد کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(امیرالکونین ص ۸، ۹)

یا اللہ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے ہم سب کو بہرہ ور فرما۔ آمین

صلی اللہ علٰی حبیبہٖ محمد واٰلہٖ وسلم

رُوحِ تصوف
اور حقیقتِ تصوف

غلط فہمیوں کے ماحول میں کسی چیز کا اپنے اصل روپ میں سامنے آنا کسی قدر مشکل ہے اور جب تک گرد کی جمی تہیں الگ کر کے اصل ماخذ کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ حقیقت کیونکر واضح ہو سکتی ہے۔ اس کا احساس تصوف کے بارے میں غلط العوام تاثر کا جائزہ لیتے ہوئے ہوتا ہے۔ تصوف کی غلط تعبیر، خود ساختہ تشریح اور من پسند توجیہہ سے غلطیہائے مضامین کا دَروا ہوا۔ مگر نام نہاد صوفیاء کا طرزِ عمل اُونٹ کی کمر پر آخری تنکا ثابت ہوا۔ ورنہ رنگین شیشوں والی عینک کے بغیر تصوف کا مطالعہ کیا جائے۔ تو آج کے مروّجہ اور مبینہ تصوف سے اصل تصوف نہ صرف الگ نظر آتا ہے، بلکہ کسی قسم کا ابہام نہیں رہتا۔ کہاں وہ تصوف اور کہاں یہ رسم ورواج، ہر گروہ میں کالی بھیڑیں ہوتی ہیں۔ تصوف کا ادارہ بھی اس سے محفوظ نہ رہا۔ مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ذرا سی کوتاہی پر سب کچھ قابلِ تنسیخ قرار دے دیا جائے۔ تنقید کی سان جتنی تیز ہو۔ پھر بھی اس قدر بے رحمی سراسر زیادتی ہے کہ درست اور نادرست میں تمیز ہی اُٹھ جائے۔ (روحِ تصوف)

کوئی شخص ڈاکہ زنی اور چوری کا دھندہ کرنے کے ساتھ ساتھ باریش بھی ہو اور نمازی بھی۔ حاجی بھی ہو۔ قاری بھی ہو۔ تو اس میں داڑھی، نماز، حج اور قرآن کا تو کوئی قصور نہیں بلکہ اس کے نفس کا فتور ہے۔

افعالِ قبیح کے مرتکب کی حالت و کیفیت کو دیکھ کر داڑھی مبارک کے سنت ہونے، نماز اور حج کے فرض ہونے اور قرآن مجید کے پڑھنے کی فضیلت سے انکار کرنا۔ سراسر حماقت و جہالت ہے۔

اس طرح تصوف کے نام پر دوکانداری کرنے والے، اعمالِ بد کا ارتکاب کرنے والے، لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے والے کیونکر تصوف کی حقیقت و اہمیت اور اثرات کے صحیح ترجمان اور علمبردار تصور کئے جا سکتے ہیں۔

ظاہر اور باطن کی اصطلاح سے ہر فرد واقف ہے۔ تعلیم اور تزکیہ کو بھی جو فرائضِ نبوت میں سے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے۔ پس اس تزکیے اور تصوف کا نام باطن ہے۔

جس طرح دیگر علوم وفنون مثلاً صرف، نحو، فقہ، منطق، فلسفہ اور معانی کا نام رکھنے سے ان کا شریعت سے متغائر اور متصادم ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اسے علم کی ذیلی شاخیں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح تصوف کو ایک مستقل ادارے اور باضابطہ تحریک کا نام دینے سے بھی شریعت سے علیحدگی اور تضاد ثابت نہیں ہوتا۔ بعض باتیں اعضاء اور جوارح سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور بعض دل اور رُوح سے۔ دل اور رُوح سے متعلق امور کو تصوف کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی ایسی خطرناک بات نہیں۔ جس پر شور برپا ہو جائے۔ بعض احکام ظاہر سے متعلق ہوتے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یا مثلاً نکاح، طلاق، بیع، وشرا حقوق الزوجین، قرضہ، رہن، لین دین، طعام ومنام، مہمانی ومیزبانی، وغیرہ، ان مسائل کو فقہ کہتے ہیں۔

اور کچھ احکام باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے خدا سے محبت رکھنا کہ خالص دل کا معاملہ ہے۔ خدا سے ڈرنا، دُنیا سے کم رغبتی، خدا کی مشیّت پر راضی رہنا، حرص نہ کرنا۔ دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا۔ کسی کو حقیر نہ سمجھنا۔ خود پسند نہ ہونا، غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ہم۔ ان اخلاق کو سلوک یعنی تصوف کہتے ہیں۔ بس یہ تصوف جو ہدفِ تنقید بنا ہوا ہے اور اسے ہوّا بنا دیا گیا ہے۔ آج دُنیا جن معاشرتی اور معاشی مسائل میں اُلجھی ہوئی

ہے۔اور ہزاروں لاکھوں صفحات اس کے حل کے لیے سیاہ اور بیش قیمت ذہنی و عملی قوت صرف کی جارہی ہے۔اگر اسے دو باتوں کا علم ہو جائے تو تباہی کے کنارے پہنچی دُنیا امن وعافیت کا سانس لے اور یہی دو باتیں تصوف کا اصل الاصول ہیں۔خدا کا خوف اور دُنیا سے بے رغبتی۔

خدا کے خوف سے یہ فائدہ کہ ہر شخص میں جواب دہی کا احساس زندہ وموجود رہتا ہے۔اور دُنیا سے بے رغبتی کا حاصل یہ کہ انسان کے اندر حرص، طمع، فساد اور ہوس کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔جو تمام معاشرتی اور معاشی مشکلات کا باعث ہیں۔

آج صوفیاء اور مجازیب کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ بستے گھر چھوڑ کر جنگلوں میں جا بیٹھے۔خدا کے دیئے رزق سے منہ موڑ کر پتوں پر گزارہ کیا۔خدا کے عطا کردہ پہناوے کو لنگوٹی یا پیوند لگے خرقے میں بدل دیا۔

خداداد صحت کو سخت ریاضت کر کے برباد کر ڈالا۔یہ کہاں کی ولایت ہے؟ یہ کیسی بزرگی ہے۔یہ کس طرح کا تصوف ہے۔(بحوالہ روحِ تصوف)

ایک بڑا غیر مقلد (جسے آج کل امام العصر اور شہید لکھا جاتا ہے) لکھتا ہے۔

''اُمتِ مسلمہ کی اکثریت کی رائے ہے کہ تصوف کا اسلام سے دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں۔یہ خالصتاً اسلام کے مقابلے میں ایک نیا دین و فلسفہ ہے۔

اس کے افکار اور اس کی اصطلاحیں اجنبی اور غیر اسلامی ہیں،تصوف کا ماخذ و منبع تلاش کرتے وقت کتاب وسنت کی بجائے دیگر اجنبی ادیان و مذاہب کی طرف رجوع کیا جائے۔'' (ماہنامہ ترجمان السنۃ مئی ۱۹۹۰ء،ص:۴۰)

اگر ٹھنڈے دل ودماغ سے غور کیا جائے تو صوفیائے کاملین کا دامن ان جملہ اعتراضات اور آلودگیوں سے بالکل پاک ہے۔صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کا زہد و مجاہدہ سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حیاتِ طیبہ سے ثابت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کو کبھی لگاتار دو روز جو کی روٹی میسر نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ اس دُنیا سے رحلت فرما گئے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی خوان پر کھانا نہ کھایا۔ اور نہ باریک روٹی تناول فرمائی۔ (صحیح بخاری)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوا کرتی تھی۔ اور صرف پانی اور چھواروں پر گزارہ ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری) بعض وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوریائے خرما (چٹائی) پر سوئے ہوئے تھے۔ اُٹھے تو اس کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم آپ کے لیے گدّا بنوا دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے دُنیا سے کیا غرض، دُنیا میں میرا حال اس سوار کی مانند ہے جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے۔''

واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ زہد اختیاری تھا۔ خدا تعالیٰ نے تو زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ پر پیش کیں۔ مگر آپ کی ہمت عالی نے عبودیت و زہد کو پسند فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا:

''اگر تو چاہے تو تیرے واسطے وادیِ مکہ کو سونا بنا دوں۔'' مگر میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا۔ بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں تو تیرے آگے زاری و عاجزی کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد اور تیرا شکر کروں۔

اس میں شک نہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فتوحات بکثرت
ہوئیں۔ مگر جو کچھ آتا راہِ خدا میں اُٹھا دیتے اور خود زہد کی زندگی بسر کرتے
یہاں تک کہ جب آپ کا وصال شریف ہوا۔ تو بدن مبارک پر صرف ایک
کملی اور تہ بند تھا۔ کملی میں پیوند پر پیوند لگے ہوئے تھے اور نمدہ کی طرح ہو
گئی تھی۔ تہ بند کا کپڑا بھی پیوندوں کی کثرت سے موٹا ہو گیا تھا۔"

اب اگر ایک نظر ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حیاتِ طیبہ پر ڈالیں
تو معلوم ہوگا کہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے پورے طور پر
متاثر تھے۔ ان میں (زُہد و ورع) اور کشف کا مادہ بدرجہ اُتم موجود تھا۔ وہ پورے طور پر
اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور دُنیا سے بیزار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ
قول بھی ہے کہ جس نے معرفتِ الٰہی کا ذائقہ چکھ لیا۔ وہ ماسوائے اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ
ہو جاتا ہے۔ اور لوگوں سے اُسے وحشت ہونے لگتی ہے۔"

کیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دُنیا بیزاری کا اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے کہ
خلافت کے منصف پر فائز ہو چکنے کے بعد خطبہ دے رہے تھے اور یہ حالت تھی کہ آپ
کے آزار بند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے، قمیص پر چار پیوند تھے۔

اصحابِ صُفّہ کی منزلت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کوئی اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا
کہ اصحابِ صُفّہ نے اسلام کی روحانی تاریخ پر گہرا اور زبردست اثر ڈالا ہے۔ جسے تاریخ
کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اور خاص کر تصوف کی تاریخ تو یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

اہلِ صُفّہ کا گروہِ مقدس ان انصار و مہاجرین پر مشتمل تھا جو بالکل بے نوا تھے۔ یہ گویا
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہمان تھے۔ ان کے پاس اہل و عیال تھے نہ زن
و فرزند اور مال و زر کے بندھن میں انھوں نے اپنے تئیں پھنسنے ہی نہیں دیا۔ ان لوگوں کی
دُنیا بیزاری اور اہلِ دُنیا سے بے تعلقی دیکھیے۔ مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
نزدیک ایک چبوترا بنا دیا گیا۔ یہ ساری دُنیا و مافیہا سے بے پرواہ ہو کر یہیں کے مکین بن

گئے۔اور اپنا سارا وقت عبادت و ریاضت اور مجاہدۂ نفس میں صرف کرنے لگے۔انہوں نے دُنیا سے منہ موڑ لیا اور کوئی واسطہ نہیں رکھا۔انہوں نے صرف روح کی طرف توجہ دی اور ماسویٰ کو یکسر فراموش کر دیا۔

ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''یہ وہ لوگ تھے جنہیں اہل و عیال اور مال و زر نے نہ پھنسایا۔نہ خدا کے ذکر سے انہیں تجارت اور کاروبار روک سکا۔دُنیا میں یہ اگر کچھ کھوتے تھے تو انہیں ذرا بھی غم نہیں ہوتا تھا۔یہ اصحابِ صُفّہ وہ لوگ تھے جن سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود محبت فرمایا کرتے تھے۔مہربانی کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلِ بیت بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے۔اُن سے گھلے ملے رہتے تھے اور ان کی صحبت میں بیٹھنا موجب فلاح و صلاح سمجھتے تھے[1]۔ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ بزرگ تھے جو اہلِ صفہ کی محبت کو دین کی محبت سمجھتے تھے۔ان کے ساتھ بیٹھنا باعثِ عزت سمجھتے تھے۔ان سے اسی لیے قرب حاصل کرتے تھے کہ اچھے اخلاق و آداب سیکھیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی مشہور اور مقدس گروہ سے تھا۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی بھر وہ اصحابِ صفہ میں شامل رہے۔کتبِ طبقات میں ان کے زہد و فقر کی بڑی تفصیلیں ملتی ہیں۔(رہنمائے تصوف حصہ اوّل)

اللہ تعالیٰ اصحابِ صفہ کے بارے میں خصوصی طور پر ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''(اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے کا) پابند رکھا کیجئے۔جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔محض اس کی رضا جوئی کے لیے اور محض دُنیا کی رونق کے خیال سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر (یعنی توجہ) انسے ہٹنے نہ پائے (رونق سے یہ مراد ہے کہ رئیس مسلمان ہو

[1] تعلیم اُمت کے لئے

جائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کا تابع ہے۔ اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔''

اصل تصوف کا ماخذ ومنبع اصحابِ صفہ کے ہی حالات واحوال ہیں۔ انتہا پسند توحید پرست تصوف کو اسلام کے بالمقابل ایک نیا دین اور فلسفہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اصحابِ صفہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت سے ایسے بزرگ تھے جو اپنے زہد وورع کے لحاظ سے ممتاز اور مشہور تھے۔ دُنیا سے بیزار تھے، اور خدا کی یاد میں مست رہتے تھے۔ وقت کا بڑا حصہ عبادت وریاضت میں بسر کرتے تھے۔ حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کی کثرت تہجد مشہور ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی دُنیا بیزاری اور عبادت وریاضت کا پایہ تو بہت ہی بڑھا ہوا تھا۔ دن رات کا بڑھ حصہ وہ عبادت وریاضت اور مجاہدۂ نفس میں بسر کرتے تھے۔ ایک پیسہ بھی پاس رکھنے کے روادار نہ تھے۔ مالداروں اور دولت مندوں سے بہت چڑتے تھے۔ یہ وہ نامور صحابی (رضی اللہ عنہ) رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جو غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ اُن کا اُونٹ لشکر سے پیچھے رہنے لگا (زیادہ تیز نہ چلنے کی وجہ سے یا زیادہ کمزور ولاغر ہوگا) انہوں نے اپنا سامان لیا اور اپنی پشت پر لاد کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نشانِ قدم پر چلنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک منزل پر قیام کیا تو کسی دیکھنے والے مسلمان نے دیکھ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ شخص تو اس راستے پر بالکل تنہا چل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ نہ ہو۔'' پھر جب ذرا لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی قسم! وہ تو ابوذر (رضی اللہ عنہ) ہی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر (رضی اللہ عنہ) پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تنہا چلے گا، تنہا مرے گا اور حشر کے دن تنہا اُٹھایا جائے گا۔

(سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابنِ ہشام، حصہ دوئم)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بستان العارفین میں لکھتے ہیں عمر بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ ہر روز ہزار رکعت نماز اور ہزار تسبیحیں پڑھتے تھے۔

نیز لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جس پر دُنیا کی محبت غالب آ گئی وہ دُنیا والوں کا غلام بن گیا۔ اور جو سوال پر راضی ہو گیا اس سے خضوع جاتا رہا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

"جس کو پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دے اور علم عطا فرمائے۔ اُسے چاہئے کہ خلوت اختیار کرے۔ کم کھائے۔ بیوقوفوں کی صحبت سے بچے اور ان علم والوں سے بھی جن کے پاس انصاف اور ادب نہیں ہے۔"

عزیز دوستو! امام شافعی رفع یدین کرتے تھے۔ آمین اُونچی آواز سے کہتے تھے لیکن تصوف اور صوفیاء کے خلاف نہ تھے بلکہ خود بہت بڑے صوفی تھے۔ اور صوفیوں کے خادم تھے۔ ان کے فرمودات کو غور سے مطالعہ فرمالیں۔ یہی صوفیاء کا لائحہ عمل اور مشن ہے صوفیاء میں کوئی بے ادب نہیں ہوتا۔ یہ لوگ بہت مؤدب اور انصاف پسند ہوتے ہیں۔

سیدی مرشدی سلطان الفقراء فقیر حضرت محمد ارشد صاحب قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تصوف سکھایا اور جس تصوف کی تعلیم دی وہ خالص تھا۔ ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور جدا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصفیۂ نفس پر زور دیا۔ ریاضت کے اصول اور آئین مقرر کیئے۔ تفکر اور عبادت کے آداب سکھائے۔ ان کی ایک خاص ترتیب اور وضع قائم کی۔ اسی اصول پر اسلام کی حیاتِ روحیہ کا آغاز ہوا۔ اسلام نے ایک خدا کی طرف قلوب کو متوجہ کیا۔ اس نے جنت کی دعوت بھی دی اور جہنم سے بھی ڈرایا۔ لیکن خدا کی محبت کو ان سب سے بالا رکھا۔ اس نے

عمل کو اصول اور اساس قرار دیا۔ اس نے دُنیا میں رہ کر، دُنیا کو برت کر دُنیا سے تعلق قائم رکھتے ہوئے دُنیا سے الگ رہنے اور اس کے زفاف سے متاثر نہ ہونے اور اس کی دلکشی کو بے نیازی کے ساتھ ٹھکرا دینے کا گر سکھایا۔ یہ تصوف خالصِ اسلام کی پیداوار ہے۔ اس میں دُنیا کا کوئی مذہب اور کوئی تصوف اسلام کا شریک نہیں نہ ہنود کی ویدانیت، نہ زرتشت کی کہانت، نہ عیسائیوں کی رہبانیت، نہ کسی اور حلقۂ زہد وعبادت کا آئین۔"

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: "یعنی جو اشخاص تصوف والوں کی آواز سن کر آمین نہیں کہتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک غافلوں میں لکھے جاتے ہیں۔"

اور لوگوں نے اس نام کی تحقیق میں بہت کلام کیا ہے۔ ایک گروہ تو صوفی کو صوفی اس لیے کہتا ہے کہ وہ پہلی صفت (رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے (دبے پاؤں) چلتے ہیں۔ اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو سلام کہتے ہیں) میں ہوں گے۔

اور ایک گروہ یوں کہتا ہے کہ چونکہ وہ صوف کے کپڑے پہنتے تھے اس لیے صوفی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ صوفی صفا سے مشتق ہے۔ الغرض ہر کسی کے ان معنوں میں اور اس طریقہ کی تحقیق میں بہت سے نکتے ہیں۔ پس لفظ صفا ہی از روئے لغت ٹھیک بیٹھتا ہے۔ اور یہی سب معنوں سے عمدہ ہے"۔

(کشف المحجوب باب ۳ تصوف)

محبوبِ سبحانی، غوثِ صمدانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان عالی سے بھی اس معنی کی تصدیق وتائید ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "تصوف لفظ صفا سے مشتق ہے نہ کہ صوف پہن لینے سے۔ سچا صوفی جو اپنے

دعویٰ تصوف میں صادق (سچا) ہوتا ہے۔ اپنے قلب کو ماسوی اللہ سے صاف کر لیتا ہے۔ اور یہ تصوف ایسی چیز ہے جو محض کپڑے کے رنگ برنگ کرنے اور چہروں کو زرد کر لینے اور کندھوں کے ہلانے اور زبان سے صالحین کی حکایات بیان کر دینے اور تسبیح وتہلیل میں اُنگلیاں ہلانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے حصول کے لیے حق عزوجل کی سچی طلب اور دُنیا سے بے رغبتی اور قلب سے خلق کو نکال ڈالنا اور اس کے ماسوی اللہ سے خالی کر لینا ضروری ہے۔

(فتح الربانی مجلس، ص:۲۵)

امامِ صوفیاء امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے: ''پشمینہ پہننا اس فرقے کی خصوصیت نہیں۔''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ قول ہے کہ صوفی صفا سے مشتق ہے چونکہ صوفی صفائی ظاہر و باطن سے آراستہ ہوتا ہے اس لیے اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔
راقم الحروف فقیر پر تقصیر کے پیرومرشد سیدی ومولائی سلطان الفقراء حضرت فقیر محمد ارشاد صاحب قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''میرے نزدیک یہی رائے صحیح ہے اگرچہ قاعدہ کے خلاف ہے لیکن یہ لفظ بھی انہی قدیم الفاظ میں سے ہے جو قواعد کی ترتیب وتدوین سے پہلے رائج ہو چکے ہیں۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ حدیثیہ میں لکھا ہے کہ جو خدا کی یاد میں مشغول رہے اور غفلت سے اپنے قلب کی حفاظت کرے اس کا نام صوفی رکھا گیا ہے۔''

(رہنمائے تصوف، حصہ اول، ص:۵۲)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تصوف سے متعلق لوگوں کی تین اقسام ہیں: ایک صوفی، دوسرا متصوف، تیسرا مستصوف۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
پس صوفی وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ سے فانی ہو اور حق کے ساتھ باقی ہو۔

اور طبیعت کے قبضہ سے بھی خلاصی پائے ہوئے ہو۔ اور حق کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

متصوف وہ ہے کہ جو مجاہدہ سے اس درجہ کو طلب کرتا ہے اور اپنے آپ کو طلب میں ان کے معاملہ پر درست کرتا ہے۔

مستصوف وہ ہے کہ جو دُنیا کا مال ومتاع اور مرتبہ وعزت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو ان کی مثل کرتا ہے۔ اور نیز ان دونوں چیزوں یعنی صفا اور تصوف سے کچھ خبر نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ مستصوف صوفیائے کرام کے نزدیک مانند مکھی کے حقیر چیز ہے۔ اور جو کچھ کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ہوس ہوتی ہے۔ اور غیر صوفیوں کے نزدیک مثل پھاڑ کھانے والے بھیڑیئے کے ہے۔ اور اپنی تمام ہمت مردار خواری پر صرف کرتا ہے۔ پس صوفی صاحبِ وصول ہوتا ہے۔ اور متصوف صاحبِ اصول اور مستصوف صاحبِ فضول ہوتا ہے۔'' (کشف المحجوب باب ۳ تصوف)

صرف صوفیوں کی سی شکل وصورت بنا لینے اور اپنے آپ کو صوفی کہلانے سے صوفی نہیں بن سکتا۔ شہرت وناموری اور حرص وطمع، نفسانی خواہشات اور دُنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لیے دوکانداری چمکانے والے کو صوفی کہنا ہی حماقت اور جہالت ہے۔ ایسے شخص کو صوفی تو درکنار اسے تو متصوف بھی نہیں کہا جاسکتا۔ حدیث دانی اور قرآن فہمی کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت تصوف کی ابجد سے بھی واقف ہوتے تو کبھی صوفیائے کاملین اور تصوف کے خلاف زہر نہ اُگلتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(جس نے میرے ولی (دوست) سے دشمنی کی میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔)

آئے (دن) جو لوگ پیر بن کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ لوگوں کے مال اور عزت پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اور رنگے ہاتھوں پکڑے جاتے ہیں۔ انہیں صوفی اور پیر کہنا اور اسے

تصوف کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کرنا۔ انتہا پسند غیر مقلدین کا ہی وطیرہ ہے۔
صاحبِ فضول کو بھلا صاحبِ وصول سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

بے انصاف اور بے ادب لوگ دُنیا میں بھی عبرتناک انجام سے دوچار ہوتے ہیں
اور آخرت میں بھی عذابِ الیم کے مستحق ٹھہریں گے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

''تم تصوف کے منکروں سے کہو کہ تمہاری مراد تصوف کے انکار کرنے سے کیا ہے؟ اگر محض نام کا انکار مراد ہے تو کچھ حرج نہیں کہ معنی مسمیات کے حق میں بیگانہ ہوتے ہیں۔ اگر عین ان معانی کا انکار کرتے ہو تو یہ انکار کل شریعت کا انکار ہے اور نیز جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائلِ حمیدہ کا انکار ہے۔'' (کشف المحجوب، باب:۳)

حضرت عبداللہ بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا عارف وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور اس کے نبی کی سنت کے اتباع میں بہت ہی مجاہدہ کرے۔''

پھر بھی منکرین تصوف یہ کہتے ہیں ''صوفیوں کی تعلیمات اور کتاب وسنت کے درمیان بڑی وسیع خلیج ہے۔ دونوں کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ صوفیوں کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تصوف کی تعلیمات سیرتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیرتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مبنی نہیں۔

(ترجمان السنۃ مئی ۱۹۹۰ء، ص:۵ تحریر: احسان الٰہی ظہیر)

حسد وعناد، بغض وکینہ کا کوئی علاج نہیں۔ اندھے کو سورج نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں۔ محض قالی اور رسمی علم وہ جنت ہے جس میں کوئی حور نہیں۔

حاسدوں کو کیا فائدہ حاسدانہ لاگ سے
نیکیاں برباد ہوتی ہیں حسد کی آگ سے

آیئے امامِ تصوف حضرت عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے فرمودات کو ملاحظہ فرمائیں اور پھر اپنی جہالت اور حماقت پر ماتم کریں۔اور بحرِ علم ومعرفت کے تازہ جام پیجئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترجمہ:''فقر وتصوف تمام تر کوشش ہے اور اس کو کسی بیہودہ شے سے نہ ملا اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق دے۔اے ولی! ہر حال میں تجھ پر۔خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا لازم ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''اگر تیرے دل میں کوئی خطرہ گزرے یا الہام پایا جائے تو اس کو قرآن وسنت سے ملا۔اگر قرآن وسنت میں اسی کی حرمت پائے جیسے وسوسہ زنا وسود اور فاسق وفاجر کے ساتھ میل جول اور دوسرے گناہ۔بس ایسی باتوں کو اپنے سے دور کر۔اور ان سے الگ رہ۔ان کو قبول نہ کر۔ان پر عمل نہ کر۔اور یقین کر کہ ایسے وسوسے شیطان کی جانب سے ہیں اور اگر اس خطرہ کو قرآن وسنت میں مباح پائے، جیسے کھانے پینے، پہننے اور نکاح کرنے کی خواہش تو ان کو بھی چھوڑ دے۔اور قبول نہ کر اور جان لے کہ یہ خطرۂ نفس اور اس کی خواہشات ہیں۔اور تو مخالفت وعداوتِ نفس وخواہشات پر مامور ہے۔دوسری قسم امرِ باطن سے مامور ہونا ہے۔اور وہ خدا کا وہ حکم ہے جس کا بندہ کو حکم کرتا ہے اور روکتا ہے۔اور یہ امر باطن اس مباح میں پایا جاتا ہے۔جس کا شرع میں کوئی حکم نہیں ہے۔بایں معنی کہ نہ وہ سخت منع ہے نہ حکم وجوب میں۔بلکہ وہ مہمل ہے۔اس میں بندے کو اختیار دیا گیا، خواہ وہ تصرف کرے یا نہ کرے۔بس اسی کا نام مباح ہے۔بندہ اس میں اپنی طرف سے کچھ پیدا نہ کرے بلکہ حکم کا انتظار کرے۔

جب حکم پائے تو بجالائے۔پھر اس وقت بندے کی سب حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ سے ہوں گے۔جس کا حکم شریعت میں ہے۔اس کو امرِ باطن سے بجالائے گا۔پھر بندہ اُس وقت پورا اہلِ حقیقت سے ہو جائے گا۔(فتوح الغیب، مقالہ نمبر ۱۰)

جب تو حکمِ خدا کا تابع ہو جائے گا تو جمیع کائنات تیرے حکم کی تابع ہو گی۔

(مقالہ نمبر ۱۴)

جب تیرے قلب سے ہر ارادہ وخواہش اور لذت ومطلب منقطع ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ارادے کے سوا تیرے دل میں کچھ باقی نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، تجھے تیرا حصہ بھیجے گا۔ جس کا پانا تیرے لیے ضروری ہے۔ اور اس میں تیرے سوا کسی دوسرے کا حصہ نہیں ہے اور تجھ میں اس حصہ کی خواہش پیدا کر دے گا اور تیری طرف حاجت کے وقت وہ حصہ پہنچا دے گا۔ (مقالہ نمبر ۱۶، فتوح الغیب)

جب دل خواہشات میں سے کسی خواہش اور نفس کی لذتوں میں سے کسی لذت کے طلب کرنے میں حرکت کرتا ہے اور نفس کے مطلب پورا کرنے میں موافقت کرتا ہے اور نفس کے ساتھ دل کا موافقت کرنا بے اذن وحکمِ خدا ہوتا ہے تو اس سے یادِ حق سے غفلت وشرک ومعصیت حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بلا اور رسوائی اور مخلوق کو مسلط کر دینے اور تکلیف وتشویش اور درد وبیماری کے ساتھ دل اور نفس کی گرفت کرتا ہے۔ اور قلب اور نفس انہیں آفتیں سے حصہ پا لیتے ہیں۔ پھر اگر دل نے نفس کی مطلب برآری میں اس کی موافقت نہ کی۔ یہاں تک کہ خدا کی طرف سے اولیاء کو الہام کے ساتھ اور انبیاء ورسل کو وحی ظاہر کے ساتھ اذن آ جائے۔ اور وحی والہام کے عطا ومنع پر عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ قلب اور نفس کو رحمت، برکت، عافیت، رضا، نور، معرفت، قرب اور غنا کے ساتھ ہر آفت سے سلامتی عطا فرمائے گا۔ (مقالہ نمبر ۲۲)

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

مومن کھانے، پینے، پہننے، نکاح کرنے، اور جو چیزیں اس کو پہنچائی جاتی ہیں۔ ان کے حصہ لینے میں توقف کرتا ہے۔ پھر مومن اگر حالتِ تقویٰ میں ہے تو نہیں لیتا ہے۔ یہاں تک کہ شرع اس کے لینے کے جواز کا حکم دے اور اگر مقامِ ولایت میں ہے تو امرِ باطن اس کے لینے کا حکم کرے۔ اور اگر مقامِ ابدالیت وغوثیت میں ہے تو علم وفعلِ الٰہی جو

قدرِ محض ہے حکم کرے۔(مقالہ نمبر۴۱)

صرف نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے کھانا، پینا، پہننا اور نکاح کرنا امرِ مستحسن نہیں ہے بلکہ فعلِ قبیح بن جاتا ہے۔ بلاشبہ نکاح ایک سنت طریقہ ہے۔ اگر کوئی برائی سے نہ بچ سکے تو اس کے لیے سنت سے بھی بڑھ کر ضروری ہے لیکن ہر شخص کے حالات، معاشی وجسمانی حالت اور دیگر کئی اہم امور کا جائزہ لے کر ہی اس کے بارے میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اس نے نکاح کیوں نہ کیا؟ صوفیائے کرام کی حیاتِ طیبہ کا بغور جائزہ لینے اور ان کے احوال کا مطالعہ کرنے کے بغیر ہی فتویٰ صادر کرنا انتہائی شدت پسندی اور فقدانِ علم وبصیرت کی واضح دلیل ہے۔

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں غیر مقلدین ''اصل اہلحدیث[۱]'' تسلیم کرتے ہیں) فرماتے ہیں:

''جو آخرت کو چاہتا ہے وہ دُنیا کو چھوڑ دے اور جو اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے وہ آخرت کو چھوڑ دے۔ پس دُنیا کو آخرت کے اور آخرت کو خدا کے واسطے چھوڑ دے۔ جب تک دُنیا کی خواہشات میں سے کوئی خواہش اور لذات میں سے کوئی لذت اور راحات میں سے کسی چیز کی راحت کی طلب، مثلاً کھانے، پینے، پہننے، نکاح کرنے، مکان وسواری حکومت وریاست، ترقی علوم وفنون، اور علمِ فقہ میں پانچ عبادتوں سے زیادہ ہوں مختلف سندوں سے روایتِ حدیث، علمِ قرأت، سبعہ قرآن، نحو، لغت، فصاحت وبلاغت، زوالِ فقر، حصولِ تونگری، بلا کے جانے، عافیت کے آنے، دفعِ ضرر، آمدِ

۱: ثناء اللہ امرتسری رقمطراز ہیں کہ ہم جماعتِ اہلحدیث کے افراد یہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ بڑے پکے مواحد اور پورے متبع سنت تھے جن کو آج کل کی اصطلاح میں اہلحدیث کہا جاتا ہے۔(اخبار اہلحدیث، ۱۹۴۰ء) حافظ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے کہ سید عبدالقادر جیلانی اصل اہلحدیث تھے۔(فتاویٰ اہلحدیث) (انوارِ محمدیہ، ص:۴۰۴، ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی)

نفع، اس کے قلب میں رہے گی۔ تو وہ سچا زاہد نہیں ہے۔ کیونکہ مذکورہ ہر چیز میں لذاتِ نفس، موافقت خواہش، آرامِ طبع، اور اس کی محبت ہے۔ اور یہ تمام چیزیں دُنیا سے ہیں اور جنہیں وہ ہمیشہ رہنے کو پسند کرتا ہے۔ اور دُنیا میں ان سے سکون و آرام حاصل کرتا ہے، پس چاہئے کہ دل سے ان سب کے نکالنے کی کوشش کرے۔ اور اپنے نفس کو ان کے دور کرنے اور جڑ سے اُکھاڑ دینے اور نیستی و تنگدستی اور ہمیشہ محتاج رہنے کے لیے راضی رہنے پر آمادہ رکھے، اور خرمے کی گٹھلی چوسنے کے اندازوں میں کوئی چیز باقی نہ رہے تاکہ دُنیا سے اس کا زہد خالص ہو جائے۔ (فتوح الغیب، مقالہ نمبر ۵۵)

ان فرمودات کے ہوتے ہوئے بھی کچھ لوگ صوفیائے کرام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ”صوفیوں نے حصولِ“ معرفت کے شوق میں نکاح کی مخالفت کی۔“

”اسلام کے برعکس اہلِ تصوف نے ہندی ادیان و مذاہب اور عیسائی رہبانیت سے متاثر ہو کر تجرد کی زندگی کو افضل قرار دیا۔ اور عائلی زندگی کی شدید مخالفت کی۔“

نظرِ انصاف سے اگر منکرین تصوف کو دیکھنا نصیب ہو جائے تو وہ دیکھ سکتے ہیں کہ سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز اہل و عیال رکھتے تھے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ ان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ۲۷ لڑکے اور ۲۲ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اہل و عیال تھے۔ بیٹے بیٹیاں تھے۔ جو بڑے باکمال تھے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بھی کثیر اولاد والے تھے۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی چار بیویاں تھیں اور آپ کے آٹھ لڑکے تھے، اگر بعض صوفیاء نے شادی نہ کی تو اس کی خاص وجوہات تھیں۔ اور خاص ظاہری،

باطنی، معاشی اور معاشرتی حالات وعوامل تھے۔ شاہی ریالوں کی چمک دمک کو آشکار کرنے کے لیے منکرینِ صوفیاء کو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوتا ہے۔ ورنہ مسلکی تبلیغ کے نام پر رقم ہتھیانا مشکل ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی ایک صاحب جنہیں کافی شاہی سرپرستی حاصل تھی۔ جو خود تو شاید کسی امام کو تسلیم نہ کرتے ہوں، مگر آج انہیں امام العصر لکھا جا رہا ہے۔ ان کی زندگی کا آخری کارنامہ یہ ہے کہ تصوف وصوفیاء کے خلاف خوب لکھا۔ اور حد سے بڑھ کر لکھا۔ لکھتے ہیں:

> ''نکاح سے نفرت پر مبنی تصوف کے اس نظریے نے صوفیوں کو امرد پرستی (بے ریش لڑکوں سے عشق ومحبت) کا شکار بنا دیا۔ اور یوں خانقاہوں میں عورتوں کی جگہ نوخیز لڑکوں نے لے لی اور سماع کی محفلوں میں ان سے تشبیب کی جانے لگی۔'' آگے لکھتے ہیں:
>
> ''کچھ صوفیوں نے اس برائی کو تقدس کا درجہ دینے کے لیے (مجازی محبت حقیقی محبت کا وسیلہ ہوتی ہے کا نظریہ تراشا اور برائی کی دلدل میں پھنستے چلے گئے۔''

جملہ صوفیائے کرام کو سب وشتم کا نشانہ بنانا۔ اور ان کی مساعی جمیلہ کو یکسر فراموش کر دینا انصاف اور راست بازی وحق گوئی کے تقاضوں کے منافی ہے۔ ہمارے لیے صرف صوفیائے کاملین کا نمونہ کافی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن وسنت پر عمل پیرا تھے۔ اور اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ ۔ کے مصداق تھے۔ قلیل لوگوں کی غلطی سے تمام طبقے کو موردِ الزام ٹھہرانا اور ان کا بالکل انکار کر دینا عین جہالت ہے۔

جو لوگ واصل باللہ نہ ہوں، خرافات اور بے شرع امور کا شکار ہوں، اخلاقِ رذیلہ کے عادی ہوں۔ انہیں صوفی اور پیر کہنا، کہنے والے کی کم عقلی اور بے علمی کی بیّن دلیل ہے۔ اور وہ بڑا رذیل اور ذلیل ہے۔ کہ وہ حقیقت سے بے خبر ہوتے ہوئے اعتراض کر رہا ہے۔

جو لوگ حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت واستعداد سے عاری ہوں وہ بھیڑیئے ہیں خواہ وہ عالم یا قاری ہوں۔

حضور سیدنا محبوبِ سبحانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ آدمیوں کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دوسرا شخص وہ ہے جس کی زبان ہے اور دل نہیں، وہ حکمت کی باتوں کی نصیحت کرتا ہے حالانکہ وہ خود اس پر عمل نہیں کرتا۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور خود اللہ تعالیٰ سے بھاگتا ہے۔ (دُنیا داروں کی طرف بھاگتا ہے) دوسروں کے عیب کو بڑا جانتا ہے اور ہمیشہ انہی کی طرح اپنے میں وہ عیب رکھتا ہے اور لوگوں پر پارسائی ظاہر کرتا ہے اور بڑے گناہوں کے ساتھ خدا سے لڑتا ہے۔ اور جب وہ تنہا ہوتا ہے گویا کپڑے پہنے ہوئے ایک بھیڑیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ زیادہ ڈر کی چیز جس سے میں اپنی اُمت کے لیے ڈرتا ہوں، بے عمل علماء ہیں۔ ہم ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایسے شخص سے دور رہ اور ایسے شخص سے بھاگ کہ اس کی شیریں زبان تجھے لبھا نہ لے اور تجھے اس کے گناہوں کی آگ جلا نہ دے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کا دل ہے زبان نہیں۔ اور وہ مومن ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے اس کو چھپا دیا ہے۔ اور اس پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور اس کو اپنے نفس کے عیبوں پر بینا اور اس کے دل کو منور کر دیا ہے۔ اور اس کو لوگوں سے ملنے کی سختی اور کلام کرنے اور بولنے کی خرابی جتلا دی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو خاموش رہا۔ اس نے نجات پائی۔

چوتھا شخص وہ ہے جو عالم ملکوت میں بزرگی کے ساتھ بلایا گیا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جس نے سیکھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا وہ ملکوت میں

بزرگ بلایا جائے گا اور وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا جاننے والا ہے۔ اس کا دل اس کے (اللہ تعالیٰ کے) نادر علوم کا امین بنایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسے ایسے بھیدوں پر جنکو اپنے غیر سے چھپا رکھا ہے۔ خبر دار کیا ہے۔ اور اس کو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے۔ اور اس کو کھینچا اور ہدایت کی اور اپنی طرف بلند کیا اور اس کے سینہ کو ان اسرار وعلوم کے قبول کرنے کے لیے کھول دیا اور اس کو دانشمند اور بندوں کی نیکی کی طرف بلانے والا اور برائی سے ڈرنے والا اور ہادی اور ہدایت یافتہ سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا، سچا اور مصدق اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کا خلیفہ بنایا۔ پس نبی آدم میں ایسا ہی شخص غایت و منتہی ہے اور مرتبہ نبوت کے سوا کوئی مرتبہ اس مرتبے کے اوپر نہیں ہے۔ پس ایسے شخص کو لازم پکڑ۔ ایسے شخص کی مخالفت اور اس سے نفرت کرنے۔ اور کنارہ کش رہنے اور اس کی دشمنی کرنے اور اس کی بات نہ ماننے اور اس کی بات اور نصیحت کی طرف نہ لوٹنے سے ڈر، کیونکہ سلامتی اس کے پاس اور اس کے قول میں ہے اور اس کے سوا میں گمراہی اور ہلاکی ہے۔" (فتوح الغیب، مقالہ نمبر ۳۳)

یہ ہے اصل تصوف کی حقیقت، جس کے بارے میں نام نہاد اہلحدیث "اصل اہلحدیث" کے فرمودات سے اختلاف کر رہے ہیں۔

اَخلاقِ صوفیاء رحمۃ اللہ علیہم

اخلاقِ صوفیا ہے مظہرِ اسوۂ رسول ﷺ
ان کی مجالس پہ ہوتا ہے رحمتوں کا نزول
(ناسک)

صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو اقتداءے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اور لوگوں سے زیادہ حصہ ملا ہے اس لئے احیاء سنت کے وہ سب سے زیادہ مستحق ہیں (دوسروں کے مقابلہ میں سنت کا زندہ کرنا ان کے لئے زیادہ ضروری ہے) کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ (بیہقی شریف)

''میری امت میں فتنہ وفساد کے وقت جو شخص میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے گا اس کو ایک سو شہید کا اجر (ثواب) ملے گا''۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق سے متصف ہونے کا نام ہی حسن اقتداء اور احیاء سنت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبِعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

(رواہ فی شرح السنۃ)

''کہ تم میں سے کوئی ایک بھی مسلمان نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اس کی (ہر) خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے''۔

جس کے اخلاق واعمال اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطابقت نہ

رکھتے ہوں۔ ظاہر و باطن میں سیرت و اسوۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار جلوہ گر نہ ہوں۔ اس کو تصوف اور صوفیاء سے کوئی سروکار نہیں، جس کا دل فکرِ وذکر سے بیدار نہیں۔ خواہشاتِ نفسانی و دنیوی سے بیزار نہیں اس پر کوئی اعتبار نہیں۔ شریعت کا باغی رفیقِ شیطان ہو سکتا ہے مگر محبوبِ رحمٰن جلّ جلالہٗ نہیں ہو سکتا۔ مذہب کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کا ظاہر خلق اللہ کے ساتھ ادب کا استعمال ہے اور اس کا باطن نزولِ احوال و مقامات کے وقت اللہ تعالیٰ کی معیت ہے۔ چنانچہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنے کپڑوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو فرمایا: ''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا''۔

حدیثِ جبرائیل میں ہے کہ حضرت جبرائیل نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

فاخبر فی عن الاحسان

''پس مجھے احسان کے متعلق خبر دیں (بتائیں)''

قَالَ اِنْ تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو یہ خیال کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔ بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین اور صوفیائے عظام کی نمازیں ہی ان فرمودات رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کامل و اکمل نمونہ تھیں۔

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

ع باجھ حضور نمیں منظوری توڑے پڑھن بانگ صلوٰتاں ہو

صوفیائے کرام کی نمازیں باحضور' عوام کی نمازیں بے حضور و بے سرور اُن کے دلوں میں سرور ونور' ہمارے سینوں میں غرور وفتور اور ظلمت وقصور۔ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تمہارے صبح شام اس طرح گزریں کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل وکدورت نہ ہو تو ایسی زندگی بسر کرو (صبح وشام اسی طرح گزارو) پھر ارشاد فرمایا: اے فرزند! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

یہ صوفیائے کرام ہی ہیں جنہوں نے سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احیاء کیا ہے کہ انہوں نے ابتدا ہی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال پر عمل کیا اور اپنی روحانی زندگی کے درمیان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمالِ مقدسہ کی پیروی اور اقتدا کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں اعمال نبوی کی پیروی راسخ ہوگئی۔ حُسنِ اخلاق بغیر تزکیہ نفس کے پیدا نہیں ہوسکتا اور تزکیہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ شریعت کی سیاست وقیادت تسلیم کر لی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلیٰ و پاکیزہ اخلاق کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں''۔ چونکہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشرف الناس تھے اور سب سے پاکیزہ نفس تھے اس لئے خلق میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سب سے احسن واعلیٰ تھے۔ شیخ مجاہد کہتے ہیں کہ ''خلق عظیم'' سے ''علی دین عظیم'' مراد ہے اور دین اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا نام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے) تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق قرآن کریم ہے: (كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنِ) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قران کریم

کے احکام پر عمل فرماتے تھے اور جن کاموں سے وہ (قرآن مجید) روکتا ہے۔ آپ نہیں کرتے تھے۔ بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد "وکان خلقه القرآن" میں ایک بڑا راز پوشیدہ ہے اور یہ ایک دقیق علمی بات ہے جس کی آپ رضی اللہ عنہ نے وضاحت نہیں فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حُسنِ اخلاق کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے: ''کہ قیامت کے دن تم میں سب سے زیادہ میرا محبوب اور مجھ سے میری مجلس میں قریب تر وہ شخص ہوگا جو تم میں سے اخلاق کے لحاظ سے سب سے زیادہ پاکیزہ ہوگا۔ (جس کے اخلاق بہتر ہوں گے) اور تم میں سے وہ لوگ مجھے ناپسند ہیں اور وہی قیامت کے دن میری مجلس سے سب سے زیادہ دور ہوں گے جو بہت باتونی (زیادہ باتیں کرنے والے) ہیں اور چیخ چیخ کر باتیں کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ متکبر ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے: اِنَّ اَکۡمَلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِیۡمَانًا اَحۡسَنُهُمۡ خُلُقًا۔ ''بے شک وہ مومن ایمان کے لحاظ سے کامل ترین ہے جن کے اخلاق اچھے ہیں''۔ شیخ ابوسعید قرشی فرماتے ہیں کہ ''عظیم'' اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے اخلاق میں جود و کرم، درگزر، معافی اور احسان ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق ایک سو سے کچھ زیادہ ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی ایک خلق کو اپنایا وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ پس جب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَخلاق خداوندی سے متصف ہو گئے اس وقت خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیۡمٍ کہہ کر تعریف فرمائی۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کو عظیم اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اخلاق کو کافی نہیں سمجھا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر اور سیر فرمائی اور اوصاف کی منزل پر نہیں ٹھہرے بلکہ ذات حق تک جا پہنچے۔ شیخ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث بیان کی کہ انہوں نے

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مکارمِ اخلاق دس ہیں کہ وہ بعض آدمی میں ہوتے ہیں لیکن اس کے بیٹے میں نہیں اور بیٹے میں ہوتے ہیں لیکن باپ میں نہیں ہوتے۔ غلام میں ہوتے ہیں اس کے آقا میں نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے یہ سعادت عطا فرماتا ہے اور دس اخلاق یہ ہیں (۱) سچ بولنا (۲) دُنیا سے بالکل امید نہ رکھنا (۳) اگر اس کا پڑوسی بھوکا ہو تو خود پیٹ بھر کر نہ کھائے (۴) سوال کرنیوالے کو دینا (۵) اِحسانات کا بدلہ دینا (۶) امانت میں دیانت (۷) صلہ رحمی (رشتہ داروں سے سلوک) (۸) دوست کے حقوق ادا کرنا (۹) مہمان نوازی (۱۰) حیاء (جو ان تمام خوبیوں کی بنیاد ہے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: حضور! وہ کون سے اخلاق ہیں جن سے متصف ہونے کے باعث زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حُسنِ اخلاق اور تقویٰ''۔ پھر دریافت کیا گیا کہ دوزخ میں کثرت سے کن چیزوں کی بدولت لوگ داخل ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: خوشی اور غم یعنی غم سے مراد فانی لذتوں کے ضائع ہونے پر غم کرنا جن کے باعث انسان پریشان اور ناراض ہوتا ہے۔ قدرت پر اعتراض کرنا اور قسمت پر شاکر وصابر نہ ہونا (راضی برضا نہ ہونا) خوشی سے مراد دُنیاوی کامرانیوں اور کامیابیوں پر خوشی سے پھولے نہ سمانا اس خوشی کی قرآن کریم میں ممانعت آتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰکُمْ۔ ''تم کسی چیز کے زیاں پر غمگین نہ ہو اور جو تم کو حاصل ہوا اس پر خوش مت ہو''۔ اور یہی وہ خوشی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذْ قَالَ لَہٗ قَوْمُہٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ (پ ۲۰ سورۃ قصص) ''یعنی جس وقت قارون سے اس کی قوم نے کہا کہ تو (اس دولت پر نہ اترا) خوش مت ہو اللہ تعالیٰ (اس طرح) خوش ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا''۔ لیکن جو خوشی آخرت سے تعلق رکھتی ہے یعنی انبساط اخروی ہے وہ محمود و پسندیدہ ہے۔ (اس سے

نہیں روکا گیا) کہ اس خوشی میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر ہوتا ہے اور اس کی حمد کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (پ۱۱ سورۃ یونس) ''اے پیغمبر! کہہ دیجئے یہ خدا تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی مہربانی ہے تو اس پر خوش ہونا چاہئے''۔ صوفیائے کرام ریاضتوں اور مجاہدوں سے اپنے نفوس میں یہ صلاحیت پیدا کرتے ہیں کہ وہ تہذیب واخلاق سے بہرہ ور ہو جائیں۔ یعنی ان کے اخلاق سدھر جائیں۔ البتہ ان میں بعض ایسے افراد بھی ہیں جو عمل کرتے ہیں (ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہتے ہیں) لیکن اپنے اخلاق کو نہیں سنوارتے کچھ زہاد ایسے بھی ہیں کہ وہ اخلاق کے پابند ہیں۔ (حسن اخلاق پر کاربند ہیں) مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو حسن اخلاق پر کاربند نہیں مگر حقیقی صوفیہ کی جماعت تمام حُسنِ اخلاق کی پابندی کرتی ہے۔

شیخ ابوبکر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ''تصوف سراپا اخلاق کا نام ہے۔ جس نے کسی (حسن) خلق کا اضافہ کیا اس نے تصوف میں اضافہ کیا۔ بہرحال جو لوگ عابد ہیں۔ انہوں نے اعمال کو اس لئے قبول کر لیا ہے کہ وہ اسلام کے نور کی روشنی میں چلتے ہیں اور جو زاہد ہیں۔ انہوں نے بعض اخلاق حسنہ کو قبول کر لیا ہے کہ وہ ایمان کے نور کی روشنی میں گامزن ہیں اور صوفیاء چونکہ اہلِ تقرب ہیں وہ نورِ احسان کے ساتھ چلتے ہیں جب اہلِ قُرب اور صوفیائے کرام کے باطن نور یقین حاصل کر لیتے ہیں اور وہ ان کے باطنوں میں جڑ پکڑ لیتا ہے تو پھر ہر قلب میں اطراف وجوانب سے نورِ یقین حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت قلب کا بعض حصہ نورِ اسلام سے سفید اور روشن ہو جاتا ہے اور بعض حصے نور ایمان سے منور ہوتے ہیں اور پھر تمام قلب نورِ احسان وایقان سے منور اور روشن ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا عکس نفس پر منعکس ہوتا ہے اور قلب کا ایک رُخ نفس کی طرف اور ایک رُخ روح کی جانب ہوتا ہے (وہ بیک نظر نفس اور روح دونوں کو منور کرتا ہے) لیکن نفس کا ایک رُخ قلب کی طرف اور ایک رُخ طبیعت اور اس کی سرشت کی جانب ہوتا ہے یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب تک کل قلب روشن

نہیں ہوتا۔ روح کی طرف اس کا کل متوجہ نہیں ہوسکتا۔ ایسی صورت میں وہ ذُو وجہین (دو رخوں والا) بن جاتا ہے یعنی ایک رُخ روح کی طرف اور ایک رُخ نفس کی طرف اور جب کل قلب روشن ہو جاتا ہے تو وہ پورا روح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پھر روح اس تک پہنچ جاتی ہے اور اس کو نور واشراق سے پورا حصہ ملتا ہے اور اس صورت میں جب بھی قلب کی کشش روح کی طرف ہوتی ہے تو نفس قلب کی طرف کھنچتا ہے اور قلب کی طرف اس کا جو رُخ بھی ہوتا ہے وہ منور ہو جاتا ہے یعنی نفس کا وہی رُخ منور ہوتا ہے جو متوجہ الی القلب اور اس سے قریب ہوتا ہے۔ اس کی طمانیت اس کے منور ہونے کی دلیل اور علامت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے نفس مطمئن! تو خوش ہو کر اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا وہ بھی تجھ سے خوش ہے''۔ نفس کے اس رُخ کی تابانی جو قلب کے قریب ہے ایسی ہی ہے جیسے صدف کے اس رُخ میں پائی جاتی ہے جو اس کو موتی کی تابانی سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح نفس میں جو کچھ ظلمت باقی رہ جاتی ہے وہ صرف اس رُخ کے باعث ہوتی ہے جو سرشت اور طبیعت کے نزدیک ہوتی ہے جس طرح صدف کے بیرونی رُخ میں کدورت اور ظلمت باقی رہتی ہے جو اس کی اندرونی نورانیت کے بالکل برخلاف ہے۔ جب نفس کے دو رخوں میں سے ایک رُخ منور ہو گیا تو وہ تہذیب اخلاق اور تبدیلی صفات کی طرف متوجہ اور ساعی ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ابدال (بدلنا) ابدال کے نام سے موسوم ہوا۔ اس میں یہ راز مضمر ہے کہ اس وقت صوفی کا دل جو ہمیشہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اور ذکرِ قلبی ولسانی میں مصروف رہتا ہے۔ اب وہ ذکر ذات کی طرف متوجہ کرتا ہے (اس کی ذکر ذات کی طرف ترقی ہوتی ہے) اس وقت وہ عرشِ الٰہی کی مانند ہو جاتا ہے یعنی جس طرح عرش اس عالم میں خلق وحکمت میں قلب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح قلب ذاکر عالمِ امر وقدرت کا عرش بن جاتا ہے۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ بن عبداللہ تستری کہتے ہیں ''قلب عرش کے مشابہ اور اس کا سینہ کرسی کے مانند ہے۔ حدیث قدسی ہے: ''زمین وآسمان مجھے اپنے اندر نہیں سما

سکتے لیکن بندۂ مومن کے دل میں میری گنجائش ہے۔ اس کا دل مجھے اپنے اندر سما سکتا ہے''۔ جب قلب میں اس طرح سے ذکرِ ذات سے نورانیت آ گئی اور ہوائے قرب سے بحرِ موّرج بن جاتا ہے تو اس وقت اَخلاق حسنہ صفات نفس کی نہروں میں بہنے لگتے ہیں (صفاتِ نفس اَخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہو جاتی ہے) اور اس وقت اَخلاقِ الٰہی سے تخلق ثابت ہو جاتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) اسمائے حسنہ سالکِ طریقت کے اوصاف بن جاتے ہیں۔ اگر چہ سلوک کی منزل میں ہو اور واصل بحق نہ ہوا ہو۔ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سالک ہر اسمِ خداوندی سے ایک صفت کا حامل بن جاتا ہے جو بشری کمزوریوں اور انسانی کوتاہیوں کے مناسبِ حال ہوتی ہیں مثلاً وہ اللہ تعالیٰ کے اسم صفاتی ''الرحیم'' سے رحم کرنے کی صفت یا وصف بقدر طاقت بشری اختیار کر سکتا ہے۔ مشائخ کرام اور صوفیائے عظام نے اسماء وصفات کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اور جو علومِ تصوف میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور اہم ہیں اور ان کے نادر علوم کا ایک حصہ ہیں وہ اسی کے مطابق ہے۔ اگر کوئی اس سے حلولِ خداوندی کا ذرہ برابر بھی خیال کرتا ہے تو وہ زندیق ہے اور الحاد کا علمبردار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک وصیت فرمائی (جو مکارمِ اخلاق کی جامع ہے) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ (۱) خوف خدا کرو (۲) سچ بولو (۳) ایفائے عہد کرو (۴) امانت ادا کرو (۵) خیانت کو ترک کردو (۶) ہمسایوں کی خبر گیری کرو (۷) یتیموں پر رحم کھاؤ (۸) گفتگو میں نرمی اختیار کرو (۹) سلام میں پہل کرو (۱۰) حُسنِ عمل پیدا کرو (۱۱) امیدوں کو کوتاہ کردو (۱۲) ایمان کو پکڑے رہو (۱۳) قرآن میں غور کرو (۱۴) آخرت سے محبت رکھو (۱۵) حساب آخرت کے خیال سے گریہ زاری کرو (۱۶) تواضع اختیار کرو (۱۷) بردبار شخص کو گالی نہ دو اور سچ بولنے والے کو نہ جھٹلاؤ (۱۸) گنہگار کی اطاعت اور امامِ عادل کی نافرمانی نہ کرو۔ زمین پر فساد برپا نہ کرو (۱۹) نیز

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر حجر و شجر یا مٹی (زمین) سے گزرتے وقت اللہ سے ڈرو (۲۰) ہر گناہ پر توبہ کرو اور اگر وہ پوشیدہ کیا ہے تو پوشیدہ طور پر توبہ کرو اور علانیہ کیا ہے تو توبہ بھی علانیہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اسی طرح ادب سکھایا ہے اور ان کو مکارمِ اخلاق اور محاسنِ آداب کی تعلیم دی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اسلام مکارمِ اخلاق اور محاسن آداب سے گھرا ہوا ہے''۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکارمِ اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ سب سے زیادہ سخی تھے کہ رات کے وقت نہ آپ کے پاس کوئی درہم باقی رہتا نہ دینار (دن میں جو کچھ آپ کے پاس آتا' آپ شام تک وہ سب تقسیم فرما دیتے) اگر احیاناً کچھ بچ جاتا اور کوئی مستحق ملتا تو آپ اس وقت تک کاشانۂ نبوت کو واپس نہ ہوتے جب تک اس کو تقسیم نہیں فرما دیتے تھے۔ آپ کا مقصود و مطلوب دُنیا نہیں تھی۔ چنانچہ عموماً آپ کی غذا چھوہارے اور جو تھی' جو بہت ہلکی اور کم قیمت غذا ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کے پاس کچھ اور ہوتا تو آپ اس کو راہِ خدا میں خرچ فرما دیتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ سے کسی نے سوال کیا ہو اور آپ نے اس کو کچھ عطا نہ فرمایا ہو۔ اس کے بعد آپ اپنی عام غذا ہی پر قناعت فرماتے۔ کھجور اور جو کا اتنا ہی ذخیرہ ہوتا کہ سال ختم ہونے سے پہلے ہی وہ ختم ہو جاتا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پھٹے ہوئے جوتوں کی خود ہی مرمت کر لیا کرتے تھے۔ کپڑوں میں خود ہی پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ آپ سب سے زیادہ حیاء والے اور سب سے زیادہ متواضع تھے۔ شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کا دل تواضع اختیار کر لے تو اس کو چاہئے کہ صالحین کی صحبت اختیار کرے اور ان کی عزت و حرمت کرے۔ اس طرح وہ ان صالحین کی شدت تواضع سے جو ان کے نفوس میں' موجود ہے اقتدا کرے گا اور تکبر سے بچ

جائے گا۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے کہا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک سواری ہے اور عمل کی سواری تواضع ہے۔ حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانچ قسم کے لوگ دُنیا میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ (۱) زاہد عالم (۲) فقیہ صوفی (۳) تواضع سے پیش آنے والا غنی (۴) شاکر وصابر فقیر اور (۵) روشن ضمیر شریف شیخ جلا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تواضع کا یہ شرف موجود نہ ہوتا تو ہم راہ چلتے خطرے میں پڑ جاتے۔ یوسف بن اسباط کے بارے میں منقول ہے کہ کسی شخص نے ان سے سوال کیا کہ تواضع کی حد کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تم اپنے گھر سے نکلو اور راستہ میں جس کسی سے بھی ملو اس کو خود سے بہتر سمجھو۔ شیخ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ جریری کا یہ قول سنا ہے کہ اہلِ معرفت کا یہ خیال صحیح ہے کہ دین اسلام کا سرمایہ پانچ اصول ظاہری اور پانچ اصول باطنی ہیں، ظاہری اصول تو یہ ہیں۔ (۱) سچ بولنا (۲) سخاوت کرنا (۳) جسمانی طور پر تواضع کرنا (۴) دوسروں کو اذیت سے بچانا (۵) کسی انکار کے بغیر خود تکلیف اذیت برداشت کرنا۔ پانچ باطنی اصول ہیں۔ (۱) اپنے آقا و سردار سے محبت کرنا (۲) اپنے فعل پر شرمندگی (۳) اپنے رب سے حیاء کرنا (۴) اپنے آقا کے وصال کی امید رکھنا (۵) آقا سے جدائی کا خوف کرنا۔

یہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ بندہ تواضع کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دل میں نورِ مشاہدہ کی تابانی نہ ہو۔ جب نورِ مشاہدہ کی تابانی ہوتی ہے تو اس سے نفس میں گداز پیدا ہوتا ہے اور اس گداز سے کبر و عجب کی صفائی ہو جاتی ہے۔ شیخ ابوبکر بن سعدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صوفیائے کرام کی صحبت میں رہنا چاہتا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ بے نفس بے دل اور بے ملک بن کر ان کے ساتھ رہے کیونکہ اگر ان کی صحبت میں رہے گا اور بنیادی اسباب پر نظر رکھے گا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ صوفی کو ایثار پر اس کے نفس کی طہارت اور طبعی شرافت ہی آمادہ کرتی ہے۔ اللہ کسی کو صوفی اس وقت بناتا ہے جبکہ اس کی فطرت میں سخاوت کا وصف موجود ہو اور اس کی

سرشت میں سخاوت کی استعداد پیدا ہو جائے۔ صوفیائے کرام کی فطرت میں وہ عنصر موجود ہے جو اس کو ایثار کی دعوت دیتا ہے۔ عفو و درگزر بھی صوفیوں کے اخلاق سے ہے۔ یعنی ان کے اخلاق کی نمایاں خصوصیت ہے۔ وہ اس خلق کے باعث برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں۔ حضرتِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے اس کا بدلہ بھلائی سے دو اسی کا نام احسان ہے اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دُنیا تو ایک قسم کی تجارت ہے اور بازاری لین دین کہ ایک ہاتھ سے دیا اور دوسرے ہاتھ سے لے لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جنت میں جب اونچے اور شاندار محل (شب معراج میں) دیکھے تو جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ جبرئیل امین نے کہا: یہ ان حضرات کے لئے ہیں جو غصے کو پی جاتے اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانو! تم بازاری (ہرجائی) نہ بن جاؤ کہ کہنے لگو۔ اگر لوگ ہمارے ساتھ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ تم خود کو اس بات کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو اور اگر وہ ظلم کریں تو تم (اس کے بدلے) ظلم نہ کرنا۔ خندہ روئی اور خندہ پیشانی بھی صوفیہ کے اخلاق ہیں۔ صوفی اگرچہ خلوت میں روتا ہے لیکن جب وہ لوگوں کے سامنے آتا ہے تو ہشاش بشاش اور شگفتہ رو نظر آتا ہے اس کے چہرے کی شگفتگی اس کے انوارِ قلب کا عکس ہے کہ صوفی کے باطن پر اللہ تعالیٰ کے ایسے انعامات نازل ہوتے ہیں جن کے باعث اس کا قلب مسرت وانبساط سے لبریز ہو جاتا ہے (اور شگفتہ روئی اس کا پرتو ہوتا ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ۔

''اس دن (بہت سے) چہرے روشن اور ہشاش بشاش ہوں گے''۔ (سورہ عبس' پ ۳۰)

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ چہرے اس دن اس لئے روشن ہوں گے کہ وہ مدتوں تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود رہے ہیں اور قلب کے نور سے چہروں کا منور ہونا بالکل ایسا ہے جیسے چراغ سے شیشے اور چراغ جگمگانے لگتے ہیں۔ گویا چہرے چراغ دان ہیں اور دل شیشہ ہے اور روح چراغ ہے اور اس کا دل پر نور اور دل سے چہرے پر پہنچتا ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ روح کے نور سے جب دل کا شیشہ جگمگاتا ہے تو چہرے کے چراغ دان بھی نورانی ہو جاتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ''ہر نیکی اور معروف صدقہ ہے اور معروف شے یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرو اور یہ بھی نیکی ہے کہ تم ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالو''۔ شیخ سعد بن عبدالرحمٰن زبیدی کا قول ہے: ''مجھے فقراء میں وہ پسند ہے جو ہنس مکھ' نرم خو اور شگفتہ رو ہو۔ لیکن ایسا شخص کہ تم اس سے شگفتہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملو اور وہ تم سے ایسی ترش روئی سے پیش آئے گویا وہ تم پر احسان کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ فقراء میں اس جیسے زیادہ نہ فرمائے۔

لوگوں کے ساتھ لینت (نرم خوئی) تواضع' ملنساری اور بے تکلفی بھی صوفیوں کے اخلاق میں داخل ہے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی کے چند واقعات بہت مشہور ہیں اور صوفیائے کرام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کی پیروی کرتے ہیں (لہٰذا ان میں یہ وصف موجود ہونا ضروری ہے) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''ہاں میں مزاح کرتا ہوں مگر حق بات کہتا ہوں''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اونٹ پر بٹھا دیجئے (اونٹ کی سواری کرا دیجئے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو اونٹ کے بچے پر سوار کرا دوں گا''۔ اس شخص نے عرض کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم) میں نے تو اونٹ کی سواری کی درخواست کی ہے اور آپ مجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کر رہے ہیں۔ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہے'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک دن دو کان والے کہہ کر مخاطب فرمایا (اس میں بھی ایک لطیف و پاکیزہ مزاح کا عنصر ہے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار میرے ساتھ دوڑ لگائی تو پہلی دفعہ میں آپ سے آگے نکل گئی۔ دوسری بار آپ آگے نکل گئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی بار کا بدلہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونے کی وجہ سے صوفیائے کرام میں بھی آپ کے اخلاق کی جھلک پائی جاتی ہے۔ کسی شخص نے ابن طاؤس کی تعریف کی اور کہا کہ صاحب وہ تو بچوں میں بچے اور بوڑھوں کے ساتھ بوڑھے تھے۔ ان میں مزاح بھی موجود تھا۔ معاویہ بن عبدالکریم کہتے ہیں کہ ہم لوگ جناب ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے شعراء کا ذکر کیا کرتے تھے۔ کبھی ہم ان کے ساتھ مزاح کرتے تھے اور کبھی وہ ہمارے ساتھ مزاح کرتے بہر حال ہم ان کی مجلس سے ہنستے ہوئے نکلتے تھے مگر جب کبھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں پہنچ جاتے تو وہاں سے روتے ہوئے نکلتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جامع کمالات تھے۔ تمام کمالات و اخلاق کا پیکر تھے۔ لیکن صوفیائے کرام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض اخلاق کامل طور نمایاں تھے اور بعض اخلاق کم نمایاں تھے یعنی ان میں آپ کے جملہ اخلاق مکمل طور پر جلوہ گر نہ تھے۔ کسی میں کوئی خلق زیادہ نمایاں تھا اور کسی میں کوئی دوسرا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابن سیرین پر امید اور رجاء کا غلبہ تھا اور حضرت خواجہ حسن بصری پر خوف کا غلبہ تھا۔ ایک کے سامنے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عفو و درگزر کا جلوہ تھا اور دوسرے کے سامنے اللہ تعالیٰ کی شان قہاری و جباری کا منظر جلوہ گر تھا۔ حضراتِ صوفیائے کرام

اپنی خانقاہوں میں بھی مزاح کرتے تھے اور حاضرین سے ان کی افتادِ طبع کے مطابق پیش آتے تھے۔ (اس مضمون کا زیادہ تر حصہ عوارف المعارف باب ۲۹ اور باب ۳۰ سے اخذ کیا گیا ہے)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہٖ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے ظاہری وباطنی فیوضات وبرکات سے مستفید فرمائے۔

آمین بحرمة سيّد المرسلين ورحمة اللعالمين

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلِّمْ كَثِيْرًا كَثِيْرًا دَائِمًا اَبَدًا

مِنْ اَزَلِ الْاَزَالِ اِلٰى اَبَدِ الْاٰبِدِيْنَ

ضرورتِ بیعتِ مُرشد

اللہ سے دوستی کے لیے بیعت لازم ہے کیونکہ جب تک کوئی مردِ کامل اس راہ پر نہیں چلائے گا' انسان نہیں چل سکتا۔ عموماً راستے کا استاد یا راہنما وہی بنتا ہے' جسے راستے کی اونچ نیچ کا پتا ہوتا ہے بیعت اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا پختہ وعدہ ہے' جو طالب کسی اللہ والے کی موجودگی میں اللہ سے کرتا ہے۔ بیعت کے لیے اہلِ تصوف میں اِرادات کا لفظ استعمال ہوتا ہے' جس کا مطلب ارادہ کرنا ہے۔ ارادہ کیونکہ ہر عمل کا پیش خیمہ ہوتا ہے اس لیے ارادہ ہوگا تو طالب منزل مقصود کی طرف چلے گا۔ ارادہ سے صرف تمنا یا آرزو رکھنا نہیں بلکہ مراد کو پانے کے لیے عمل پیرا ہو جانا ہے تا کہ اللہ ملنے کی مراد پوری ہو سکے' پس جو ایسا ارادہ کرتا ہے وہ مُرید کہلاتا ہے اور مرید جس نسبت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو پانے کا ارادہ کرتا ہے وہ بیعت کہلاتی ہے۔ بیعت ایک بڑا اہم مرحلہ ہے۔ اس لیے کسی کا مرید ہوتے وقت بڑی احتیاط کی ضرور ہے تا کہ بیعت کا مقصد حاصل ہو سکے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اور جہاد کے لیے بیعت کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ لیکن صوفیائے کرام میں جو بیعت معمول ہے وہ ان چیزوں کے لیے نہیں ہے اس لیے بعض اہلِ ظاہر نے اسے بدعت قرار دیا لیکن مسلم شریف ابوداؤد شریف اور نسائی شریف میں ایک حدیث ہے۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے۔ ہم نے اپنے

ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کریں یا رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو۔

اس سے ثابت ہوا کہ اعمالِ ظاہری و باطنی پر استقامت کے لیے بھی بیعت کرنا اور معاہدہ لینا سنت ہے چنانچہ صوفیائے کرام میں آج تک یہی معمول چل آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ شیخ کی اس پر توجہ ہو جاتی ہے اور مرید میں فرمانبرداری کا جذبہ بڑھتا ہے۔ جانبین میں خصوصیت بڑھنے سے محبت کا اثر پڑتا ہے۔

شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ' جنہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے بیعت پر ایک مختصر سا فارسی میں رسالہ لکھا ہے انہوں نے بیعت کو پانچ قسموں پر منقسم کیا ہے۔

یہ پانچ میں منحصر کرنا ان کا استقراء و تجسس ہے۔

بیعتِ معیشت:

بعض لوگ دُنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لیے بزرگوں سے ربط وضبط پیدا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں آمدورفت رکھتے ہیں' بلکہ مرید بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کا مقصد وہی ہوتا ہے کہ دُنیا میں مجھے منفعت حاصل ہو' نوکری مل جائے' قرضہ اتر جائے' مال و دولت میں ترقی ہو یا اولادِ نرینہ ہو جائے یا بیماری سے شفا ہو جائے۔ اس قسم کی بیعت کا نام آپ نے بیعت معیشت رکھا ہے۔ اس کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ اس قسم کی بیعت حقیقت میں بیعت نہیں' صرف نام کی بیعت ہوئی۔

آج کل لوگ عموماً ایسی بیعت کرتے ہیں' جس کا مقصد تعویذ گنڈا احکام میں سفارش کرانا ہوتا ہے مشہور پیر خواہ اس میں ذرہ برابر بھی روحانیت نہ ہو' اس لیے بیعت کر لیتے ہیں کہ لوگوں میں وقار بن جائے کہ یہ فلاں بزرگ کا مرید ہے۔ اس قسم کی بیعت فضول ہے خالی شہرت اور مریدوں کی کثرت کو دیکھ کر مرید نہ ہونا چاہیئے اس بات کو اچھی

طرح دیکھ لیں کہ اس پیر کی طرف رجوع کرنے والے اہلِ علم واخلاص ہیں یا اہلِ دُنیا اور غرض پرست۔

بیعتِ وَسیلت

بعض مشہور طریقوں کے صوفیوں اور بزرگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بشارتیں ملتی ہیں اور وعدوں سے سرفراز کئے جاتے ہیں' جس طرح حضور سیدنا سلطان الفقراء محبوبِ سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لَا یَـمُوْتُ مُرِیْدِیْ اِلَّا عَلَی الْاِیْمَانِ (میرا مرید کبھی بغیر ایمان کے نہیں مرتا) یا آپ رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ فرمایا' جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف رفع ہو جاتی ہے اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے الخ یا جس طرح حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

طالب بیا طالب بیا طالب بیا
تا رسانم روزِ اَوّل باخدا
ہر کہ طالبِ حق بود من حاضرم
زِ ابتدا تا اِنتہا یک دم برم

ان بشارتوں کو سن کر اس سلسلہ کے مشائخ سے ان بزرگوں کا نائب اور نمائندہ سمجھ کر لوگ ان سے سعادت حاصل کرنے کے لیے بیعت کر لیتے ہیں اس کا نام بیعتِ وسیلت ہے اس بیعت کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فائدہ بیان کرتے ہیں ''ثمرہ آن اتصال باں بزرگان ست در قبر وحشر وامداد ایشاں ایں طالب را وقتاً بعد وقت (ص ۲۷)''

یعنی اس طریقہ کے فوت شدہ بزرگ سے قبر اور حشر میں' بیعت کرنے والوں کو ایک قسم کا اِتصالی رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور طالب یعنی مرید کو وقتاً فوقتاً ان بزرگوں سے امداد ملتی رہتی ہے۔

بہر حال شاہ صاحب کے نزدیک یہ پیری مریدی ایک ایسی شکل ہے جسے کلیتہً بے فائدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جیسے بیعت معیشت تھی بلکہ بیعتِ وسیلت سے دُنیا و آخرت میں بیعت کرنے والوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ ایسا فائدہ جس کی توقع بغیر بیعت کیے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اس میں اتنی شرط ضرور ہے کہ بیعت کرنے والے کی نسبت تام ہو اگر اس کے اعمال ہی اس قسم کے ہوں کہ وہ بزرگ ہی اس پر ناراض ہو اور اس کا سلسلہ منقطع ہو تو پھر اتنا فائدہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس اتصالی رشتہ سے فیض پہنچانے میں اولیاء اللہ میں سے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سلسلہ میں فیض پہنچانے کی زندہ فقیروں سے بھی زیادہ طاقت بخشی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ ''ہمعات'' میں فرماتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جتنے سلسلے چلتے ہیں ان میں سب سے قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہِ جذب کو باحسن وجوہ طے کر کے نسبت اویسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا وہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے اسی بنا پر آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ موصوف اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں ''تفہیمات'' میں تو اور بھی واضح لفظوں میں لکھا ہے۔

''ان الشیخ عبدالقادر له شعبته من سریان فی العالم وذلک انه لما مات صار بهیته الملا الاعلی وانطبع فیه الوجود الساری فی العالم کله'' یعنی حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کو اس دُنیا میں سرایت کر جانے یعنی گھل مل جانے کا ایک خاص حصہ عطا ہوا ہے بے شک فوت ہونے کے بعد وہ ملاء اعلیٰ کی طرح ساری دُنیا پر چھائے ہوئے ہیں''۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا توفیض ہی قبرِ مبارک سے شروع ہوا ہے۔ اسی لیے صحیح نسبت پیدا کرنے والوں کو وہ بے انتہا فیض پہنچاتے ہیں۔ نام فقیر تنہاندا (حضرت) باہو قبر جنہاندی جیوے ہو۔

بیعتِ شریعت:

اس بیعت کی تعریف میں شاہ صاحب نے لکھا ہے "ایک عام مسلمان آدمی جس کی عمر غفلت اور نافرمانیوں میں کٹی ہو' کبھی اس میں چونک پیدا ہوتی ہے۔ اپنے حال پر نادم ہوتا ہے اس وقت اس کا جی چاہتا ہے کہ پرہیزگاری اور فرمانبرداری میں اپنی زندگی کا باقی حصہ گزار دے" پھر فرماتے ہیں "یہ کسی پرہیزگار عالم کی نگرانی اپنے ظاہر و باطن پر جب تک قائم نہ کرلی جائے۔ اسی کے فیصلوں کا تابع اپنے آپ کو نہ بنالیا جائے" عام حالات کے لحاظ سے شرعی مطالبات کے مطابق اپنے آپ کو کرلینا آسان نہیں ہے۔ شریعت کی کتابوں کو دیکھ کر اپنی اصلاح' اس کی مثال وہی ہوگی کہ فنِ طب میں کمال حاصل کیے بغیر کوئی اپنا علاج طب کی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر کرنا شروع کردے ظاہر ہے کہ مزاج کو اپنی اصلی حالت کی طرف لے آنا اور بیماری کا ازالہ جیسے محض طبی کتابوں کی مدد سے دشوار ہے اسی طرح شریعت کی فقط کتابیں دیکھ کر صحیح دینی زندگی کے حاصل کرنے میں کامیابی آسان نہیں پھر آگے لکھتے ہیں کہ جیسے کتابوں کو دیکھ کر کام نہیں چلتا ایسے ہی کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھ لینا' یہ بھی کافی نہیں ہے" جو مولوی یا عالم مل جائے اس کے قول کے مطابق عمل کے مطابق عمل میں بڑی پریشانیاں پیش آتی ہیں' آدمی حیرانی کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ مولویوں میں بھی ہر شخص ظاہر ہے کہ فکر و حواس والا ہی نہیں ہوتا" ان تجربوں کی بنیاد پر ندامت و توبہ کے بعد کسی خاص عالم کا انتخاب کر کے اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔ مقصد یہی ہوتا ہے کہ ان کی تربیت و نگرانی کے تحت شریعت کے مطابق زندگی گزارنا آسان ہو جائے' اسی کا نام "بیعتِ شریعت" ہے۔ پھر شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسے بھی سوچ سمجھ کر اختیار کرنا چاہیے۔ اس میں کم از کم یہ خصوصیت تو اس میں یہ ہونی چاہئے کہ شریعت کے مطالبات کی تعمیل کرائے اور جن باتوں سے شریعت منع کرتی ہے ان کے متعلق سہل انگاری اور نرمی و چشم پوشی سے کام نہ لیتا ہو۔

اس میں دوسری شرط یہ ہونی چاہیے "یعنی مرید کے افتادِ طبع' فطری میلانات

استطاعت واستعداد کا صحیح اندازہ کر کے وہ ان ہی باتوں کی طرف اس کی رہنمائی کرے جو اس کے لیے بہتر ہوں اور آسان ہوں'' پھر ''بیعتِ شریعت'' کرنے والے مریدوں کو شاہ صاحب نے مشورہ دیا کہ ''اپنے نصب العین تک پہنچنے کے لیے یعنی زندگی کو شرعی مطالبات کے مطابق بنانے کے مقصد میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اختیار کی لگام اس پیر کے ہاتھ میں دے دے اور ان کے حکم کی پیروی کرے'' پھر لکھا ہے کہ اس قسم کی بیعت کرنے والوں کو ''آخرت میں جہنم کے عذاب سے چھٹکارا نصیب ہوگا' جنت میں داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میسر آئے گی۔'' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی ایک بہت بڑی کامیابی ہے' لیکن اس نجات کو آخری نصب العین قرار دے لینا صحیح نہیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مردِ مومن سے جو وعدے کیے ہیں' یعنی ''''اِحسان'' اور'' محسنوں'' کے طبقہ میں شریک ہونا ان کا حصول بلند تر مقام ہے۔ اسی لئے آپ نے دو مزید قسمیں بیعت کی اور بیان فرمائیں:

بیعت طریقت:

اس کے متعلق ارقام فرماتے ہیں ''بلند ارادے اور ہمت والے لوگ اولیا کی تعریفیں اور ان کی بزرگی کے قصے سنتے ہیں۔ اور اس طبقہ کے عجیب وغریب حالات ان کے گوش گزار ہوتے ہیں۔ مثلاً سنتے ہیں کہ لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں دلوں پر تصرف کرتے ہیں اور قلوب ان کے لیے مسخر ہوتے ہیں۔ مردوں کے حال سے ان کو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم ان کو ہوتا ہے اور پاک روحوں سے ان کی ملاقات ہو جاتی ہے اس قسم کی باتیں سننے سنانے سے سننے والوں کے دلوں میں ان باتوں کا شوق پیدا ہوا اور جی چاہتا ہے کہ ان کمالات کو حاصل کیا جائے'' چنانچہ اس کے لیے تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں ''کسی ایسے آدمی کا انتخاب وہ کرتا ہے جو مذکورہ بالا کمالات سے سرفراز ہوا اور خود اس قسم کے آثار کا ظہور اس شخص کی ذات سے ہو رہا ہو اور اپنا پیر یا شیخ ان کو ہی بنا لینا چاہتا ہے اور اسی کی

پیروی کی جاتی ہے اور جن نفسانی وجسمانی مجاہدات کا حکم شیخ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس کی تعمیل کر کے مرید بھی اس راہ کا ماہر ہو جاتا ہے اور اپنے نصب العین کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے'' پھر شاہ صاحب مجاہداتِ نفسانی اور جسمانی حاصل کرنے کی مزید تشریح فرماتے ہیں ''اس راہ میں روح کو جسمانی آلائشوں سے پاک کرنا اور روحانی انوار اور ربانی اسماء سے اسی روح کو مکمل آراستہ کرنا پڑتا ہے'' اس کا نتیجہ بقولِ شاہ صاحب یہ ہوتا ہے کہ وہ جو اس راہ میں کامل ومکمل ہو جاتا ہے اس کی ذات مرجع انام بن جاتی ہے اور ''مبداء فیض گشتن برائے بندگان الٰہی وحل مشکلات'' یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے فیض کا سرچشمہ اور لوگوں کی مشکلات کے حل کا ذریعہ اس کی ذات بن جاتی ہے اس بیعت کا نام ''بیعتِ طریقت'' ہے۔

بیعت حقیقت:

عموماً خشک مزاج ملا طبائع جس طرح ''بیعت شریعت'' ہی کو تصوف کا اول وآخر سمجھتے ہیں اس طرح صوفی نہاد لوگوں میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ ''بیعتِ طریقت'' کے بعد اور کوئی مقام نہیں مگر شاہ صاحب نے آخری ایک اور قسم جس کو بیعتِ ''حقیقت'' سے موسوم کیا ہے۔اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

''حق تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو روزِ اول سے انتخاب کر لیتے ہیں اور ان کی روحوں میں اپنی ذات کی محبت وعشق کا غم رکھ دیتے ہیں کسی نہ کسی وجہ سے فطرت کا راز ان کے اندر چھپا رہتا ہے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کائنات کا جو پردہ ان کے اور خدا کے درمیان ہے اس کو درمیان سے ہٹا دیں اور حق کا دواماً حضور ان کو حاصل ہو وہ خدا کے سچے عاشق ہوتے ہیں وہ تہہ دل سے چاہتے ہیں کہ خدا ہی کے وجود کے ساتھ ان کی بقا وابستہ ہو جائے لیکن بغیر انبیاء علیہم السلام کے ہر شخص میں اس کی صلاحیت نہیں ہوتی کہ بغیر کسی کی مدد کے خود بخود پہنچ جائے لہٰذا حق تعالیٰ اس راہ کے اربابِ کمال میں سے کسی صاحبِ کمال کو ان لوگوں کی تربیت کے لیے مقرر فرمادیتے ہیں۔

بیعت کی ضرورت:

مضمون بالا سے بیعت کی ضرورت واہمیت کی فلاسفی بھی واضح ہوگئی کہ ہر مقام میں رہنما کی ضرورت ہوتی ہے اگر انسان خود بینا نہیں ہے تو کسی آنکھوں والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ لے بے خطر منزل پر پہنچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے پاؤں سے چلے اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑے الغرض عادۃ اللہ یہی ہے کہ کوئی کمال بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا۔

مولانا روم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

گر ہوائے .ایں سفر داری دلا
دامن رہبر بگیر وپس بیا
بے رفیق ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

یعنی اگر اس سفر کی خواہش ہے تو رہبر کا دامن پکڑ کے چلو اس لیے کہ جو عشق کی راہ میں بغیر رفیق چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔

یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاؤز اندریں صحرا مشو

یعنی باطنی راستے کے لیے کوئی رفیق ساتھ لے لو' تنہا اس راستہ کو طے کرنے کا ارادہ نہ کرو' کیونکہ تنہا اس کو قطع نہیں کر سکتے۔

احادیث مبارکہ میں کئی قسم کی بیعتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سے بیعتِ تقویٰ' حق پر استقامت کی بیعت بیعتِ اطاعت اور بیعتِ جہاد مشہور ہیں۔

مرشد کامل سے بیعت درحقیقت ''بیعتِ تقویٰ'' ہی ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی' قائم کرنے نماز اور ادا کرنے زکوٰۃ اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر۔

اس کے علاوہ مسلم شریف میں بیعت کی اہمیت وضرورت کے متعلق یوں ارشاد فرمایا گیا ہے "جس شخص نے اولی الامر کی فرمانبرداری سے اپنا ہاتھ کھینچا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو ایسی صورت میں ملے گا کہ اس کے لیے کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو شخص مرتا ہے اور اس کی گردن میں کسی (پیر کامل) کی بیعت کامل نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے"

مرشدِ کامل کی تلاش کرنی چاہئے کیونکہ اس وادی میں لٹیرے بھی پھرتے ہیں۔ انسانی لباس پہن کر ایمان کے ڈاکو اور انسانیت کے دشمن ذہاب فی ثیاب (کپڑوں میں بھیڑے) بہت ملتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

انسان جب کسی کامل کی بیعت کرتا ہے تو سب سے پہلے اسے اس سلسلہ باطنی کا فیض خود بخود حاصل ہونا شروع ہو جاتا ہے جس طرح کسی شخص نے بجلی کنکشن لیا ہو تو دوسرا شخص اس کی تار سے اپنی تار کا کنکشن جوڑ دے تو وہ بجلی اس کے پاس بھی پہنچ جائے گی اسی طرح مدینہ طیبہ کے پاور ہاؤس سے روحانی بجلی کا تار ہر پیرومرشد کے کھمبے سے ملتا ہوا جب کسی کے پاس پہنچتا ہے تو اس کے قلب کا بلب بھی نورِ معرفت کی ضیاؤں سے جگمگا اٹھتا ہے۔ اب اگر کسی جگہ سے بھی تار ٹوٹ جائے گا تو بجلی کا آنا فوراً موقوف ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر کسی پیرومرشد سے عقیدت ومحبت کا تار ٹوٹ گیا تو فیض کا آنا رک جاتا ہے' پھر جتنی پاور کا بلب ہوگا' اتنی بجلی اپنے اندر کھینچے گا۔ اس طرح ہر شخص اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے اگر بلب فیوز ہو جائے تو پھر بھی بجلی کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس لیے اگر انسان خدانخواستہ بدعقیدہ' منافق یا کافر' وہابی یا رافضی یا چکڑالوی یا قادیانی ہو جائے تو وہ فیوز بلب کی طرح ہے وہ بھی فیض حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ایمان کی تاروں کا جو قلب کے بلب میں لگی ہوئی ہیں' ان کا درست ہونا بھی ضروری

ہے پھر اگر کسی مشینری کے لیے کنکشن لیا ہو اور مشینری جام ہو تو کام نہیں کرتی۔ وہاں بھی پاور کچھ نہیں کر سکتی۔ بجلی کا کام صرف اسے حرکت دینا ہے' کام مشین نے خود کرنا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے پیرومرشد سے کنکشن تو جوڑ لیا لیکن مجاہدہ وریاضت سے جی چراتا ہے جو ہلنا اور مشقت کرنا نہیں چاہتا تو پاور کیا کرے گی۔ اسی لیے مجاہدہ بھی ضروری قرار پایا۔

جس طرح دہقان کھیت میں تخم ریزی کرنے سے پیشتر اس کی مناسب پرورش کرتا ہے اس طرح مرشدِ کامل' مرید کے اخلاق سَیِّئہ زائل کر کے اخلاق حسنہ کا خوگر بنا دیتا ہے' جس مرشد کی تربیت کے نتائج وثمرات عمدہ ہوں گے' وہی مرشدِ کامل واکمل ہوگا قرآن میں ذکر واذکار کے متعلق بہت سی آیات مرقوم ہیں۔ پیر کامل ایسی آیات متعلقہ اذکار وذکر کی معیت' اقربیت کی کیفیت اور مشاہدہ طاری کر دیتا ہے۔ جب تک کسی مردِ کامل سے نسبت اور بیعت نہ کی جائے' شرح صدر نہیں ہوتا۔ تزکیہ نفس کے لیے طلب شیخ اور تلاش ہادی کی اشد ضرورت ہے خصوصاً اس دَورِ پُرفتن میں بغیر مرشدِ کامل منزلِ مقصود تک رسائی محال ہے لہٰذا شیخِ کامل کی بیعت ضروری ہے۔ سالک کو چاہئے کہ ولی کی صحبت کو کشتی نوح سمجھے اور عام لوگوں کی صحبت سے بچے البتہ ان کی للہ فی اللہ خدمت سے دریغ نہ کرے۔

نفس کُتا ہے' اس کے گلے میں کسی شیخ کا پٹا ڈالنا چاہئے تاکہ مارا نہ جائے اطاعتِ ولی نفس کا پٹا ہے۔ ولی کا شجرہ اس کی زنجیر' جس کی پہلی کڑی اس کے نفس کے گلے میں اور آخری کڑی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں اگر یہ پٹا اور زنجیر قائم ہے تو انشاء اللہ نفس بہک نہیں سکتا۔ پیر یا شیخ سے بیعت کرنے کی ضرورت تو اس لیے ہوتی ہے کہ جس طرح منہ زور اور سرکش گھوڑے کو کسی چابک سوار کے حوالے کر دیا جاتا ہے کہ اسکی چال درست کرے۔ اسی طرح نفسِ امارہ جو بے لگام گھوڑا ہے پیر کی روح کا فیضان سوار ہو کر اس کی چال درست کرے۔

کے بود نُورِ خدا بے پیر حاصل بندہ را

آتشِ خورشید بے شیشہ رسد کے پنبہ را

مرید بیعت کو ایک رسم نہ سمجھے' بلکہ شیخ کے فرمان کی پیروی کرے اور ایمان کی سلامتی حفاظت کے لیے اولیاء کرام سے وابستگی کو بیمہ سے بھی زیادہ ضروری سمجھے۔

حقیقتِ بیعت:

اپنی جان اور اپنے مال کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دینا اصل بیعت ہے' حقیقتاً سب کچھ حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ جان بھی اسی کی ہے' جسم بھی اسی کا ہے اور مال بھی اسی کا ہے۔ بندہ جب خدا کی ملکیت پر چھاپا مارتا ہے۔ خدا کے ملک کو اپنی چیز سمجھنے لگتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق اس کے جا و بے جا استعمال میں مصروف ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بادشاہِ حقیقی کی مملکت میں مقید ہونے کے باوجود اس مالکِ ارض و سما کے خلاف گویا علمِ بغاوت بلند کرتا ہے' لیکن جب وہ اس غلطی سے متنبہ ہوتا ہے' جب اس سرکشی اور بغاوت سے نادم ہو کر اپنے خیال اور اپنی روش کی اصلاح جب اپنے دل میں ہر چیز کو وہ خدا کی ملکیت سمجھنے لگتا ہے اور ایک فرمانبردار عبد کی طرح حق تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے اور اپنے اس تغیرّ حال کے متعلق جملہ شراط کو پورا کرنا شروع کرتا ہے تو اس رجوع الی اللہ کو بیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے کوئی چیز کسی کو پیش کی جاتی ہے اور اس کے بدلے میں دوسری چیز لی جاتی ہے تو اس لین دین کو بیع کے نام سے پکارتے ہیں بندہ اپنے غلط خیال سے تائب ہوتا ہے اپنے اعضاء جوارح کو بخوشی اور برضا و رغبت اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمر بستہ ہو جاتا ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرتا ہے۔ اس لین دین کو اللہ تعالیٰ بھی خرید و فروخت کے نام سے موسوم فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ تحقیق اللہ تعالیٰ نے خرید لی ہیں مسلمانوں سے جانیں ان کی اور مال ان کے' اس کے بدلہ میں

ان کے لیے جنت ہے (التوبہ ۹:۱۱۱)

خرید وفروخت کی تکمیل کے لیے صرف نیت کافی نہیں' فروخت کرنے والے کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کروں گا اور خریدنے والے کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص سے خریدوں گا اوراس کی قیمت دوں گا خرید وفروخت کے عمل میں آنے کے لیے کیونکر کافی ہوسکتا ہے جب تک کہ ان خیالات کا اظہار نہ ہوا اور ان پر عمل کا جامہ نہ پہنایا جائے۔ جان ومال کو اللہ کے ہاتھ فروکت کرنے کے لیے بھی صرف نیت کافی نہیں' بلکہ عمل کے ذریعہ اس نیت کے اظہار کی ضرورت ہے دُنیا میں کسی زمین یا مکان یا گاؤں کی خرید وفروخت کے لیے کس قدر طویل طویل کارروائیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اللہ جیسی برتر ہستی کے ساتھ جان ومال جیسی بیش بہا چیز کا معاملہ طے کرنا بچوں کا کھیل نہیں جو بلا پابندی آداب وشرائط ضروری طے پا جائے بلکہ نہایت مہتمم بالشان معاملہ ہے جسے انتہا درجہ کی سنجیدگی اور اعلیٰ درجہ کے اہتمام اور نہایت پختہ عزم بالجزم کے ساتھ عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔

وسیلہ:

حق تعالیٰ کے ساتھ یہ بیع ہمیشہ اس برگزیدہ شخص کی وساطت سے عمل میں آتی ہے جو اس سنجیدہ اور مہتمم بالشان معاملہ میں وسیلہ بننے کا مجاز ہو

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ ۵:۳۵)'' (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو' تا کہ تم فلاح وکامرانی پاؤ۔)

اس آیت میں وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ سے کسی نوع کا توسّل مراد ہے جو لوگ اس وسیلہ سے ایمان مراد لیتے ہیں' غلطی پر ہیں کیونکہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ خطاب انہیں لوگوں کو کیا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں اور مومن ہیں جو تقویٰ مراد لیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ تقویٰ کی ہدایت اتَّقُوا اللّٰہَ کے الفاظ سے فرمادی گئی ہے جو اطاعت اور

عبادت اور عمل نیک اس کے معنی کرتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں کیونکہ یہ تمام باتیں جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ میں آ گئیں وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کے ماقبل اور مابعد واؤ عطف ہے جس کا ہونا معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت پر دلالت کرتا ہے یعنی جس وسیلہ کی جانب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے وہ تقویٰ اور مجاہدہ کے علاوہ مرشد مراد ہے مولوی اسماعیل دہلوی صاحب ''صراطِ مستقیم'' میں اس آیتِ کریمہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

''اہلِ سلوک اس آیت کو سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور وسیلہ مرشد کو جانتے ہیں، پس حقیقی نجات کے لیے مجاہدہ سے پہلے مرشد کا ڈھونڈنا ضروری ے اور سنت اللہ بھی اس طرز پر جاری ہے۔ اسی واسطے راہبر کے سوا راستہ پالینا نہایت نادر اور کمیاب ہے۔ پس مرشد اس شخص کو بنانا چاہئے کہ جو کسی طرح شریعت کے مخالف نہ ہو'' (دوسرا باب پہلی فصل چوتھا افادہ)

بیعت کس شخص سے کرنی چاہئے؟ اس سلسلے میں حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں بیعت اس شخص سے کرنی چاہئے، جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

(۱) اولاً: سنی صحیح العقیدہ ہو (۲) ثانیاً کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی کی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے نکال سکے (۳) ثالثاً اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو کہیں منقطع نہ ہو۔ (۴) رابعاً فاسق معلن نہ ہو (اسی سلسلہ بیان میں ارشاد فرمایا کہ) لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں، بیعت کے معنے نہیں جانتے بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے، حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا۔ اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال دوں، اس مرید نے عرض کی۔ یہ ہاتھ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے چکا ہوں۔ اب دوسرے کو نہ دوں گا حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ

منیری رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم)
مرشد کی بیعت کیوں ضروری ہے اس کا دُنیا و آخرت میں کیا فائدہ ہے؟ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''مرشد کے بغیر طالب کے سب کسبی علوم اور تمام بدنی اعمال اگرچہ ظاہر میں بصورت ثواب ہیں مگر در حقیقت اللہ اور بندے کے درمیان یہ سب باعثِ حجاب ہیں۔''
(نور الہدیٰ ص ۴۲)

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی شان ہے ''اَلْمُرِیْدِیْ لَا یَمُوْتُ اِلَّا عَلَی الْاِیْمَانِ ط ترجمہ میرا مرید نہیں مرے گا مگر ایمان پر'' کیونکہ مرتے وقت طالب مرید قادری کا حضرت شاہ محی الدین رضی اللہ عنہ کی باطنی توفیق اور روحانی طاقت سے ذکرِ کلمہ طیب جاری ہو جاتا ہے۔

من کان اخر کلامہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فقد دخل الجنۃ بلا حساب وبلا عذاب ترجمہ جس آدمی کا موت کے وقت آخر کلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو وہ بہشت میں بلا حساب وبلا عذاب داخل ہوگا''۔ (نور الہدیٰ ص ۱۸۶)

کئی اللہ والے بچپن سے ہی اللہ والے ہوتے ہیں، مگر وہ بھی مرشد کے بغیر نہ رہے سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی اللہ تھے پھر بھی دہلی جا کر سید عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ سید عثمان مروندی المعروف شہباز قلندر اور حضر بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہما نے بغداد شریف حاضر ہو کر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تلاشِ مرشد میں دور دراز کے سفر کیے۔

حتیٰ کہ کوئی ولی اللہ مرشد کے بغیر مقامِ ولایت تک نہ پہنچ سکا۔ آج کل کوئی نمازی بن جائے، حاجی ہو جائے یا تبلیغی بن جائے تو وہ اپنے آپ کو شیخ و مرشد سے بے نیاز سمجھنے لگتا ہے جو کہ ایک شیطانی دھوکا اور فریب ہے۔

عمل وعقیدت میں کمی ہو یا کوتاہی واقع ہو جائے تو پھر بھی بیعت کا فائدہ ہوگا۔

منقول ہے کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے تھے ایک ہمسایہ جو حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مریدوں میں سے تھا (میں) اس کے جنازے میں شریک تھا' جب اس کو قبر میں رکھا اور (لوگ) لوٹ گئے تو میں کچھ دیر اس کی قبر پر ٹھہرا رہا میں نے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے حاضر ہوئے ہیں اسی دوران حضرت عثمان ہارونی قدس اللہ سرہٗ العزیز تشریف لائے اور فرشتوں سے کہا کہ اسے عذاب مت دو کہ یہ میرے مریدوں میں سے ہے' فرشتوں کو حکم ہوا کہ ان سے کہو کہ یہ تمہارے خلاف تھا۔ خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ بے شک یہ میرے برخلاف تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو میرے دامن سے وابستہ کیا تھا حکم ہوا کہ خواجہ عثمان کے مرید کو عذاب نہ دو کہ ہم نے اس کو بخش دیا۔

لجپال پریت نوں توڑ دے نئیں
جهدی بانہہ پھڑ دے چھوڑ دے نئیں

''ان پاک لوگوں کی غیبت اور شکایت ہی معرفت اللہ اور ہدایت سے محروم کر دیتی ہے۔'' ایمان کے جیب کتروں سے ہوشیار رہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو انعام یافتہ لوگوں کے راستہ پر چلائے' آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائمًا ابدًا۔

ماخذ

(۱) تذکرہ نور — از فقیر محمد ارشد قادری سروری قدس سرہٗ

(۲) عرفان — از فقیر نور محمد قادری سروری قدس سرہٗ

(۳) ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ — فاضل بریلوی قدس سرہٗ

(۴) بیعت وخلافت — از مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) حق نمائے ترجمہ نور الہدیٰ — حضرت سلطان باھو قدس سرہٗ

صفات ورابطہ شیخ وطالب

سلطان الفقراء وسلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ دائما ابدًا ارشاد فرماتے ہیں:

"طالب پر فرض عین ہے کہ جو کچھ مرشد فرمائے اس سے سرِ مو خلاف نہ کرے اور مرشد کے سامنے کسی قسم کا دم نہ مارے اور مرشد کو فرض عین ہے کہ جو کچھ طالب مرشد سے طلب کرے، مرشد اُسے مرحمت فرما دے۔ اگر مرشد بے توفیق ہے۔ ثانی شیطان (ہے) طالبوں کا راہزن قاطع الطریق ہے کہ طالبان حق کی عمر برباد کرتا ہے۔

طالب کو راہِ حق سے روکنے والی چیز محض حُبِّ دُنیا ہے۔ کیونکہ مرشد طالب کا امتحان طالبِ مال وجان سے کرتا ہے۔ اکثر طالب بے یقین تابع نفس، محبت دُنیا کے سبب مردِ مرشد روگردان ہو جاتے ہیں۔ ایسے طالب تمام عمر مرشد کے عیبوں کے جاسوس اور اس کے لیے موجب وسوسہ ہوتے ہیں اور معرفت سے محروم رہتے ہیں۔ مرشد طالب سے متاع معرفت کے بدلے عزیز جان کی نقدی طلب کرتا ہے، جو طالب راہِ مولیٰ میں سر نہیں دیتا وہ معرفت حق سے محروم رہتا ہے۔ طالب وہ ہے کہ راہِ حق میں جان دے دے اور دم نہ مارے ایسا طالب روشن ضمیر باشعور لائقِ حضور ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ مرشد اور طالب مدعی اور مدعا علیہ کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ان کا معاملہ قاضی قدرت حق تعالیٰ کے روبرو پیش ہوتا ہے اور نفس وروح کے حق وباطل کی تحقیقات شرعی مجلس محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جا کر ہوتی ہے۔ جہاں قدرت کے دو گواہ درکار ہیں۔ ایک علمِ تصدیق، دوم: علمِ اقرار۔ یہ ہیں مرشد اور طالب کے اسرار۔

مرشدِ کامل کے لیے طالب عالم اور جاہل برابر ہیں کیونکہ مرشدِ عامل اور عالم باللہ کو علم ظاہری و باطنی یعنی علم رسم ورسوم اور علم حیی وقیوم دو بے واسطہ حاصل ہوتے ہیں۔

اور مرشد عارف باللہ کے آگے طالب بانصیب اور بے نصیب بھی برابر ہیں کہ عارفِ کامل بے نصیب کو مجلس حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر نصیب دلا دیتا ہے لیکن مجلسِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محک اور کسوٹی کی طرح ہے۔ صادق طالب وہاں بمقتضائے فطرت ازلی جمالی طالب معرفت ومشاہدہ دیدار ہوتا ہے لیکن طالب کاذب مجلس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بموجب جبلی جلالیت طلب گار کشف کرامات عزوجاہ دُنیا مردار ہوتا ہے اگر مرشدِ کامل طالب کور مادرزاد ازلی کو آفتاب ذات کی تجلی شہ رگ سے نزدیک بھی دکھا دے طالب کور چشم اِسے پسند اور اختیار نہیں کرتا اور اگر مرشد خود راہِ معرفت سے اندھا ہے اس کا طالب بھی اس طرح خلوت اور چلوں میں پریشان خاطر طالب عزہ وجاہ ورجوعات خلق اہلِ شر وشور ہے۔ مرشدِ کامل وہ ہے کہ طالب صادق کو خوف سوءِ خاتمہ شر وشور سے گذار کر صاحب خاتمہ بالخیر بنا دے۔ مرد عارف ولی اللہ طالب صادق کو تین علوم کا درس دیتا ہے۔ علم الف سے بذریعہ رسم اللہ مقام الفت طے کرا دیتا ہے اور جملہ علوم سلف اہلِ سلف سے باطنی طور پر سکھا تا دیتا ہے اور جملہ علوم خلف بھی باتوفیق عطا کر دیتا ہے اور طالب اسے سیکھ کر بھلا دیتا ہے۔ بعدہٗ طالب کا وجود سراسر نور ہو جاتا ہے اور دوم: صاحب مشاہدہ قرب اللہ اہلِ حضور ہو جاتا ہے۔ مقام الست میں جا پہنچتا ہے اور روحی زبان سے صف انبیاء اولیاء میں کھڑے ہو کر لفظ بلیٰ پکارتا ہے اسے مسلمان حقیقی کہتے ہیں۔ جو طالب مرشد کی تلقین سے اس مرتبہ مسلمانی کو نہ پہنچے اور صفِ ازل میں اپنی روح کا منصب معلوم نہ کر لے مرشد نادان اور طالب حیوان ہے۔ اے طالب عالم باللہ اور طالب عارف باللہ! اگر تو عاقل انسان ہے تو اللہ تعالیٰ کے قرب وحضور کے مشاہدے کا مرتبہ حاصل کر لے تاکہ تو دونوں جہان کا تماشہ ایک پلک میں دیکھے لیکن پہلے مرشد سے طلب علم کر کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت"

وہ علم کیا ہے۔ علمِ توحید عنایت علمِ معرفت ہدایت علمِ ولایت اور علمِ غنایت۔ مرشد

کامل یہ جملہ علوم طالبِ صادق کو بذریعہ توجہ اور نظر سکھا دیتا ہے۔ جس سے طالب ایک ساعت میں عالم فاضل صاحب تحصیل ہو جاتا ہے۔ بعدازاں علم قرب اللہ نور حضور مشاہدہ حضور، محبت حضور، طلب حضور، لاہوت لامکان، حضور علم توفیق تحقیق حضور، ذکر فکر الہام مذکور حضور اور معراجِ مجلس محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضوری حاصل کرا دیتا ہے، جس شخص کا ان جملہ علوم حضور اور قوت علم نور سے وجود سراسر نور ہو جاتا ہے وہ علمِ نور حضور سے بے کام و بے زبان جب ایک دفعہ اسمِ اللہ پڑھ لیتا ہے اسے تمام عمر ریاضت اور مجاہدے کی حاجت نہیں رہتی۔ اول مرشدِ کامل ان جملہ علومِ حضوریات سے طالب کو تعلیم دیتا ہے بعدازاں اسے تلقین اور ارشاد فرماتا ہے۔ بعد وہ طالب غلطی اور عُجب کے راستے پر چلنے نہیں پاتا اور غالب الاولیاء ہو جاتا ہے۔ کامل وہ ہے کہ راہِ مجاہدہ علمِ مشاہدہ میں طے کرا دے۔ اور راہ ریاضت علمِ راز میں دکھا دے اور مجاہدہ مشاہدے میں اور ریاضت راز میں اس طرح آ جاتا ہے، جس طرح نمک طعام میں یا انگارہ آگ میں یا سونا بوتے میں اور سانس جسم اور جان میں آ جاتا ہے۔ جس شخص نے مراتبِ معرفت، توحید، قرب اور مقام فنافی اللہ و مرتبہ ہدایت پایا علمِ نور حضور سے پایا اور اسی علم کو وسیلہ پیشوا، رفیق، رہبر باتوفیق بنایا کیونکہ کوئی اہلِ بدعت کافر خلافِ شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتا۔

علمِ باطن مثل مسکہ علمِ ظاہر مثل شیر
کیسے ہو بے شیر مسکہ کیسے ہو بے پیر پیر

جو طالب مرشد سے معرفت و قربِ توحید طلب کرتا ہے وہ اسعد سعید ہے اور وہ صاحبِ مرتبہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

اور بے پیرو بے مرشد طالب گویا شیطان کا مرید ہے

کامل مرشد کی علامت یہ ہے کہ نظرِ اسمِ اللہ ذات سے طالبِ صادق کے سر سے لے کر قدم تک تمام وجود نور کر دیتا ہے اور توجہ سے داخلِ حضور کر دیتا ہے، جس مرشد سے مرتبہ مشاہدہ اور حضور حاصل نہ ہو وہ ناقص ہے۔ اس سے تلقین اور ارشاد جاری نہیں

ہو سکتی۔" (حق نمائے ترجمہ نور الہدیٰ ص ۱۱۱ تا ۱۱۳)

"مرشد کئی طرح کے ہوتے ہیں مرشدِ نام' مرشدِ نان' مرشد زبان' مرشدِ قصہ خوان' مرشدِ لاف زن' اہلِ زبان' مرشد پریشان اور مرشد حیوان دُنیا میں بکثرت ہیں اور طالب احمق نادان بھی بے شمار ہیں۔

اگر مرشدِ کامل ہے' طالب صادق کے لیے دونوں جہان میں بار بردار حامل ہے طالب بے اعتقاد دشمنِ جان ہے' وہ شیطان سے بھی برا ہے۔ جو کہ غائب دشمنِ ایمان ہے۔ نافرمان اور بے حیا طالب سے ایک رفیق وآشنا کتا بہتر ہے۔ میں طالب و مرشد کاذب اور صادق کو نظر سے ہی پہچانتا ہوں۔" (حق نمائے ص ۱۱۸)

طالب ہونا بھی آسان کام نہیں ہے۔ چنانچہ طالب کو صاحب نفس فناء روح بقا' باادب و باحیا' فنا فی اللہ تعالیٰ با خدا ہونا چاہیے۔

سن لے اے طالب اللہ! اے عالم باللہ! اے عارف ولی اللہ! اے واصل صاحب ہدایت اللہ!

اے صاحبِ تصورِ توفیق اور صاحب تصرف باسمِ اللہ' ذات تحقیق اور صاحب توجہ باسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خالص طریق یعنی مرتبہ فنا فی الشیخ و مرتبہ فنا فی اللہ و مرتبہ فنا فی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک طالب سر سے قدم تک تجلیاتِ انوار مشاہدہ دیدار میں غرق نہ ہو جائے بغیر اس کے جس قدر مقامات راہِ سلوک میں آئیں' سب کو مراتب بازی گری بے اعتبار جانے۔ علمِ معرفتِ سبحانی' علمِ توحید سیرانی اور علم لاہوت لامکانی محض عارف باللہ اور فقیر ولی اللہ بے واسطہ اور بے کام و بے زبان پڑھتے ہیں"۔

(حق نمائے ص ۱۱۹-۱۲۰)

"اکثر اہلِ دکان مرشد طالب مریدوں کی حاجت روائی میں پریشان رہتا ہے' لیکن فقیر کامل تماشہ بین مشاہدہ لاہوت لامکان ہوتا ہے"۔

مرشد بننا بہت بھاری اور اہم کام ہے' جب تک کسی فقیر کو باطن میں حضرت محمد صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے طالبوں اور مریدوں کو تعلیم وتلقین کرنے کی رخصت اور جازت نہ ملے وہ احمق ہے کہ خود بغیر امر واجازت کے تلقین وارشاد کرتا ہے۔ اور آخرکار خراب اور شرمندہ ہوتا ہے' مرشد وہ ہے کہ طالب کو سوگند دے کہ پوچھ لے کہ اے طالب جو کچھ تیرا اصلی مطلب ہے وہ مجھ سے طلب کرلے۔ مرشد طالب کو اپنا مطلوب کردے۔ مرشد کا فیض مثل بارانِ رحمت یا موج دریا یا شعاعِ آفتاب ہے۔

نگاہِ مرشد سراسر توفیقِ خدا ہے جو کہ طالب کے وجود سے نفسانی اور شیطانی حجاب اور ظلمت دور کردیتا ہے' لیکن مرشد ناقص حجام طالبوں کو ہمیشہ آج اور کل کی تسلی اور تشفی سے ٹالتا رہتا ہے۔ طالب کی یہ محض بے اعتقادی اور بے اعتباری کی علامت ہے کہ خدمت کے دن رات ماہ وسال شمار کرکے جتائے بلکہ اپنے اختیارات مرشد کے حوالے کردے اور خدمت کی بات زبان پر نہ لائے طالب ہو اہلِ طاعت بندگی گذار۔ مرشد ہو حضور کنندہ غرق مشرف دیدار۔ (حق نمائے ص ۱۲۵-۱۲۶)

مرشد کی شرط یہ ہے کہ طالب بارہ سال کے بعد غرق انوار یا مشرف ہوجائے۔ اور جملہ علائق دُنیا وعوائق اہل وعیال زن وفرزند اور ہوائے نفس سے وغیرہ سے بیزار ہو جائے' ورنہ مرشد اسے اپنے سے بے یقین اور بے اعتبار بنا دیتا ہے۔ آخر طالب کا سلامتی سے مرتبہ عظمیٰ تک پہنچنا اس میں ہے کہ مرشد سے خالص اعتقاد طلب کرے۔ اعتقاد وہ ہے کہ جو نفس اور شیطان مایۂ فساد کے شر سے محفوظ رکھے۔ (حق نمائے ص ۱۲۷)

اے طالب آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے قرب وحضور کا معراج اور فقر لایحتاج یا دائمی نماز اور صاحب مراقبہ روشن ضمیر اور کونین پر امیر جملہ انبیاء واولیاء اللہ سے ہم مجلس اور ہم سخن ہونے کا مرتبہ ظاہر علم پڑھنے یا ورد وظائف' ذکر فکر' مراقبے' مکاشفے سے ہرگز حاصل نہیں ہوتا چاہے طالب (تمام عمر) علم اور ریاضت میں صرف کردے' وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور مشاہدے سے محروم رہتا ہے' جب تک مرشد صاحب باطن سے تلقین حاصل نہ کرلے۔ مرشد کی توجہ اور نگاہ کے بغیر باطنی راستہ ہرگز نہیں کھلتا۔ ہاں دُنیا وآخرت

دونوں جہان کے خزانے طالب کے وجود میں پنہاں ہیں۔ مرشد کلید توجہ سے سب خزانے کھول دیتا ہے۔

زمین و آسمان و عرش و کرسی
ترے اندر ہیں سب عرشی و فرشی

مرشد کے بغیر طالب کے سب کسبی علوم اور تمام بدنی اعمال اگرچہ ظاہر میں بصورتِ ثواب ہیں، مگر درحقیقت اللہ اور بندے کے درمیان یہ سب باعثِ حجاب ہیں۔

(حق نمائے ص ۲۷)

واضح ہو کہ جو فقیر خلافِ شرع ہو اس کا باطن بھی باطل ہے اور اس کا دعویٰ جھوٹا اور بے اختیار ہے، مرشدِ کامل مقامِ شریعت، طریقت، حقیقت معرفت اور مقامِ نور الہدیٰ اور مقامِ فنا و بقا تصور، حضور اور تصرفِ قبور سے اس طرح کھول دیتا ہے کہ طالب کو حیات، ممات، خوف رجاء اور دوزخ و بہشت بھی یاد نہیں رہتے اور جملہ ماسویٰ اللہ کو طالب بھلا دیتا ہے یہ مراتب بھی شریعت کی برکت اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بخشش اور مرشدِ کامل ولی اللہ کی توجہ سے حاصل ہوتے ہیں"۔ (حق نمائے ص ۷۶)

"بعض طالب خام اور ذاکر نا تمام مرشدانِ ناقص کو خواہ مخواہ کامل سمجھتے ہیں۔ درہم و دینار (روپے پیسے) اور مال و دولت کی محبت ان لوگوں کے دلوں پر اس طرح قابو پالیتی ہے کہ یک دم اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتے ہیں"۔

"اے طالب! اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف آئے تو اس کا در ہر وقت باز ہے (کھلا ہے) اور اگر نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔ فقیر کامل کی زبان سیف الرحمان کن کی سیاہی سے آلودہ ہوتی ہے اس کی ہر بات گویا اللہ تعالیٰ کے امر اور قدرت کی آواز ہوتی ہے"۔

(حق نمائے ص ۸۴-۸۶)

"طالب اللہ کے لیے فرضِ اوّلین یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی ملے پہلے مرشدِ کامل ڈھونڈے اور جان توڑ خدمت سے اسے اپنے اوپر مہربان کرے۔ (حق نمائے ص ۹۱)

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''یاد رہے کہ انسان کا نفس کافر باطن میں مختلف زنار پہنے ہوئے ہے چنانچہ تیس ہزار زنار واہمات اور تیس ہزار زنارِ وسوسہ' تیس ہزار زنار طمع وحرص اور دُنیائے دوں' تیس ہزار زنار شرک اور تیس ہزار زنار کفر کے جملہ ایک لاکھ اسی ہزار زنار ہیں۔ لیکن یہ زنار یہود ونصاریٰ اور دار حرب کفار کے زناروں سے زیادہ سخت ہیں یہ باطنی زنار نہ ورد وظائف' صوم وصلوٰۃ سے ٹوٹتے ہیں اور نہ حج زکوٰۃ سے' نہ مراقبے مکاشفے سے اور نہ محاربے سے اور نہ بذریعہ علم سے مسائل' فقہ تفسیر اور نہ بذکر فکر تاثیر' نہ چلوں ریاضت خلوت سے اور نہ تلاوتِ قرآنِ پاک سے' نہ بذریعہ شب بیداری اور نہ دم حبس' نہ جنبش وحرکتِ دل اعتباری سے۔ ان جملہ زنار باطنی کے توڑنے کا واحد علاج یہ ہے کہ مرشدِ کامل تصورِ اسمِ ذات اور تصرف حاضرات کلمہ طیبات سے حروفِ اسمِ اللہ ذات اور حروفِ کلمہ طیبات تفکر اور توجہ باطنی سے طالب اللہ کے دل کے ارد گرد مرقوم کرلے۔ ان نوری حروف کے لکھے جانے سے طالب کے وجود میں سر سے قدم تک انوارِ توحید اور معرفت کی آگ اس طرح روشن ہو جاتی ہے کہ تمام زناروں کو جلا دیتی ہے' اس کے بعد طالب اللہ حقیقی طور پر مسلمان با ایمان صافی القلب وصاحبِ تصدیق باعیان' باطن صفا' غرقِ انوارِ دیدار' کفر اور شرک سے بیزار ہو جاتا ہے۔ (حق نمائے ص ۱۰۴)

طالب مرید قادری کو دوسرے طریقوں سے تلقین ارشاد حاصل کرنا مطلق گناہ ہے۔ (حق نمائے ص ۱۰۵)

''مرشد اول طالب سے مرتبہ طالبی طلب کرے اور طالب بھی مرشد سے شرائطِ مرشد طلب کرے۔ طالب کا مرتبہ زندگی میں نفس کی فنا ہے اور مرشد کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا وبقا ہے۔'' (حق نمائے ص ۱۳۲)

حضرت سیدی سلطان الفقراء فقیر نور محمد قادری سروری کلاچوی قدس سرہ العزیز اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

''پہلے مرشد طالب کا امتحان لیتا ہے اس سے طالبی کی شرائط اور لوازمات پورے کراتا ہے۔ جس وقت راہِ خدا میں طالب جان و مال فدا کر دیتا ہے دُنیا کی گندگی سے استنجا کر لیتا ہے اور آبِ تقویٰ سے وضو کر لیتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل ہو جاتا ہے اور شرفِ باریابی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس وقت مرشدِ کامل اسے خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیتا ہے اسے خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے طالب مرید بنانے اور انہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا امر اور اذن ہو جاتا ہے ورنہ دُنیا میں نامی زبانی طالبوں کی کیا کمی ہے۔ اور اسی طرح رسمی رواجی ناقص مرشد بھی دُنیا میں بکثرت ہیں۔ پس ناقص پیروں کو ناقص مرید مل جاتے ہیں۔'' (حاشیہ حق نمائے ص ۱۳۲)

حضور سیدنا سلطان العارفین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

مرشد دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک: مرشد حبیب کہ طالب غریب کو مجلس حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پہنچا دے۔ دوم: مرشد رقیب کہ طالب کو رنج و ریاضت' چلوں' خلوتوں اور رجوعاتِ خلق سے خراب کرے۔ انسان ضعیف البنیان کا وجود اسمِ اللہ ذات کی جباری وقہاری کے بارگراں کا متحمل نہیں ہو سکتا بجز لطف وعطائے پروردگار۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (بے شک ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا' پس انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اسے انسان نے اٹھا لیا۔ بے شک وہ ظالم ہے جاہل ہے)

بارِ گراں جو ہم نے اٹھایا ہے نام کا
کس کا جگر ہے اتنے بڑے سخت کام کا

جب تک مرشدِ کامل طالب صادق کے وجود کے غائب لطیفے تصور تصرف' تفکر اور توجہ سے غیب الغیب نہ کھولے' طالب اللہ کا نفس ہرگز قید میں نہیں آتا اور جب تک ظاہر

حواس بند نہ ہو جائیں اور اوصافِ ذمیمہ خناس خرطوم رفع دفع نہ ہوں محال اور ناممکن ہے کہ طالب معرفت کو پہنچے مجھے ان نادان حماقت شعار لوگوں پر تعجب آتا ہے جو اللہ تعالیٰ غیر مخلوق کو عکس معکوس بنا کر حُسنِ خط وخال میں زُلف ورخسار یا آواز، نغمہ، مطرب ساقی بادہ بدعت وغیرہ کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ سب شرک کفر وطغیان وہوائے نفس اور شیطان کی گمراہی کے سامان ہیں۔ ناقص خام لوگوں نے لذاتِ دُنیوی کے لیے یہ حیلے وسیلے بنا رکھے ہیں۔ (حق نمائے ص ۱۳۳)

علم پر مغرور ہے اے عالمِ ناداں فضول
علم نے تجھ کو کیا ہے دُور حق سے اے جہول
گر تو کشاف وہدایہ رات دن پڑھتا رہے
ہے عبث جب تک نہ تو کچھ خدمت خاصاں کرے

سلطان الفقراء فقیر نور محمد قادری سروری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ''متبدی طالب کو مرشدِ کامل کے بغیر چارہ نہیں ہے، جس طرح عورت بچہ جننے میں مرد اور خاوند کی محتاج ہے سو اسی طرح محض مرشد کی صحبت اور توجہ ہی سے طالب کے دل کا معنوی بچہ یعنی لطیفہ قلب زندہ ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت اور صورت یہ ہوتی ہے کہ مرشدِ کامل طالب کے رحم قلب میں اپنے زندہ کامل بالغ دل سے نورِ اسمِ اللہ ذات کا نوری لطیفہ ڈال دیتا ہے اور وہ نوری لطیفہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر ایک جنین اور معنوی لطیف بچے کی صورت میں بڑھتا رہتا ہے۔ وہ معنوی بچہ مرشد کے بطن باطن یعنی قلب کے ساتھ ایک باطنی رشتے کے ذریعے وابستہ ہوتا ہے جیسا کہ مادی بچہ ناف یعنی ناڑ کے رشتے سے ماں کے پیٹ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ اور اس ناف کے رشتے سے بچے کو غذا پہنچتی رہتی ہے بعینہٖ اسی طرح طالب کا باطنی، معنوی نوری طفل اپنے مربی کے باطنی بطن کے ساتھ ایک نوری رشتے کے ذریعے بندھا ہوا ہوتا ہے اور اسی باطنی رابطے اور روحانی رشتے سے باطنی غذا پاتا رہتا ہے۔ اس کو اصطلاح تصوف میں رابطہ شیخ کہتے ہیں شیخ مربی کے بغیر لطیفہ

قلب کا زندہ ہونا ناممکن ہے۔ محض اپنی کوشش اور خالی ورد وظائف سے بے رہبر چلوں چلوں سے ہرگز دل کی زندگی حاصل نہیں ہوتی۔ اس سے محض تزکیۂ نفس ہو کر کچھ عارضی صفائی حاصل ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تھوڑا سا ناسوتی کشف اور رجوعاتِ خلق بھی پیدا ہو جاتا ہے مگر دل کی زندگی کا راستہ ہی اور ہے۔

وظیفوں، ورد چلوں سے اگر حاصل خدا ہوتا
انگشتوں سے حمل ہوتا تو شوہر کب روا ہوتا

جس طرح ایک روشن چراغ سے دوسرے بے شمار چراغ روشن کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح مرشدِ کامل اپنے دل کے باطنی چراغ سے ہزاروں لاکھوں طالبوں کے قلبی چراغ روشن کر لیتا ہے، لیکن چراغ کے اندر اگرچہ تیل بتی وغیرہ کا تمام سامان موجود ہو] لیکن اسے روشن ہونے کے لیے ایک دوسرے روشن چراغ سے روشنی لینے کی ضرورت ہے اور سوائے اس کے اور دوسرا راستہ نہیں ہے۔

ایک انسان کامل کے وجود کی مثال جس میں اسمِ اللہ کا نوری چراغ روشن ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ ترجمہ (اسم) اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ گویا ایک دریچہ ہے جس میں چراغ رکھا ہوا ہے اور وہ چراغ ایک شیشے کی چمنی کے اندر ہے جو ایک روشن ستارے کی طرح چمک رہا ہے اور ایک مبارک درخت زیتون سے آویزاں ہے، جس کا تیل نہ شرقی ہے اور نہ غربی یعنی اس کی نہ کوئی جہت ہے اور نہ کیف۔

یعنی ایک بے مثل غیر مخلوق نوری جوہر ہے، نزدیک ہے کہ اس کا تیل جل اٹھے اور روشن ہو جائے، چاہے اسے مادی آگ تک چھوئے بھی نہیں۔ یعنی یہ کوئی مادی چراغ نہیں ہے کہ مادی آگ سے روشن ہو، بلکہ یہ تو اس کے ظاہر نور کے اوپر ایک بالا غیر مخلوق نور ہے ہاں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

لوگوں کو مثالیں پیش کر کے سمجھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔" یہاں پر لفظ اللہ سے مراد ذاتِ اللہ ہرگز نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمان کا نور کہا جائے اور اسے چراغ کی طرح آسمان اور زمین کو روشن کرنے والا سمجھا جائے تو معاذ اللہ اس کی ذات پر سورج کی طرح طرفیت لازم آتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین اور آسمانوں اور مافیہا اور اس کے ماسوا تمام کائنات کا خالق ہے۔ یہاں ایک کامل انسان کے وجود میں اسمِ اللہ ذات کا چراغ اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے بطور ودیعت رکھ دیا ہے۔ اس میں استعداد اور توفیق ہدایت اور نوری قابلیت تیل کی مانند ہے اور چراغ کو بادِ مخالف سے محفوظ رکھنے کے لیے انسان کے وجود میں قلب صنوبری چمنی کی طرح لٹک رہا ہے اور چمنی کے رکھنے کے لیے مشکوٰۃ یعنی دریچہ انسانِ کامل کا سینہ ہے اور انسانِ کامل کا عنصری وجود ایک درخت زیتون کی مانند ہے] جس سے یہ نوری چراغ آویزاں ہے جو بمثل شجر طور کے قائم ہے' سو اسی طرح اس نوری چراغ کے تمام لوازمات انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ازل سے رکھ دیئے ہیں۔ اب اگر ضرورت ہے تو صرف ایک دوسرے روشن چراغ کی ہے۔ جس کی لو اور روشنی سے اس نے روشنی لے کر روشن ہونا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کود اسی آیت کے اگلے حصے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ **فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ**۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے امر اور اذن دے دیا ہے کہ اس کے نام کو گھروں کے اندر بلند کیا جائے اداس کے اسم کا ان میں ذکر کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسمِ اللہ ذات کو ایک بجلی گھر اور پاور ہاؤس کی طرح وجودِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قائم کر دیا ہے۔ جو کہ زمین اور آسمانوں کو اپنے نور سے روشن کیے ہوئے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اذن اور امر فرما دیا ہے کہ ایک بجلی اور روشنی کا ایک ایک ستون ہر گھر میں قائم کیا جائے اور ہر شخص اس نور اور بجلی کا تار اپنے دل کے گھر میں نکالے تاکہ ہر دل کا گھر نورِ اسلم اللہ ذات سے روشن اور منور ہو اور یوں تمام جہاں اسمِ اللہ ذات کے عالم گیر نور سے جگمگا اٹھے۔ ابیات مصنف:

اے خدا نُورِ محمد کو درخشاں کر دے
نُورِ عرفان سے دُنیا میں چراغاں کر دے
سینہ سینا ہو ہر اک آنکھ ہو بینا جس سے
خامہ مثلِ یدبیضا مرا تاباں کر دے

غرض طالب یہ باطنی بجلی اپنے مرشد مربی سے بذریعہ تارِ باطنی یعنی بذریعہ رابطہ شیخ لیتا ہے اور وہ مرشد اپنے شیخ اور مربی سے اور اس کا شیخ اپنے شیخ سے سلسلہ وار لیتا ہے' یہاں تک کہ یہ سلسلہ اپنے اصلی ہیڈ کوارٹر اور حقیقی پاور ہاؤس حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکت تک منتہی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس باطنی بجلی کے تار ایک دوسرے سے پیوست اور مربوط ہیں اور تمام اہل اللہ باطن میں اسی نوری رشتے سے آپس میں جکڑے ہوئے ہیں اور اسی مسلک میں منسلک ہیں۔ اور ان تمام سلاسل وروابط یعنی باطنی برقی تاروں کو ہیڈ کوارٹر مرکزِ اعلیٰ اور پاور ہاؤس وجودِ مسعود حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی ذاتِ بابرکت ومجمع جمیع فیوضات ہے' وہاں سے تمام سلاسل اور روابط اور سب باطنی برقی تار نکلتے ہیں اور وہاں جا کر ختم ہو تے ہیں۔ آپ سب کے مبداء ومعاد ہیں اور آپ کا وجود مبارک ہی باعثِ کون ومکان اور مظہر وجود وایجاد ہے باطن میں ان سلاسل وروابط کا ایک نوری جال بچھا ہوا نظر آتا ہے اور تمام باطنی شیرانِ زمان ان سلاسل سے وابستہ ہیں۔

ہمہ شیران جہاں بستۂ سلسلہ اند
رو بہ از حیلہ چسا بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: دُنیا کے تمام شیر یعنی اولیاء اللہ اس سلسلے سے وابستہ ہیں یہ لومڑ مزاج لوگ اس سلسلے کو کب اپنے حیلوں سے توڑ سکتے ہیں۔

غرض جب طالب کے اندر یہ نوری بچہ شیخ کی توجہ سے زندہ اور قائم ہو جاتا ہے تو پہلے پہل طالب خواب میں ایک گونہ شعور اور بیداری حاصل کر لیتا ہے یعنی جس وقت وہ

خواب دیکھتا ہے تو ساتھ ہی یہ علم اور شعور بھی رہتا ہے کہ یہ جو میں دیکھ رہا ہوں یہ خواب کی حالت ہے یا مراقبے کی ابتدائی حالت ہے بعدہٗ وہ ترقی حاصل کر کے اپنے اختیار سے خواب کے باطنی لطیف عالم میں ہوش اور حواس کی حالت میں آتا اور جاتا ہے۔ ابتدا میں طالب اپنے سینے کے اندر ایک گونہ زندگی کی حرکت' تموج اور ثقالت محسوس کرتا ہے کچھ مدت کے بعد وہ نوری بچہ اسمِ اللہ ذات کی حرارت سے بیضہ ناسوتی کو توڑ کر مرغ لاہوتی کی طرح بحکم پروردگار باہر آ جاتا ہے۔ یہ قلبی لطیفہ عالم امر کا لطیف جسہ رکھتا ہے اور عالم روحانی اور عالم ملکوت میں پرواز کرتا ہے۔ جب یہ مرغ لاہوتی عنقائے قاف قدس کی طرح آشیانہ عالم شہادت سے فضائے عالم غیب کی طرف پرواز کرتا ہے تو اس کا پہلا قدم تمام عالم آب وگل یعنی شش جہالت سے باہر پڑتا ہے' تمام انبیاء کے معجزات اور جملہ اولیاء اللہ کے کشف کرامات وطیر سیر کل سفلی اور علوی مقامات اور اس نوری لطیف وجود کے کرشمے ہوتے ہیں۔ اس نوری وجود پر ہر وقت نئی وارداتِ غیبی اور فتوحات لاریبی کا نزول ہوتا ہے۔ اس نوری وجود والے سالک کا دل ایسے نئے علوم باطنی وغیبی معانی اور اچھوتے معارف واسرار سے لبریز ہو جاتا ہے جو کتابوں میں ہرگز نہیں ملتے' نہ حیطۂ تحریر وتقریر میں آسکتے ہیں اس قسم کا نوری وجود خواب' مراقبے اور بیداری میں ہر وقت ذکر فکر' نماز' تلاوت' عبادت اور اطاعت میں مشغول رہتا ہے۔ یہی اس کی قوت ہوتی ہے۔ یہ نوری وجود ہمیشہ مجلس انبیاء واولیاء اللہ میں حاضر رہتا ہے مگر طالب مبتدی کو گاہے اپنا جسہ معلوم ہوتا ہے اور گاہے اس کے عالم سے وہ جسہ معدوم ہوتا ہے اگر طالب کسی گناہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ نوری جسہ مانع ہوتا ہے اور سخت محاسبہ اور ملامت کرتا ہے اور اگر اتفاقاً گناہ سرزد ہو جائے تو باطن میں وہ جسہ اس قدر ندامت پشیمانی' سوز اور گداز دلاتا ہے کہ طالب توبہ واستغفار اور گریہ آہ ونالہ سے گناہ کے وجود کو جلا دیتا ہے وہ نوری وجود مقام ارشاد میں شیخ کی صورت اور مقام طلب میں طالب کی صورت میں نظر آتا ہے مگر اس کی اصلی صورت شیخ اور طالب کی صورت سے آمیختہ ایک تیسری صورت ہوتی ہے'

وہ اصلی صورت میں بہت کم نظر آتا ہے۔

جیسا کہ انسان اپنا چہرہ بہت کم دیکھتا ہے اور دوسروں کی شکل ہمیشہ ہر وقت نظر آتی ہے یہ لطیفہ فنافی الشیخ کہلاتا ہے۔ جس قدر شیخ کامل اور طالب صاحب استعداد ہوتا ہے' اتنا ہی طالب کا یہ باطین نوری وجود قوی' طاقت ور' صاحب جمال وصاحب کمال ہوتا ہے۔ غرض جب طالب کا یہ نوری وجود شیخ کی تربیت اور پرورش سے پل کر اور بڑھ کر بالغ ہو جاتا ہے تو اس وقت اسے مرتبہ ارشاد حاصل ہوتا ہے اور اس میں دوسرے طالبوں کے قلوب کو زندہ کرنے کی قالیت پیدا ہو جاتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اور شیخ مربی کی طرف سے باطن میں خلق خدا کو تلقین اور ارشاد اور فیض پہنچانے کا اذن اور امر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے لوگوں کے قلوب کو فیض باطنی سے مالا مال کرتا ہے' خواہ لوگ اسے جانیں یا نہ جانیں۔ اکثر خدا کے سچے صادق بندے لوگوں کو فیض پہنچانے کا اذن اور امر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے لوگوں کے قلوب کو فیض باطنی سے مالا مال کرتا ہے' خواہ لوگ اسے جانیں یا نہ جانیں۔ اکثر خدا کے سچے صادق بندے لوگون کو فیض پہنچاتے ہیں لیکن اپنے آپ کو درمیان میں نہیں لاتے۔ **قولہ تعالیٰ قل ماا سلکم علیہ من اجر۔** ''کہہ دے اے میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میں اس ہدایت کے بدلے جو تمہیں کرتا ہوں۔ تم سے اجرت نہیں مانگتا۔'' ان کی بات ایسی ہرگز نہیں ہوتی جیسا کہ آج کل کے رسمی دکاندار ناقص نفسانی پیر دام تزویر پھیلا کر لوگوں کو دست بیعت اور مرید محض اس لئے کرتے ہیں کہ ان سے نذر و نیاز اور روپیہ فراہم کر کے اپنی جائیدادیں بنائیں اور دن رات عیش اڑائیں' مریدوں کے گھروں میں چراغ جلانے کو تیل نہیں ملتا اور پیر کے گھر میں بجلی کے قمقمے جگمگاتے ہیں۔ بجلی کے پنکھے چلتے ہیں (آج کل تو اے سی لگے ہوتے ہیں) مرید بے چارے پیدل چل کر پیر کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی اس طرح بچا کر پیر کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں لیکن پیر صاحب عالی شان کاروں اور ہوائی جہازوں میں سفر

کرتے ہیں گھر میں ریڈیو لگے ہوئے ہیں (آج کل تو ٹیلویژن، وی سی آر اور ڈش اینٹینا لگے ہوئے ہیں) سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے ہیں اور وہ عیش وعشرت اور گلچھڑے اڑاتے ہیں کہ نوابوں اور رئیسوں کو بھی میسر نہیں۔ یہ بہشتی ٹھیکیدار گو اپنے گھروں میں دوزخ کا سامان مہیا کرتے ہیں، اور خود دوزخ کا ایندھن بننے والے ہیں۔ لیکن مریدوں کو خالی جھوٹی تسلیاں دے کر قیامت کے دن انہیں بہشت میں داخل کرنے کے پکے ذمہ دار بن جاتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ......فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۝ ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے علماء بے عمل اور جھوٹے مشائخین مکر وفریب سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں (اور انہیں اپنے دام تنویر میں پھنسا کر) خدا کے راستے سے روک دیتے ہیں۔ (یہ رسمی رہنماء ہیں) جو سونا چاندی اور نقدی وغیرہ اللہ تعالیٰ کے نام پر طور پر نذر ونیاز لے کر جمع کرتے ہیں اور انہیں راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے (اے میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان لوگوں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں اور وہ یوں ہوگا کہ وہ سونا چاندی اور نقدی دوزخ کی آگ میں گرم کر کے لال کی جاوے گی اور اس سے ان کے ہر دو پہلو سینے اور پشت کو غرض چاروں طرف سے جسموں کو داغا جائے گا اور ساتھ ہی ان سے خطاب کیا جائے گا کہ یہ وہ نقدی ہے، جن کو تم مکر وفریب سے اللہ کے نام پر اپنے نفسوں کے لئے جمع کرتے تھے اب اس نقدی کی لذت چکھو۔"

طالب کو چاہئے کہ پیر اور مرشد کو دُنیا کے لین دین میں دیکھے، اگر وہ دُنیا کے لین دین میں حریص طامع اور دُنیا کو فراہم کرنے والا جامع ہے تو اسے فوراً طلاق دے دے۔

دوم: دیکھے کہ کہ اگر وہ نفس پرست، عیش وعشرت کرنے والے خوب موٹا اور فربہ بنا ہوا ہے کہ اس سے اپنے چوتڑ نہیں سنبھالے جاتے تو ایسے مرشد سے جدا ہو جائے۔ کیونکہ داناؤں نے کہا کہ "حکیم فربہ باید و پیر لاغر"۔ یعنی حکیم موٹا اور تندرست تلاش کرو اور پیر دبلا پتلا۔ حکیم جب خود بیمار اور لاغر ہے تو وہ تیرا کیا علاج کرے گا اور پیر جب خود نفس

کا ٹٹو' بیل اور دنبے کی طرح موٹا اور فربہ نفس پرور ہے تجھے خدا کا راستہ کیا دکھائے گا۔

سوم: رسمی یا خانہ زاد پیر نہ ہو' بلکہ کسی کامل کی خدمت میں ریاضتیں اور مجاہدے کر کے باطنی مقامات طے کیے ہوں اور سلوک کی جملہ منازل اور مراتب سے واقف اور آگاہ ہو۔ دیگر صرف تصوف کی کتابیں پڑھنے یا ظاہری فقہ' منطق معانی کے علوم حاصل کرنے یا بزرگوں کے گھروں میں پیدا ہونے یا رسمی طور پر کسی دُکاندار پیر سے خلافت لینے سے ہرگز انسان پیر اور مرشد نہیں بن سکتا۔ اور نہ ایسے رسمی رواجی پیروں سے کبھی ہدایت اور فیض حاصل ہو سکتا ہے یہ خود خالی اور عاری ہوتے ہیں' دوسروں کو کیا خاک دیں گے۔ آج کل دُنیا میں ناقص پیروں نے وہ اودھم مچا رکھا ہے کہ خدا پناہ دیوے۔ اللہ تعالیٰ ان پیروں کو ہدایت کرے اور مریدوں کو عقل اور تمیز عطا کرے۔

جن لوگوں نے ساری عمر حیوانی زندگی بسر کی ہو اور سوائے کھانے پینے کے اور کوئی شغل اور مقصد زندگی نہ رکھا ہو' کنویں کے اندھے مینڈک کی طرح تمام عمر اس مادی دُنیا میں گذاری ہو۔ اسے لامحدود وسیع روحانی دُنیا کا کیا پتہ ہے اے طالبِ سعادت مند! اگر تجھے ابدالاباد کی زندگی درکار ہے اور تیری قسمت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت' قرب' مشاہدہ اور وصال دیدار ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جا اور کسی اُستادِ کامل سے یہ ضروری اور دقیق علم سیکھ تاکہ تو دُنیا میں زندگی کے مقصد کو حاصل کرے اور اپنی اصلی منزل کو پہنچ جائے اور اس دارِ نعیم میں ابدی حیات پا کر ایسے درجات اور باطنی لذات سے بہرور ہو جائے جو نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی ہیں اور نہ کانوں نے سنی ہیں اور نہ کسی کے دل پر کبھی ان کا خیال اور قیاس گذرا ہے۔ یاد رہے کہ تصور اسم ذات کے بغیر نہ دل زندہ ہوتا ہے اور نہ باطنی راستہ کھلتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا قرب' مشاہدہ وصال اور دیدار حاصل ہوتا ہے' گرچہ کوئی شخص تمام عمر سخت مجاہدے اور ریاضتیں کرتا پھرے اور ہمیشہ قائم اللیل اور صائم الدہر رہے' کیونکہ ظاہری بدنی اعمال اور طاعت و بندگی سے محض نفس کا تزکیہ تو ہو جاتا ہے۔ مگر دل ویسا تاریک اور مردہ رہتا ہے پس عبد کو معبود تک اور مخلوق کو خالق تک پہنچنے کا

واسطہ اور ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت' قرب اور وصال کی کلید محض ذکر ہے اور جملہ اذکار میں سے اسمِ اللہ ذات کا ذکر جامع ترین اور افضل ترین ذکر ہے۔ اور طریقہ تصورِ ذکر کے تمام طریقوں سے افضل' اعلیٰ' اکمل' سہل اور پر امن طریقہ ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مرید کی اپنے پیر سے محبت وعقیدت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ''خوش اعتقاد مریدوں کے روشن دل پر یہ حقیقت واضح ہو کہ مرید کے دل میں پیر کی عقیدت اس درجہ اور اس حد تک ہونی چاہئے کہ وہ اپنے زمانے میں اپنے پیر سے بڑھ کر کسی کو نہ جانے اور صرف یہ جانے کہ میرا پیر ہی (مجھے) خدا تک پہنچا سکتا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے:

کہ نیست درہمہ عالم باتفاق امروز

جز آستانۂ تو مقصدے و ملجائے

اگر سست اعتقاد مرید کے دل میں یہ خطرہ گزرے کہ دُنیا میں میرے پیر جیسا کوئی ہے کہ جو خدا تک پہنچا سکتا ہے' تو یقیناً ایسے مرید کے دل پر شیطان ملعون قبضہ کر لیتا ہے۔ اس پر پیر کے ساتھ مشغولی کے ہر دروازے کو بند کر دیتا ہے' اس کے اعتقاد میں خلل ڈالتا ہے اور اسے ایسی راہیں دکھاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اسکے اعتقاد وارادات میں فساد واقع ہو۔ نعوذ باللہ منھا۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اگر پیر اپنے مرید کے حالات کی جستجو کرے اور اس کے عمل کو اچھا نہ پائے' لیکن اس کے اعتقاد کو درست اور مضبوط پائے تو ایسے مرید کے لیے فلاح کی کوئی امید ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہاں اس کام میں اصل اعتقاد ہے' جیسا کہ عالمِ ظاہر میں اصل ایمان ہے۔ جس طرح کہ ایمان کی درستی کے لیے ضروری ہے کہ مومن کا اعتقاد وایمان وحدانیت باری تعالیٰ اور رسالت، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درست ہو۔ اسی طرح مرید کے لیے ضروری ہے کہ پیر کے حق میں اس کا اعتقاد درست ہو' جس طرح مومن گناہ کے سرزد ہو جانے سے کافر نہیں ہو جاتا' اسی طرح

اگر مرید کا اعتقاد اپنے پیر کے ساتھ درست ہو تو اس کی لغزش سے اس کے طریقت سے مرتد ہونے پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے' ایسا شخص اپنے پیر پر اعتقاد صحیح ہونے کی برکت سے اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک موقع پر شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ "جو شخص درست عقیدہ لے کر مرید ہونے آتا ہے' وہ جوہر قابل کا مالک ہوتا ہے' ایسے شخص کا دل اپنے درست عقیدے کی وجہ سے فرحت حاصل کرتا ہے اور اپنے عقیدے ہی کے مطابق ہر شخص اپنا حصہ حاصل کرتا ہے۔"

شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ہر در اور ہر سر نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایک در کو پکڑو اور مضبوط پکڑو۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایسا شخص (توبہ کرنے والا) جب کسی شیخ کا ہاتھ پکڑتا ہے اور بیعت کرتا ہے تو اس کا عہد خدا سے عہد ہوتا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ اپنے عہد پر ثابت قدم رہے اگر اس کو استقامت میسر نہیں تو ایسا شخص خواہ کسی کا بھی ہاتھ پکڑ لے' وہ ویسا ہی رہے گا' جیسا کہ وہ ہے۔

مرید کو چاہئے کہ وہ وہی کرے جو اس کا پیر اس کو حکم دے لیکن پیر کو ایسا ہونا چاہئے کہ احکامِ شریعت وطریقت کا عالم ہوتا کہ وہ مرید کو غیر شرعی باتوں کا حکم نہ دے' اگر مرید کو کسی ایسی بات کے کرنے کے لیے کہے' جس میں علماء کا اختلاف ہو تو ایسی صورت میں مرید کو وہی کرنا چاہئے' جس کا اس کا پیر حکم دے اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔"

مرید کو سمجھ لینا چاہئے کہ شیخ نے کسی مجتہد کے قول کے مطابق حکم دیا ہے۔ مرید کو پیر کے اشارے پر کام کرنا چاہئے۔ جو شخص کسی پیر کا مرید ہوتا ہے' اس کو تحکیم کہتے ہیں' یعنی اپنے پیر کو اپنے حق میں حاکم بناتا ہے' پس جو کچھ پیر کہے اور مرید اس پر عمل نہ کرے تو یہ تحکیم نہ ہوئی اور اگر مرید پیر کے بعض قول وفعل کا انکار کرتا ہے' وہ مرید نہیں ہوتا۔"

سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز سے لوگوں نے سوال کیا کہ ایک مرید ایسا ہے جو پانچ وقت نماز پڑھتا ہے اور کچھ اوراد و وظائف بھی کر لیتا ہے لیکن اپنے شیخ کی محبت اور عقیدت اس کے دل میں پختہ ہے اسی طرح ایک دوسرا مرید ہے جو نماز و اَوراد بکثرت کرتا ہے اس نے حج بھی کیا ہے لیکن شیخ کی محبت اور عقیدت اس کے دل میں کم ہے۔ ان دونوں مریدوں میں سے کون سا بہتر ہے؟ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے پیر سے محبت رکھنے والا اور عقیدت مند ہے اس کے بعد فرمایا کہ جو مرید اپنے شیخ کا محبّ اور معتقد ہوتا ہے اس کا ایک وقت سست اعتقاد اور عبادت گزار مرید کے کئی وقتوں سے اشرف و افضل ہے۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر مرید اپنے پیر کی خدمت میں کم پہنچ پاتا ہے، لیکن گھر میں اپنے پیر کو زیادہ یاد کرتا رہتا ہے۔ ایسے مرید کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

فرمایا کہ وہ شخص بہتر ہے جو پیر سے غائب رہ کر اس کو یاد کرے، بہ نسبت اس کے جو ہر وقت پیر کی خدمت میں رہتا ہے اور باوجود اس قدر حاضری کے پیر کی محبت سے بے خبر ہو۔ اس کے بعد آپ نے یہ مصرع پڑھا۔

بیرون و دروں بہ کہ دروں و بیروں

اللہ تعالیٰ پیرانِ عظام اور مرید بن باصفا کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے سرفراز فرمائے اور آداب و اخلاقِ حسنہ سے مزین و منور فرمائے۔ ظاہری و باطنی طہارت و پاکیزگی کی نعمت عظمٰی سے مالا مال فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِیْن بِحُرْمَتِهٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن وَرَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِیْن صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

مآخذ:

۱۔ نور الہدیٰ از حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ عرفان حصہ اوّل۔ از فقیر نور محمد قادری سروری کلاچوری رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ سیر الاولیاء۔ از امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

صحبتِ صالحین اور اس کے فوائد وثمرات

یک زمانہ صحبتِ با اولیا
بہتر از صد سالہ اطاعت بے ریا

صالحین یعنی اولیاء اللہ کی صحبت میں ایسا اثر ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ کی دوستی کے شرف سے مشرف کر دیتا ہے اور بشری کدورتوں اور نفسانی سیاہیوں کو دور کر دیتا ہے جب اولیاء اللہ کے دل پر فیض وارد ہوتا ہے تو تمام اہلِ مجلس اور صحبتی لوگ اپنے اپنے اعتقاد اور استعداد وصلاحت کے موافق اسی فیض سے حصہ لیتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح سے ہے کہ جب تیل کو خوشبودار پھولوں کی صحبت حاصل ہوتی ہے تو ان کی سب خوشبو تیل میں شامل ہو جاتی ہے اور اس کو اپنی طرح بنا لیتی ہے۔ اسی طرح سے اولیاء اللہ کی صحبت کا ذکر ہے کہ ان کا فیض ہم نشینوں کی جان کے مغز کو عطرناک کرتا ہے اور برے حلقوں کو پسندیدہ صفتوں سے بدل دیتا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ نیک ساتھی کی مثال عطار کی طرح ہے' اگر وہ اپنے عطر سے کچھ بھی نہ دے' تو بھی اس (عطر) کی خوشبو سے تو حصہ دیتا ہے اور دماغ کو تازہ کرتا ہے لیکن برے آدمیوں کی صحبت کا ویسا ہی حال ہے۔ جیسے لوہاروں کی دکان کی بھٹی' اگر آگ سے کسی کے ہاتھ' پاؤں' کپڑے وغیرہ نہ بھی جلیں تو بھی اس کے بخار کے دھوئیں سے دکھ ہی پہنچتا ہے' لیکن اولیائے کرام کے باطن سے طالب کو اتنا ہی فیض پہنچتا ہے' جس قدر کہ اس بزرگوار کی بزرگی سے شناخت حاصل کی ہو اور اس پر اعتقاد کیا ہو۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند اندر حضور اولیاء

ہم نشینی مقبلاں خود کیمیاست
چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست
چوں شی دور از حضور اولیاء
در حقیقت گشتہ دور از خدا

ترجمہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتا ہے' اس کو کہہ دے کہ اولیاء اللہ کے حضور بیٹھے۔ خدا تعالیٰ کے مقبولوں کی ہم نشینی کیمیا ہے' بلکہ ان کی نگاہ سے کیمیا کو نسبت ہے جب تو اولیاء سے دور ہو تو درحقیقت خدا تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت' اپنے مریدوں کو سب سے پہلے ہم نشینی کا ارشاد فرماتے ہیں۔ خاص کر مبتدی کو تو اہل اللہ کی صحبت نفلوں کی عبادت سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر طریقت کے آداب سیکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے فیض لیتے ہیں۔ الشیطان مع الواحد (اکیلے آدمی کا شیطان ہم نشین ہے) مگر س مقام پر ایک بہت بڑی بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔

جاننا چاہئے کہ جس مبتدی نے ابھی شیطان اور نفس کے وسوسوں سے خلاصی نہیں پائی اور اپنی خودی میں گرفتار ہے اس کے لیے تو صحبت عین فرض ہے اور وہ کامل آدمی جو خودی اور اپنی قابلیتوں کے گھمنڈ سے نجات پا گیا ہے اور جس کے دل کی چار دیواری میں نفس اور شیطان کا گذر نہیں رہا ہے' اس کے لیے صحبت اور خلوت برابر ہیں۔ پس جس سعادت مند شخص کو اس سعادت کی آرزو و ہوس کو لازم ہے کہ اہل اللہ کی صحبت میں ادب کی خوبی کے طریق کو نگاہ رکھے اور اس کی شرطوں کو بجالائے۔

دربار شہنشاہی سے خوشتر
مردانِ خدا کا آستانہ

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

عشقِ الٰہی کی ابتدائی چنگاری کسی اللہ کے دوست کی صحبت ہی سے ملتی ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور پر ہوتا ہے

صحبت ِابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق رضی اللہ عنہ بنا دیتی ہے' عمر بن خطاب کو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بنا دیتی ہے' عثمان بن عفان کو غنی اور ذوالنورین بنا دیتی ہے۔ علی بن ابو طالب کو حیدر کرار اور امام اولیاء بنا دیتی ہے۔ صحبت ہی شرف صحابیت سے نوازتی ہے صحبت ہی دلوں کے زنگ اتارتی ہے۔ صحبت کالے حبشی کو بلال (رضی اللہ عنہ) باکمال بناتی ہے۔ صحبت ہی عاشق رسول اور غوث وقطب بناتی ہے۔

صحبت ڈبوتی ہے' صحبت تیراتی ہے' صحبت پار لگاتی ہے' صحبت اپنا رنگ چڑھاتی ہے' صحبت سر پہ تاج پہنواتی ہے' صحبت رسوا کرتی ہے' نیک صحبت نیک بناتی ہے' بری صحبت برا بناتی ہے' صحبت سنورے تو سب کچھ لاتی ہے' صحبت بگڑے تو سب کچھ لے جاتی ہے' صحبت غم کا مداوا بنتی ہے' صحبت دکھ پہنچاتی ہے اور دکھ سے بچاتی ہے' صحبت جلوۂ حق کراتی ہے' دوری کو مٹاتی ہے' صحبت اتباع کرواتی ہے' صحبت مفکر بناتی ہے' صحبت ہی یارِ غار بناتی ہے' صحبتِ جام محبت بناتی ہے' صحبت اظہارِ نفرت کرواتی ہے' صحبت ڈاکو' چور اور قاتل بناتی ہے' صحبت ذاکر وعارف بناتی ہے' صحبت غافل وکاہل بناتی ہے' صحبت موجب حصولِ فیوض وبرکات ہے' صحبت باعث معرفت رحمان ہے' صحبت مخزن وجدان وعرفان ہے' صحبت سراپا شرافت ہے' صحبت ہی سراپا شرارت ہے' صحبت آئینہ کردار ہے' صحبت حسنات کی سردار ہے' صحبت باعثِ حقارت اور مردار ہے' صحبت مظہرِ کمال یار ہے' صحبت دوائے بیمار ہے' صحبت عشق کی یلغار ہے' صحبت نفس وشیطان کے لیے تلوار ہے' صحبت عام بازار ہے' سودا بکتا ہے نقد بھی ادھار بھی۔ صحبت ایک جائے شکار ہے' کوئی شکار ہو جاتا ہے کوئی بیزار ہے۔ صحبت یار بن کے تیر کھاتی ہے اور دشمن بن کے وار کراتی ہے۔ غرضیکہ ساری خوبیوں اور اچھائیوں کا بیج صحبت بوتی ہے اور ساری خامیاں

اور برائیاں صحبت پھیلاتی ہے۔

اب یہ حضرت انسان کی سوچ ہے کہ وہ نیک صحبت میں جائے گا تو نیک بنے گا' بری صحبت کا شکار ہوگا تو دین دُنیا میں راندہ جائے گا

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

اچھی صحبت سیرت وکردار کی معمار ہے۔ آداب واخلاق کی بنیاد ہے۔ اچھی صحبت کی بدولت انسان سے اچھے کام سرانجام پاتے ہیں۔ اچھی صحبت ایمان کی روح ہے۔ اچھی صحبت عظمتِ انسانیت ہے' اچھی صحبت اصلاحِ معاشرہ ہے' اچھی صحبت آئینہ احسان ہے' اچھی صحبت اتحاد واتفاق کی آواز ہے۔ اچھی صحبت تصوف کی جان ہے' اچھی صحبت خوشحالی کی ضامن ہے' اچھی صحبت حق کی روشنی ہے' اچھی صحبت غم کا سہارا ہے' اچھی صحبت علاج گناہ ہے' اچھی صحبت کامیابی کی کنجی ہے' اچھی صحبت آئینہ محبت ہے اور دکھی انسانیت کی چارہ ساز ہے گویا کہ اچھی صحبت گوناگوں خوبیوں کا مرقع ہے۔ اس لیے جو بھی اچھی صحبت میں بیٹھ جائے گا سیدھا جنت میں جائے گا (کیونکہ اچھی صحبت میں بیٹھنے والے کے اعمال بھی اچھے ہوں گے) اور جو بری صحبت میں پھنسے گا' دوزخ میں پھینکا جائے گا۔

سب سے اعلیٰ وارفع اور نیک ترین صحبت حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تھی؛ جس نے ظلمت کدہ انسانیت کو نورِ ایمان سے روشن کر ڈالا۔ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت باکمال کا اعجاز تھا کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تاجدار جہاں بنا دیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا کرم تھا کہ جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قیصر وکسریٰ کا فاتح بنادیا۔ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ شفقت تھی کہ جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تاج ولایت پہنا دیا۔ یہ ادائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھی کہ جس نے حبشی غلام کو عاشقوں کا سردار بنا دیا۔ القصہ صحبتِ نبوت سے جو کچھ کسی نے چاہا اللہ تعالیٰ نے اسے وہی عطا فرمادیا۔

اگر تو طالب خدا ہے تو کسی اللہ والے کی صحبت میں جا' راہ خدا تو اللہ والوں کی چشمِ کرم ہی سے ملتا ہے۔ اللہ کے دوست ہی اللہ سے دوستی لگوا دیتے ہیں' کیونکہ اللہ کے دوستوں کی دوستی بڑی چیز ہے۔ جن کی صحبت کے فیض سے انسان دُنیا کی برائیوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرفِ راجع ہو جاتا ہے۔ اس کے حضور سچی توبہ کی توفیق ملتی ہے تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ والوں کی دعاؤں سے انسان زاہد اور عابد بن جاتا ہے۔ اہلِ تقویٰ کی صحبت متقی اور پرہیز گار بنا دیتی ہے۔ اہلِ معرفت کی صحبت طالبوں کو مغفرت کی راہ پر گامزن کر دیتی ہے گویا کہ اللہ والوں کی صحبت سے وہ گوہرِ نایاب ملتے ہیں؛ جن سے انسان کی عاقبت سنور جاتی ہے اور دُنیا میں سرفرازی ملتی ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صحبت اور اُخوت کے توسط سے صرف تعاون اور ہمدردی کا جذبہ ہی پختہ نہیں ہوتا بلکہ قلب کے لشکر کو بھی طاقت پہنچتی ہے اور روحیں ایک دوسرے کی روحانی خوشبو سے عطر آگیں ہوتی ہیں اور ان کو آسودگی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے رفیق اعلیٰ کی جانب مل کر متوجہ ہوتی ہیں' اگر ان کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے تو وہ آوازوں کی مثال ہے کہ چند آوازیں جب مل جاتی ہیں تو اَجرامِ فلکی کو پھاڑ دیتی ہیں (آوازیں مل کر بہت بلندی تک پہنچتی ہیں) اور یہی آوازیں جب الگ الگ ہوں تو پھر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتی ہیں۔ یعنی زیادہ بلندی پر نہیں جاتی ہیں۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ صحبت کی اصل ہم جنسی ہے۔ خواہ اس کے اوصاف عام ہوں یا خاص' پس جب انسان کسی کی صحبت میں بیٹھنا چاہے تو اس کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ وہ کون سی چیز ہے جو اس کو دوسروں کی صحبت پر مائل کر رہی ہے' پس جس کی محبت کی طرف وہ مائل ہے اور جس کی طرف اس کا رجحان ہے اس کے حالات کو شریعت کی میزان میں تولے' اگر اس کے حالات باعتبارِ شریعت درست نظر آئیں تو اس وقت خواستگارِ صحبت کو دکو مبارکباد دے کہ اس کی حالت بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے اس کے آئینہ ضمیر کو ایسا روشن بنایا کہ اس کے بھائی کے آئینے میں اس کو اپنی نیکی کا جمال نظر آتا ہے' اگر وہ دیکھے کہ اس کے افعال نادرست ہیں تو وہ اس وقت خود کو مجرم گردانے اور ملامت کرے کیونکہ اپنے بھائی کے آئینے میں اس کو اپنی بدحالی نظر آتی ہے۔ اب اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ ایسے شخص سے اس طرح بھاگے، جس طرح وہ شیر سے ڈر کر بھاگتا ہے' کیونکہ اگر ان دونوں میں ہم نشینی واقع ہو جائے گی تو ان دونوں کی تاریکی بجی اور زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس کو اپنے ساتھی کی درستی کا علم ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس کے افعال درست ہیں اور اپنی صلاحیت کا بھی اس کو علم ہو جائے تو اپنے بھائی کے آئینے میں نیکی کا مشاہدہ کرے گا۔

فضیلتِ صحبت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا' جب کسی دیندار کی دینداری محفوظ نہ رہے گی بجز اس کے کہ کوئی شخص اپنے دین کے ساتھ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی جانب اور ایک بلند پہاڑ سے دوسرے بلند پہاڑ کی طرف اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ کی طرف لومڑی کی طرح بھاگے گا''۔ لوگوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ کب ہوگا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'' یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب گناہوں کے سوا روزی اور کسی طرح حاصل نہ ہوگی۔ ایسا زمانہ آجائے تو اُس وقت مجرد رہنا حلال ہوگا۔'' لوگوں نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے تو ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا ہے (پھر یہ کیسے ہوگا؟)'' حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس زمانے میں انسان کی ہلاکت اس کے والدین کے ہاتھوں ہوگی اگر اس کے والدین نہیں ہوں گے تو اس کی ہلاکت بیوی اور اولاد کے ہاتھوں سے ہوگی اور اگر اس کے بیوی بچے نہ ہوں گے تو قرابت داروں کے ہاتھوں سے ہلاکت ہوگی۔'' لوگوں نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ کس طرح؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا''وہ لوگ تنگی معاشی پر اسے شرمندہ کریں گے' پھر وہ اپنی طاقت سے زیادہ کام کرے گا' یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔''

حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ارزق بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا''ہم اہواز میں ایک نہر کے کنارے پر تھے' جس کا پانی خشک ہو گیا تھا۔ پس حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے' چنانچہ وہ نماز پڑھنے لگے اور اپنے گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا' گھوڑا چل دیا تو یہ نماز چھوڑ کر اس کا پیچھا کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اسے پکڑ لیا اور پھر آ کر نماز ادا کر لی۔ ہم میں ایک آدمی نکتہ چیں تھا' وہ کہنے لگا کہ اس بوڑھے کو تو دیکھو' جس نے گھوڑے کی خاطر نماز چھوڑ دی۔'' انہوں نے ادھر متوجہ ہو کر فرمایا] جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں' مجھ سے ایسی ناگوار بات کسی اور نے نہیں کہی۔ میرا گھر کافی فاصلے پر ہے' اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑے کو جانے دیتا تو اپنے گھر والوں میں رات تک نہ پہنچ سکتا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے اور آپ کو دیکھا ہے آپ آسانی اختیار فرماتے ہیں۔ (بخاری شریف)

بنیادِ صحبت' محبت ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن ان تک نہیں پہنچ سکتا؟ فرمایا کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔ (مسلم شریف)

اللہ کے لیے دوستی رکھنا:

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں اس دین کی اصل نہ بتاؤں' جس کے باعث تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر لو ذکر الٰہی کرنے والوں کی مجلسوں کو اپنے اوپر لازم کر لو

اور جب تم تنہائی میں ہو تو حسبِ استطاعت اپنی زبان کو (ذکرِ الٰہی کے ساتھ حرکت دیتے رہو) ذکر الٰہی کے ساتھ حرکت دیتے رہو۔ نیز اللہ کے لیے دوستی کرو اور اللہ کے لیے عداوت رکھو۔

اے ابورزین! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے اپنے بھائی کو ملنے کے لیے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں اور سارے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر اس سے رشتہ جوڑا ہے تو اس کے ساتھ جوڑ۔ اگر تم اپنے جسم سے کام لے سکتے ہو تو ایسا ہی کرو۔ (بیہقی)

دین اپنانے میں دوستی کا اثر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے جگری دوست کے دین پر ہے۔ پس آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنا جگری دوست کس کو بنا رہا ہے۔ (احمد۔ترمذی۔ابوداؤد)

صحبت اختیار کرنے کے لیے تحقیق:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک آدمی دوسرے سے بھائی چارہ قائم کرے تو اس کا نام اس کی ولدیت اور اس کا خاندان پوچھ لینا چاہیے' کیونکہ یہ محبت کو جوڑنے والی بات ہے۔ (ترمذی)

صرف مومن کو مصاحب بناؤ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کسی کو مصاحب بناؤ مگر مومن کو نہ کسی کو ساتھ کھانا کھلاؤ مگر پرہیزگار کو۔ (ابوداؤد)

آدابِ صحبت:

بزرگانِ دین کی مجلس میں نہایت ادب واحترام سے اور طلبِ فیض کی نیت سے بیٹھے

اور اپنی حیثیت سے برتر جگہ پر بیٹھنے کا ارادہ نہ کرے اور اپنے تئیں مفلس ظاہر کرے۔

ان کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ ان کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آئے' ان کے حضور میں لغو اور بے ہودہ باتیں نہ کرے۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

فیضِ نظر کے لیے ضبط سخن چاہیئے
حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور

کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو ان کی ناپسندیدگی کا باعث ہو اور جُنبی اور بے وضو ہونے کی حالت میں ان کی صحبت میں نہ بیٹھے اور دوسرے اہلِ مجلس پر فوقیت نہ چاہیے بلکہ فروتنی اور شکستگی ظاہر کرے اور ان کے کاموں اور باتوں پر اعتراض نہ کرے۔ جب وہ بات کہنے لگیں تو کان لگا کر سنے' کیونکہ اہلِ اَسرار بزرگواروں کی باتیں فائدہ اور حکمت سے خالی نہیں ہوتیں اور بحث اور جھگڑے پر نہ آ جائے بلکہ ان کا کلام دل کے کانوں سے سنے اور اس میں کچھ دخل نہ دے' کیونکہ اولیاء اللہ کی زُبان خدا تعالیٰ کے بھیدوں کا خزانہ ہے (یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے کہ) جو بات زبان سے نکلتی ہے کانوں میں اثر کرتی ہے اور جو دل سے نکلتی ہے وہ جان پر اثر کرتی ہے۔ دل ان کے باطن کی طرف متوجہ کرے تاکہ ان کے خزانے سے اس کے سینے پر فیض پہنچے اور اولیاء اللہ کی صحبت کا فیض دل کو خدا کی طرف لے جاتا ہے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت غالب آتی ہے (تاکہ محبت کے خطبے سے......) آتی ہے تاکہ محبت کے غلبے سے دل کا استغراق پیدا ہو۔ جب شوق وذوق کی حلاوت باطن میں اثر کرے تو ہر ایک اندیشہ جو غیر اللہ کا دل میں آئے اس سے کراہت اور بیزاری ظاہر کرے اور خداوند تعالیٰ کے ماسویٰ سے ناخوش ہو اور ہر وقت پورے شوق کے ساتھ حق تعالیٰ کی درگاہ میں متوجہ ہو۔

صحبت اولیاء اور ارشاداتِ اولیاء:

○ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بخیل کی صحبت دل کو سخت بنا دیتی

ہے۔

○ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کی صحبت اختیار کرو جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اور بھول جائے اور تم اس کے ساتھ اگر برائی کرو تو وہ تمہیں معاف کر دے۔

○ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ نیکوں کی صحبت کارِ نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت بُرے کام سے بدتر ہے۔

○ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر وہ ہے جو علم والوں کے پاس بیٹھ کر علم سیکھے اور سب سے بدتر وہ ہے جو بادشاہوں کے پاس بیٹھے۔

○ حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص اہلِ بہشت کی لذت پانا چاہے اس سے کہہ دو کہ قانع وصالح درویشوں کی صحبت میں رہے۔

○ حضرت حمدون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عالموں اور صوفیوں کی صحبت میں بیٹھو اور جاہلوں کو برداشت کرو۔

○ حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ برے لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو' کیونکہ بروں کی صحبت میں بیٹھنے سے نیکوں کے متعلق بُرا ظن پیدا ہوتا ہے۔

○ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فصلوں کی کٹائی اور باغوں کی نگہبانی وغیرہ کے کاموں میں نوکری کر لیا کرتے اور جو رقم مل جاتی اسے اپنے ساتھیوں پر خرچ کر دیتے۔

○ حضرت ابوعلی دقاق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر درخت خود رو ہو اور کسی نے اسے لگایا نہ ہو تو اس کے پتے تو نکلیں گے مگر پھل نہ دے گا۔ یعنی اس کا پھل عدم حفاظت کی وجہ سے پک نہیں سکے گا۔ کچا ہی ضائع ہو جائے گا یا جانور کھا جائیں گے یا وقت سے پہلے ہی لوگ توڑ کر خراب کر دیں گے)

یہی حال مرید کا ہے کہ اگر کوئی اس کا استاد (پیر) نہ ہوگا جو اس کی نگہبانی کرے گا تو

(اُس سے کوئی بات) اس سے کوئی بات بن نہ آئے گی۔

○ حضرت ابوعلی دقاق رضی اللہ عنہ ہی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے طریقت کا تعلق حضرت نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا اور جب میں ان کے پاس گیا تو میں نے پہلے غسل کیا' کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں جانے سے پہلے اپنے آپ کو پاک صاف کر لینا آدابِ طریقت سے ہے۔

○ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ حاصل نہ ہو' اس کی صحبت سے کیا فائدہ؟ کیونکہ اہلِ دُنیا تو حنظل (تُمہ) فالودہ کی طرح ہیں جو ظاہر میں خوش رنگ اور باطن میں بدمزہ ہوتا ہے اور اس دُنیا سے اسی لئے اجتناب بہتر ہے کہ اس نے علماء کو بھی اپنا تابع بنا لیا ہے۔

○ حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص شریر ہو وہ شریروں کی مجلس میں بیٹھتا ہے' اگر وہ نیک ہوتا تو نیکوں کی صحبت اختیار کرتا۔

○ حضرت شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ کے بندے! میں تجھے تلقین کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کر جو علم و ایمان میں راسخ ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر متوکل رہتے ہوں۔ وہ تیرے ظاہر و باطن کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کر دیں گے۔ دل و دماغ میں توحید کو مستقل طور پر جاگزیں کر دیں گے اور تو ان کے فیوض روحانی سے دُنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود پائے گا۔

آپ فرماتے ہیں "اگر تو فلاح چاہتا ہے تو شیخ کی صحبت اختیار کر جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور علم کا جاننے والا ہو کہ وہ تجھ کو علم سکھائے اور مودب بنائے اور تجھ کو اللہ کے راستہ سے واقف کرے۔

○ اللہ والوں کی صحبت اختیار کر' کیونکہ ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب کسی پر نظر اور توجہ و ہمت ڈالتے ہیں تو اس کو (روحانی) حیات (زندگی) بخشتے ہیں۔

○ تجھے پہلے مشائخ عظام کی صحبت طبیعت اور نفس کو قتل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے سوا

(یعنی ماسویٰ اللہ) کو قتل کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے مشائخِ عظام کے دروازے کو لازم پکڑ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے نیک بندوں کے متعلق اچھا گمان نہ رکھے اور ان کے سامنے تواضع نہ کرے اس کو فلاح نصیب نہ ہوگی۔ اہلِ دل کی صحبت اختیار کر تاکہ تو بھی صاحب دل ہو جائے۔

○ لوگوں میں سے خاص افراد اللہ کے عالم ہیں' ان کی صحبت اور ان کے وعظ سننا گوشہ نشینی سے افضل ہے جب ان میں سے کسی کو دیکھے تو اس کا ہو رہے۔

○ حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو باوجود بُرا ہونے کے نیک کہلائے گا اور ان کی ہم نشینی اسے نیک کر دے گی' بُروں کی صحبت میں بیٹھنے والا نیک بھی ہو تو بُرا ہو جائے گا' کیونکہ وہ ان کے افعالِ بد کی تائید کرتا رہے گا اور برائی کی تائید کرنے والا بھی بُرا ہوتا ہے۔ جس مجلس یا محفل میں انسان ہوگا' اس کے عادات و افعال جذب کر لیتا ہے' کیونکہ وہ جملہ معاملات وارادات حق و باطل کا ایک مرکب ہے' وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہی اس کی طبیعت پر غالب آجاتا ہے۔ طبیعت پر صحبت کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ عادت ایسی سخت چیز ہے کہ آدمی فیضِ صحبت سے عالم ہو جاتا ہے۔

بدی کے اثرات سے بچو:

شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ بدی کے اثرات سے انسان کو محفوظ رہنا چاہیے' کیونکہ برائی کا اثر انسان پر دیر تک جاری رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ راستہ بھول جانے کی وجہ سے مسلسل پندرہ یوم تک جنگلوں میں بھٹکتا پھرا۔ اس کے بعد مجھے راستہ مل گیا اور ایک فوجی نے مجھے ایسا شربت پلایا کہ جس کی ظلمت و تاریکی کا اثر آج تک مجھے اپنے قلب میں محسوس ہوتا ہے حالانکہ اس واقعہ کو تیس سال بیت چکے ہیں۔

حکایت:

ایک دفعہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دہریہ سے آمنا سامنا ہوا' دونوں اپنے آپ کو حق پر کہتے تھے' آخر کار دونوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں سے گزریں' جو نہ جلے وہ حق پر ہے۔ دونوں نے ایسا ہی کیا اور دونوں آگ کے ضرر سے محفوظ رہے' حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ سوچ میں پڑ گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ جب دہریہ جھوٹا تھا تو کیوں نہ جل گیا غیب سے انہیں الہام ہوا کہ وہ تمہاری صحبت کی برکت سے بچ گیا کیونکہ آگ اللہ کے دوستوں پر حرام ہے۔

نظرِ شیخ سے چالیس سالہ عبادت وریاضت سے بڑھ کر فائدہ:

حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''اللہ والوں کی صحبت میں جو ہم سبق اور ہم سلسلہ ہوتے ہیں' ایک دوسرے کے منکر بھی نہیں ہوتے اور شرائطِ صحبت بھی قائم رکھتے ہوں تو شیخ کی ایک ہی نگاہ سے باطن کا مکمل تصفیہ ہو جاتا ہے یہ نگاہ اتنا اثر رکھتی ہے کہ چالیس سالہ عبادات وریاضیات سے وہ فائدہ نہیں ہوتا۔

چنانچہ عارف رومی قدس سرہ فرماتے ہیں:

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین
طعنہ زند بردہبہ سخرہ کند برحلہ

اہلِ فنا کی صحبت:

شیخ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز کا یہ قول کتنا جامع ہے'' اصبحوا مع اللہ فان لم تطیقوا فاصبحوا من الصحب مع اللہ '''' یعنی اللہ کی صحبت میسر نہ آئے تو ایسے شخص سے صحبت اختیار کرو جسے اللہ تعالیٰ سے صحبت میسر ہو۔'' خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بات فنا کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے' اگر اللہ تعالیٰ سے صحبت

نصیب نہ ہو سکے تو اہلِ فنا سے صحبت اختیار کرو۔

اذا تحیّرتم فی الامور فاستعینوا باھل القبور

(جب تم کسی حیرانی میں مبتلا ہو جاؤ تو اہلِ قبور سے مدد طلب کرو)

(اس) حدیث کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ اہلِ فنا کی صحبت کی طرف اشارہ ہے لیکن اگر یہ امداد اغراض ولالچ یا خیالات فاسدہ کی تکمیل یا دُنیا کا مال وجاہ جمع کرنے کے لیے یا اہلِ دُنیا کی دل جوئی کے لیے حاصل کی جائے تو ایسی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی فرمایا کرتے تھے کہ صحبتِ نا آشنا سے اس طرح بھاگو، جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔ اگر صحبت میں اہلِ باطن سے مشغول ہو تو ظاہر میں غیر اللہ سے بھی پرہیز کرو باطنی صحبت کی صحت کی علامت یہ ہے کہ روحانی فیضان دل میں اثر کرتا ہے اور ماسویٰ اللہ سے خلاصی پاتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے۔

تعالوا تجلس فنو من ساعته ۔ (آؤ! باہم مل کر بیٹھیں اور چند لمحے ایمان حقیقی سے مشرف ہو جائیں)

یہ ماسویٰ کی نفی ہے۔ اللہ کے دوستوں کی صحبت کے بے شمار فائدے ہیں۔

نارِ خنداں باغ را خنداں کند
صحبت مردانت از مرداں کند

(رسائلِ نقشبندیہ ص ۱۰۱ تا ص ۱۰۳)

صحبتِ نیکو کاراں: حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''نیکوں کی صحبت اختیار کرنا، مفسدوں سے دور رہنا اور خالص طور پر ضعیف الحال لوگوں کو حجاب میں رہنا چاہیے تاکہ نامحرموں پر نظریں نہ پڑیں اور کوشش ہونی چاہیے کہ نامحرم کی نگاہ بھی اس پر نہ پڑے۔ (رسائلِ نقشبندیہ ص ۱۵۸)

ترغیبِ شب بیداری اور اس کے معاونِ اسباب

اربابِ سلوک وطریقت نے کہا ہے کہ دن رات کے ایک تہائی حصے کو سونے میں گزارنا چاہیے تاکہ جسم اضطراب اور بے چینی سے محفوظ رہے۔ ان ۱/۳ یعنی ۸ گھنٹے میں جو سونے کے مقرر کیے گئے ہیں مرید کو دو گھنٹے دن کے وقت میں مخصوص کرنا چاہیے اور وہ چھ گھنٹے رات میں' رات اور دن کے ان گھنٹوں میں موسمِ گرما اور موسمِ سرما میں رات کے طویل اور مختصر ہونے کے اعتبار سے کمی اور بیشی بھی کی جاسکتی ہے۔ اگر مرید میں حُسنِ نیت اور صدق طلب موجود ہے اور اس مقدار یعنی ۱/۳ کو کم بھی کیا جاسکتا ہے۔

اگر بتدریج اس میں کمی کی عادت ڈالی جائے تو اسے کسی نقصان کا احتمال نہیں ہے۔ اس صورت میں وہ بیداری کی گرانی اور نیند کی کمی کو اپنی روحانیت اور محبت کے باعث برداشت کرسکتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نیند کی طبع وخاصیت سرد ومرطوب ہے۔ اس لیے یہ جسم اور دماغ کے لیے مفید ہے اور حرارت اور خشکی کو دفع کر کے مزاج کو سکون بخشتی ہے۔ پس اگر ۱/۳ (۸) میں کمی کردی جائے گی تو اس سے دماغ کو نقصان پہنچے گا۔ اور جسمانی اضطراب اس کا نتیجہ ہوگا۔

ہاں اگر روحانی اور قلبی محبت اس کے قائم مقام بن جائیں تو پھر نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ روح اور محبت کا مزاج سرد ومرطوب ہے جو نیند کا مزاج ہے پس اس روحانیت سے رات کی طولانی مدت گھٹ سکتی ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ روحانیت کی بدولت رات کی طولانی گھڑیاں گھٹ کر رہ جاتی ہیں۔ ایک مقولہ ہے کہ وصل

کا ایک سال آنکھ جھپکنے کا لمحہ ہے اور ہجر و جدائی کا ایک پل ایک سال کے برابر ہے۔ پس صاحبانِ حال کے لیے طویل راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں۔ شیخ علی بن بکار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ چالیس سال سے میری یہ حالت ہے کہ مجھے طلوعِ فجر سے ایذا پہنچتی ہے اور مجھے مغموم بناتی ہے۔ کسی بزرگ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ رات کے وقت آپ کی کیا حالت ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رات جب میری طرف اپنا رُخ کرتی ہے تو میں اس کو اچھی طرح دیکھ بھی نہیں پاتا کہ وہ مجھ سے پلٹ جاتی ہے۔ (آن کی آن میں صبح ہو جاتی ہے)

شیخ ابوسلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ شب زندہ دار ہیں وہ اپنی رات میں اس سے کہیں زیادہ لذت پاتے ہیں جو لہو ولعب میں مشغول رہنے والے اس لہو ولعب میں مشغول، رہ کر لذت پاتے ہیں۔ کسی بزرگ کا ارشاد ہے کہ "دُنیا میں کوئی چیز بھی جنتیوں کی نعمتوں کے مثل و مانند نہیں ہے البتہ وہ حلاوت نعیم جنت کے مشابہ ہے جو رات کے وقت نیاز مندانہ عبادت کرنے والے اپنی عبادات اور مناجات سے حاصل کرتے ہیں یہ حلاوت ایک ایسا ثواب عاجل ہے جو ان شب زندہ داروں کو فوراً حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک اور عارف باللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ صبح کے وقت شب زندہ دار بندوں کے دلوں کو دیکھتا ہے تو وہ ان کو اپنے نور سے بھر دیتا ہے جس کے فوائد سے مستفیض ہو کر ان کے دل نورانی بن جاتے ہیں۔ اور ان کے قلوب سے یہ فوائد منتشر ہو کر غافلوں تک پہنچتے ہیں۔ (اور وہ ہدایت یاب ہوتے ہیں)

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر (علیٰ نبینا وعلیہ السلام) پر وحی نازل فرمائی۔ "میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔ وہ مرے مشتاق ہیں۔ میں بھی ان کا مشتاق ہوں۔ وہ میرا ذکر کرتے ہیں۔ میں بھی ان کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ میرا مشاہدہ کرتے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں' پس اگر تم ان کے

طریقے پر چلو گے تو میں تم سے بھی محبت کروں گا اور اگر تم نے ان کے طریقے سے رو گردانی کی تو میں تم سے اعراض کروں گا۔"

ان پیغمبر علیہ السلام نے کہا الٰہی! تیرے ان بندوں کی کیا علامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔" دن کے وقت وہ سایوں کا ایسا ہی خیال رکھتے ہیں۔ جیسے ایک گڈریا اپنی بھیڑوں کا خیال رکھتا ہے (ان پر نظر رکھتا ہے) اور ان کو سورج کے غروب ہونے کا ایسا ہی انتظار ہوتا ہے' جس طرح سے پرندوں کو اپنے آشیانوں میں پہنچنے کے لیے اس کا انتظار ہوتا ہے۔ جب رات اپنا پردہ ڈال دیتی ہے اور تاریکی سے ہم آغوش ہو جاتی ہے اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ خلوت گزیں ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ میری عبادت کے لیے اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے چہروں کو میرے لیے فرش راہ بناتے ہیں۔ (چہرے خاک پر رکھتے ہیں) اور میرے کلام سے مناجات کرتے ہیں اور گڑگڑا کر مجھ سے میرے انعام کے طالب ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی چلاتا ہے (آہ وزاری کرتا ہے) کوئی روتا ہے اور کوئی آہیں بھرتا ہے اور کوئی فریاد کرتا ہے۔ میرے لیے وہ تکلیفیں اُٹھاتے ہیں' وہ میری نظر کے سامنے ہیں اور میری محبت میں وہ جو کچھ فریاد کرتے ہیں۔ وہ میں سنتا ہوں' اس کے انعام میں ان پر میری پہلی عنایت یہ ہوتی ہے کہ میں اپنے نور کے کچھ جلوؤں سے ان کے دلوں کو منور کر دیتا ہوں۔ اس وقت وہ میرے اسرار اس طرح بیان کرنے لگتے ہیں جس طرح میں ان کے اسرار کی خبر کر دیتا ہوں۔ میرا دوسرا انعام ان پر یہ ہوتا ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان کے اندر موجود ہے ان کے پلوں میں رکھ دیا جائے تو میں ان تمام چیزوں کو (بطور اجر) ان کے لیے کم سمجھتا ہوں تیسرا انعام یہ ہے کہ میں بذاتِ خود جس کی طرف توجہ فرماتا ہوں تو میں اس کو کیا کچھ عطا کرتا ہوں۔"

وہ مریدِ صادق جو رات کی تنہائی میں اپنے رب کی مناجات میں مصروف ہوتا ہے تو اس رات کے تمام انوار اور اس کی تمام تجلیات اس کے دن کے حصوں پر چھا جاتی ہیں اور

اس کا دن اس کی رات کی حفاظت میں آجاتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کا دل انوار سے مملو اور معمور ہوتا ہے۔ اس لیے دن کے وقت اس کی تمام حرکات وافعال اور اس کے تصرفات اس منبع انوار سے صادر ہوتے ہیں' جو رات میں مجتمع ہوئے تھے تب اس کا قلب قبۂ حق میں محصور و مسرور ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی حرکات وسکنات کو ترتیب دی جاتی ہے جیسا کہ منقول ہے کہ جو شخص رات کو عبادت میں بسر کرتا ہے (نماز پڑھتا ہے) اس کا چہرہ دن کے وقت روشن رہتا ہے۔

جب قالب نور سے معمور ہو جاتے ہیں اور انس و سرورِ محبت ان میں سرایت کر جاتا ہے تو تمام زمان و مکان نور قلب میں سما جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ تمام کلمات وآیات وسُوَر بھی ہوتے ہیں (وہ بھی نورِ قلب میں سما جاتے ہیں) اور اس قلبِ خاکی کی سرزمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھتی ہے۔ ایسی صورت میں قلب آسمان بن جاتا ہے اور قالب زمین' تلاوتِ کلام اللہ کی لذت (کا کیف) مناجات کے موقع پر تمام وجودِ کائنات کو اس کی نگاہوں سے چھپا دیتا ہے اور کلامِ مجید اپنی ذات کے اعتبار سے تمام موجودات کا قائم مقام بن کر صفائے شہود کی مزاحمت بن جاتا ہے۔ (عالم شہود میں صرف کلام مجید تمام کائنات کا قائم مقام بن جاتا ہے۔) اس وقت نہ نفسِ حدیث باقی رہتا ہے۔ (کلام غیر کا وجود باقی نہیں رہتا) اور نہ پھر سماعت میں کسی وسوسہ کی آہٹ اور آواز آتی ہے۔ (نہ وسوسہ باقی رہتا ہے اور نہ کلامِ نفس) بلکہ ایسی حالت میں تلاوتِ قرآن اول سے آخر تک بغیر وسوسہ اور حدیثِ نفس کے اتمام پاتی ہے اور یہ اس کا سب سے عظیم فضل ہے۔

عابد شب زندہ دار غروبِ آفتاب کے وقت تازہ وضو کرے اور قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور رات کی آمد اور نمازِ مغرب کا انتظار کرے۔ اس انتظار کے لمحات اور مدت میں طرح طرح کے افکار میں مصروف رہے۔ سب سے اولیٰ تسبیح اور استغفار ہے۔

عشاء (کی نماز) کے بعد دُنیاوی باتیں بالکل ترک کر دی جائیں۔ اس لیے کہ اس

وقت گفتگو کرنے سے اس نور کی تازگی ختم ہو جاتی ہے۔ جو مغرب اور عشاء کے درمیان مسلسل نمازیں پڑھنے سے دل میں پیدا ہوا تھا اور اس سے قیام اللیل میں بھی خلل پیدا ہوتا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ سالک بیدار دل نہ ہو۔ عشاء کے بعد غسل اور وضو کے ذریعہ شب بیداری میں بہت سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذکر اور نماز کا عادی ہو جانے سے بھی نیند پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اگر سالک اس کا عادی ہے تو وہ جلد بیدار ہو جاتا ہے' ہاں اگر کسی سالک کو اپنے نفس اور اپنی عادت پر پورا پورا اعتماد ہے تو وہ سو جائے کہ اپنی عادت کی بدولت وہ وقت مقررہ پر بیدار ہو سکتا ہے ورنہ مریدوں اور طالبانِ حق کے لیے موزوں اور مناسب یہی ہے جب ان پر نیند کا غلبہ ہو تو اس وقت ہو سو جائیں۔ اسی بناء پر محبانِ الٰہی کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ ان کی نیند نیندیں اڑے ہوئے لوگوں جیسی ہوتی ہے اور ان کا کھانا مریضوں جیسا ہوتا ہے ان کی گفتگو صرف ضرورت کے وقت ہوتی ہے۔

پس جو کوئی شب بیداری کے عزمِ مصمم کے ساتھ نیند کے غلبہ کے وقت سو جائے تو اس کو قیام اللیل کی توفیق ضرور میسر آتی ہے ورنہ نفس کی تو یہ عادت ہے کہ اسے نیند کی رغبت دلائی جائے اور سونے کا خوب عادی بنا دیا جائے تو پھر وہ خوب آزاد ہو جاتا ہے مگر جب عزم صادق کے ساتھ اس کو حرکت دی جائے تو گہری نیند سونے میں وہ پھر آزاد نہیں رہتا۔ عزم صادق کے ساتھ نفس کا یہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ۝ (ان کے پہلو بستروں سے جدا ہوتے ہیں) یہی عزمِ صادق اور رات کو اٹھنے کی فکر ان کے پہلوؤں اور ان کے بستروں کے درمیان جدائی پیدا کر دیتی ہے۔

آدابِ نوم کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سالک یا مرید اپنی عادت کو بدل دے مثلاً اگر تکیہ رکھ کر سونے کی عادت ہے تو تکیہ رکھنا ترک کر دے۔ اگر بچھونے (بستر) پر سونے

کی عادت ہے تو اس کو بھی ترک کردے۔ چنانچہ اِنہی آداب کے تحت ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ ''میں اپنے گھر میں شیطان کی موجودگی بمقابلہ اس کے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میرے گھر میں مسند یا تکیہ رکھا ہو جو مجھے نیند کی طرف راغب کرے۔ بہر حال تکیہ' بچھونے اور لحاف وغیرہ کا ترک اس سلسلہ میں بہت موثر ہے اگر کوئی سالک ان دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیک نیتی اس کی عزیمت کو دیکھتے ہوئے اس کے مقصد میں سہولیت فرمادیتا ہے۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سالک اپنے معدہ پر کھانے کا بوجھ کم ڈالے (کیونکہ زیادہ کھانے سے گہری نیند آتی ہے) اگر کوئی شخص اس قدر کھائے جو اس کے باطن کی بیداری کے لیے ممد و مددگار ہو تو اس ذریعہ سے بھی رات کو بیداری میں مدد مل سکتی ہے۔

ذکرِ الٰہی اس گرانی کو (اگر وہ موجود ہو) رفع کردیتا ہے۔ پس اگر کوئی ذاکرِ شب زندہ دار یہ محسوس کرے کہ کھانے سے معدہ پر بار پڑ گیا ہے۔ تو اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے قلب پر اس سے زیادہ بار پڑ رہا ہے' پس ایسے شخص کو چاہئے کہ جب تک ذکر' تلاوت اور استغفار سے یہ بار کم نہ ہو جائے' اس وقت تک وہ نہ سوئے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے میں رات کے اٹھنے کو اس بات سے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں رات کے کھانے سے ایک لقمہ کم کردوں' (رات کو اٹھنا کم کھانے سے زیادہ پسندیدہ ہے)

پس زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ سونے سے قبل وتر پڑھ لے' اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ ساعاتِ آئندہ میں کیا واقع ہو اور طہارت کی چیزیں اور مسواک وغیرہ اس کے پاس موجود رہنا چاہئے اور جب سونے لگے تو باوضو ہو۔

جب بندہ (عابد شب زندہ دار) سرمستی' کسل (کاہلی) یا ارادہ کی پستی کے باعث بے وضو ہونے کے بعد سوتے وقت تازہ وضو نہ کر سکے تو کم از کم اپنے اعضاء کو پانی ہی سے پونچھ لے تاکہ وہ ان غافلوں کے زمرے سے نکل جائے۔ جو بیدار دل انسانوں کی طرح کام نہیں کر سکتے۔ اسی طرح بیدار ہونے کے بعد اگر اٹھنے میں کسل پیدا ہو (اٹھ نہ

سکے) تو کم از کم اتنا ہی کرے کہ مسواک کر لے اور پانی سے اعضاء کا مسح کر لے تا کہ اپنے ان اعمال اور بیداری کے ذریعہ غافلین کے زمرے سے نکل جائے۔ یہ طریقہ ایسے لوگوں کے لئے بہت مفید اور فضلِ کثیر کا موجب ہے۔ جن کو نیند بہت زیادہ آتی ہے۔ اور عبادت کے لیے کم اٹھتے ہیں۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں دو بار مسواک فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار تو سوتے وقت اور ایک بار جب آپ خوابِ استراحت سے بیدار ہوتے' اس وقت مسواک فرماتے۔

سوتے وقت کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ ذکرِ الٰہی سے ایک تو گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رات بھر انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب آدمی سونے کے لیے اپنے بستر پر پہنچتا ہے تو اس وقت ایک فرشتہ اور شیطان اس کے پاس آ پہنچتے ہیں۔ فرشتہ اس سے کہتا ہے ''اپنے اعمال کا خاتمہ بھلائی پر کرو'' اور شیطان کہتا ہے۔

''اپنے اعمال کا خاتمہ برائی پر کرو'' پھر اگر وہ آدمی خدا کا ذکر کر کے سویا تو فرشتہ رات بھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی جگہ بیٹھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر گناہ ہے اور جو شخص کسی جگہ لیٹا اور ذکرِ الٰہی سے غافل رہا اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقصان ہے۔

سوتے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی دعاؤں کا پڑھنا مسنون ہے۔ لہٰذا ان دعاؤں میں سے کوئی ایک دعا پڑھنا اتباعِ سنت ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ رات کو لیٹتے وقت دایاں ہاتھ رخسارِ مبارک کے نیچے رکھتے پھر فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا یا اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ موت اور زندگی سے ہمکنار ہوتا ہوں اور جاگنے پر فرماتے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَا نَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں کہ جس نے ہمیں صرف (سونے) کے بعد زندہ (بیدار) کیا۔ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (بخاری شریف)

سونے سے پہلے بستر پر بیٹھ کر یا لیٹ کر قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھنا مسنون ہے کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے سے قبل قرآن مجید کا کچھ حصہ ضرور تلاوت فرماتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سونے سے پہلے اکثر تینوں قل (آخری) پڑھا کرتے تھے۔ جن کے پڑھنے سے انسان شیطانی شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لئے بستر پر پہنچ کر تینوں قل شریف کی تلاوت کرنا سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ)

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شب جب بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جمع کر کے سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھ کر ان میں پھونکتے۔ پھر جس قدر ممکن ہوتا اپنے جسم اقدس پر پھیرتے۔ سرِ انور، چہرہ اقدس اور جسمِ اطہر کے سامنے سے شروع فرماتے۔ تین مرتبہ یہ عمل دہراتے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مسلمان سوتے وقت قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھ لے تو خداوند تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ کو متعین کر دیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اور کسی تکلیف دینے والی چیز کو اس کے پاس نہیں آنے دیتا۔ یہاں تک کہ وہ جاگے جس وقت جاگے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خادم مانگنے کے لیے حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتلا دوں جو خادِم سے بہتر ہے۔ سبحان

اللہ پڑھو ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت۔ (مسلم)

خواب سے بیدار ہونے کے بعد حسنِ ادب ہے کہ بیدار ہوتے ہی اس کا باطن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے کاموں پر غور وخوض کرے۔ اس کے بعد کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہو۔ شب زندہ دار کی زبان کو خدا کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیے۔ جو اہلِ حق ہے وہ ایک بچے کی مانند ہے جو اپنے دل میں ایک مخصوص چیز کا خیال لے کر سوتا ہے۔ اور جب بیدار ہوتا ہے تو اسی چیز کے خیال کا مطالبہ کرتا ہے یہی وہ جذبہ محبت اور محبوب مشغلہ ہے۔ جو مرتے وقت تک اور اس کے بعد روزِ حشر میں اس کے ساتھ رہتا ہے۔ پس جب ایک اہلِ حق نیند سے بیدار ہو تو اس کو یہ غور کرنا چاہیے کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ کیونکہ وہ اسی نصب العین کے ساتھ محشور ہو گا اگر اس کا مقصود مدعا ذاتِ الٰہی ہے تو یہی اس کا مقصود معین رہے گا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مقصود اور نصب العین خداوند تعالیٰ کے سوا کسی اور شے کو قرار دیا جائے گا۔ جب ایک بندہ حق نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس کا باطن اس کی پاکیزہ فطرت ہی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اپنا باطن اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کسی اور چیز سے تبدیل نہیں کرتا اس طرح اس کا وہ نورِ فطرت برقرار رہتا ہے۔ جو بیداری کی حالت میں موجود تھا وہ غیروں کے ذکر سے اپنے باطن کو بچا کر صرف خدا ہی کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر اس کی باطنی حالت کا یہ معیار نہیں ہے تو انوارِ الٰہی کی تجلیات کا راستہ اس کے باطن پر مسدود ہو جاتا ہے۔ پس عابد شب زندہ دار کے لیے یہی لازم ہے اور اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ دورانِ شب اسی کی طرف متوجہ رہے اور قربِ الٰہی کی جانب اس کا ملجا و ماویٰ بنی رہے۔ اور اس کی زبان سے یہی ادا ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا اِلَیْہِ النُّشُوْرُ ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو رفع حاجت سے فارغ ہوتے۔ پھر وضو فرماتے اور نمازِ تہجد ادا فرماتے۔ پھر سونا ہوتا تو سو جاتے ورنہ بیدار رہتے اور نمازِ فجر ادا فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ نے تہجد کے وقت یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا وَفَوْقِيْ نُوْرًا وَتَحْتِيْ نُوْرًا وَاَمَامِيْ نُوْرًا وَخَلْفِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: ''یا اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرمادے اور میری نگاہ میں نور اور میری سماعت میں نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور مجھے نور بنادے۔''

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات کے وقت تہجد پڑھتے تو کہتے (یعنی یہ دعا مانگتے):

اللّٰهم لك الحمد انت نور السموت والارض ومن فيهن ولك الحمد انت قيم السموت والارض ومن فيهن ولك الحمد انت الحق ووعدك الحق وقولك حق ولقائك حق والجنة حق والنار حق والساعته حق والنبيّون حق ومحمد حق اللهم لك اسلمت وعليك توكلت وبك امنت واليك انبت وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفرلي ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت الموخر لا اله الا انت ولا اله غيرك ۔(بخاری شریف)

''ترجمہ۔ یا اللہ! سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اور جو کچھ ان میں ہے اور قابلِ تعریف تو ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کا قائم رکھنے والا ہے۔ اور جو کچھ ان میں ہے سب تعریفیں تیرے لیے ہی ہیں۔ تو سچا ہے۔ تیرا وعدہ سچا ہے تیری (ہر) بات سچی ہے تیرا دیدار یقینی

ہے۔ جنت یقینی ہے۔ دوزخ یقینی ہے۔ قیامت یقینی ہے۔ سارے نبی (علیہم السلام) سچے ہیں۔ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سچے ہیں۔ میں تیرا فرمانبردار ہوا اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور تجھ پر ایمان لایا اور تیری طرف میں نے رجوع کیا۔ تیری مدد کے سہارے (دشمنوں سے) جھگڑا اور تیرے سپرد میں نے اپنا فیصلہ کیا۔ پس جو میں نے پہلے کیے اور آئندہ کروں۔ اسے معاف فرمادے اور جو میں نے چھپایا اور ظاہر کیا۔ تو ہی سب سے پہلے تھا اور تو ہی سب کے بعد ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

رات کے پچھلے پہر میں جاگ کر اللہ تعالیٰ کی حسبِ توفیق عبادت کرنی چاہئے اس وقت صدقِ دل خلوص اور عجز و انکساری کے ساتھ جو کچھ طلب کیا جائے' اللہ تعالیٰ عنایت فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات کو اللہ تعالیٰ آسمانِ دُنیا کی طرف اپنی شان کے مطابق نزول فرماتا ہے جب کہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے کون ہے مجھ سے دعا کرنے والا' تاکہ میں اس کی دعا قبول فرماؤں۔ کون ہے مجھ سے سوال کرنے والا تاکہ میں اسے عطا کروں۔ کون ہے مجھ سے استغفار کرنے والا تاکہ میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (بخاری شریف)

طالبِ حق کی یہ شان نہیں ہے کہ فجر طلوع ہو جائے اور وہ سوتا رہے۔ جب عابد فجر سے قبل بیدار ہو تو اس کو کثرت کے ساتھ استغفار پڑھنا اور تسبیح میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح رات کے وقت بھی جب وہ دوگانہ سے فراغت پائے تو دوسرے دوگانہ میں مشغول ہونے سے پہلے تسبیح و استغفار میں مصروف رہے اور حضور پرنور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔ اس طرح

سکون حاصل ہوتا ہے اور قیامِ لیل کے لیے قوت حاصل ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی اور ہستی کو (کونین میں) روحانی مدارج حاصل نہیں ہو سکتے۔ بایں ہمہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبادتِ شبانہ سے بے نیازی نہیں برتتے تھے۔ اور آپ اتنی دیر تک قیام فرما رہتے تھے کہ پائے اقدس متورم ہو جاتے تھے۔ آپ کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رات کا قیام بڑی فضیلت اور اہمیت کا حامل ہے۔ بنا بریں ہمارے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ قیام لیل میں ایک نکتہ اور بھی پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ رات کی عبادت کو ترک کرنا اور بارگاہِ الٰہی میں قربت کے حصول کا دعویٰ کرنا اور خواب و بیداری میں فرق نہ کرنا ایک روحانی آزمائش اور ابتلائے حال ہے۔ اور اس طرح اپنے حال کو مقید کرنا اور اس کا حکم بجالانا ہے لیکن جو حضرات روحانی طور پر طاقتور ہوتے ہیں وہ صرف حال کے تابع اور پابند نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ حال پر تصرّف کرتے ہیں (حال ان کا تابع ہوتا ہے) وہ حال کے تابع نہیں ہوتے۔

شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ اے ابوسعید (رحمۃ اللہ علیہ)! میں تندرستی کی حالت میں رات بسر کرتا ہوں اور میں رات کو اٹھنا بھی چاہتا ہوں سامانِ طہارت بھی تیار رکھتا ہوں۔ پھر کیا بات ہے کہ میں رات کو عبادت کے لیے اٹھ نہیں سکتا۔ شیخ حسن علیہ الرحمۃ نے جواب میں فرمایا کہ تمہارے گناہوں نے تم کو مقید کر رکھا ہے۔

پس عابد کو دن کے وقت گناہوں سے بچنا چاہئے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو رات کے وقت کو اپنی قید میں لے آئے۔ (رات کو عبادت کرے)

شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گناہ کے ارتکاب کے باعث سات ماہ تک شب بیداری کی فضیلت سے محروم رہا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون سا گناہ تھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ ریاکار ہے۔ (ریاکاری سے رو رہا ہے") حدیث شریف میں آیا

ہے کہ "رات کے وقت اٹھو خواہ وہ اتنی دیر کے لیے کیوں نہ ہو' جتنی دیر میں ایک بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے" منقول ہے کہ اتنا وقت چار رکعتوں کی ادائیگی کے برابر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شب زندہ دار بندوں کے متعلق فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۔ یہ لوگ وہ ہیں جو سجدے اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں۔ (سورہ الفرقان۔۱۹) اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ نفس کے مجاہدہ اور دشمن کے مقابلے میں رات کی نماز کے ذریعے استقامت و امداد حاصل کرو۔"

حدیث شریف میں وارد ہے کہ رات کو اٹھ کر عبادت کرو کیونکہ اس میں تمہارے رب کی رضا مندی ہے اور تم سے پہلے نیک بندوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔ یہ نماز گناہوں سے روکتی ہے۔ اور اس کے بوجھ کو دور کرتی ہے۔ شیطان کے مکر و فریب کو زائل کرتی ہے اور بیماری کو جسم سے نکالتی ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے "جب بندۂ خدا سوتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگاتا ہے' جب وہ نیند سے اٹھ کر ذکرِ خدا کرتا ہے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اور جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور دو رکعت نماز ادا کرتا ہے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں صبح کے وقت وہ چاق و چوبند ہو کر اور خوش مزاجی کے ساتھ اٹھتا ہے۔ ورنہ سست و کاہل اور بد مزاج بن کر اٹھتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ "جو صبح تک سوتا رہتا ہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔"

دُنیا کے بہت سے کاموں میں مشغولیت' اعضاء کی تھکان' شکم سیری' فضول گوئی اور یادہ گوئی' شور و شغب میں مصروفیت' دن کا قیلولہ ترک کرنا ایسے امور ہیں' جو شب بیداری میں حائل ہوتے ہیں۔ پس کامیاب وہی شخص ہے جو اپنے وقت کو غنیمت سمجھے اپنے درد اور اس کی دوا سے آگاہ ہو اور اس سلسلہ میں غفلت اختیار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی خصوصی نعمتوں اور عنایات سے نوازے اور اپنے پیارے اور محبوب بندوں کے نقشِ

قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور اپنے خاص بندوں میں شامل فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ

مآخذ

(۱) عوارف المعارف (۲) آدابِ سنت (از علامہ نقری)

فضیلتِ ذکرِ الٰہی

اَللہ جَلَّ شَانُہٗ کے دوستوں کا شیوہ اور طریقہ ہے کہ وہ جس مقام پر بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر اور یاد میں محو اور مستغرق رہتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کی جائے' رضائے الٰہی کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ اس کی یاد اور اس کا ذکر ہے۔ اس لیے وہ جس حال میں ہوتے ہیں' یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے' اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے' سوتے جاگتے' غرضیکہ وہ ہر حال میں اپنے خالق و مالک اور رب کو پکارتے ہیں۔ اس کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں۔ اس کی قدرتوں' رفعتوں' کمالات وتصرفات کے متعلق غور وفکر کرتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی صرف ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے بندہ اپنے رب کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے۔ غرض کہ ذکرِ الٰہی حصولِ ولایت کی بنیاد ہے۔ ہر ولی اللہ نے ذکرِ الٰہی ہی سے اللہ تعالیٰ کو پایا ہے۔ کیونکہ جب تک اس کی یاد دل میں نہ بیٹھے گی تو رب کیسے مل سکتا ہے۔ اس لیے سلف صالحین کے معمولات میں یہ چیز بہت نمایاں ہے کہ ہر دم ذکرِ الٰہی میں مگن رہتے۔

ذکر کا مطلب اللہ تعالیٰ کو بار بار یاد کرنا ہے' اگرچہ ہر عبادت کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے۔ مگر ذکرِ الٰہی سے خصوصاً مراد اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات کے اسماء کو بار بار دہرانا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کو دل یا زبان ہی سے ادا کرنے کو ذکر قرار دیا ہے ذکرِ الٰہی کی سب سے اچھی صورت اور طریقہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے ملا ہے' انہوں نے جو طریقے یادِ الٰہی کے بتائے ہیں۔

درحقیقت وہی جامع اور اکمل ہیں ان طریقوں کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ذکر الٰہی ہے۔

ذکر الٰہی کے بے پناہ فائدے ہیں۔ اس سے ایمان میں تروتازگی اور استقامت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کثرت ذکر کو اپنائے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ O (پ۲۰-بقرہ۱۵۲)

(پس میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔)

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسانی کردی ہے کہ ذکر الٰہی کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں فرمائی اگر اللہ تعالیٰ ذکر کے لئے جگہ مقرر فرمادیتا تو ہمارے لیے وہاں جانا ضروری ہوجاتا خواہ وہ ایک صدی کی مسافت پر ہوتی، پس اس کا شکر کرو اور ہر دم اسے یاد کرو۔

پس آیت کے مطابق بندے کا اللہ کو یاد کرنا اس کا ذکر کرنا ہے اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کا بندے کو یاد کرنا نعمتیں عطا کرنا ہے اور پھر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کا یاد کرنا تمہاری یاد سے بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے سے بخشش اور اللہ تعالیٰ کی رحمت مراد لی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔ کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا O

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو بلکہ ذکرِ کثیر (صبح وشام یاد) کرو۔

(پ۲۲-احزاب۴۱)

ذکرِ کثیر سے مراد اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ہر دم یاد کرنے کا مفہوم بھی اسی آیت سے اخذ ہوتا ہے اور اسی حکم کو مدنظر رکھتے ہوئے صوفیائے کرام

نے یہ بات کہی ہے کہ ”جودم غافل سودم کافر“ یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہی اصل مقصود ہے۔ لہٰذا ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے یعنی لفظ اللہ پڑھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ذکر کی تعلیم دی ہے۔ اسے اسی طرح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے مراد نماز لی ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ

”اے ایمان والو! اگر کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ فلاح حاصل ہو۔“ (پ۱۰ انفال ۴۵)

دشمن دین سے جب واسطہ پڑ جائے تو اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑی چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرمائی ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

”اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔“

(پ۲۰۔ عنکبوت ۴۵)

جو چیز انسان بناتا ہے اس میں بڑائی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بڑائی ہے یعنی جو اللہ کے ذکر کو اپنا لیتا ہے وہ دُنیا کی چیزوں سے بڑا ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ذاکرین کو اللہ تعالیٰ بے پناہ عزت دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بعض خاص اعمال کے بعد کثرتِ ذکر کا حکم دیا ہے جیسا کہ حج کے بعد کثرتِ ذکر کا حکم یوں دیا گیا ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا الخ ۝ (پ۲ بقرہ ۲۰۰)

”پھر جب تم حج کے مناسک پورے کر چکو تو اپنے آباء واجداد کی طرح ذکر کرو یا ان سے بڑھ کر اللہ کا ذکر کرو۔ لوگوں میں سے وہ جو کہتا ہے اے

پروردگار! مجھے دُنیا میں سے عطا کر دے تو آخرت میں ان کے لیے کچھ حصہ نہیں ہے۔"

حج کے بعد انسان چونکہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس باطنی پاکیزگی کی حالت میں کثرت سے ذکر کرنا بہت ہی نفع بخش ہے۔ بشرطیکہ ذکرِ الٰہی میں اخلاص ہو اور ذکر پر مداومت حاصل کرنی چاہیے' کثرتِ ذکر کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کے حضور جو دعا مانگے وہ قبول ہوگی۔ اس لیے تاکید کی گئی ہے کہ سمجھ سوچ کر مانگو۔ دُنیا مانگ لوگے تو فوراً مل جائے گی' دولت خوب آجائے گی مگر آخرت میں نجات نہیں ملے گی۔ کیونکہ اس ذکر کا اجر اللہ تعالیٰ نے دُنیا ہی میں دے دیا' اس لیے دُنیا و آخرت میں بہتر طلب انسان کے لیے بہت اچھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر روتے ہوئے اور گڑگڑا کر کرنے کی یوں تاکید کی گئی ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ○ (پ۹ اعراف ۲۰۵)

ایک اور مقام پر یہ فرمایا ہے کہ روزی کی تلاش کرتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرو۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (پ۲۸ جمعہ ۱۰)

جب نماز پڑھ لو تو زمین مین پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کے ساتھ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

بہر کیف ان تمام آیات میں بندوں کو یہ ترغیب دی گئی ہے۔ کہ جب موقع پاؤ تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ اسی میں دُنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔

ذکر کی فضیلت کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث مروی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ ذکر الٰہی کے لئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا اور ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کے لیے صفائی کی کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کی یاد ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کے عذاب سے مکمل نجات دلا دے اور وہ ذکرِ الٰہی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جہاد بھی اس کے مقابل نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جہاد' حتیٰ کہ لڑتے ہوئے تمہاری تلوار بھی ٹوٹ جائے۔ (بیہقی دعوات کبیر)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن آدم کا کوئی عمل بھی ایسا نہیں جو اس کو عذاب الٰہی سے نجات دلا دے سوائے ذکر الٰہی کے۔

(مالک۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی جماعت ذکر الٰہی کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے' سکون واطمینان کی دولت ان کے لیے نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان فرشتوں میں فرماتا ہے جو اس کے قریب ہوتے ہیں۔ (مسلم)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کے راستہ جب جبل جمدان پہنچے تو صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین سے فرمایا' جلد چلو یہ جمدان کی پہاڑی ہے۔ پھر فرمایا مفردون پیش قدمی کر گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفردون کون ہیں؟ آپ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا وہ مرد جو اللہ کو کثرت سے یاد کریں اور وہ خواتین جو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کریں (مسلم)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا شخص بہتر ہے اور قیامت میں اس کا مرتبہ بلند ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں زیادہ مشغول رہنے والے مرد اور عورتیں۔ سائل نے کہا کیا یہ جہاد کرنے والے سے بھی افضل ہیں؟ تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا اگر تم کفار و مشرکین سے جنگ کرو اور جہاد میں تمہاری تلوار ٹوٹ جائے اور تم خون مں لتھڑ جاؤ' جب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا مرتبہ میں تم سے بہتر ہوگا (احمد۔ جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم ایسی نہیں جو ایک جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں تو ان کی حیثیت مردہ گدھے کی سی ہوتی ہے اور ان پر حسرت کی کیفیت ہوتی ہے۔ (احمد۔ ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا گزر جنت کے باغوں سے ہو تو اس کے میوے کھاؤ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا جنت کے باغ کون سے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر و شغل کے حلقے۔ (ترمذی)

حلقہ ہائے ذکر و فکر کا انعقاد اسی حدیث سے ثابت ہے۔

لہٰذا مجالس ذکر کا قیام و انصرام بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے مقصود ذکرِ خدا ہے۔ انفرادی طور پر کریں یا اجتماعی طور پر۔

ذکر خفی کریں یا جہری موقع و محل اور ضرورت کے مطابق ہر صورت جائز ہوگی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اکثر واذکر اللہ حتّٰی یقولوا مجنون O

''اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں' ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔

صاحب ''تبلیغی نصاب'' نے لکھا ہے کہ اس (حدیث) کو امام احمد' ابویعلی ابن حبان اور حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور (حاکم نے اسے) صحیح الاسناد کہا ہے۔

اس حدیث کا فائدہ لکھتے ہوئے صاحب تبلیغی نصاب حضرت علامہ محمد زکریا سہارنپوری صاحب لکھتے ہیں۔

''اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریا کار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت کو چھوڑنا نہ چاہئے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہئے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی''۔

(فضائل ذکر ۴۴-۴۵)

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

''حلقہ میں ذکر کرنا کچھ مضائقہ نہیں''۔ (امداد المشتاق ۶۴)

حاجی میں ذکر کرنا کچھ مضائقہ نہیں''۔ (امداد المشتاق ۶۴)

حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کے مرید رشید احمد گنگوہی صاحب بھی ذکر جہر (اونچی آواز سے ذکر) کرتے تھے۔ گنگوہی صاحب کہتے ہیں۔

''آخر کار میں نے ذکر جہر شروع کیا' گلا اچھا تھا' بدن میں قوت تھی صبح کو جب (حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں) حاضر خدمت ہوا تو حضرت فرمانے لگے کہ تم نے ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا۔ اس دن سے ذکر جہر کے ساتھ مجھے محبت ہوگئی پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور نہ کوئی وجہ شرعی اس کی ممانعت کی معلوم ہوئی۔

(امداد المشتاق ص ۲۰)

حضرت محمد قاسم نانوتوی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ "آخر شب میں ذکر جہر کا یہ رنگ ہوتا کہ غافل بھی جاگ اٹھتے اور توفیق ذکر اللہ کی پاتے۔ (امداد المشتاق ۱۹۹)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ کے ساتھ ذکرِ جہر کی وصیت کی تھی۔

"بروایت معتبر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب نے مرضِ وفات میں مولوی محمد اسماعیل صاحب بن ملا نواب صاحب کو جو بجائے خود ایک شیخ ہیں اور حضرت سے ان کو بہت انس تھا' یہ وصیت فرمائی کہ میں چاہتا ہوں میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر ہو۔ انہوں نے کہا مناسب نہیں۔ آپ نے حسب عادت فرمایا۔ اچھا جیسی مرضی ہو۔ غرض جب جنازہ لے چلے' ایک عرب بولا: اذکرِوا اللہ سب ہمراہیوں نے ذکر جہر شروع کر دیا۔" (امداد المشتاق ۲۰۴)

ذکرِ جہر غافلین کے لیے موجبِ رغبت وترغیب ہے۔ دیگر اوقات کے علاوہ فرض نماز کے بعد بھی بلند آواز سے ذکر کرنا جائز وثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوں' اس وقت بلند آواز سے ذکر کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں رائج تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں سنتا تھا کہ لوگ ذکر کرتے ہوئے لوٹتے تو میں نماز کے ختم ہونے کو معلوم کر لیتا تھا۔"

(صحیح البخاری)

حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث سلف کے اس مسلک پر دلیل ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے۔ اور متاخرین میں ابن حزم ظاہری کا یہی مسلک ہے۔

ذکر کی مجالس کی بھی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرتے

ہیں تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس کے لوگوں یعنی ملاء اعلیٰ میں کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو لوگ اکھٹے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر سے اس کی رضا کے علاوہ اور کچھ مقصود نہیں ہوتا تو ان کو ایک منادی آسمان سے پکارتا ہے۔ اٹھو تمہاری مغفرت ہوگئی ہے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں اور فرمایا کہ جو لوگ کسی جگہ میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کا ذکر نہ کریں گے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجیں گے تو قیامت کو ان کے لیے حسرت ہوگی۔

اور حضرت داؤد السلام نے فرمایا کہ الٰہی جب تو مجھ کو دیکھ کہ میں ذکر کرنے والوں کی مجلس سے غافلوں کی مجلس کی طرف بڑھ جاتا ہوں تو ان تک پہنچنے سے پہلے میری ٹانگ توڑ دے کہ یہ بھی تیرا احسان ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک مجلس ایماندار کی بیس لاکھ بُری مجلسوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان والے اہلِ زمین کے ان گھروں کو جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوا ہوگا' ایسے دیکھیں گے جیسے ستارے دیکھے جاتے ہیں۔

اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اکٹھے ہو کر خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو شیطان اور دُنیا الگ ہو جاتے ہیں اور شیطان دُنیا سے کہتا ہے کہ دیکھتی ہے یہ کیا کرتے ہیں تو دُنیا کہتی ہے کہ کر لینے دے' جب فارغ ہوں گے تو انہیں پکڑ کر تیری طرف لاؤں گی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بازار میں گئے اور لوگوں سے فرمایا تم یہاں ہو اور مسجد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے لوگوں نے بازار کو ترک کر دیا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گئے وہاں جا کر کچھ مال نہ دیکھا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا ہم نے تو کوئی میراث بٹتے نہ دیکھی۔ آپ نے پوچھا کہ پھر کیا دیکھا؟

انہوں نے کہا کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اللہ جل شانہ O کا ذکر کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث تو یہی ہے۔

ذکر وفکر کے بے شمار فضائل وفوائد ہیں' جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ O کا ورد سب سے افضل ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِO

سب سے افضل ذکر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ہے اور تمام دعاؤں میں افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔

جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ کلمہ طیبہ کا ذکر سب سے افضل ترین ذکر ہے تو پھر ہمیں ہر لمحہ اور ہر دم اس ذکرِ افضل سے اپنی زبان اور دل کو تر رکھنا چاہیے۔

بانجھ ذکر رب دے کوڑی سب رام کہانی ہو

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کا حشر اس کے عمل پر ہوگا' جس پر اس نے زندگی بسر کی۔

اپنی تمام تر کوشش اور جدوجہد دُنیا و مافیہا کے لیے صرف کر دینا اور پھر خاتمہ بالخیر کی امید رکھنا عبث اور فضول ہے اور یہ ہماری بڑی بھول ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنا معمول بنا لیجئے ورنہ قبر وحشر میں حسرت و یاس اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ ذکر کر' یہ قبر میں تیرے ساتھ ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ مردِ مومن کے لیے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ O موت کے وقت اور قبر میں ساتھ ہوگا' جب وہ قبر سے اٹھے گا تو یہ کلمہ اس سے انس پیدا کرے گا۔ یا محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اگر انہیں دیکھیں تو وہ اپنی قبور سے بھاگتے ہوئے آئیں گے اور وہ اپنے سر کے بالوں کو جھاڑتے ہوئے کہیں گے لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ O تو ان کے چہرے نورانی ہو جائیں گے اور وہ لوگ جو کافر ہیں وہ کہیں گے ہائے' ہائے۔ ہم نے غلطی کی' کاش! اچھے عمل کر لیتے' اس پر ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ (فیوض الرحمان پ۴۔ص ۴۰-۴۱)

"ذکر کے پرندے کو بال و پر کی ضرورت ہے۔ پروں کو کھولے اور پھر پرواز کرے کہ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُO ایک پر حضوری کا اور دوسرا اخلاص کا۔

یہ جان لینا ضروری ہے حضوری آگاہی کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ دانا و بینا ہے وہ سنتا ہے۔ وہ بلند و پست کو سنتا ہے۔

اخلاص: اس کیفیت کا نام ہے کہ انسان اپنے کردار و گفتار سے نہ دُنیا کا طلب گار رہے' نہ جاہ وجلال کا' نہ اسے دُنیا سے تعلق ہو' نہ عقبیٰ سے' نہ اسے بہشت کی تمنا ہو' نہ حور و قصور] انہار و اشجار اور اثمار کی خواہش ہو۔ اللہ کے ذکر کے دوران کہے کہ تو ہی میرا مقصود ہے اور تجھ سے میں تیری ذات کو چاہتا ہوں۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے۔ اس کے منہ سے ایک سبز پرندہ برآمد ہوتا ہے اس کے بال و پر سفید جو یاقوت و زمرد سے منقش ہوتے ہیں' اس کی پرواز عرشِ معلیٰ تک ہوتی ہے وہ شہد کی مکھی کی سی مدہم آواز لگاتا ہے اسے حکم آتا ہے کہ خاموش رہو۔ وہ کہتا ہے میں کس طرح خاموش رہ سکتا ہوں جب تک ذکرِ الٰہی کرنے والا بخشا نہیں جاتا' میں کیسے خاموش رہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم چپ رہو۔ میں نے تمہارے کہنے والے کو بخش دیا ہے اور اے فرشتو! تم گواہ رہنا کہ میں نے اس پرندے کے کہنے والے کے نامہ اعمال کی تقصیرات کو آبِ غفران سے دھو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے جانور (اس پرندے) کو ستر زبانیں عنایت فرمائے گا تاکہ وہ قیامت تک ذکر کرنے والے کی مغفرت طلب کرتا رہے آمَنَّا وَصَدَّقْنَا۔ وہ جانور آگے بڑھے گا اور اپنے کہنے والے کا ہاتھ پکڑے گا اور اسے بہشت تک اڑا لے جائے گا۔

یاد رہے کہ ذکرِ الٰہی کی تلقین کسی مردِ کامل سے حاصل کرنی چاہیے' جس کو اجازت حاصل ہو۔ (رسائل نقشبندیہ ۱۵۴-۱۵۵)

تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے۔ جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے

گرد گھومتی ہے اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے افکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

چنانچہ حضرت سید علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حموی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک متجر عالم مفتی اور مدرس تھے۔ سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس وتدرس، فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض کرنا اور گالیاں دینا ہے۔ لوگون نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دُنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں سید صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا؟

سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر اثر ہو گیا اور دل پر اس کا رنگ چڑھ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو۔ کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم ومعارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ پہلے اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

اخلاص پیدا کرنے کے لیے جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب ○ (دلوں کی صفائی) ہے اسی وجہ سے حضرات صوفیہ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ علیہم اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ

سے دل کی توجہ کے لیے دعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی' جس پر انہوں نے جواب دیا تھا (جوکہ) درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلامِ پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے۔ اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جو شخص اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰـــــہَ اِلَّا اللّٰہُ O کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] شفیع معظم' حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ فرمایا: اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ O (لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو)۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرے اس کو حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ روشن ہوگا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

اللہ جل شانہٗ کے پاک نام کے برابر کوئی بھی چیز نہیں' بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگون کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے۔ جس قدر اخلاص ہوگا۔ اتنا ہی وزنی یہ بابرکت نام ہوسکتا ہے۔ اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے

واسطے مشائخ وصوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔

امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم دائمًا ابدًا کثیرًا کثیـــرًا)○ کو یہ اعجاز حاصل ہے کہ کلمہ طیبہ کا ذکر اس امت میں جس قدر کثرت کے ساتھ ہے کسی دوسری امت میں اتنا نہیں ہوا۔

مشائخِ سلوک اس کا ذکر لاکھوں نہیں بلکہ اربوں کھربوں کی تعداد میں کرتے ہیں جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لیے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لیے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لَا اِلٰــــہَ اِلَّا اللّٰہُ○ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''قول جمیل'' میں اپنے والد گرامی سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ○ دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابو یزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَا اِلٰــــہَ اِلَّا اللّٰہُ○ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لیے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لیے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا۔ جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اس کی صحت میں کچھ تردّد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے کھانے میں شریک تھا کہ دفعتہً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں' جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے' اس کی ماں

کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی۔ اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ "جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ○ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو' ضرور جنت میں داخل ہو گا دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیں گے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ○ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد نہ ہو تو جہنم اس پر حرام ہو جائے گی"

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اے عالم باشعور اور اے فقیر عارف اہلِ حضور! سن لے کہ جملہ نصیبوں اور تمام قسمتوں اور کل خزائن علم وحکمت کی کنجی کلمہ طیب ہے اور اصلی کلمہ پڑھنے والا کوئی شخص بے نصیب اور بے قسمت نہیں رہتا۔ اس نعمت سے وہ کافر یہود بے نصیب ہے جو اللہ تعالیٰ حق معبود کی معرفت سے بے خبر اور محروم ہے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ○ جو شخص مقامِ الست میں کُن کی کُنہ اور مقام فنا فی الرسول میں محمدی زبان میں کلمہ طیب پڑھتا ہے اور کلمہ طیب کی خاصیت جانتا ہے تو لوح محفوظ سے لوح ضمیر میں جملہ بے کام و بے زبان پڑھ لیتا ہے اور دُنیا و آخرت کے جملہ خزائن میں سے کوئی چیز اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہتی جس شخص کے وجود میں کلمہ طیب تاثیر کرتا ہے اور اسے نفع دینے لگ جاتا ہے تو کلمہ طیب دریا کی طرح اس کے ہر رگ اور ریشے میں جاری ہو جاتا

ہے اور سر سے قدم تک اس کے وجود کے تمام بال ذکر کلمہ طیب سے گویا ہو جاتے ہیں اور کلمہ طیب کا نور اس کے وجود میں سکونت اور قرار پکڑ لیتا ہے۔ ایسے ذاکر کا نفس جملہ اوصافِ ذمیمہ سے مر جاتا ہے اس کا قلب زندہ ہو جاتا ہے اور روح فرحتِ باطنی سے خوش اور شادماں رہتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ رسم رسوم کے طور پر زبانی کلمہ پڑھنے کا طریقہ اور ہے اور اللہ تعالیٰ حیی وقیوم ○ کے قرب حضور میں کلمہ ادا کرنے کا اور طریقہ ہے

قَائِلُوْنَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ كَثِيْرٌ وَالْمُخْلِصُوْنَ قَلِيْلٌ ○

ترجمہ: زبانی طور پر کلمہ پڑھنے والے بہت ہیں لیکن تہہ دل سے مخلصانہ طور پر کلمہ ادا کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔

...... جو طالب صادق کلمہ طیب کو تصور اور توجہ کی طے میں لے آوے وہ اہلِ توفیق ہے اور جو اسے تصرف اور تفکر کی حاضرات میں لے جاوے وہ اہلِ تحقیق ہے اور جو شخص کلمہ طیب کی اس تاثیر پر شک کرتا ہے وہ مردہ دل زندیق ہے جس شخص کے وجود میں کلمہ طیب تاثیر کرتا ہے اور کن کی کنہ سے کلمہ طیب پڑھتا ہے اور کلمہ طیب کی یہ حقیقت جانتا ہے اور کلمہ کی برکت سے حضور پرنور میں پہنچ جاتا ہے۔ ایسا شخص روشن ضمیر ہو کر بے شک ولی اللہ ہو جاتا ہے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم○ کا فر صد سالہ یعنی ترسا، یہود و نصاریٰ جب ایک دفعہ کلمہ طیب اخلاص سے پڑھتا ہے تو پاک بہشتی ہو جاتا ہے لیکن تو دن رات کلمہ پڑھتا ہے مگر یہ پتہ نہیں لگتا کہ تو اہلِ بہشت ہے یا اہل دوزخ...... کلمہ طیب کے چوبیس حروف ہیں اور رات دن کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ دن رات مین انسان چوبیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔ جو شخص اخلاص اور معنی خاص الخاص سے کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اس کے ہر دم اور ہر ساعت کے گناہوں کو کلمہ طیب اس طرح جلا دیتا ہے۔ جس طرح آگ سے لکڑیاں جل کر راکھ بن جاتی ہیں۔ جو شخص اس طرح کلمہ طیب کے ذکر کی ضرب دل پر لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے شوق کا شعلہ اس کے دل سے اٹھتا ہے جس سے اس کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی

معرفت اور وصال سے بہرہ یاب ہو کر اس پر سب کچھ عیاں ہو جاتا ہے۔

(نور الہدیٰ اردو ترجمہ ۲۹ تا ۳۲)

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا دل دا پڑھدا کوئی ہو

جتھے کلمہ دلوں پڑھیوے زبان ہلے نہ ڈھوئی ہو
دل دا کلمہ عارف پڑھدے کی جانے یار گلوئی ہو
ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا (حضرت باھو رحمۃ اللہ علیہ) میں تدوں سہاگن ہوئی ہو
کل کلمے دی تداں پیو سے جداں قلب کلمے وچ کھولی ہو
چوداں طبق کلمے دے اندر کی جانے خلقت بھولی ہو
کلمہ عاشق اوتھے پڑھدے جتھے نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دی ہولی ہو
ایہہ کلمہ سانوں پیر پڑھایا (حضرت باھو رحمۃ اللہ علیہ) جند جان اسے توں گھولی ہو
کل کلمے دی تداں پیا سے جدوں کلمے دل نوں پھڑیا ہو
بے درداں نوں خبر نہ کائی درد منداں دل مڑھیا ہو
کفر اسلام دی کل تداں پیوسے جد کلمہ دل وچ وڑھیا ہو
میں قربان تنہاں توں (حضرت باھو رحمۃ اللہ علیہ) جنہاں کلمہ صحیح کر پڑھیا ہو
کلمے نال نہاتی دھوتی تے کلمے نال بیاہی ہو
کلمے میرا پڑھیا جنازہ کلمے گور سہائی ہو
کلمے نال بہشتی جاناں کلمہ کرے صفائی ہو
مڑن محال تنہاں نوں (حضرت باھو رحمۃ اللہ علیہ) جنہاں صاحب آپ بلائی ہو
دنیا ڈھونڈھن والے کتے در در پھرن حیرانی ہو
ہڈی اتے ہوو تنہاں دی لڑ دیاں عمر وہانی ہو
عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ہو
باہجوں ذکر ربے دے (حضرت باھو رحمۃ اللہ علیہ) کوڑی رام کہانی ہو

جیندے کی جانن سار مویا ندی ایہہ تاں اوہ جانے جو مراد ہو
قبراں دے وچ ان نہ پانی اوتھے خرچ لوڑیندا گھر دا ہو
ایک وچھوڑا ماں پیو بھائیاں دُوجا عذاب قبر دا ہو
واہ نصیب اُنہاںدے (حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ) جہڑا وچ حیاتی مردا ہو
جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ پڑھایا ہو
سُنیا سخن گیاں کُھل اکھیں اساں چت مولیٰ وَل لایا ہو
کیتی جان حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ہو
مرن تھیں مر گئے اگے (حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ) اساں تاں مطلب پایا ہو
ایہہ تن رب سچے دا حجرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر مِنّت خواج خضر علیہ السلام دی تیرے اندر آب حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال انہیرے متاں لبھیں دوست کھڑاتی ہو
مرن تھیں اگے مر رہے (حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ) جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

مذہبِ اسلام اور اسلامی تصوف کا سب سے اہم اور ضروری رکن کلمہ طیب ہے۔ جس کے پڑھے بغیر انسان مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ اس کے ذکر کی کثرت کے بغیر راہ سلوک طے ہوسکتی ہے۔

اس کلمہ طیب کے ذکر نفی اثبات لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ O میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ عالم کثرت کے سب باطل معبودوں اور جملہ عارضی مقصودوں اور تمام فانی موجودوں کو دل سے نکال کر ان کی نفی کر دی جائے اور ایک اصلی حقیقی حیی وقیوم معبودِ برحق کے ذکر اور خیال کو دل میں ثابت اور قائم رکھا جائے۔ یہی اصل کار ہے اور اسی پر تمام مذہب وروحانیت کا دارومدار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت' قرب اور وصال کا ذریعہ اور وسیلہ محض ذکر ہے اور تمام اذکار میں افضل الاذکار اور تمام ذکروں کا خلاصہ اور جامع اذکار ذکر اسم ذات ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگیں ہر جائی ہو
ہرجائی بوٹی مشک مچایا جاں پھلن تے آئی ہو
مرشدِ کامل ہردم جیوے (حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ) جیں اے بوٹی لائی ہو

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ O اپنے خصوصی فضل وکرم اور اپنے محبوب نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہم سب کو صدق واخلاص سے اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کی بدولت اپنی خصوصی رحمتوں' فیوض وبرکات' اور قرب ومعرفت کی دولت سے مال مال فرمائے۔

اللھم امین بحرمته سید المرسلین وامام المتقین ورحمةً للعالمین صلی اللہ علیه واله وسلم دائمًا ابدًا ابدًا کثیرًا کثیرًا الی ابدالا بدین O

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ O

دیدارِ الٰہی

﴿سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات کی روشنی میں﴾

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اسمِ اللہ جل شانہ کی تلقین وجود میں آفتاب کی طرح طلوع کرتی ہے۔ ایسے شخص اور اللہ تعالیٰ کے مابین کوئی حجاب نہیں رہتا۔''

اگر تم سے کوئی یہ پوچھے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اگر تم یہ کہو کہ دیکھا ہے تو وہ دراصل نہیں دیکھا کیونکہ مخلوق کو وہ آنکھیں ہی عطا نہیں، جن سے وہ دیکھ سکے تو پھر دیدار کیسا؟

اللہ تعالیٰ جسے اپنی طرف کھینچنا ہے چاہتا ہے اس کے ہفت اندام منور ہو جاتے ہیں۔ اور پھر لامکان میں جو غیر مخلوق کا مکان ہے، دیدار نصیب ہوتا ہے، یہ بھی اسمِ اللہ ذات کے تصور سے ہوتا ہے، لیکن ایسا کہ اس کی صورت قائم نہیں کر سکتے، جو شخص اس قسم کا دیدار کرتا ہے وہ اسے وہم وخیال میں نہیں لاسکتا۔'' (عقل بیدار ص ۱۲)

واضح رہے کہ جو کچھ اسمِ اللہ ذات سے لامکان میں بے مثل اور بے مثال، لم یزل ولایزال پروردگار (کے دیدار) سے مشرف ہوتا ہے اور حق بات یہ ہے کہ اسے تُو غیر مخلوق سمجھ کر اس پر اعتبار نہیں کرتا اور جو مخلوق اور شکل وصورت رکھتا ہے، اس کے دیدار کو وصال سمجھتا ہے یہ دراصل دیدار نہیں۔ دیدار دیکھنے والے کو حق تعالیٰ سے چند علامات حاصل ہوتی ہیں جو شخص اس نعمت سے مشرف ہوتا ہے اور طالب عارف باللہ باعیان ہے، وہ مرشد سے علم دیدار کا سبق پڑھتا ہے اور مرشد کے کہنے پر یقین کرتا ہے اور اس کو

مانتا ہے۔

ایسے طالبِ صادق کو مرشد توجہ باطنی سے اس مرتبے پر پہنچا دیتا ہے کہ وہ ظاہر میں ہمیشہ بیمار رہتا ہے' لیکن اس کا دل زندہ ہوتا ہے اور اسے روحانی فرحت حاصل ہوتی ہے شریعت میں ہوشیار اور بدبخت سے بیزار ہوتا ہے شرک اور کفر سے ہزار بار استغفار کرتا ہے اہلِ دیدار کی یہی علامت ہے کہ کلمہ طیبہ' تلاوتِ قرآن' آذان' اور نماز اس کے لیے بمنزلہ آوازِ سرود ہے۔'' (عقل بیدار ص ۳۱)

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''مجھے ان نادان شعار لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ غیر مخلوق کو عکس معکوس بنا کر حسن خط و خال اور زلف و رخسار یا آواز' نغمہ' مطرب' ساقی بادہ بدعت وغیرہ کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ سب شرک' کفر و طغیان و ہوائے نفس اور شیطان کی گمراہی کے سامان ہیں۔ ناقص خام لوگوں نے لذاتِ دُنیوی کے لیے یہ حیلے وسیلے بنا رکھے ہیں۔'' (نور الہدیٰ ص ۱۳۴)

واضح ہو کہ رویت اور دیدار تین طریق پر موافق نص و حدیث روا ہے۔

اوّل: دیدار اور رؤیت پروردگار خواب میں روا ہے وہ خواب کہ جو محبوبِ حقیقی کے لیے خلوت خانہ اور دیکھنے والا بے حجاب ہے' اس کا نام ''نوری خواب'' ہے۔

دوم: دیدار کا دیکھنا مراقبے میں جائز ہے وہ مراقبہ جو موت کی طرح حضور مولیٰ میں پہنچا دے۔

سوم: دیدار کرنا روا ہے باعیان کہ دیکھنے والے کا جسم اس جہان میں ہو اور جان ملاہوت لامکان میں ہو' رؤیت اور دیدار کے یہ جملہ فیضِ فضل کے عظیم مراتب مرشدِ کامل سے حاصل ہوتے ہیں۔'' (نور الہدیٰ ص ۴۰)

''اگر بہشت و غلمان یا بے ریش لڑکوں کے خط و خال سے دیدارِ الٰہی کو متمثل کیا جائے تو درست نہیں' کیونکہ دیدارِ پروردگار بے مثل ہے۔ جو کہ اسمِ اللہ ذات کے تصور

سے حاصل ہوتا ہے جس کو اس بات پر یقین نہیں اگر اسے تمام قرآن' احادیث' تفسیر' اور اقوال مشائخ بھی بتائے جائیں اور ہر قسم کی نصیحت بھی کی جائے تو بھی اس بے دین کو اعتبار نہیں آتا۔ (عقل بیدار ص ۶۳)

گر تو خواہی دیدن رویت خدا	سر زگردن کن جدا بینی لقا
بے زبان ہم سخن باشی عیاں	مرتبہ لاہوت ایں است لا مکاں
سر بریدہ بے سرائے طالب بیا	بعد ازاں دیدن خدا بر تو روا

دیدارِ الٰہی کے لیے کس علم سے راہ حاصل ہوتی ہے اور کون سا علم اس کا گواہ؟ یہ بات اسمِ اللہ ذات کے تصور سے حاصل ہوتی ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ سے وحیِ نفس' وحیِ قلب' وحیِ روح اور وحیِ سِرّ کے ذریعے الہام ہوتا ہے' اسم ذات کے تصور سے نفس' قلب' روح اور سر سب کے سب نور ہو جاتے ہیں۔'' (عقلِ بیدار ص ۶۴)

طریقت میں بعض طالب تجلی شیطانی جو کہ نارِ مردود ہے دیکھ کر کہتے ہیں کہ ہم نے دیدار دیکھا۔'' (عقل بیدار ص ۶۵)

دیدار پروردگار کی تین علامتیں ہیں۔

اوّل: جو شخص دیدار دیکھتا ہے وہ ہمیشہ بیمار رہتا ہے اور اسے اہلِ دُنیا اور دُنیا سے اس طرح بدبو آتی ہے' جیسے مردار اور گندگی سے۔

دوسرے: یہ کہ جو شخص دیدار کرتا ہے وہ کشف و کرامات کے تمام مقامات سے بیزار ہوتا ہے۔

تیسرے: یہ کہ جو شخص دیدار سے مشرف ہوتا ہے وہ مستی میں ہوشیار ہوتا ہے۔ پہلے وہ لقا سے مشرف ہوتا ہے اور پھر اسے ولی کا خطاب ملتا ہے جس نے دیکھا اس نے بیان نہ کیا اور جس نے بیان کیا اس نے نہ دیکھا اور بعضوں کے لیے کہنا یا نہ کہنا برابر ہے۔ متقی ہمیشہ دیدار کو دیکھنے والا اور نفس کو دُنیاوی حرص و ہوا سے باز رکھنے والا ہوتا ہے' بعض قلب سے دیکھتے ہیں' بعض روح سے' بعض سر سے' لیکن بعض عارف جو خود نورٌ علیٰ

نور ہوتے ہیں' وہ ہر وقت حضور میں دیدار سے مشرف رہتے ہیں ایسے شخص کو عارف باللہ کہتے ہیں۔'' (عقل بیدار ص۱۲۲)

شیطان جب دیکھتا ہے کہ طالب قرب میں پہنچنے کو ہے' عنقریب مقامِ طریقت کو طے کر کے مقامِ حقیقت و معرفت میں میں پہنچ جائے گا تو وہ دونوں مقامات کے درمیان اپنی کل ذریت جمع کر کے عرش و کرسی' لوح و قلم' زمین و آسمان' بہشت و دوزخ حور و قصور وغیرہ صورت دکھاتا ہے اور خود زرین تخت پر بیٹھ کر دعویٰ کرتا ہے اور خدا بن کر طالب سے کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ عبادت کی ہے ہماری درگارہ میں قبول ہوئی اور پیشاب کا پیالہ بھر کر اسے دیتا ہے اسے پیو یہ شرابِ طہور کا پیالہ ہے' اگر اس نے پی لیا تو وہ پیشاب مقامِ نار میں آتا ہے اور شیطان اس سے کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ میری عبادت کی' سب میں نے تیری عبادت تجھے بخش دی' تجھے میرا دیدار کافی ہے کیونکہ تو میرے نور سے ہے اور میں تیرے نور سے ہوں' جو کچھ تیری زبان پر آئے کہہ ڈال اور جو کچھ تیرے سامنے آئے' کھالے' قلندر' اہلِ بدعت ہو جا یہ راز شر سے ہے جو شخص کہ خواب سے بیدار ہوتا ہے' استدراجِ ابلیس کو معلوم نہیں کر سکتا' نہ راہِ علم سے' نہ راہِ جہل سے' اس لیے ناقص اور بے باطن لوگ طالبوں کو گمراہ کرتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔'' (مجالستہ النبی ص۴۴)

دیدار کے مراتب اور علم شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور شریعت ہی ہر علم کی روحِ رواں ہے' بے شرع زندگی سراسر بے حیائی اور شرمندگی ہے۔ شریعت کی اصل حدیث اور قرآن شریف ہے' قرآن سے کوئی چیز بھی باہر نہیں اور نہ ہو گی۔''

''مولیٰ کے دیدار کی یہ کیفیت ہے کہ بعض مردود اہلِ بدعت' عکس' حسن اور خط و خال سے تشبیہ دیتے ہیں' ایسے لوگ بالکل جھوٹے اور مراتب لازوال میں بے جمعیت اور پریشان احوال ہوتے ہیں' غیر مخلوق کو مخلوق سے تشبیہ دینا سراسر کفر اور شرک ہے۔ جتنے مقام ہیں' مثلاً ازل' ابد' عرش' کرسی'' لوح' قلم' تحت الثریٰ اور بہشت' ان میں اگر کوئی کہے' میں نے اللہ کو دیکھا ہے تو وہ کافر ہے یہ از روئے حرص وہوا ہے' دیدار و لقا محضِ

فیضِ فضل اور عطا ہے' جو اسمِ اللہ ذات سے حاصل ہوتا ہے' جس وقت انوار کی تجلی ہوتی ہے' اس وقت کسی جگہ یا مقام کا نشان' نام تک نہیں رہتا' بلکہ لامکاں ہوتا ہے' جہاں پر لقاء دیدار سے مشرف ہوتا ہے] جو اس کا منکر ہے' جھوٹا کافر اور منافق ہے اور لقا بے شک وشبہ ہوتا ہے۔

نیست آنجا ازل وابد نیست دُنیا و بہشت
آن مکاں است لامکاں دیدار از سرشت

حضوری کے انوار میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس کی تمثیل نہیں دے سکتے جو کچھ کلام اللہ مع اللہ مدور پڑھتا ہے وہ قیامت تک رہتا ہے۔ (امیر الکونین ص ۶۲-۶۳)

واضح رہے کہ اسمِ اللہ ذات کے تصور والا اسمِ اللہ ذات کی برکت سے دونوں جہان کو تصور میں طے کر کے ہتھیلی یا پشت ناخن پر آسانی کے ساتھ اُٹھا سکتا ہے' لیکن انوارِ معرفت وتوحید الٰہی اور دیدارِ الٰہی کا بوجھ سنبھالنا بہت مشکل ہے۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ خود اپنے کرم ولطف سے طاقت عنایت فرمائے وہ اٹھا سکتا ہے۔ دُنیا میں وہ شخص بہت ہی احمق' بے عقل' بے شعور اور بے دانش ہے' جو دُنیا کی طرف مائل رہتا ہے اور معرفت الٰہی اور دیدار نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لذت کو حاصل نہیں کرتا' ایسے لوگ جھوٹے ہوتے ہیں اور جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جھوٹا میری امت میں سے نہیں۔''

آدمی کو زندگی اس لیے دی گئی ہے کہ وہ مشرف بلقا ہو سکے اور تمام ظاہری باطنی عبادات بھی اسی خاطر ہیں کہ وہ دیدارِ الٰہی مشرف ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اَىْ ليعرفون ۔

میں نے جنوں اور انسانوں کو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں یعنی کہ وہ میری معرفت حاصل کریں (یعنی مجھے پہچانیں)۔ فقیر اولیاء اللہ کے احوال اسی طرح ہوا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو بندے سے ایسے فرض کی طلب کرتا ہے' جس میں فرض

عین، فرض کفایہ سب کچھ شامل ہے۔" (امیر الکونین ص ۶۹-۷۰)

جس پیر و مرشد کو علمِ حضوری اور دیدار حاصل نہیں وہ طالب اور مرید کو ذکر و فکر میں لگا کر خراب کرتا ہے، ایسا شخص بالکل احمق ہے، اس نے ناحق اپنا نام پیر اور مرشدوں میں شمار کیا ہے۔ دیدار محض عنایتِ الٰہی ہے یہ مشرف بلقاء عارفوں کے مراتب ہیں جو ان پر یقین نہیں کرتا، وہ مردہ دل کور چشم اور بے حیا ہے، جو شخص اس دُنیا میں بھی (دیدارِ الٰہی سے) اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔" (امیر الکونین ص ۷۳)

دیدار کسی خاص مقام کے متعلق نہیں، نہ آج، نہ کل، نہ دُنیا، نہ قیامت، نہ بہشت کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی خاص مقام میں کہنا شرک ہے۔ پس دیدار کس طرح ہوتا ہے؟ دیدار یہ ہے کہ سر سے قدم تک انوار ہی انوار ہوتے ہیں۔

اور ان انوار میں دیدار ہوتا ہے۔ اس وقت کسی مقام کا نشان تک نہیں رہتا، اور لاہوت ولامکان ہوتا ہے۔

اے احمق! سُن! دیدار کے لائق کامل انسان ہوتا ہے، علمِ مسخرات جنونیت اور علم مسخرات موکلات اور مجلسِ ارواحِ انبیاء اور اولیاء کی ملاقات اور مسخرات کا علم اسم اعظم کی برکت سے ہوتا ہے ذکر و فکر، درود و وظائف سیرِ طبقات زمین و آسمان، عرش، کرسی اور لوحِ محفوظ کے مطالعہ کا علم اور ہے۔ یہ سارے علم اور مراتب سراسر بے جمعیتی اور پریشانی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دوری اور بے خبری ہے۔

علمِ انوار و دیدار پروردگار اور ہے، علمِ فنا، علمِ بقا، علمِ صفا، علمِ مشرف اور ہے۔ علمِ اسرار معرفت، محبت، مشاہدہ، اور طلب حی وقیوم، روشن ضمیر، فتحِ ابواب، فرحتِ روح، زندہ قلب، مردہ نفس خراب اور ہے۔ دن رات اسمِ اللہ کو مدنظر رکھنا اور اس کا منظورِ نظر ہونا اور بات ہے۔" (امیر الکونین ص ۷۴)

"میں علمِ دیدار کا عالم ہوں، مجھے نور ہی نور دکھلائی دیتا ہے۔ مجھے علم دیدار کے سوائے کوئی علم، ذکر، فکر، اور مراقبہ معلوم نہیں اور نہ ہی پڑھتا اور کرتا ہوں، کیونکہ تمام علم

فقر یک سر است اسرار از خدائے
ابتدائے انتہا بیند لقائے

(امیر الکونین ص ۸۱)

طلبِ الٰہی کے مدرسے میں وہی طالب سبق پڑھتا ہے جو دیدارِ الٰہی کی قدر و منزلت جانتا ہے' جو شخص اس کی عظمت سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ لاہوت ولامکان میں پہنچ جاتا ہے۔'' (امیر الکونین ص ۸۸)

واضح رہے کہ سلک سلوک کے ہر مرتبے کی ابتدا قرب الٰہی سے ہوتی ہے اور انتہا مجلس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان دونوں کے وسط میں دیدار ہے جو محض فضل الٰہی ہے ابتدائی اور انتہائی مراتب برائے نام ہیں' ورنہ ابتداء اور انتہا ایک ہی بات ہے۔ جو شخص رب العالمین کے دیدار سے مشرف ہو جاتا ہے اسے دُنیا مردار پسند نہیں آتی۔ جس میں یہ بات نہیں پائی جاتی وہ مشرف بدیدار ہی نہیں۔'' (امیر الکونین ص ۹۰)

''یہ دیدار شرعی نماز سے حاصل ہوتا ہے' بشرطیکہ وہ نماز زبان قلب و روح و سر سے ادا کی جائے' جو شخص بے سر سجدے میں جاتا ہے وہ مشرف بدیدار ہوتا ہے۔

سر سجدہ بود بیند خدا سجدہ نا دیدہ میکنی باشد روا

خاص الخاص آدمیوں کی نماز مشرف بدیدار ہوتی ہے' وہ روبرو سجدہ کرتے ہیں عام لوگوں کی نماز رسمی ہوا کرتی ہے۔'' (امیر الکونین ص ۹۹)

مردہ قلب اور افسردہ قالب ناسوت سے جو کچھ دیکھتا ہے اس کو لاہوت ولامکان' لقا اور مشاہدہ تجلیاتِ انوار ربانی خیال کرتا ہے اور اہلِ تقویٰ جو کچھ دیکھتا ہے وہ حور و قصور اور بہشت ہوتا ہے جب قیامت کے دن روحانی قبروں سے نکلیں گے' کسی کا رُخ بھی قبلہ کی طرف نہیں ہوگا' البتہ اہلِ دیدار روبقبلہ ہوں گے' کیونکہ اہلِ دُنیا فقر اور رسائل سے جو منہ پھیرتے ہیں' وہ قیامت کے دن روبقبلہ نہیں ہونے پائیں گے۔''

(امیر الکونین ص ۱۱۲)

آپ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کا طالب کوئی ہی ہوتا ہے۔ میں نے کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو معرفت، قرب اور دیدار کی خاطر علم پڑھتا ہو اور اس کی غرض اس سے روشن ضمیری اور بیداریٔ قلب ہو بلکہ وہ دُنیاوی رزق اور روزگار کی خاطر پڑھتے ہیں۔"

(امیر الکونین ص ۱۱۳)

"اگر کوئی شخص ساری عمر ریاضت اور تقویٰ میں بسر کرے اور علمِ فقہ اور مسائل پڑھتا رہے اور نماز، روزے اور نفلوں میں زندگی گزار دے اور دن رات تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے اور ذکر، فکر اور مراقبہ سے جاں بلب ہو جائے تو بھی جب تک مشرف بدیدار نہ ہو، کبھی اسے تصدیقِ قلبی حاصل نہیں ہو سکتی، کیونکہ اکہتر ہزار زنار کفر کے زنار سے بھی زیادہ سخت ہیں اور یہ اسی وقت ٹوٹتے ہیں، جب انسان مشرف بدیدار پروردگار ہو جاتا ہے، بعض کو یہ بات بے واسطہ نصیب ہوتی ہے، بعض اس بات کو جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے، فقیر لوگ پہلے ہی روز علمِ تصدیق اور علمِ دیدار کا سبق پڑھتے ہیں۔ اللہ بس باقی ہوس۔ اور وہی حقیقی مومن مسلمان ہیں۔

نہ آنجا نفس و قلب و روح دانی فنا فی الذات وحدت لامکانی

علم دیدار کا مطالعہ افسانہ وقصہ خوانی سے ہاتھ نہیں آتا۔" (امیر الکونین ص ۱۳۷)

اللہ تعالیٰ کی رؤیت عکس نہیں کیونکہ وہ معکوس نہیں اور نہ اسے زلف اور خط وخال سے مزین کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ غیر مخلوق ہے۔ اس واسطے اسے مخلوق سے تشبیہ دینا سراسر کفر ہے۔" (فضل اللقاص ص ۲۰)

اگر طالب طلب دیدار کرلے اور خواب میں یا مراقبہ عکس معکوسہ، حسن زلف اور خط وخالِ مخلوق دیکھ سکے تو سمجھ لے کہ یہ دیدار کی تجلیات نہیں۔" ...... (فضل اللقاص ص ۳۲)

دل میں غیر مخلوق نور آفتاب کی طرح طلوع کرتا ہے اور اہلِ دل کو انوار کی روشنی دیتا ہے اس روشنی سے اہلِ دل ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی۔" (فضل اللقاص ص ۳۳)

استغفار پڑھنی چاہئے۔ اس تجلی کے بعد شیطان لڑکے کی صورت میں اور پھر جوان کی صورت میں اور پھر بوڑھے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور پھر شیطانی صورت میں کہتا ہے کہ یہی فقیری کے مراتب میں' پھر وہ شیطان اندر سے ماضی' حال اور ماضی' حال اور مستقبل کی خبریں دیتا ہے اور لوگ خیال کرتے ہیں کہ فلاں فقیر صاحب کو کشف ہے' لیکن یہ مراتب اندرونی شیطان کا استدراج ہے۔ اس سے باخبر ہونا چاہئے جب ایسی شیطانی صورت میں ہم کلام ہو تو کلمہ طیبہ اور لاحول پڑھنی چاہئے' فوراً شیطانی صورت دفع ہو جائے گی' پھر نورانی صورت کی تجلیات جو اسمِ اللہ کے حروف سے نکلیں وہ قرآن وحدیث کے موافق ہیں۔'' (شمس العارفین ص ۴۷)

جو لوگ دیدار کے سوا کسی اور بات کے طالب ہیں وہ اہلِ مردار ہیں اہلِ دیدار کو مردار سے کیا واسطہ؟'' اگر تمام عارف ایک جگہ جمع کئے جائیں تو بھی فقر کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ غوث قطب اور عارف کو کیا قدرت کہ فقیر کے آگے دم مار سکے' اہلِ ذات' اہلِ درجات پر غالب ہیں...... (کلید التوحید کلاں ص ۱۳۴)

معرفت الٰہی اور حضوری مجلس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کامل مرشد کے وسیلہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔''

'' قلب ایک دفعہ بیدار ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ رؤیتِ ربوبیت میں مستغرق اور دیدارِ الٰہی کے لیے مشتاق' عاشق' دیوانہ' مبتلا اور متوجہ رہتا ہے' بعض کو مراقبہ میں بعض کو خواب میں وصال ہوتا ہے' بشرطیکہ وہ خواب وخیال نہ ہو' بعض عین عیان دیکھ لیتے ہیں ایسے لوگ نفس حُبِّ دنیا اور خطرات شیطانی سے بہت آگے نکل جاتے ہیں جو قلب ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے' اسے دائمی بقا حاصل ہوتی ہے اور دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو کر اسی میں مستغرق رہتا ہے۔''

'' مرشد خام بے بصر اور طالب خام خیال وہ نفس کی تجلیات دیکھتا ہے جو دراصل آگ کی تجلیات ہوتی ہیں' جسے وہ احمق خیال کرتا ہے کہ یہ دیدار ذات پروردگار کی تجلیات

ہیں، ایسا شخص نورِ حضور، معرفتِ حق سے بہت دُور ہوتا ہے۔" (قربِ دیدار ص ۴۷)

"جب اسمِ اللہ کا تصور درست ہو جاتا ہے تو نفس بالکل مر جاتا ہے اور جس طرف نگاہ کرتا ہے اسمِ اللہ کی تجلیات کے بے شمار انوار اس کو نظر آتے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ہے۔ ازل و ابد یا دُنیا عقبیٰ اور بہشت سے تشبیہ دینا موجب کفر و شرک ہے مومنوں اور عاشقوں کو دیدارِ وصال لامکان میں ہوا کرتا ہے اس سے بدن میں نور اور روح میں رحمت آ جاتی ہے جس وقت اور جہاں دیدار ہوتا ہے اس کی مثال نہیں دے سکتے، جو عاشق دیدار کر لیتا ہے وہ مستی ہوشیاری میں دیکھتا رہتا ہے اور اپنی ہستی سے بیزار ہو جاتا ہے کتنا ہی وہ دیکھتا رہے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ بلکہ ھل من مزید ہی پکارتا ہے۔" (عقلِ بیدار ص ۱۴۵)

"یاد رہے اور سالکانِ طریقت خبردار ہو جائیں کہ خدا تعالیٰ مکان و زمان سے منزہ ہے نہ وہ مشرق و مغرب میں ہے، نہ جنوب و شمال میں، نہ تحت فوق میں، نہ چاند اور سورج میں نہ آب و گل میں نہ خاک و آتش میں نہ وہ کسی کی قیل و قال میں اور نہ انسان کے خط و خال اور صورت جمال میں، نہ ورد و وظائف میں، نہ تقویٰ اور پارسائی میں، نہ گداگروں کی گدڑی میں اور نہ کسی کے لب بستہ میں ہے وہ ان سب سے پاک و منزہ ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (الشوریٰ:۱۱)

اس جیسی کوئی شے نہیں اور وہ سب کی سنتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

(عین الفقر ص ۳)

"جن لوگوں کو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذات خود اپنے دستِ مبارک سے اس دریائے وحدانیت میں پھینکتے ہیں۔ وہ لوگ اس میں غوطہ لگا کر توحید کے غوطہ خور ہو جاتے ہیں فقر فنا فی اللہ کے درجے کو پہنچ جاتے ہیں، ان میں سے بعض غوطہ لگا کر سالک مجذوب اور بعض مجذوب سالک صاحب اہلِ توحید ہو جاتے ہیں۔ نورِ توحید کے دریا کی مثال نہیں دے سکتے۔ لامکان کی آواز غیر مخلوق ہے اس کی تمثیل نہیں۔ اس مکان کا نام

لامکان اس واسطے ہے کہ وہاں دُنیاوی گندگی کی بوتک نہیں۔

اور نہ وہاں ہوائے نفسانی کا گذر ہے' وہاں تو ہمیشہ غرقِ بندگی رہتے ہیں۔ شیطانؔ کا لامکان میں پہنچنا ناممکن ہے لامکان کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ اس کے دیکھنے کے لیے خاص آنکھوں کا ہونا ضروری ہے۔ (کلید التوحید کلاں ص ۱۳۱)

صلی اللّٰہ علٰی حبیبہٖ محمد و آلہ وسلم دائمًا ابدًا کثیرًا کثیرًا

من ازل الأزال الٰی ابد الأبدینؔ

وصالِ حق کے بعد عبادت کے شرک ہونے کا مفہوم

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (سورۃ الحجر، پ:۱۴، آیت ۹۹)

''اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔''

(ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

عبادت میں لگے رہنے کا یہ حکم سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہو رہا ہے۔ تو پھر امتی عبادت الٰہی سے کیونکر بری اور بے نیاز ہو سکتا ہے۔

بعض لوگ اس آیتِ کریمہ سے یہ مفہوم لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب و وصال حاصل نہ ہو۔

حالانکہ ہم سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ سید الانبیاء محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر اس کائناتِ ارض و سما میں ربِّ ذوالجلال کا عارف اور محرمِ راز کوئی نہیں۔ آپ کی بندگی اور عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ راتوں کو جاگ جاگ کر اس قدر نوافل پڑھتے اور تلاوتِ قرآن مجید فرماتے کہ حالتِ قیام میں کھڑے کھڑے آپ کے پائے مبارک پر ورم آ جاتے۔ مگر عبودیت و نیازمندی کے اس پیکرِ جلیل کے پائے ثبات میں لغزش نہ آتی۔

خالقِ کائنات جلّ جلالہ کی شکر گزاری کا عظیم مظاہرہ ... رسول صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے لیے باعثِ تسکینِ روح وجاں ہے۔ باعثِ تقویتِ دین وایماں ہے۔ اسی کمال بندگی سے شرفِ انساں ہے جو لذتِ بندگی سے ناآشنا رہا وہ بے عقل وحیواں ہے۔ بے سروساماں ہے۔ بدونِ عبادت بے ایماں ہے، ضعیف ولاغر ہے اگرچہ جواں ہے تارکِ ذکر وعبادت رفیقِ شیطاں ہے۔ اگرچہ نام کا مسلماں ہے۔

ایسے ہی شیطان صفت اور نام نہاد پیروں اور صوفیوں کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اگر ملحد، جو دینِ باطل کی طرف مائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز اس وقت تک فرض ہے جب تک یقین نہ آجائے۔ جب یقین حاصل ہو جائے تو پھر نماز روزہ وغیرہ تمام اس سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ یہ شیطانی حیلہ اور نفسیاتی حجت ہے۔ ایسا شخص کافر بے دین ہے۔'' (کلید التوحید کلاں، ص:۲۲۷)

علاوہ ازیں آپ فرماتے ہیں۔

''جو شخص باطن میں نمازِ حضوری کا دعویٰ کرے اور کہے کہ مجھے ظاہری نماز کی ضرورت نہیں، وہ جھوٹ کہتا ہے۔ جب نماز فرض کا وقت ہوتا ہے تو عارف لوگوں کو جناب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس سے حکم ہوتا ہے کہ جاؤ اور وقتی نماز ادا کرو ورنہ حضوریٔ مجلس تم سے سلب ہو جائے گی۔''

(کلید التوحید کلاں، ص:۴۰)

''جس شخص کو لی مع اللہ فنافی اللہ مع قرب اللہ حاصل ہے اس کے لیے درود وظائف ذکر فکر اور اعضائی عمل کی طرف متوجہ ہونا گناہ ہے۔ غوث قطب بمنزلہ اُمراء اور فقیر بمنزلہ بادشاہ کے ہیں۔ بادشاہ کو عدل سے کام نہ کہ محنت ومشقت سے۔ اس کو گفتگو سے کیا واسطہ۔ یہ تو روبرو مشرف بہ حضور ہو کر کلام کرتا ہے۔'' (امیر الکونین، ص:۱۱)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ العزیز کو دائم اور ہمہ وقت

"جس روز اللہ تعالیٰ نے ارواح کو مخلوق (پیدا) کیا اور مجھے ازلی قوت سے پیدا کیا۔ اسی روز سے فیضِ فضلی اور کرم سے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ اس دن سے لے کر اب تک ہر دم، ہر ساعت، ہر لحظہ، ہر لحمہ میں دیدارِ الٰہی میں مستغرق ہوں۔ اگر چہ دُنیا میں عوام کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہوں لیکن باطن میں مشرف بدیدار رہتا ہوں۔ قبر میں بھی رہوں گا۔ قیامت میں بھی مشرف بدیدار رہوں گا۔ مجھ پر حور وقصور پر نگاہ کرنا حرام ہے۔" (امیر الکونین، ص:۷۸)

آپ مزید فرماتے ہیں:

"میں علم دیدار کا عالم ہوں۔ مجھے نور ہی نور دکھلائی دیتا ہے۔ مجھے علم دیدار کے سوائے اور کوئی علم، ذکر، فکر اور مراقبہ معلوم نہیں اور نہ ہی پڑھتا ہوں اور کرتا ہوں۔ کیونکہ تمام علم دیدارِ الٰہی کی خاطر ہیں، سو وہ مجھے حاصل ہے۔" (امیر الکونین، ص:۷۸)

ان احوال ومشاہداتِ باطنی کے بارے میں بجائے اس کے کہ یہ فقیر پر تقصیر کوئی بے جا تاویل کرے، خود حضور سیدنا سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ دائماً ابداً کے فرمودات وارشادات کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا تا کہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عاشق، مقرب، معشوق الٰہی، منظورِ نظر خدا، مجلسِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دائم حاضر اور نورِ مطلق کی توحید میں غرق ہو۔ اس وقت عبادت کا ترک کرنا ہی سعادت ہے۔ کیونکہ اس وقت عبادت، معرفتِ خدا سے باز رکھتی ہے۔

چنانچہ فرمایا ہے: "ومن اراد العبادة بعد الحصول الوصول فقد كفر واشرك بالله تعالى" "جس نے اللہ تعالیٰ کو حاصل کر لینے اور اس سے مل جانے کے بعد عبادت کی۔ گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے کفر اور شرک کیا۔"

کیونکہ حصول ووصول کے مراتب حق الیقین ہوتے ہیں۔ اسی واسطے وہ ہمیشہ مشاہدۂ حضوری میں ہوتا ہے۔ جو شخص حضور سے روگردانی کرتا ہے اور حضور سے عبادت کو اچھا جانتا ہے۔ ایسا شخص چونکہ حق کو پوشیدہ کرتا ہے اس لیے کافر ہو جاتا ہے۔"[1]

(امیر الکونین، ص:۲۶)

آپ اس بارے میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ مقام عارفوں کا ہے کہ معبود کے ساتھ ہمیشہ استغراق رکھتے ہیں۔ بلکہ اس مقام میں توجہ اور تفکر اور دلیل اور عقل اور وہم اور خیال اور مراقبہ اور علمِ ظاہری یہ سب حجاب اکبر ہیں۔ اس واسطے کہ عارف باللہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو وحدت کے ساتھ غرق ہو اور شوق کے ساتھ مسرور ہو اور یا مجلسِ محمدی میں حاضر ہو۔ پس جو کوئی ان دونوں حالتوں سے تصور اور تفکر کی جانب آئے یا دیوانہ ومجنون ہو یا استدراج میں پڑ جائے یا رجوعاتِ خلق کے مراتب میں رہے۔ اسی واسطے کہا (گیا) ہے۔

"من اراد العبادة بعد حصول الوصول فقد كفر واشرك بالله تعالٰى ۔"

یعنی جو شخص ارادہ کرے عبادت کا وصول کے حاصل ہونے کے بعد۔ پس تحقیق اس نے کفر کیا اور شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

یعنی جس کسی کو مجلسِ محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حضوری تمام ہو اس میں عباداتِ نوافل کب سمائے۔ اس واسطے کہ وہ فرض ہے یعنی توحید میں غرق ہونا اور مجلس محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سنت ہے۔ پس جو شخص فرض وسنت سے فارغ نہ ہو۔ اس کو عباداتِ نوافل کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی اللہ بس باقی ہوس۔ (محک الفقر کلاں، ص:۴۰)

---

[1] معشوق جب دور ہوتا ہے تو اس کی باتیں سننے میں مزہ آتا ہے اور طبیعت اس کی طرف رجوع ہوتی ہے اور اس کا تصور بندھ کر لذت آتی ہے مگر جب عاشق معشوق کی ذات میں فنا ہو جائے تو پھر کسی کے بلانے اور پکارنے سے طبیعت بٹ جاتی ہے اور ہجر ہوتا ہے۔" (ذکر خیر، ص:۵۶ ملفوظات حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حالاتِ زندگی سے ظاہر ہے کہ آپ سے تمام عمر کوئی مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔

آپ فرماتے ہیں:

''صاحبِ راز وہ ہے کہ اس سے کوئی وقت قضا اور فوت نہیں ہوتا۔ ہر وقتِ نماز باراز اور راز بانماز ہے۔ صاحبِ مولیٰ بے نیاز ہے۔ جب اس کو وقت بانماز آتا ہے۔ حضور باطن سے حکم ہوتا ہے کہ جانماز پڑھ ورنہ حق کی معرفت سے سلب ہوگا۔ پس صاحبِ راز نماز پڑھتا ہے۔'' (محک الفقر کلاں، ص: ۲۶۷)

''اکثر فقراء کہتے ہیں کہ فقر میں ایک مقام ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے نور کا دریا کہتے ہیں۔ جو اس دریا میں پہنچتا ہے اور غوطہ کھاتا ہے، نماز، روزہ، حلال اور حرام اس پر معاف ہے۔ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔

مصنف، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اس دریا میں پہنچا اور اللہ تعالیٰ کے نور کو تحقیق کیا۔ یہ مارے ہوئے طریقت کے ہیں کہ درمیان حلال اور حرام کے فرق نہ کیا اور نماز کو قضا بے رضائے خدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نور کے مقام سے پیشتر یہ شیطان کی آگ کے مقام میں پریشان ہیں۔ اہلِ بدعت رہزن ہیں۔ جو شریعت کے خلاف کرے، طریقت میں خراب اور پریشان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی حقیقت کو نہیں پہنچے اور معرفتِ مولا سے محروم رہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نور کے دریا میں پہنچے۔ ہر عبادت اس کی زیادہ ہو جائے۔ پس عارفان نے طریقت اور حقیقت اور معرفت اور تمامیتِ فقر، شریعت میں پائی ہے۔ اور شریعت کو اپنا پیشوا بنایا ہے۔

ناتوانی خویش را با شرع پوش
عارفان ایں کے پسندند شرب نوش

(محک الفقراء کلاں، ص: ۲۹۰-۲۹۱)

''جو شخص کہ حق کو پاتا ہے، باطل کو وہ خود بخود چھوڑ دیتا ہے۔''

اور یہ شخص صاحب مقام محبوبیت ہوتا ہے۔ظاہر باخلق وباطن باخلاق۔اذا تم الفقر فهو الله ۔(جب فقر تمام ہوتا ہے وصال حق ہوتا ہے) حلال کھاتا ہےاور حرام سے بچتا ہے۔شب وروز نفس کے محاسبہ میں رہتا ہے، کفر سے بیزار۔ اسلام سے خلوص واخلاص رکھتا ہے۔چہارم مقام نورالعین ہے۔جو مقام فنافی اللہ بقاباللہ ہے۔اگر طالب کواس مقام میں ہجر ہوتو غرق ہونے تک آتشِ ہجر سے سوختہ ہو جائے۔پھر اگر وصال ہوتو حوصلہ وسیع ہو۔ بلکہ پریشان اور غمگین بھی نہ ہو۔اور وصال میں غم کھانا کفر وشرک ہے۔جیسا کہ حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا ہے۔

"من ارادالعبادة بعد الوصول فقد كفر واشرك بالله تعالىٰ ۔"

(جس نے وصالِ حق کے بعد عبادت کا ارادہ کیا۔خدائے تعالیٰ کے ساتھ اس نے کفر وشرک کیا۔)

جو شخص مولا سے روگردانی کرے وہ ابلیس علیہ اللعنۃ کے مرتبے کو پہنچتا ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شرک سے بیزاری ظاہر کی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول بیان فرمایا ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ؁ (سورۃ الانعام،۶:۷۹،پ:۷)

(میں نے صرف اسی ذات کی طرف رجوع کیا جس نے آسمان وزمین پیدا کیے۔اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔)

بلکہ طلبِ وصال بھی شرک ہے۔

طالبِ وصال شدن غایت کوتاہ نظر تست
دوست در دل مقیم است چہ ہجراں چہ وصال

ترجمہ:وصل چاہنا بھی بڑی تنگ نظری ہے۔جب دوست دل میں مقیم ہے تو پھر ہجر اور وصال کا کیا مطلب؟(مجالسۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،ص:۲۱)

بعض لوگ تجلیاتِ ناری میں بھٹک کر صراطِ مستقیم سے دور ہٹ جاتے ہیں۔ حق وباطل میں امتیاز نہ کر سکنے کی بنا پر گمراہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ اس امر کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تجلی ناری کہ اس سے نارِ نفس یعنی غصہ وغضب وعداوت وکینہ نارِ شیطانی حرص وطمع وطلبِ دُنیا ومعصیت وگناہ ونا ورِ جنونیت۔ جس سے طلبِ رجوعاتِ خلق وحرص ترقی درجاتِ دُنیا وپیروئ اہلِ دُنیا واہلِ شرب پیدا ہوتی ہے۔ آخر کو اس مرتبہ والا اہلِ بدعت واستدراج وتارک الصلوٰۃ ومانع زکوٰۃ ودج ہو جاتا ہے۔ کفار وفجار اور اہلِ بدعتِ استدراج سے خلوص رکھتا ہے۔ کیونکہ مقامِ انا وفرعونیت اس کی طرف رُخ کرتا ہے۔ اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نیکی وبدی میں تمیز نہیں کر سکتا۔ یہ سب تجلیاتِ ناری سے ہیں۔ اس تجلّے میں جو کچھ ہو۔ اس پر اعتبار اور بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ ہر ایک خلافِ شرع بات مردود ہے اور یاد رکھو کہ کل مقامات عرش سے فرش تک سب طالب کے امتحان کے لیے ہیں۔ ان میں جو مقام بھی خالق سے روک دے وہی شیطان ہے۔ دیکھو مقامِ ملائکہ مقامِ کمالِ انسانیت سے کم ہے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ٥

(ہم نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اسی لیے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔)

یہ تجلیاتِ ناری ونوری سے دس لاکھ ستر ہزار مقامات ہیں اور سب مقامات طریقت میں ہوتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ طریقت میں ہزاروں طالب گمراہ ہو گئے ہیں اور رجعت میں آ کر پریشان ہو گئے ہیں۔ یہ ہزاروں میں سے اکثر بے خود اور مجنون ہو کر مر گئے ہیں۔ اور وہ لوگ بہت کم ہیں، جو سلامتی کے ساتھ حقیقت کو پہنچ کر اپنے مقصود میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ (مجالسۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۲۲-۲۳)

شیطان جب دیکھتا ہے کہ طالب قرب میں پہنچنے کو ہے۔ عنقریب مقامِ طریقت کو طے کر کے مقامِ حقیقت و معرفت میں پہنچ جائے گا تو وہ دونوں مقامات کے درمیان اپنی کل ذریّت جمع کر کے عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان، بہشت و دوزخ، حور و قصور وغیرہ صورت دکھاتا ہے اور خود زرّین تخت پر بیٹھ دعویٰ کرتا ہے اور خدا بن کر طالب سے کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ عبادت کی ہے ہماری درگاہ میں قبول ہوئی۔ اور پیشاب کا پیالہ بھر کر اسے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے پیو۔ یہ شرابِ طہور کا پیالہ ہے۔ اگر اس نے پی لیا تو وہ پیشاب مقامِ نار میں آتا ہے اور شیطان اس سے کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ میری عبادت کی۔ سب میں نے تیری عبادت تجھے بخش دی۔ تجھے میرا دیدار بس کافی ہے، کیونکہ تو میرے نور سے ہے۔ اور میں تیرے نور سے ہوں۔ جو کچھ تیری زبان پر آئے کہہ ڈال اور جو کچھ تیرے سامنے آئے کھالے۔ قلندر اہلِ بدعت ہو جا۔ یہ رازِ شر سے ہے۔ جو شخص کہ خواب سے بیدار ہوتا ہے۔ استدراجِ ابلیس کو معلوم نہیں کر سکتا۔ نہ راہِ علم سے نہ راہِ جہل سے۔ اس لیے ناقص اور بے باطن لوگ طالبوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں۔'' (مجالسۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

العبادۃ بعد الوصول کے شرک و فکر ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ فرض نماز کو چھوڑ دیا جائے۔ فرائض و واجبات اور سننِ مؤکدہ کو ترک کر دیا جائے۔ بلکہ یہ خاص الخاص نفوسِ قدسیہ کی خاص اوقات میں خاص احوال و کیفیات کی طرف اشارہ ہے۔ یا پھر حضور و دیدار سے منہ موڑ کر قصداً اور تکلف کے ساتھ عباداتِ نوافل کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے۔

حضور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیئے کہ ذکر، فکر، عقل، مذکور، الہام، جسم و روح سے تعلق رکھتا ہے اور غرقِ نور حضور، سر سے تعلق رکھتا ہے۔'' (محک الفقراء کلاں، ص: ۲۲۳)

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''دیدار کے مراتب اور علمِ دیدار شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور شریعت ہی ہر علم کی روحِ رواں ہے۔ بے شرع زندگی سراسر بے حیائی اور شرمندگی ہے۔

شریعت کی اصل حدیث اور قرآن شریف ہے۔ قرآن مجید سے کوئی چیز بھی باہر نہیں اور نہ ہوگی۔ (امیر الکونین، ص:۱۱۷)

''ذکر اور علم اہلِ حضور کے لیے بے ادبی ہے اور حضور بھی وحدانیت کی جدائی ہے۔ تاوقتیکہ وحدت اور توحید میں غرق نہ ہو جائے اور وحدت میں غرق نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ سے بیزار اور محبت میں فنا ہو کر علم اور ذکر کو فروگزاشت نہ کرے۔''

(عین الفقر، ص:۱۷۴)

''واضح رہے کہ ذکر یاد کو کہتے ہیں۔ اور یاد یکتائے فی اللہ ہونے کے لیے ہوتی ہے۔ جو غرق اور یکتا ہو گیا۔ اسے پھر ذکر اور یاد کی ضرورت نہیں۔ یکتا ہونے کے بعد اگر ذکر یا یاد کی طرف رجوع ہو تو رد وکفر میں داخل ہے۔ یاد اور ذکر نفسانی اور شیطانی خصلتوں کے دفعیہ کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر ان کے دفعیہ کے بعد پھر یاد اور ذکر میں مشغول ہو تو فساد برپا ہوتا ہے۔ جب اسے مشاہدۂ ذات اور قربِ الست حاصل ہو اور غیر فی الحضور ہو اور عین بعین مشاہدہ کرتا ہو تو پھر اس کے لیے ذکر باعثِ کفر ہے کیونکہ جو شخص قربِ الٰہی معرفت اور وصالِ الٰہی سے لوٹ کر قال کی طرف آتا ہے۔ اس پر کفر کیونکر لازم نہ آئے۔ یہ مراتب صحیح تصدیق کے ہیں۔ یہاں پر تسبیح درکار نہیں یہ باطنی راہِ وصال کے متعلق ہے نہ کہ قال کے۔'' (توفیق الہدایت، ص:۲۱-۲۲)

حضور سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بارہا اس حقیقت کو آشکار کیا ہے۔ آپ مزید اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

جناب پیرانِ پیر دستگیر محبوبِ سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''من اراد العبادۃ بعد حصول الوصول فقد کفر واشرک

باللہ ۔"

(جس شخص نے مراد پانے کے بعد عبادت کا ارادہ کیا۔ اس نے بلاشک وشبہ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ سے شرک کیا۔)

اے عزیز! عبادت بیگانگت میں ہے اور وصول یگانگت میں۔

پس یگانگت سے بیگانگت کی طرف رُخ کرنا محض شرک ہے۔ نیز وصول محویت ہے اور عبادت میں ذکر، فکر، واہمات، خطرات، رجعت، شرک اور کفر ہے۔ جو شخص سرود وساز سے، ذکر کرتا ہے وہ باطن میں معرفت الٰہی اور قربِ خدا سے محروم ہوتا ہے۔ بلکہ اہلِ بدعت ہے اور نفس کا تابع ہے۔ (توفیق الہدایت، ص:۲۸)

"جو شخص قرب ودیدار کے یہ اعلیٰ مراتب چاہتا ہے اسے دن رات شریعت کی کوشش کرنی چاہئے اور شریعت کا ہی لباس پہننا چاہئے اور ذرہ بھر بھی خلاف شرع نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا شخص ضرور بالضرور عارف باللہ ہو جاتا ہے۔" (فضل اللقاصد، ص:۶۳)

"جو شخص جناب پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضوری، شریعت، امر معروف اور نص حدیث سے قدم باہر رکھتا ہے۔ وہ مردود، خبیث، ابلیس، ظاہر و باطن میں اہلِ بدعت، اہلِ سرود، حسن پرست اور خط وخال کا دیکھنے والا ہوتا ہے۔" (کلید التوحید کلاں، ص: ۲۴۰)

صوفیائے کاملین کا تو یہی پیغام ہے کہ کسی حال میں بھی شریعتِ مطہرہ سے روگردانی نہ کی جائے بلکہ وہ تو اسے معیارِ حق گردانتے ہیں۔ اور خلاف شرع چلنے والوں کی شعبدہ بازیوں کو استدراج سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو لوگ شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت وانحراف کا رجحان پیدا کرنے میں مصروف ہیں وہ محض فریبی، کذاب اور ریا کار صوفی اور پیر ہیں۔ حضور سیدنا سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ حضور ودیدارِ الٰہی میں ہمہ وقت غرق ہیں۔ مگر شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر قدم پر ملحوظ خاطر رکھا۔

آج کوئی نام نہاد اور جاہل پیر حضور و دیدار کا دعویٰ کرے اور فرض نماز کا بھی تارک ہو تو وہ پیر و پیشوا بننے کے قابل نہیں ہے۔

سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حضور و دیدار کا یہ عالم ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

''تصورِ حضور کا نور اور تصرف مغفور میرے ساتوں اعضاؤں میں اس طرح مل گیا ہے جیسے دودھ میں پانی۔ اگر میں نورِ حضور کو چھوڑنا چاہتا ہوں تو وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ اگر میں انوارِ تجلیات کے دیدار کی گرمی سے عاجز ہو کر بھاگنا چاہتا ہوں تو نورِ حضور مجھ پر غالب آ جاتا ہے۔'' (امیر الکونین، ص:۷۸)

آپ فرماتے ہیں:

کسے خواہد کہ باحق یار باشم — نماز دائمی ہوشیار باشم

تن جدا و سر جدا و دل جدا — ہر کہ تسبیحش بخواند باخدا

باہو رحمۃ اللہ علیہ پردہ است ماراں آں نماز — در حضوری غرق گشتم جاں بباز

ترجمہ: ''جو چاہے کہ میں اللہ کا یار بن جاؤں اور نمازِ دائمی کے ذریعے غفلت سے نکل کر ہوشیار ہو جاؤں تو چاہیے کہ اس کا جسم اور سر اور دل ایک ہو۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ باہو رحمۃ اللہ علیہ! ہمارے لیے ایسی نماز حجاب ہے۔ جان دے کر میں حضوری میں غرق ہوا۔''

اگرچہ ان مراتب کو طے کر لے۔ تاہم ہر وقت ایک وقت سے دوسرے وقت تک نماز کا منتظر رہے۔ ورنہ اس کے مراتب سلب ہو جائیں گے اور مقامِ استدراج میں رہ جائے گا۔ (نعوذ باللہ منہا) (عین الفقر، ص:۱۴۹)

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار سو اصحاب ایسے تھے جو کوئی ریاضت و مجاہدہ نہ کرتے تھے۔ ان کو روزہ، نماز سے چنداں شغف نہ تھا۔ نہ کچھ کھاتے اور نہ ہی کچھ پیتے تھے۔ پس ان کی عبادت اور ہر وقت کی خوراک صرف حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار پاک ہی تھا۔ (اسرارُالتوحید، ص:۷)

ان لوگوں کی عقل ودانش پر بڑا افسوس ہے کہ نبی اکرم سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فرض نماز اور روزہ سے عدم دلچسپی اور عدم شغف کا بہتان لگاتے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تو منافقین بھی باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ باجماعت نماز ادا کرنے سے کیا ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار پاک نہ ہوتا تھا؟

مذکورہ بہتان لگانے والے صاحب بار بار رنگ بدلتے ہیں۔ کبھی نماز کی تلقین کرنے لگتے ہیں۔ اور کبھی شیطان کے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کو عین توحید قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> ''انا الحق کہنے میں کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں ہے بلکہ یہ عین ادب ہے۔''

> ''خواہ کوئی بت کو ہی سجدہ کیوں نہ کرے۔ وہ دراصل اللہ ہی کو سجدہ ہے۔ خواہ سجدہ کرنے والا جانے یا نہ جانے۔ کیونکہ وجود میں سوائے خدا کے غیر موجود ہی نہیں۔''

آگے چل کر کہتے ہیں:

''شیطان کا سجدہ نہ کرنا یہ مقام ہے العبادت بعدالوصول شرك بالله۔ اسی واسطے عارفین نے فرمایا ہے کہ جب تک انسان شیطان سے توحید کا علم حاصل نہ کرے تب تک عارف نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو شیطان نے ان کی طرف پیٹھ کرلی اور ملائکہ کے اس شرک کو مشاہدہ نہ کرسکا۔''

(اسرارُالتوحید، ص:۲۳۷)

ان تمام امور کا قائل ہونے کے باوجود یہ صاحب ''وجودی'' نماز پنجگانہ کی اہمیت

وفرضیت سے انکار نہیں کر سکے۔

کہتے ہیں: ''نماز بڑی ضروری چیز ہے۔ خداوند کریم نے قرآن پاک میں سات سو بار فرمایا ہے کہ قائم کرو نماز کو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخیر وقت بھی فرماتے گئے۔ الصلوٰۃ، الصلوٰۃ، الصلوٰۃ۔ جو کہتے ہیں کہ ہم باطنی نماز ادا کرتے ہیں وہ محض جھوٹے اور بجتی ہیں۔

کیا حسین علیہ السلام اس باطنی نماز سے واقف نہ تھے، جنہوں نے سر ہی سجدہ میں دے دیا۔

شریعت را مقدم دار اکنوں
طریقت از شریعت نیست بیروں

(اسرار التوحید، ص:۲۲۷)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہلِ دیدار کی یہی علامت ہے کہ کلمہ طیبہ، تلاوت، قرآن، اذان، اور نماز ان کے لیے بمنزلہ آوازِ سرمود ہے۔'' (عقلِ بیدار، ص:۳۱)

صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ وسلم ٥

حقیقتِ روح

بحرِ معرفت میں غوطہ زن ہونے والے کچھ لوگ روح کی حقیقت کو سمجھنے میں لغزش کا شکار ہو گئے' جس کی بنا پر غلط عقائد ونظریات تصوف میں داخل ہو گئے اور کچھ لوگ آج تک انہیں ملحدانہ نظریات پر قائم ہیں اوران کا سرِ عام اظہار کرتے ہیں۔ ایک بزرگ متواتر تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت کرتے رہے کچھ لوگ اس کو قدیم کہتے ہیں آیئے بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں روح کی حقیقت سے باخبر ہونے کی کوشش کریں۔

صاحبِ کشف المحجوب حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''تو جان لے کہ روح کی ہستی کا علم ہونا ضروری ہے اور اس کی کیفیت معلوم کرنے سے عقل عاجز ہے اور علماء اور حکماء میں سے ہر شخص نے اپنے قیاس کے موافق اس میں کلام کیا ہے اور اصنافِ کفرہ کا بھی اس میں کلام موجود ہے جیسا کہ کفار قریش نے یہودیوں کے سکھلانے سے خضر بن حارث کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روح کی کیفیت دریافت کرے اور نیز اس کی ماہیت سے اطلاع حاصل کر کے آئے خداوند تعالیٰ نے پہلے اس کے عین کو ثابت کیا اور فرمایا: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ یعنی تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں پھر اس کے قدم یعنی قدیم ہونے کی نفی کی اور فرمایا: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الارواح جنود مجندة ......اختلف

"یعنی روح لشکر جمع کیے ہوئے ہیں پس جو آپس میں آشنا ہوئے وہ آپس میں محبت کرنے لگے اور جو آشنا نہ ہوئے وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے"......ایک گروہ نے کہا ہے اَلرُّوْحُ هُوَالْحَيٰوةُ الَّتِيْ يُحْيِيْ بِهَا الْجَسَدُ

"یعنی روح وہ ایک زندگی ہے کہ بدن اس سے زندہ ہوتا ہے۔"

اور متکلمین کے ایک گروہ کا بھی یہی خیال ہے اور اس معنی کی رو سے روح عرض ہے اس لیے کہ حیوان کی زندگی اللہ عزوجل کے حکم سے اس کے ساتھ ہے اور رغبت اور الفت اور اجتماع کی حرکت اسی سے ہے اور ایسے ہی ہیں وہ اعراض کہ جن سے شخص ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ہوتا ہے اور دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ روح زندگی کے ماسوا ایک چیز ہے مگر زندگی کا وجود اس سے قائم ہے جیسا کہ روح نہیں پائی جاتی مگر ساتھ جسم کے اور دونوں میں سے ایک دوسرے کے سوا نہیں پایا جاتا۔ جیسے درد اور اس کا علم اس لیے کہ وہ دونوں چیزیں جدا نہیں ہیں......

جمہور مشائخ اور بہت سے اہلِ سنت و جماعت کا یہ مذہب ہے کہ روح جوہر ہے عرض نہیں کہ جب وہ قالب سے پیوست ہوتا ہے تو خداوندِ کریم کی عادتِ مجریہ کے مطابق قالب میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور آدمی کی زندگی صفت ہے اور اس کی زندگی اس کے ساتھ ہے مگر روح اس کے جسم میں ودیعت یعنی امانت رکھی گئی ہے اور یہ بھی جائز ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی سے جدا ہو اور مرنے کے بعد زندہ رہے۔

جیسا کہ خواب کی حالت مین روح چلی جاتی ہے اور وہ زندہ رہتا ہے مگر یہ جائز نہیں کہ اس کے چلے جانے کی حالت میں عقل اور علم رہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارواح شہدا کے پرندوں کے پوٹوں میں رہتے ہیں۔ پس لامحالہ اس کا جوہر ہونا ضروری ٹھہرا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الارواح جنود مجندۃ اور جنود کا باقی رہنا ضروری ہے اور عرض پر بقا جائز نہیں ہوتی اور عرض اپنی ذات کے

ساتھ قائم نہیں ہوتا پس وہ ایک لطیف جسم ہوتا ہے جو کہ خدا کے حکم سے آتا ہے اور اسی کے حکم سے جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے معراج کی رات آدم صفی اللہ، یوسف صدیق، موسیٰ کلیم اللہ، ہارون حلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین کو آسمانوں میں دیکھا تو ضرور بالضرور وہ ان کی روحیں ہی تھیں اگر روح عرض والی ہوتی تو اپنی ذات کے ساتھ قائم نہ ہوتی یہاں تک کہ ہستی کی حالت میں اس کو نہ دیکھا جا سکتا اس لیے کہ کہ اگر عرض ہوتی تو اس کے وجود اور ہستی کے لیے محل کی ضرورت ہوتی اور وہ محل جوہر ہوتا اور جواہر مرکب اور کثیف ہوتے ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ لطیف اور جسم ہوگا اور جب جسم ہوگا اس کا دیکھنا بھی جائز ہوگا مگر دل کی آنکھ سے اور یہ بھی جائز ہوگا کہ پرندوں کے پوٹوں میں رہیں اور جائز ہوگا کہ لشکری ہوں اس لیے کہ لشکریوں کے لیے آمد و رفت ہوتی ہے اور ارواح کے لیے بھی آمد و رفت ہوتی ہے جیسا کہ احادیث اس پر ناطق ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ”یعنی فرما دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے“ اب اس جگہ بیدینوں اور ملحدوں کا اختلاف باقی رہا اور اس لئے کہ وہ روح کو قدیم کہتے ہیں اور اس کی پوجا کرتے ہیں اور اشیاء کا فاعل اور ان کا مدبر بجز اس کے اور کسی کو نہیں جانتے اور وہ روحوں کو معبود کہتے ہیں اور ان کو ہمیشہ کے لیے مدبر مانتے ہیں اور ایک شخص سے دوسرے کی طرف بدلنے والا سمجھتے ہیں اور کسی شبہ پر مخلوق اتنی مبتلا نہیں کہ جتنی اس پر متفق ہے اس لیے کہ اسی شبہ پر تمام نصاریٰ (عیسائی) ہیں ہر چند کہ مراد اس کے مخالف بیان کرتے ہیں اور تبت اور چین اور ماچین کے تمام ہندو اسی پر ہیں۔ شیعوں، قرامطہ اور باطنیوں کا اسی پر اجماع ہے اور دو گروہ باطل (صوفیوں کے) بھی اسی کے قائل ہیں......

میں ان تمام سے کہتا ہوں کہ تم سب اس لفظ قدیم سے کیا مراد لیتے ہو؟ محدث وجود میں مقدم یا قدیم ہمیشہ؟

اگر کہو کہ اس قول سے مراد محدث متقدم فی الوجود ہے پس (اس جواب سے) اصل اختلاف ختم ہو گیا اس لیے کہ ہم بھی روح کو محدث کہتے ہیں اور اس کے وجود کا تقدم ہے شخص کے وجود پر (یعنی روحوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے) اس لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْاَرْوَاحَ قَبْلَ الْاَجْسَامِ بِمَاتَیْ اَلْفَ عَامٍ

''یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے دو لاکھ سال پہلے پیدا فرمایا''

جب اس کا حادث ہونا درست ہوا لامحالہ حادث حادث کے ساتھ حادث ہوتا ہے اور یہ خداوندِ کریم کی مخلوق سے ایک جنس ہوتی ہے جو کہ دوسری جنس سے ملتی ہے اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے سے خداوند تعالیٰ اپنی تقدیر سے زندگی عطا فرماتا ہے تو روح کو جسم سے ملنے کا حکم دیتا ہے۔ جب روح جسم سے ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس میں زندگی عطا فرما دیتا ہے مگر اس کا ایک شخص سے نکل کر دوسرے شخص میں جانا جائز نہیں ہوگا اس لیے کہ ایک شخص کو دوبار زندگی (حیات) جائز نہیں اور ایک روح کو دو شخص بھی روا نہیں ہوتے۔

اگر علمی حقائق اس پر گواہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے علم و بیان پر گواہ نہ ہوتے تو از روئے عقل کے معقول روح زندگی کے بغیر کچھ اور نہ ہوتی وہ عرض ثابت ہوتی نہ کہ جوہر اور اگر کہو کہ ہماری مراد اس قول سے ہمیشہ کا قدیم ہونا ہے یعنی روح ہمیشہ سے قدیم ہے میں کہتا ہوں کہ اپنی ذات سے قائم ہے یا غیر سے؟ اگر کہو قدیم بالذات ہے میں (علی بن عثمان جلابی) کہتا ہوں کہ وہ خداوند عالم ہے یا نہیں؟ اگر تم کہو کہ خداوند عالم نہیں ہے تو دوسرا قدیم ثابت ہوا اور یہ بات معقول نہیں ہے اس لیے کہ قدیم محدود نہ ہوگا اور ایک کی ذات کا وجود دوسرے کی ضد ہوگا اور یہ محال ہوتا ہے اور اگر کہو کہ وہ خداوند عالم ہے تو میں کہتا ہوں پس وہ قدیم ہے اور خلق محدث محال ہوگی اس لئے کہ محدث کو قدیم سے ملاوث ہوگی یا اتحاد ہوگا اور یا حلول ہوگا اور یا محدث کا مقام قدیم ہوگا اور یا

قدیم اس کا اٹھانے والا ہوگا اس لیے کہ جو چیز کسی چیز کے ساتھ ملتی ہے مثل اس کے وصل ہوتی ہے فصل سوا محدثات کے جائز نہیں ہوتا اس لئے کہ ایک دوسرے کی جنس ہیں۔ تعالَی اللہُ عَنْ ذٰلِكَ عَلُوًّا كَبِيْرًا اگر تم کہو کہ اپنے ساتھ قائم نہیں ہے اور اس کا قیام غیر سے ہے تو دو حال سے باہر نہ ہوگا یا صفت ہوگا اور یا عرض اگر عرض کہیں تو ضرور اس کے لیے محل ہونا چاہیئے یا محل نہ ہونا چاہیئے اگر لا محل میں کہیں تو محال ہوگا جب عرض اپنے ساتھ قائم نہیں ہوتا وہ لا محل میں کسی طرح سمجھا جا سکتا ہے اور اگر کہیں کہ قدیمی صفت ہے جیسا کہ حلولی اور تناسخ والے کہتے ہیں اور اس صفت کو خدا کی صفت کہتے ہیں یہ بھی محال ہوگا اس لئے کہ خدا کی قدیمی صفت خاص مخلوق کی صفت ہو جائے گی اور اگر جائز ہو کہ اس کی حیات مخلوق کی صفت ہو جائے اور یہ بھی جائز نہ ہوگا اس لئے کہ اس کی قدرت مخلوق کی قدرت ہوگی۔ اور پھر صفت ساتھ موصوف کے قائم ہوگی پس کس طرح جائز ہوگا کہ خاس قدیمی صفت کے لیے موصوف محدث ہو پس لا محالہ قدیم کا محدث کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا اور ملاحدہ کا قول اس میں باطل ہے اور روح پروردگار کے حکم سے مخلوق ہے جو شخص اس کے سوا کچھ اور کہتا ہے وہ کھلم کھلا مکابرہ کرتا ہے۔ اور وہ محدث کا قدیم سے فرق نہیں جانتا اور جائز نہیں کہ ولی اپنی ولایت کی صحت میں خدا تعالیٰ کے اوصاف سے جاہل ہو الحمد اللہ کہ اللہ عزوجل نے ہم کو بدعتوں اور خطروں سے محفوظ رکھا ہے اور عقل دی کہ ہم اس کے ساتھ استدلال اور نظر کر لیں اور ایمان دیا تا کہ اس کو پہچان لیں۔

وہ حمد کہ جس کی انتہا نہیں اس لئے کہ حمد متناہی نا متناہی نعمتوں کے مقابلہ میں مقبول نہیں ہوگی اور جب اہلِ ظاہر نے یہ بات صوفیوں سے سنی تو انہوں نے معلوم کیا کہ سب صوفیوں کا یہی مذہب اور اعتقاد ہے یہاں تک کہ بسبب بڑی غلطی اور واضح نقصان کے ان خبروں کے جمال سے حجاب میں ہیں۔

مشائخ رحمۃ اللہ علیہم میں سے ایک کہتے ہیں" جان (روح) بدن میں ایسی ہے

جیسے لکڑی میں آگ ہوتی ہے اور آگ مخلوق ہے اور کوئلے مصنوع ہیں۔"

قدم (قدیم ہونا) اللہ عزوجل کی ذات اور صفات کے سوا کسی چیز پر جائز نہیں ہے اور مشائخ رضی اللہ عنہم میں سے ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کا روح کے بارے میں بہت کلام ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جانیں (روحیں) دس مقام پر قائم ہیں۔

پہلا مقام تاریکی کا ہے کہ جس میں مفسدہ پردازوں کی جانیں قید کی ہوئی ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

دوسرا مقام پارسا لوگوں کا ہے جو آسمان دُنیا میں ہے اپنے اپنے اچھے اعمال سے خوش رہتے ہیں اور فرمانبرداری کے ساتھ خوش ہو کر اس کی قوت کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور

تیسرے مریدوں کی جانیں کہ جن کا مقام چوتھا آسمان ہے اپنے اعمال کے سایہ اور صدق کی لذتوں میں فرشتوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور

چوتھے صاحبانِ احسان کی جانیں جو کہ نور کی قندیلوں میں عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں اور ان کی غذا محبت ہے اور ان کا شربت لطف اور قرب ہے اور

پانچویں اہلِ وفا کی جانیں ہیں کہ جو صفا کے حجاب اور اصطفاء کے مقام میں خوشی مناتے پھرتے ہیں اور

چھٹے شہیدوں کی جانیں ہیں کہ جو پرندوں کے پوٹوں میں بہشت کے باغوں میں جہاں ان کا جی چاہتا ہے سیر کرتے رہتے ہیں۔

ساتویں مشاقوں کی جانیں ہیں کہ جو نوری صفت پر پردوں میں ادب کی بساط پر قائم کئے ہوئے ہیں۔

آٹھویں عارفوں کی جانیں ہیں کہ جو قدس کی کوشک میں صبح وشام خدا کی باتیں سنتی رہتی ہیں اور اپنے مکانوں میں دُنیا اور آخرت میں دیکھتے رہتے ہیں۔

نویں دوستوں کی جانیں ہیں کہ جو جمال کے مشاہدہ اور کشف کے مقام میں غرق شدہ ہیں اور اس کے سوا کسی کو نہیں جانتے اور اس کے سوا کسی چیز کے ساتھ آرام نہیں

پاتے۔

دسویں درویشوں کی جانیں ہیں کہ جو فنا کے محل میں مقرب ہو رہی ہیں اور ان کے اوصاف مبدل اور ان کے احوال متغیر شدہ ہیں اور مشائخ سے بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے ان کو علیحدہ صورت میں دیکھا ہے اور یہ روا ہوگا اس لیے کہ ہم نے کہا ہے کہ روح موجود ہے اور اس کے لیے جسم لطیف چاہئے کہ دیکھنے کے قابل ہو جب خداوند تعالیٰ چاہتا ہے بندہ کو دکھاتا ہے' جس طرح چاہتا ہے (جب روح مجسم ہو کر آئے تو ظاہری آنکھ سے بھی دیکھا جا سکتا ہے) اور میں جو علی بیٹا عثمان جلابی کا ہوں کہتا ہوں کہ میری تمام زندگی خداوند کریم کے ساتھ ہے اور ہمارا قیام اسی کی ذات سے وابستہ ہے اور ہمارا زندہ رہنا فعل حق ہے ہم اس کے پیدا کرنے سے زندہ ہیں اس کی ذات اور صفات سے نہیں اور روحیوں کا قول سب باطل ہے اور مخلوقات میں بڑی گمراہی ایک یہ ہے کہ روح کو قدیم کہتے ہیں ہر چند کہ عبارت بدل دی گئی ہے۔ مگر اسی کو ایک گروہ نفس اور ہیولیٰ سے تعبیر کرتا ہے اور ایک گروہ نور اور ظلمت سے تعبیر کرتا ہے اور اس طریقہ کے مبطل لوگ فنا اور بقا کہتے ہیں اور یا جمع اور تفرقہ اور یا اس کے مانند اور کوئی عبارت گھڑ لیتے ہیں اور اپنے کفر پر تحسین اور آفرین کرتے ہیں اور صوفی لوگ ان سے بیزار ہیں۔ اس لئے کہ خدا کی محبت کی حقیقت اور ولایت کا ثبوت اس کی معرفت کے سوا درست نہیں آتا اور جب کوئی شخص قدیم کو محدث سے نہ پہچان سکے وہ جو کچھ بھی کہے گا اپنے کہنے میں جاہل ہوگا اور عقلا جاہلوں کی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

(کشف المحجوب)(روح کا بیان)(ص۳۱۶ تا ۳۱۹)

شیخ ابو سعید الخراز قدس سرہ العزیز سے دریافت کیا گیا کہ روح مخلوق ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر وہ مخلوق نہ ہوتی تو خلاقِ عالم کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتی۔ یہ روح ہی کا فیض ہے جس سے بدن کو حیات حاصل ہوئی اور عقل بھی اس سے وابستہ ہے کہ روح کی بدولت ہی ہم عقلی دلائل دینے کے قابل ہوئے ہیں اگر روح نہ ہوتی تو عقل معطل رہتی

اور نہ اس کے لیے کوئی حجت ہوتی اور نہ کوئی دلیل۔

روح کے بارے میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ ایک جوہر ہے لیکن مخلوق مگر تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ لطیف اور صاف سب سے زیادہ لطیف اور صاف سب سے زیادہ منور اور نورانی اس کے ذریعہ عالمِ غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں اور اس کے توسط سے اربابِ حقائق کو کشف ہوتا ہے اور جب یہ روح روحانی سیر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے تو جسمانی اعضاء ادب نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔ (عورف المعارف ص نمبر ۶۰۷)

روح کو قدیم تصور کرنے کی بنا پر بہت سے لوگ راہ راست سے بھٹک گئے اس لئے جاہل اور حلولی پیروں کے مکر وفریب میں نہ آئیں اور اپنے عقیدہ وایمان کی حفاظت کے لیے صحیح العقیدہ صوفی سنی درویش ومرشد کی تلاش کریں۔ انعام یافتہ لوگوں کی صحیح پہچان کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح پہچان اور صحیح معرفت عطا فرمائے۔

صلی اللہ علٰی حبیبہٖ محمدٍ واٰلہٖ وسلم

ہوتی (۲) قناعت نصیب نہیں ہوتی (۳) عبادت میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! عقلمند شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص موت کو بکثرت یاد کرتا ہے اور موت کے بعد کی تیاری میں لگا رہتا ہے۔

حضرت شدّاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ شخص جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی اور مرنے کے بعد کے لئے عمل کرتا رہا وہ عقلمند ہے اور جس نے تمنا تو اللہ کی رکھی۔ لیکن خواہشات کو نفس کا تابع بنادیا وہ شخص عاجز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو موت کو یاد کرنا گناہوں کو دُور کرتا ہے اور دُنیا سے بے تعلقی پیدا کرتا ہے اگر تم موت کو غنا کے وقت یاد کرو گے تو وہ اس کی وقعت کو ختم کر دے گی اور اگر فقر وحاجت کے وقت اس کو یاد کرو گے" تو وہ فقر وفاقہ پر ہی تم کو راضی کر دے گی۔" حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وعظ ونصیحت کرنے کے لئے موت کافی ہے۔ یعنی موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں ہے۔ اس لئے کہ موت دُنیا کی ہر شدت سے زیادہ سخت ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے موت کو پہچان لیا' اُس پر دنیا کے تمام مصائب آسان ہو جاتے ہیں۔

حضرت طارق محاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رُسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے طارق! تو موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرلے۔"

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ شہدا کے ساتھ کسی اور کا حشر بھی ہوگا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس کا جو شب وروز میں موت کو بیس

مرتبہ یاد کرے گا۔

حضرت سُدی رحمۃ اللہ علیہ، اس آیتِ کریمہ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

''موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ کون اچھا عمل کرتا ہے''، کی تفسیر میں فرماتے ہیں (کہ اس کا مطلب یہ ہے) کہ کون تم میں سے موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور کون اس کے لئے زیادہ تیاری کرتا ہے اور کون زیادہ ڈرتا ہے۔

اے بے خبر حیات کا کیا اعتبار ہے۔ ہر وقت موت سر پر بشر کے سوار ہے
دیکھو تو ثباتِ عُمر فانی کیا ہے یاں وقفۂ پیری وجوانی کیا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر والوں کو لکھا کہ اگر تم شب وروز موت کا شعور رکھو (یاد رکھو) تو ہر فانی چیز تمہیں بُری معلوم ہوگی اور ہر باقی چیز سے محبت ہو جائے گی۔

فانی ہر اک چیز یہاں لا کلام ہے
کہتے ہیں جس کو باقی رہ اللہ کا نام ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے، جو موت، قیامت اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسے روتے جیسے کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو واپسی پر لوگ انہیں چارپائی پر لاتے۔ ان کو چلنے یا سواری کی طاقت نہ رہتی۔ اس حالت میں کئی دن شدّتِ خوف کی وجہ سے کام تو درکنار کلام نہ کرسکتے۔

خدا میں شک ہو تو ہو، موت میں تمہیں کوئی شک
مشاہدے میں بھی کہیں احتمال ہوتا ہے

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی

اور پھر ان کے بعد جو ہوئے، الیٰ آخرہ۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ موت کی تکلیف کا اندازہ لگایا جا سکے۔ اگر چہ یہ باطنی چیز ہے کیوں کہ بعض مرتبہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک شخص موت کے شدائد (سختیوں) میں مبتلا ہے۔ لیکن دیکھنے والا یہ دیکھ رہا ہے کہ وہ حرکت بھی نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید رُوح آسانی سے جدا ہو رہی ہے حالانکہ وہ اس کے اندر والے معاملے کا تصور تک قائم نہیں کر سکتا۔ لیکن جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ خدا کے مخلص بندے اولیاء رحمۃ اللہ علیہ وانبیاء علیہم السلام دُنیا سے رخصت ہوئے۔ تو ان پر سخت ترین تکالیف آئیں تو امت کے گنہگاروں کے لئے یہ چیز باعثِ تسلی ہوگئی۔ شہید پر یہ تکالیف نازل نہ ہوں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''جان نکالنے کے لئے فرشتے بندے کو گھیر کر محبوس کر دیتے ہیں، اگر ایسا نہ کریں تو سکراتِ موت کی تکالیف اتنی شدید ہوتی ہیں کہ بندے جنگلوں اور میدانوں میں بھاگ جائیں۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا، جن میں آپ ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر لگاتے تھے اور فرماتے تھے۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَات (اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بھی سختیاں ہوتی ہیں۔) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وصال مبارک کی تکلیف دیکھنے کے بعد میں کسی کے آسانی سے مر جانے پر رشک نہیں کروں گی،

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہے کہ ''موت کی تکلیف مردہ کو اس وقت تک محسوس ہوتی رہے گی۔ جب تک وہ قبر میں ہے، یہ تکلیف مومن کے لئے تمام تکالیف سے بڑھ کر ہے اور کافر کے لئے بڑی سہل ہے کیونکہ اس کی تکالیف تو موت کے

بعد عذاب دائمی کی شکل میں آنے والی ہیں۔" حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کی شدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "تلوار کی تین سو ضرب کے برابر موت کی سختیاں ہیں۔"

حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے اگر موت کی تکالیف کا ایک قطرہ آسمان وزمین کے رہنے والوں پر ڈال دیا جائے تو سب کے سب مرجائیں اور قیامت کی ایک گھڑی موت کی سختیوں سے ستر درجہ زیادہ ہوگی۔

حقیقتِ موت

علماء فرماتے ہیں کہ موت عدمِ محض اور فناء صرف کا نہیں، موت تو بدن سے رُوح کے تعلق کے ختم ہو جانے کا نام ہے اور ایک حجاب ہے جو روح اور بدن کے درمیان قائم ہو جاتا ہے اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم ہیشگی کے لئے پیدا ہوئے ہو، ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہو۔" ابنِ مبارک رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا، دُنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے، مومن کی روح جب نکلتی ہے تو اُس کی مثال اس شخص کی سی ہے، جو قید خانے میں تھا اور پھر نکال دیا گیا۔ تو اب وہ زمین میں خوب سیر وتفریح کرتا ہے۔"

عذابِ قبر اور معرفتِ روح

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذابِ قبر حق ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر والوں کو ایسا عذاب دیا جاتا ہے، جس کو چوپائے سنتے ہیں۔"

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے انہوں نے اپنے مرض الموت میں وصیّت کی کہ جب تم لوگ مجھے قبر میں رکھواور مٹی ڈال کر فارغ ہو جاؤ تو میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہنا، جتنی دیر اُونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرنے میں لگتی ہے۔ تم ٹھہرے رہو گے تو مجھ کو اُنسیت حاصل ہوگی۔" (مسلم)

(دوزخ کا کھٹکا)

جب مومنوں کے قبر پر کچھ دیر ٹھہرنے سے صاحب قبر کو اُنس حاصل ہوتا ہے، اُس کو سکون اور چین حاصل ہوتا ہے تو پھر اللہ کے ذکر اور دُعا سے سکون، چین اور اُنس حاصل کیوں نہیں ہوگا؟ جبکہ دُعا کرنے کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دُعا ہے لہٰذا دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا بہتر ہے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ "وقتِ دفن اذان کیوں کہی جاتی ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا۔" رفعِ شیطان کے لئے حدیث میں ہے اذان جب ہوتی ہے شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے۔ الفاظ حدیث میں یہ ہیں کہ "روحا" تک بھاگتا ہے۔ اور "روحا" مدینہ طیبہ سے ۳۶ میل دور ہے اور وہ وقت ہوتا ہے دخلِ شیطان کا، جس وقت منکر نکیر سوال کرتے ہیں مَــنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ یہ لعین دور سے کھڑا اشارہ کرتا ہے، اپنی طرف کہ مجھ کو کہدے۔ جب آذان ہوتی ہے۔ تو بھاگ جاتا ہے[1]۔ وسوسہ نہیں ہوتا۔ پھر سوال کرتے ہیں کہ مَا دِيْنُكَ ؟ تیرا دین کیا ہے؟ اس کے بعد سوال کرتے ہیں۔

مَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ

حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ مکرمہ میں قیام

---

[1] یہ اذان ہی کی فضیلت ہے ورنہ نماز اور تلاوت قرآن اور دیگر اوراد وظائف کے وقت شیطانی وسواس اور شیطانی عمل دخل احادیث سے ثابت ہے۔

کے دوران مدرسہ صولتیہ کے ایک معروف شیخ الحدیث مولانا حاجی رحمۃ اللہ صاحب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں دلیل طلب کی تو سرکارِ گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ نے قبر میں پوچھے جانے والے تیسرے سوال کو اپنی مضبوط اور جامع دلیل کے طورِ پر پیش فرمایا۔ آپ نے فرمایا "ہٰذا موضوع ہے محسوسِ مُبصر (ایسی ظاہر چیز جو دکھائی دے رہی ہو) کے لئے اور الرّجل موضوع ہے مُذکر مفرد کے لئے جو نبی آدم سے ہو۔ لہٰذا وہاں قبر میں محسوسِ مُبصر مرد کا ہونا ضروری ہے اور وہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، کیونکہ جب تک کسی لفظ کے وضعی معنیٰ ہو سکیں، غیر وضعی معانی لینا خلافِ اصل ہے۔ اور حسبِ مضمون، حدیثِ مذکور، ہر جگہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیک وقت موجود ہونا ثابت ہوا۔ تو کیا بعید ہے کہ روئے زمین پر ہر جگہ آپ حاضر ہوں۔"

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ حاجی رحمۃ اللہ صاحب گرویدہ ہو گئے اور فرمایا یہ تو علم الدنی ہے۔ ہم سالہا سال سے "بخاری شریف کی یہ حدیث درس میں پڑھا رہے ہیں۔ لیکن ان معانی کی طرف کبھی ذہن ہی نہیں گیا جو آپ نے استنباط کیے ہیں۔ حضرت حاجی رحمۃ اللہ چونکہ ایک محقق اور منصف مزاج عالِم تھے اس لئے شرعی دلیل سے ندائے غائبانہ کی معقول وجہ سمجھ میں آجانے پر فوراً اپنے سابقہ مسلک کو تبدیل فرمایا۔" (مہر منیر ص ۱۱۹)

وسیلہ بنایا جائے جو کہ ایک عمدہ اور نیک عمل ہے اور سلف میں مروّج ہے۔''

اولیائے عظام کے نقشِ قدم پر چلیں، ان کی پیروی، عقیدت ومحبت کو واسطہ بنائیں، ان کا فیضان انشاءاللہ حاصل ہوتا رہے گا۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اگر کوئی مرید اپنے شیخ کے فرمان، دینی احکام اور اوراد و وظائف کی پابندی نہیں کرتا تو شیخ اسے نہیں پہچانتا خواہ وہ ہر وقت اس کے پاس ہی کیوں نہ رہتا ہو اور اگر فرمانبرداری کرتا ہے تو پھر دور ہوتے ہوئے بھی شیخ کامل اسے پہچانتا ہے اور اسے فیض پہنچتا ہے۔

روحانی نسبت اور تعلق کا مضبوط رابطہ ایک عظیم دولت ہے۔ کئی بزرگوں نے صرف روحانی تعلق اور رابطے کی بنا پر کمال حاصل کیا، گو ان کی ظاہری بیعت کسی سے نہ تھی۔ یہ محض فضل خداوندی ہے کوئی قانون یا ضابطہ نہیں ہے اگر یہ عام قانون ہوتا تو ہر کوئی قبر سے فیض حاصل کرنے پر اکتفا کرتا۔

ہاں البتہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر ایصال ثواب کرنا اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا خاص وعام کے لیے یکساں مفید ہے۔ صاحب استعداد لوگ تو ہر قبر والے سے مخاطب ہو سکتے ہیں۔ ملاقات کر سکتے ہیں اور فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار پر متواتر تین ماہ تک چلّہ کیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے تقریباً بارہ سال تک آپ کے مزار پر حاضری دی اور فیوض وکمالات حاصل کیے۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں: ''علماء کا اختلاف رحمت ہے۔ مگر توحید میں اختلاف کرنا رحمت نہیں۔'' (کشف المحجوب، ص: ۱۳۵)

کیا وجہ ہے کہ آج توحید کے بارے میں ہی امتِ مسلمہ میں ایک واضح اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔ اگر مزارات سے فیوض وبرکات حاصل کرنا توحید کے خلاف ہوتا تو پھر

اس خطۂ برصغیر پاک وہند میں اسلام پھیلانے والے بزرگانِ دین داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین وغیرہ ہرگز ہرگز مزاراتِ اولیاء کرام سے فیضانِ باطنی حاصل نہ کرتے۔[1]

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ مخدوم اُمم　　مرقدِ اُو پیر سنجر رحمۃ اللہ علیہ را حرم

دربارِ شہنشی سے خوشتر　　مردانِ خدا کا آستانہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر علامہ اقبال نے حاضری دی اور اپنے خیالات کا یوں اظہار فرمایا۔

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تیری، فیضِ عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح علیہ السلام وخضر علیہ السلام سے اونچا مقام ہے تیرا

وہ شمع بارگہ خاندانِ مرتضوی　　رہے گا مثلِ حرم جس کا آستان مجکو

سماعِ موتیٰ کا تعلق روح کے سننے سے ہے نہ کہ بدن سے۔ سیدی مرشدی قبلہ سلطان الفقراء علامہ مولانا فقیر کامل حضرت محمد ارشد قادری سروری پناہوی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔

---

[1] امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''فقیر مرتا نہیں ہے۔ فقیر صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں اس کی ذات سے ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ، ص: ۸۱،۸۲)

اگر سماع موتی سے یہ مراد لیا جائے کہ مردہ قبر میں زندہ ہوکر جسد عنصری کے ساتھ سنتا ہے تو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بجسدِ عنصری زندہ ہونا صرف قیامت کے دن ہوگا۔ سماع صرف روحِ انسانی کے لیے مخصوص ہے۔ (دعوتِ ارواح، ص:۱۶۷)

فاضلِ بریلوی الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی فرماتے ہیں کہ

''ادراک کار روح ہے اور روح موت سے نہ مرتی ہے نہ متغیر ہوتی ہے۔ مگر اس پر لفظِ میت کا اطلاق آتا ہے ہم انہیں ارواحِ موتی کے سماع وابصار کا عقیدہ اور اسی کو اموات کا دیکھنا سننا کہتے ہیں۔''

(حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، ص:۲۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی شہداء کی حیات سے بھی افضل واعلیٰ اور اکمل وکامل ہے۔ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تو جملہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام سے اکمل وافضل ہے پھر روح عالم امر سے ہے اور عالم امر زمان ومکان کی قیود سے بالاتر ہے تو تاجدارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے صلوٰۃ وسلام کو سننا یقینی بات ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو۔ اس لیے کہ یہ حاضری کا دن ہوتا ہے۔ جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی ایسا بندہ نہیں ہے جو مجھ پر درود پڑھے۔ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ اور مجھے اس کی آواز نہ پہنچ جائے، بتایا ہی نہیں جاتا بلکہ آپ تک اس شخص کی آواز پہنچتی ہے۔ (آپ اس آواز کو سماعت فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا۔ کیا وفات شریف کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ہاں میری وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام فرما دیا ہے۔ (جلاء الافہام اردو/عربی، ص:۸۳)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ وغیرھم عرضا ط یعنی میں اپنے ساتھ محبت رکھنے والوں کا درود خود سنتا ہوں اوران کو پہچانتا ہوں (ان کے علاوہ) دوسروں کے درود مجھ پر (فرشتوں کے ذریعے) پیش کیے جاتے ہیں۔[1]

اس بارے میں کافی دلائل و براہین ہیں۔ مگر منکرین سے صرف ایک سوال پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک سوال: ٹیلی ویژن، ریڈیو اور وائرلیس وغیرہ کا دور سے آواز کو کیچ کرنا (CATCH) یعنی سننا قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔ نیز ثابت کریں کہ روح کی طاقت مادی اشیا (ایجادات) سے کم تر ہے؟

التماس ہے کہ اس سوال کا جواب منکرین ضرور دیں۔

مقام وسیلہ اور وسیلۂ مقربین:

حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''وسیلہ'' کا درجہ عطا ہوگا اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے عبدالخلیل قصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جو وسیلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہوگا اس سے مراد توسل ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خداوند کریم کی نعمتوں کا ذریعہ اور واسطہ ہوں گے اور یہ اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت میں بلا تمثیل رب کائنات (جل جلالہ) کے وزیر کی حیثیت میں ہوں گے اور جس کسی کو جو چیز بھی ملے گی۔ آپ کے وسیلہ ہی سے ملے گی۔[2]

ہر وہ شخص جو درود شریف پڑھتا ہے۔ وہ اس عمل کے ذریعے ثابت کر رہا ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ایک عظیم وسیلہ ہے۔ جب درود

---

[1] دلائل الخیرات (یہ وہ کتاب ہے جس کو مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکی سفر وحضر میں اپنے پاس رکھتے تھے)

[2] الخصائص الصغریٰ، ص: ۱۴۵ اردو ترجمہ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

شریف کو وسیلہ مانتے ہو تو پھر ''صاحب'' درود شریف، وسیلہ کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو وہ عظیم کامل واکمل اور بے مثال وسیلہ ہیں۔ جن کے وسیلے سے قرآن مجید اور درود شریف پڑھنے کی ہمیں سعادت نصیب ہوئی۔

''لغت میں کسی شے کو مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا توسل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی چیز کو قبولیت کا ذریعہ بنانا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر ومنزلت رکھتی ہو توسل ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں اعمالِ صالحہ اور ذواتِ صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں۔ لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

قطب مدینہ حضرت ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے ایک شخص نے پوچھا: ''توسل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟'' انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المائدہ ۵:۳۵)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔'' اس شخص نے کہا کہ آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟'' اس نے کہا: مجھے کیا معلوم؟ حضرت نے فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا یقیناً مقبول ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جب اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے جن کی قبولیت مشکوک ہے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ کیوں نہیں بناسکتے جو یقیناً مقبول ہیں۔ (نعرۂ رسالت، ص:۴۹ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

مولوی اسماعیل دہلوی صاحب بھی وسیلہ سے دعا مانگنے کے قائل ہیں۔ لکھتے ہیں:

''طالب کو چاہیے کہ پہلے باوضو دوزانو بطور نماز بیٹھ کر اس طریقہ (سلسلہ چشتیہ) کے بزرگوں یعنی حضرت معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ، حضرات کے نام کا فاتحہ پڑھ کر بارگاہِ خداوندی میں ان بزرگوں

کے توسط اور وسیلہ سے التجا کرے۔ نیاز بے انداز اور زاری بے شمار کے ساتھ اپنے کام کے فتح یاب کے لیے دعا کر کے ذکر دو ضربی شروع کرے۔ (صراط مستقیم، ص:۲۵۷)

مولانا دہلوی صاحب شیخ کامل کے بارے میں لکھتے ہیں: ''پس وہ بزرگ کسی نہ کسی تدبیر سے خواہ نیند میں ہو یا بیداری میں، درمیان اس طالب کے اور قبائح (برائیوں، گناہ) کے حائل ہو جاتا ہے۔'' (صراط مستقیم، ص:۲۸۶)

نیز لکھتے ہیں: ''ان کی سعی و سفارش سے عام لوگوں کو فیوضِ غیبیہ سے پہنچتے ہیں۔ ربّ اور خلقت کے درمیان ان کو وسیلہ ہونے کا مقام حاصل ہے۔'' (ص:۳۱۳)

غنیۃ الطالبین میں بھی وسیلہ کا ذکر ملتا ہے۔ حج کے بیان میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس پر حاضری دے تو یوں دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّہٖ اَنْ تَغْفِرْلِیْ۔ (غنیۃ الطالبین، حج کا بیان)

''یا اللہ! میں اس محبوب کے واسطے سے یا وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے (میرے گناہ کو معاف فرمادے)۔''

حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مذہب کے بارے میں بے جا تعصب کو ترک کر دو اور ایسے کام میں لگو جو تمہیں دُنیا اور آخرت میں نفع دے۔''

(فتح الربانی مجلس ۴)

آپ ہی کا فرمان ہے کہ ہمارے نبی کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ہمت اور قلبِ مبارک سے اولیاء اللہ کے دلوں کو گھیرے رہتے ہیں۔ وہی ان کو خوشبودار اور معطر فرماتے ہیں ور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ان کے باطنوں کو صفائی اور زینت بخشتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لیے دروازہ کھولتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی باطنوں اور دلوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سفیر اور قاصد ہیں۔'' (فتح الربانی مجلس ۱۶)

''تجھے نہ اللہ تعالیٰ کی خبر اور نہ رسولوں کی خبر اور نہ اولیاء اللہ کی خبر ہے۔ نہ اپنے علم کی اور نہ اس کی مخلوق کی خبر ہے توبہ اور خاموشی کو لازم پکڑ۔ موت میں فکر کر اور قبر میں اٹھائے

جانے کا فکر کرتا کہ علم کو جان لے۔"..................ان کو فرشتوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حالانکہ وہ ان سے بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ فرشتے ان کے خادم ہیں۔ دُنیا اور آخرت میں ان کے جھاڑن جھاڑتے ہیں۔ (فتح الربانی مجلس ۵۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "نیک بات کا امر اور بُری بات سے روکنا، میرے نزدیک ہزار عابدوں سے جو حجروں میں عبادت کرتے ہیں، افضل ہے۔"
(مجلس، ص:۵۴)

جمعرات اور جمعہ کی فضیلت:

علامہ ابن قیم کہتے ہیں: "جمعہ کے دن ارواح اپنی قبور کے قریب ہوجاتے ہیں اور اس دن انہیں اجر ملتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے زائرین کو اور اپنے پاس سے گزرنے اور سلام کرنے والوں کو پہچان لیتے ہیں۔" (زادالمعاد، حصہ اوّل، ص:۲۸۱)

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: "بالخصوص جمعہ کی رات کو روحیں آپس میں بیٹھتی اور کلام کرتی ہیں۔ اہلِ نعمت پر انعام ہوتا ہے اور عذاب کے مستحقین پر عذاب ہوتا ہے۔ (شرح الصدور، ص:۲۰۶)

رُوحوں کی آمد:

سوال: کیا یہ درست ہے کہ جہاں آدمی مرتا ہے۔ وہاں چالیس دن تک رُوح آتی ہے؟

جواب: "رُوح کا آنا تو نہیں، البتہ ایک گونہ تعلق اور لگاؤ خاص طور پر رہتا ہے۔"
(فتاوٰی مہریہ، ص:۹۷)

اس طرح جمعرات کو روحوں کے آنے کا مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ روحیں اپنے اہلِ خانہ اور گھروں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

قبر کو صرف مٹی کا ڈھیر ہی نہ سمجھنا:

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک

عالم نے مجھے بتایا کہ میں اپنے باپ کی قبر پر جانے کا عادی تھا پھر کچھ روز بعد میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ مٹی کا ڈھیر ہے۔ اس پر جانے کا کیا فائدہ؟ چنانچہ میں نے جانا ترک کر دیا تو ایک روز والد صاحب کو خواب میں دیکھا۔ وہ فرماتے تھے کہ اے بیٹے! تم نے آنا کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے کہا کہ مٹی کے ڈھیر پر آ کر کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا کہ اے بیٹے! ایسا نہ کہو۔ جب تم آتے تھے تو میرے پڑوسی مجھ کو بشارت دیتے تھے اور جب تم واپس ہوتے تھے تو میں تم کو دیکھتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ تم کوفہ میں داخل ہو جاتے۔

(شرح الصدور، ص:۲۰۹)

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''انبیاء اور صالحین کی قبروں پر رحمت کا جس قدر نزول ہوتا ہے۔ اس کے عشرِ عشیرِ سے بھی اکثر لوگ واقف نہیں۔''

(اقتضاء صراطِ مستقیم کا اردو ترجمہ جادۂ حق، ص:۱۳۵)

دعا وصدقات باعثِ نجات:

طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ''اللہ تعالیٰ نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند فرماتا ہے تو بندہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ! یہ کس سبب سے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تیری اولاد کے استغفار کے باعث ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مردہ کا حال قبر میں ڈوبتے انسان کے حال کی مانند ہے کہ وہ شدت سے انتظار کرتا ہے کہ کوئی رشتہ دار یا دوست اس کی مدد کو پہنچے اور جب کوئی اس کی مدد کو پہنچتا ہے تو اس کے نزدیک وہ دُنیا و مافیہا سے بہتر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبر والوں کو ان کے زندہ متعلقین کی طرف سے ہدیہ کیا ہوا ثواب پہاڑوں کی مانند عطا فرماتا ہے۔ زندوں کا ہدیہ مردوں کے لیے استغفار ہے۔''

طبرانی نے اوسط میں اپنی سند سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت قبر میں گناہ سمیت داخل ہوگی اور جب نکلے گی تو بے گناہ ہوگی،

کیونکہ مومنین کی دعاؤں سے بخش دی جاتی ہے۔(شرح الصدور،ص:۲۸۷)

احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب سننِ اربعہ نے روایت کی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں، کونسا صدقہ افضل رہے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی۔ چنانچہ انہوں نے ایک کنواں کھدوادیا اور کہا: هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ (یہ ام سعد کا ہے)

(شرح الصدور،ص:۲۸۹)

غور فرمایئے کہ کنواں ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام پر نامزد کردیا گیا۔ مگر وہ پانی ہرگز حرام ومکروہ نہ ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ اس کنوئیں سے پانی پیتے رہے مگر کسی نے بھی پانی پی کر تے نہ کی۔ کیونکہ مقصد صرف ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ثواب پہنچانا تھا۔ اسی طرح کسی بزرگ یا ولی اللہ کے نام پر ایصالِ ثواب کی غرض سے کسی چیز کو نامزد کردینا ہرگز ہرگز ناجائز وحرام نہیں ہے۔ جانور پر تو بوقت ذبحہ اللہ کا نام بسم اللہ، اللہ اکبر لیا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود فتوے لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کنوئیں کے پانی کو اللہ کا نام لے کر ذبح بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ پھر بھی وہ پانی پاک، طیب اور حلال تھا۔

ساتویں کا ختم وطعام:

احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''زہد'' میں ابونعیم نے ''حلیہ'' میں طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مردے اپنی قبروں کے اندر سات دن تک آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس لیے علمائے کرام اچھا سمجھتے تھے کہ مردے کی طرف سے سات یوم تک فقراء کو کھانا کھلایا جائے۔'' (شرح الصدور،ص:۱۳۱)

ایصالِ ثواب کے لیے جو کھانا وغیرہ پکایا جائے، وہ خاص طور پر فقراء، غرباء مساکین، یتیموں اور معذوروں وغیرہ کو ہی کھلانا چاہیے۔ اغنیاء اور روٴسا اس کھانے کو نہ کھائیں تو بہتر ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رسمِ سوئم کے چنوں وغیرہ

کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ چیزیں غنی نہ لے، فقیر لے............ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیازِ اولیائے کرام، طعامِ موت نہیں، وہ تبرک ہے۔ فقیر وغنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر بطورِ نذرِ شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔''

(احکامِ شریعت حصہ اوّل، ص:۱۳۱)

''میت کی طرف سے جو صدقہ ہو، غنی کو نہ دے۔ نہ غنی لے۔''

(احکامِ شریعت حصہ دوئم، ص:۱۵۲)

''مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہے۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں۔ یہ منع ہے، غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر ومجمع البرکات۔

(احکامِ شریعت، حصہ دوئم، ص:۱۵۳)

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس فقیر حقیر کی اس تحریر کو باعث عمل ونجات اور دُنیا وآخرت میں موجبِ اجر وثواب بنائے۔ فقیر کے والدین، اقربا، احباب اور جملہ مومنات ومومنین کو دین ودُنیا میں کامیابی وکامرانی نصیب فرمائے۔

درد کی دولت ہو نصیب

پیشِ نظر رہے ہر دم روئے حبیب ﷺ

صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم

قدرتِ خداوندی

اوراختیارِ بندہ یعنی مسئلہ تقدیر

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور قدرت رکھنے والا ہے۔ کوئی شے اس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ ہر کام اسی کے ارادہ ومشیت سے ہوتا ہے۔ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ ''ہر اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔'' یہ ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اسی بناء پر بعض لوگ اپنے ہر اچھے اور بُرے عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ اس طرح ہر گناہ اور مذموم فعل کے مرتکب ہو کر اپنے آپ کو مجبور اور عاجز گردانتے ہیں۔ یوں بے عملی اور اخلاقِ رذیلہ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ ہر فعلِ بد کی سزا سے اپنے آپ کو بری تصور کرتے ہیں۔

یہ مسئلہ نہایت دقیق اور مشکل ہے۔ عقلیں دنگ ہیں۔ شعور وفراست قاصر ہے مشکلات علمی وعملی اور ظاہری وباطنی میں ذاتِ حق ہی ناصر ہے۔ اس لیے خداوند قدوس کے فضل وکرم اور اس کے محبوب بندوں کی روحانی توجہ اور اقوال وارشادات سے ہی اس مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ لہٰذا چند اکابر صوفیائے عظام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے فرمودات کی روشنی میں اس مسئلہ کے ادراک کی سعی کی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان چشتی تونسوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بندہ افعال کو اپنی طرف نسبت نہ کرے اور اپنے آپ کو درمیان میں نہ دیکھے۔ کیونکہ تمام افعال کا فاعل وہی یعنی حق تعالیٰ ہے۔ لیکن برے افعال

کو ہمیشہ اپنے نفس کی طرف نسبت کرنا چاہئے، ادب کی رعایت کے لیے، تاکہ شیطان کی طرح مستحقِ لعنت نہ ہو جائے کہ اس نے ادب کو نگاہ میں نہ رکھا اور کہنے لگا رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ (اے رب جیسا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا) اور حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے ادب کو ملحوظ رکھا اور کہا: رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔(الاعراف ۷:۲۳)(''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے نفسوں پر تیری نافرمانی کر کے ظلم کیا۔ اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔)''

اس وجہ سے وہ بخشش ومغفرت اور دونوں جہانوں میں عزت واکرام کے مستحق ہو گئے۔ چنانچہ اس بارے میں نص صریح بھی وارد ہوتی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ: مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؁ (النساء ۴:۷۹)(یعنی جو بھلائی (نیکی) تجھے پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے) اس لیے چاہئے کہ انسان ادب کے نگاہ رکھنے میں پوری کوشش کرے تاکہ اسے بلند رتبہ نصیب ہو۔

؎ ادب تاجی از فضلِ الٰہی   بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

اور عوارف شریف میں آیا ہے کہ فمن نرم الادب یبلغ مبلغ الرجال ومن حرم الادب فھو بعید من حیث انه یظن القرب ومردود من حیث انه یرجو القبول؁

''یعنی جس نے ادب اختیار کیا۔ اس نے لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اسے پالیا اور جس نے ادب کو چھوڑ دیا وہ مطلوب سے دور ہے اگرچہ اپنے آپ کو قریب خیال کرے اور مردود ہے اگرچہ اپنے آپ کو مقبول سمجھے۔''

(نافع السالکین (اردو ترجمہ) ص: ۱۲۷-۱۲۸)

"سالک کو چاہیے کہ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ○ (بے شک انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرے" اور" بے شک ہم اسکے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرے۔) کو اپنا نصب العین بنا کر ریاضت وطاعت میں پوری کوشش کرے اور شریعت کے اوامر ونواہی کی بجا آوری میں خوب جدوجہد کرے تا کہ اس وعید من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلًا۔ سے نجات پا کر حق تعالیٰ کی معرفت سے سرفراز ہووے۔"

(نافع السالکین، ص:۱۳۵)

حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ جیسے بندوں کا خالق ہے۔ ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ وہ فعل اچھے ہوں یا بُرے سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔ لیکن وہ اچھے کاموں سے راضی ہے اور برے کاموں سے خوش نہیں ہے۔ ہر چند کہ یہ دونوں اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہیں۔ لیکن جاننا چاہیے کہ تنہا شر کو سوء ادبی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنا چاہیے۔ خالق الشر (برائی کو پیدا کرنے والا) نہ کہنا چاہیے بلکہ خالق الخیر والشر (بھلائی اور برائی کو پیدا کرنے والا) کہنا چاہیے۔ جیسا کہ علماء نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق تو کہنا درست ہے اور گندگیوں اور خنزیروں کو پیدا کرنے والا نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔"

معتزلہ جو اپنے اندر بت پرستی کا اثر رکھتے ہیں۔ افعال کا خالق بندہ کو جانتے ہیں اور اچھے اور برے فعل کی نسبت اسی کی طرف کرتے ہیں۔ شریعت اور عقل دونوں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہاں علماءِ حق نے بندہ کی قدرت کو اس کے فعل میں دخل انداز جانا ہے اور بندہ کے لیے کسب کا اثبات کیا ہے۔ اس لیے کہ رعشہ والے کی حرکت میں

بندے کی قدرت اور کسب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور اختیاری حرکت میں دخل ہے۔ اور اتنا فرق ہی مواخذہ کا باعث ہوتا ہے اور عذاب وثواب کا اثبات کرتا ہے۔ اکثر آدمی بندے کی قدرت اور اختیار میں شک رکھتے ہیں اور بندے کو مجبور اور عاجز جانتے ہیں۔ ان لوگوں نے علماء کی مراد کو نہیں سمجھا ہے۔

بندے میں قدرت اور اختیار کا یہ معنی نہیں ہے کہ جو بندہ چاہئے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ یہ تو خود بندگی ہی سے دور ہے بلکہ اختیار کا یہ مطلب ہے کہ جس چیز کی بندہ کو تکلیف دی گئی ہے، وہ کر سکتا ہے۔ مثلاً پانچ وقت نماز پڑھ سکتا ہے اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے۔ اور بارہ مہینوں میں سے ایک ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے اور اپنی عمر میں سواری اور خرچ کے ہوتے ہوئے حج کر سکتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس شریعت کے باقی احکام بھی ہیں کہ اللہ سبحانہ، وتعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے بندہ کے ضعف اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے سہولت اور آسانی کی رعایت رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورۃ البقرہ۲:۱۸۵)

"یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے۔ تمہیں تنگ نہیں کرنا چاہتا۔"

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔

(سورۃ نساء، پارہ:۵:۱۲۵)

"اللہ تعالیٰ تم سے تکالیفِ شاقہ کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے کہ وہ شہوات سے صبر نہیں کر سکتا اور نہ تکالیفِ شاقہ کو برداشت کر سکتا ہے۔"

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۶۷ دفتر دوئم)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اوّل کے مکتوب نمبر ۲۶۶ میں فرماتے ہیں:

"بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا ہے کہ بہشت میں داخل ہونا در

حقیقت حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور ایمان کے ساتھ اس کو وابستہ کرنا اس لیے ہے کہ جو کچھ اعمال کی جزا ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ فقیر کے نزدیک بہشت میں داخل ہونا ایمان سے وابستہ ہے۔ لیکن ایمان حق تعالیٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے اور دوزخ میں داخل ہونا کفر پر منحصر ہے۔ اور کفر نفس لمّارہ کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔''

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔ کفر اور گناہ بھی اسی کے ارادہ اور تقدیر سے ہیں۔ مگر وہ کفر اور گناہ پر رضامند نہیں ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا خالق ہے۔ اور گناہ وثواب اسی کی پیدائش اور تقدیر ہے۔ افعالِ انسانی بھی دوسری اشیاء کی طرح مخلوقِ خداوندی ہیں۔ اور حکم ہوتا ہے: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ الصافات ۳۷:۹۶) اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ غرضیکہ نیکی وبدی، کفر وایمان، طاعت وعصیان اللہ تعالیٰ کے ارادہ حکم اور تقدیر سے صادر ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ایمان، اطاعت اور نیکی سے تو راضی ہے مگر کفر ومعصیت سے ناراض ہے۔

وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْر (سورۃ الزمر ۳۹:۷) (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔) کسی چیز کا چاہنا یا پیدا کرنا دوسری بات ہے۔ مگر کسی بات پر راضی ہونا جدا بات ہے۔ رضا اسی صورت میں ہوتی ہے کہ وہ حکم کرے کہ یوں کرو۔ اگر چہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی حکمت کی وجہ سے حکم کرتا ہے۔ لیکن اس کے واقع ہونے کو نہیں چاہتا۔ اور اس کی حکمت اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی دوسرے کے علم میں نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جیسے ایک مالک اپنے غلام کی نافرمانی اور گناہ کا اظہار کرنا چاہے۔ غلام کو کسی کام کا حکم دے مگر یہ نہ چاہے کہ وہ یہ کام کرے تا کہ اس کا نافرمان ہونا سب پر واضح

جو ازلی علم میں پوشیدہ ہے، وہ کھل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ کون کون مطیع وفرمانبردار ہے اور کون کون فاسق وغیر فرمانبردار ہے۔

بندوں کے لیے بعض اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ جنہیں سرانجام دینے سے انہیں ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔ باوجودیکہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اختیار میں ہے۔ مگر پھر بھی بندے کو مختار بنایا ہے۔ وہ ہر کام میں مجبور محض اور مضطر نہیں ہے۔ ثواب وعذاب اسی اختیار پر منحصر ہے۔ جو انسان کو حاصل ہے۔ اس مسئلہ کو تفصیلی طور پر سمجھنے کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ جبر واختیار کے معانی سمجھ لیے جائیں۔ آدمی سے جو کام صادر ہوتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلے وہ جن کا تصور آتے ہی اگر اس کی طبیعت کے موافق ہو تو اس کے دل میں اس کام کے سرانجام دینے کی خواہش پیدا ہو۔ اور اس خواہش کی تکمیل کے لیے قدم اٹھائے۔ لیکن اگر وہ چیز اس کی طبیعت کے خلاف ہو اور اس کے دل میں نفرت وکراہت پیدا ہو۔ اور اس کے نہ کرنے کی کوشش کرے۔ حالانکہ اس کے کرنے اور نہ کرنے کی خواہش کے پیدا ہونے سے پہلے اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر تھا اور ممکن تھا اسے کرتا یا نہ کرتا۔ خواہ مرتبہ تصور میں جو فعل کے ساتھ قوتِ قریبہ ہے یا تصور سے ہے جو مرتبہ فعل سے دور تر ہے۔ آدمی کی اس حرکت کو حرکتِ اختیاری کہتے ہیں۔ اور جو فعل اس حرکت پر مرتب ہو فعلِ اختیاری ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کام سے پہلے اس کی خواہش وشوق پیدا ہی نہ ہو مگر خواہش کے بغیر ہی رعشہ والے کی طرح کوئی حرکت صادر ہو جائے۔ ایسی حرکت کو جبری یا اضطراری کہتے ہیں۔ اندریں حالات صورتِ اوّل کے سامنے اختیار سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اس قسم کے اختیار کا انکار ایسا ہی ہے، جیسے کوئی شخص کہنے لگے کہ انسان کے کان اور آنکھ نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ انسان کی تمام حرکات اور افعال دوسری قسم یعنی مرتعش کی طرح ہیں۔ یہ حس سے انکار کرتا ہے۔ جسے کوئی عاقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ یہ شبہ پیش آ جاتا ہے کہ انسان کے افعال علمِ الٰہی، ارادتِ ازلی اور قضاء قدر کے موافق

وجود میں آتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ازل میں جانا اور چاہا کہ فلاں فعل فلاں انسان سے صادر ہو ضرور (وہ) اس بندے سے ہوگا، خواہ بے اختیار ہو۔ جیسے حرکت اضطراریا اختیار سے ہو۔ اگر فعل اختیاری ہے۔ پس انسان کو ایسا فعل کرنے یا وجود میں لانے کا اختیار نہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کام خواہش اور تصور سے کیا جائے۔ وہ اختیار میں داخل ہوگا۔

یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ انسان کو اگرچہ فعل پر اختیار ہے۔ مگر اسکے مبادی میں یعنی جو موقوف علیہ ابتدائی اس کام کے ہیں، اختیار نہیں دیا۔ مثلاً اگر انسان کی آنکھیں کھلی ہوں، پھر نہ دیکھے یہ اس کے اختیار میں نہیں۔ دیکھنے کے بعد اگر وہ شے مطلوب ہے۔ اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ شوق بڑھتا ہے۔ اس کام کی حرکت پیدا ہونی لازمی ہے۔ اس طرح انسان کو اختیار ہے۔ اور اپنے اختیار میں اختیار نہیں رکھتا۔ آخر الامر وہی بات پائی جو علماء کہتے ہیں۔

بندہ اپنے فعل میں مختار ہے مگر خود اختیار میں مجبور ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظاہر میں تو اختیار ہے مگر باطن میں جبر۔ درحقیقت مسئلہ اختیار و قضا و قدر اتنا پیچیدہ ہے کہ عقل اس عقدہ کو حل کرنے سے قاصر ہے اور بجز عجز و سکوت کے کوئی چارہ کار نہیں۔ بات وہی ہے جو قرآن پاک نے بیان فرمائی ہے: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱:۲۳)

وہ مالک علی الاطلاق ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ انسان سے تو پوچھا جا سکتا ہے، مگر مسئلہ تقدیر کے متعلق سوال و جواب ایک رازِ سربستہ کو معلوم کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اہلِ طریقت کا امام اور اہلِ حقیقت کا پیر مانا جاتا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ اس مسئلہ پر اپنی رائے کا ان الفاظ میں اظہار فرماتے ہیں۔

لَا جَبْرَ وَلَا قَدْرَ وَلٰكِنْ اَمْرٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ۔

(جبر وقدر کوئی چیز نہیں، بلکہ ان دونوں کے مابین ہی اصل حقیقت ہے)۔

فرقہ جبریہ کا مسلک جبر پر ہے ان کے ہاں انسان کو کسی فعل کا اختیار نہیں۔ اس کی ساری حرکات جمادات کی طرح ہیں۔

فرقہ قدریہ قدرتِ انسانی پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کلی طور پر مختارِ افعال واعمال ہے۔ حتیٰ کہ ان کے ہاں انسان اپنے افعال کا خالق ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نظریات باطل ہیں اور افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ سچا مذہب تو ان کے مابین اور وسطِ جبر وقدر ہے۔ عقل اس توسط کی حقیقت کے دریافت کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔ فی الحقیقت یہ حیرانی اور عجز ان لوگوں کے لیے اور مشکلات پیدا کر دیتی ہے۔ جو بحث وجدال سے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ عقل سے معتقدات کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو چیز ان کی عقل وخرد میں نہیں آتی۔ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ لیکن اہلِ ایمان کے لیے تو آخری اور قطعی دلیل کلامِ الٰہی ہوتی ہے۔ جس میں ہر بات موجود ہے کہ تمام اُمور خدا تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ سے ہوتے ہیں باوجودیکہ طاعات ومعاصی کی نسبت بندوں کی طرف کر دی جاتی ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

(سورۃ العنکبوت ۲۹:۴۰)

(خدا ان پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (سورۃ الصافات ۳۷:۹۶)

(اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور ان تمام کاموں کو بھی جنہیں تم کرتے ہو۔)

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اعمال کے پیدا کرنے کو اپنی طرف منسوب

کیا۔ مگر عمل کے ارتکاب کو اپنے بندوں سے نسبت دی ہے۔ ایمانی نقطہ نظر سے یہ دونوں باتیں درست ہیں۔ اور یہ بات کتنی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چیز کا خالق ہے۔ مگر اسے کرنا انسان سے ہی وابستہ ہے۔ اس دلیل کے باوجود بھی اس بحرِ عمیق کی حقیقت وکنہ ہمارے علم سے باہر ہے۔

دوسری یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ شریعت اور امر ونہی کا ثبوت اختیار سے ہی ہے۔ لہٰذا اختیار کا قائل ہونا بڑا ضروری ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی شارع علیہ السلام سے معلوم ہوا ہے۔ جب دونوں نظریات شرع سے حل ہوتے ہیں تو پھر نزاع وجدال کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔" (تکمیل الایمان، ص:۴۴)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل نے بندے بنائے اور انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ آلات وجوارح عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا اور ان کے ارادے کا تابع وفرمانبردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا۔ جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا یا عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی، خیر وشر نفع وضرر۔ حواسِ ظاہری نہ پہچان سکتے تھے۔ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس وبے یاور نہ چھوڑا۔ ہنوز لاکھوں باتیں ہیں۔ جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی۔ اور جن کا ادراک ممکن تھا' ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لیے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن وقبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی۔ کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (النساء ۴:۱۶۵)

حق کا راستہ تو آفتاب سے زیادہ واضح ہو گیا۔ ہدایت وگمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ۲:۲۵۶)

بااینہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت فعل یا حالت کسی معدوم چیز کی عدم سے نکال کر لباسِ وجود پہنا دینا یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا ہے۔ کہ تمام مخلوقات خود اپنی حدِ ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اس کی شان ہے۔ جو آپ اپنی ذات سے ہستِ حقیقی و ہستِ مطلق ہے۔ ہاں یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے اپنے جوارح (اعضاء) ادھر پھیرے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ مثلاً اس نے ہاتھ دیئے۔ ان میں پھیلنے، سمٹنے، جھکنے کی قوت رکھی۔ تلوار بنانی بتائی۔ اس میں دھارا اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا اٹھانا، لگانا اور وار کرنا بتایا۔

دوست دشمن کی پہچان کے لیے عقل بخشی۔ اسے نیک وبد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جتا دی۔ زید نے وہی خدا کی بتائی ہوئی تلوار خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا۔ وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا۔ وہ اس کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی۔ سب عطائے حق تھے اور خود جو ضرب واقعہ ہوئی بارادہ خدا واقع ہوئی اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے تو اٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین، آسمان، پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیچھے پڑ ڈال دیئے جاتے۔ تام کو بال برابر نہ جھکتی۔ اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی۔ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔ لڑائیوں میں

ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی۔ گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں۔ شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں سے گولیاں نکلی ہیں، تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلقِ خدا و بارادہ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتلِ ولید کا ارادہ کیا اور اس طرف اپنے جوارح آلات کو پھیرا اب اگر ولید شرعاً مستحقِ قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا۔ بلکہ بارہا ثوابِ عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا۔ جسے اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی سے اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا۔ اور اگر قتل ناحق ہے تو یقیناً زید پر الزام ہے اور عذابِ الیم کا مستحق ہوگا بمخالفت حکم شرع اس شئے کا عزم کیا اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا۔ جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا۔ غرض فعل صرف انسان کے ارادہ سے نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو اس طرف پھیرے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کرے گا اور یہ برے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا۔ دو پیالوں میں شہد اور زہر ہیں۔ یہ دونوں خود بھی خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو یہ شہد ہے۔ اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار یہ زہر ہے۔ اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی۔ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں اور ان میں پیالی اٹھانے، منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اسی کے مخلوق تھے۔ اب شہد پینے والوں کے جوف

میں شہد پہنچا۔ کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کرلیں گے یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا۔ حاشا ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے، کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے۔ یونہی زہر والوں کے پیٹ میں زہر پہنچی۔ کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے یا زہر خود بخود خالقِ ضرر ہو جائے گا۔ حاشا ہرگز نہیں بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا وہ نہ چاہے تو سیروں زہر کھا جائے۔ اس کا بال بیکا نہ ہوگا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے باایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابلِ تحسین وآفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا ایسا کرنا چاہئے تھا اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا ونفرین ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خودکشی کے مجرم ہیں۔ دیکھو اول سے آخر تک جو کچھ ہوا۔ سب اللہ تعالیٰ ہی کے ارادے سے ہوا اور جتنے آلات اس کام میں لیے گئے۔ سب اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق تھے۔ اور اسی کے حکم سے انہوں نے کام دیئے جو تمام عقلاء کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دوسرے کی خدمت۔ تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہیں۔ ان زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی۔ پھر کیوں بناتی ہیں؟ نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا نہ زہر میں قوتِ اہلاک ان کی رکھی ہوئی۔ نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا۔ نہ اس کے بڑھانے اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی۔ نہ دہن حلق ان کے پیدا کئے ہوئے نہ ان میں جذب وکشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی۔ نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادے سے ممکن تھا۔ آدمی پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے۔

اس کا چاہا نہیں چلتا۔ جب تک وہی نہ چاہے۔ جو صاحب سارے جہان کا ہے۔ اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادہ سے ہے۔ نہ اس کی طاقت سے۔ بہتیرے

زہر پی کر نادم ہوتے ہیں۔ پھر ہزار کوشش کرتے ہیں۔ جو ہوتی ہے۔ ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا تو اس ارادے سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا۔ مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔ پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے۔ ہاں باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیئے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیئے تھے۔ دست ودہاں وحلق اس کے قابو میں کر دیئے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دے دی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جامِ شہد کی طرف بڑھاتا تو اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا۔ یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق ومشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ کاسۂ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا۔ وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے۔ وہاں عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خلق فرمادے اسی لیے تو اس نے اس کا اٹھنا اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔ انسان میں یہ قصد وارادہ واختیار ہونا ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا۔ مگر ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے، پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکاتِ ارادی میں ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینا اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو ان میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا ہے اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے۔ ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ (فرق) ہے۔ اب کودنا اپنے اختیار وارادے سے تھا۔ اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادے واختیار سے نہیں ولہٰذا اگر رکنا چاہے تو نہیں رک سکتا۔ بس یہی ارادہ یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے۔ عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا یہی مدارِ امر ونہی وجزا وسزا وثواب وعقاب وپرسش وحساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلاریب قطعاً یقیناً

یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا۔ نہ اپنے لیے آنکھ، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ بنا سکتا تھا۔ یونہی اپنے لیے طاقت قوتِ ارادہ واختیار بھی نہیں بنا سکتا۔ سب کچھ اِس نے دیا اور اسی نے بنایا۔ مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ ہمارا ارادہ واختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو ہم پتھر ہو گئے۔ قابلِ سزا وجزا وباز پرس نہ رہے۔ کیسی سخت جہالت ہے۔ صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ واختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ واختیار ہوئے یا مضطر مجبور ناچار۔ صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت پیدا کی۔ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا۔ اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی الٹی مت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں۔ ان میں نور خلق کیا۔ اس سے ہم انکھیارے ہوئے نہ کہ معاذ اللہ اندھے۔ یونہی اُس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا۔ اس سے ہم اُس کی عطا کے لائق مختار ہوئے نہ کہ اُلٹے مجبور۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فردِ اختیار بھی اس کی خلق۔ اسی کی عطا ہے۔ ہماری اپنی ذات سے نہیں تو مختار کردہ ہوئے۔ خود مختار نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے۔ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے نہ جزا وسزا کے لیے خود مختار ہونا ہی ضرور ایک نوع اختیار چاہیے۔

کسی طرح ہو وہ ہدایۃ حاصل ہے۔ آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر ومثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعت الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی اور وہ عالی شان حکماء انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ سے ہوگا اور ضلالت اس زہر کا ضرور پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادے سے ہوگا۔ مگر اطاعت والے تعریف کیے جائیں گے اور نافرمانی والے مذموم وملزم ہو کر سزا

پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے: یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ باقی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ○

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کر۔ وہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان بھی ہو چکا اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔ نیز فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۶)

(وہ جو علم الٰہی میں کافر ہیں انہیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔)

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوتا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فلعلك باخع نفسك علیٰ اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفاً ○ (الکہف ۱۸:۶)

(شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے۔ اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔)

لہٰذا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تسکینِ خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہوا کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے۔

تم اس کا غم نہ کرو۔ لہٰذا یہ فرمایا کہ تمہارا سمجھانا یا نہ سمجھانا ان کو یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے حق میں یکساں ہے کہ ہدایت معاذ اللہ امرِ فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط (المائدہ ۵:۹۹) قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝

(رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ پیغامِ حق لوگوں تک پہنچائے۔ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کہہ دیجئے، میں تم سے اجر کا سوال نہیں کرتا۔ میرا اجر اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔)

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں۔ ازل الازال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے۔ اور اتنے چاہِ ضلالت میں ڈوبیں گے۔ مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں۔ ان کے لیے سبب ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے۔ ان پر حجت الٰہیہ قائم ہو۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۝ مروی ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولیٰ عزّوجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی۔ مگر اے موسیٰ علیہ السلام: فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ علمائے ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام: آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے۔ یہ وہ راز ہے کہ باوصفِ کوشش آج تک ہم پر نہ کھلا۔ ابن جریر عن انس رضی اللہ عنہ قال لما بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ فرعون نوری لمن یفعل فلم قال فنادرہ اثنا عشرہ ملکا من علماء الملئکۃ امض لما امرت بہ فانا جھدنا ان نعلم ھذا فلم نعلم ۔ اور آخر نفع بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے۔ دوستانِ خدا نے ان کی غلامی ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے: اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۷: ۱۲۱-۱۲۲)

(ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ رب ہے موسیٰ وہارون کا۔)

مولیٰ عزوجل قادر تھا اور ہے کہ بغیر کسی نبی و کتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ٥

(الانعام:۶، ۳۵)

''اور اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو ان کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ تاکہ وہ جاہلوں میں سے نہ ہو جائیں۔''

مگر اس نے دُنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک نہ لگتی۔ یہ بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف اس کے نام پاک لینے سے۔ کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتا۔ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں، کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا۔ کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے پلتے ہیں۔ اور کسی پر اس کے اہل وعیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔ غرض ہر چیز میں اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ (الزخرف ۴۳:۳۲) ''کیا تیرے رب کی رحمت وہ تقسیم کرتے ہیں، بلکہ ان کے درمیان ہم تقسیم کرتے ہیں۔'' کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بدعقل یا اجہل بددین وہ جو اس کے ناموس میں چون وچرا کرے کہ یوں کیوں کیا۔ یوں کیوں نہ کیا۔ سنتا ہے اس کی شان ہے يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ اس کی شان ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۔ (سورۃ المآئدہ ۵:۱) وہ جو کچھ چاہے کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اور سب سے سوال ہوگا۔ زید نے روپیہ کی ہزار اینٹیں خریدیں۔ پانچ سو مسجد میں لگائیں۔ پانچ سو پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں لگا دیں۔ اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنی ہوئی ایک آوے سے پکی ہوئی ایک روپیہ کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ ان پانچ سو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست

میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری ملک تھی۔ میں نے جو چاہا کیا۔ جب مجازی جھوٹی مِلک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان ومال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا مالک ہے۔ اس کے کام اس کے احکام میں کسی کو مجالِ دم زدن کیا معنی۔

کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے۔ جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے بے اشتراک ہے جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔

ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہ جبار سے الجھے تو اس کا سر کھجایا ہے۔ شامت نے گھیرا ہے۔ اس اُسے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بد عقل بے ادب! اپنی حد پر رہ۔ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال صفات میں یکتاِ وکامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال۔

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
رموز مملکت خویش خسرواں دانند

(اے حافظ! تو گوشہ نشین فقیر ہے جوش وخروش کا مظاہرہ نہ کر۔ بادشاہ اپنی سلطنت کے اسرار خوب جانتے ہیں۔)

افسوس کہ دُنیوی مجازی جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشاہ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے۔ سلاطین تو سلاطین اپنے برابر بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا کہ یہ اتنا ادراک ہی نہیں رکھتا۔ مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔ جان لے گا کہ یہ اس کام کا استاد و حکیم ہے۔ میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا۔ نہ کہ اس کی حکمت کو پھر رب الارباب حکیم حقیقی عالم السر والخفی عزّ جلالہ کے اسرار میں، غور و خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے۔ اس پر معترض ہونا اگر بیدینی نہیں تو جنون ہے۔ اگر

جنون نہیں تو بے دینی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لیے اس کی حقیقت جاننی لازمی نہیں ہوتی۔ دُنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارہ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت وکنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس خاکی لوہے اور اس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے باہم کیا الفت اور کیونکر اسے اس کی جہت کا شعور ہے اور ایک یہی نہیں۔ عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفر خاک چھان کر مر گئے اور ان کی کنہ نہ پائی پھر اس سے ان باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شئے ہے۔ جسے یہ (میں) کہتا ہے اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس وحرکت رہ جاتا ہے۔ اللہ جل جلالہ فرقانِ حکیم میں فرماتا ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہ (سورۃ التکویر:۸۱-۲۹)

(تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا۔) اور فرماتا ہے:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ (سورۃ فاطر:۳۵-۳)

"کیا اور بھی کوئی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے۔" اور فرماتا ہے:

اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

(سورۃ الاعراف:۷-۵۴)

"سنتے ہو پیدا کرنا اور حکم دینا خاص اسی کے لیے ہے۔ بڑی برکت والا ہے۔ اللہ مالک ہے سارے جہان کا۔"

یہ آیاتِ کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا عدم سے وجود میں لانا خاص اسی کا کام ہے۔ دوسرے کو اس میں اصلاً شرکت نہیں۔ نیز اصل اختیار اسی کا ہے۔ نیز بے اس کی مشیت کے کسی کی مشیت نہیں ہو سکتی۔ اور وہی مالک ومولیٰ جل جلالہ اسی قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

[illegible]

''یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انہیں دیا اور بے شک بالیقین ہم سچے ہیں۔''

اور فرماتا ہے:

وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (النحل ۱۶: ۱۱۸)

''ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔'' اور فرماتا ہے:

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (حم سجدہ ۴۱: ۴۰)

''جو تمہارا جی چاہے کیے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

اور فرماتا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ (الکہف ۱۸: ۲۹)

''اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تم فرمادو کہ حق تمہارے رب کے پاس ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ بے شک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سرے انہیں گھیریں گے۔ ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔'' اور فرماتا ہے:

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ○ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ○ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○ (سورۃ ق ۵۰: ۲۷، ۲۸)

''کافر کا ساتھی شیطان بولا: اے رب ہمارے میں نے اسے سرکش نہ کردیا تھا۔ یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔'' رب جل علیٰ نے فرمایا: میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو۔ میں تو تمہیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا۔ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔''

یہ آیتیں صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ وہ اپنی

ہی کرنی بھرتا ہے۔ وہ ایک کام کا اختیار و ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں۔ بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے۔ بے شک بندہ بے ارادہ الٰہیہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ اور بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ مگر یونہی کہ عقیدہ اہلِ سنت و جماعت پر ایمان لایا جائے۔ وہ (عقیدہ) کیا ہے؟ وہ (عقیدہ) جو اہلِ سنت کے سردار مولیٰ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔

ابونعیم حِلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحییٰ بن سلیم، امام جعفر صادق سے وہ حضرت امام باقر وہ حضرت عبداللہ بن جعفر وہ امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہ اخطب الناس یومًا.......... الخ یعنی ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المؤمنین کے ساتھ تھے۔ کھڑے ہو کر عرض کی یا امیر المومنین ہمیں تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اُٹھا۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ (اُس نے پھر تیسری مرتبہ) عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو یہ ایک امر ہے۔ دو امروں کے درمیان۔ نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اس کے سپرد ہے۔ عرض کی یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ تیغ مبارک چار انگل کے قدر نکال لی اور فرمایا کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا۔ اور میں تیری گردن ماردوں گا۔ اس نے کہا یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا یوں کہہ۔ اس خدا کے دیئے سے

اختیار رکھتا ہوں۔ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے۔ بے اسکی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔ پس یہی عقیدۂ اہلِ سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خودمختار۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے۔ جس کی کنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیرالمؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر نازل ہوں کہ ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا۔ ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی (گناہ) بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرے گا۔ فرمایا: افیبعصی قھرا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا۔ تو اس کا ارادہ زبردست پڑا۔ معاذ اللہ خدا بھی دُنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں۔ پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا وہ ملک الملوک بادشاہِ حقیقی، قادرِ مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرہ جنبش کر سکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: فکانما القمنی حجرا۔

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہنے بن ہی نہ پڑا۔ عمرو بن عبید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا۔ خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا کہ ایک مجوسی نے دیا۔ جو میرے ساتھ جہاز میں تھا۔ میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا؟ کہا خدا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتا۔ بولا تو میں شریک غالب کے ساتھ ہوں۔ اسی ناپاک شفاعت کی روکی طرف مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرے گا۔ باقی رہا اس مجوسی کا عذر وہ بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے۔ بھوک سے دم نکلا جاتا ہے۔ کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں۔ اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھا لیتا۔ اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہوتا تو کھانا کاہے کو سامنے رکھا جاتا۔ کھانا جب پہنچ گیا تو پھر کیوں نہ کھایا

جائے۔ تو کھانے کا قصد تو کر۔ دیکھ تو ارادہ الٰہیہ سے کھانا کھائے جانے کے قابل ہو جائے گا۔

ایسی اوندھی مت اسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے۔ غرض مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ بے ارادہ الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟ اس کا یوں فیصلہ ارشاد ہوا۔ ابن ابی حاتم و اصبہانی والا مکائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال قيل لعلي بن ابي طالب ان ههنار جلايتكلم في المشئة فقال يا عبدالله .... الخ

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لیے پیدا کیا۔ جس لیے اس نے چاہا یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا جس لیے اس نے چاہا۔ فرمایا تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا وہ جب چاہے۔ فرمایا تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا خدا کی قسم! تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ یعنی تیرا سر تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔ ”اور تم کیا چاہو۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ معاف فرمانے والا ہے۔“

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔ بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا۔ بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اس کی ملک ہے اور مالک سے دربارۂ ملک سوال نہیں ہو سکتا۔ ابن عساکر نے حارث ہمدانی سے روایت کی۔ ایک شخص نے آ کر امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ یا امیر المومنین مجھے مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا اللہ کا راز ہے۔ تجھ پر پوشیدہ ہے۔ اسے نہ کھول۔ عرض کی یا امیر المومنین مجھے خبر دیجئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ خَالِقُكَ كَمَا شَآءَ اَوْ كَمَا شِئْتَ ؟ اللہ نے تجھے پیدا کیا۔ جیسا اس نے چاہا جیسا تو نے چاہا؟ عرض کی جیسا اس نے چاہا۔ فرمایا: فَيَسْتَعْمِلُكَ كَمَا شَآءَ اَوْ كَمَا شِئْتَ ؟ تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وہ چاہے یا جیسا تو چاہے۔ عرض کی جیسا وہ چاہے۔ فرمایا:

فَيَبْعَثُكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَا شَآءَ اَوْ كَمَا شِئْتَ ؟ تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے، اٹھائے گا یا جس طرح تو چاہے؟ کہا جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا: اَيُّهَا السَّائِلُ تَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِمَنْ۔ اے سائل! تو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے۔ مگر کس کی ذات سے؟ کہا...... اَللّٰهُ عَلِيٌّ عَظِيْمٌ کی ذات سے۔ فرمایا تو اس کی تفسیر جانتا ہے۔ عرض کی امیر المومنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے۔ اس سے مجھے تعلیم فرمائیں۔ فرمایا: اَنَّ تَفْسِيْرَهَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ وَلَا يَكُوْنُ قُوَّةً فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فِي الْاَمْرَيْنِ جَمِيْعًا اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت نہ معصیت کی قوت۔ دونوں اللہ ہی کے دیئے سے ہیں۔ پھر فرمایا: ایها السائل الك مع الله مشية او دون الله مشيئة فانقلب ان لك دون الله مشيئة فقد اكتفيت بها عن مشيئة الله وان زعمت ان لك فوق الله مشيئة فقد اَدّعَيْتَ مع الله شِرْكافى مشيئة۔

اے سائل! تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے یا بے خدا کے؟ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے۔ تو تُو نے ارادہ الٰہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی۔ جو چاہے خود اپنے ارادہ سے کرے گا خدا چاہے یا نہ چاہے۔ اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے۔ تو تُو نے اللہ تعالیٰ کے ارادے میں شریک ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر فرمایا: ایها السائل

الله یشج ویداوی فمنه الداء ومنه الدواء اعقلت عن الله امره ۔اے سائل! بے شک اللہ زخم پہنچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا۔ کیوں! اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا۔ اس نے عرض کی ہاں۔ حاضرین سے فرمایا: اَلْاٰنَ اَسْلَمَ اَخُوْکُمْ فَقُوْمُوْا فَصَافِحُوْہُ ۔"اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا۔ کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو"۔ پھر فرمایا:

لو ان عندی رجلا من القدریة لا خذبر قبته ثم لاازال اخذها حتی اقطعها فانهم یهود هذه الامة ونصاراها ومجوسها ۔اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق جانتا ہو۔ تقدیرِ الٰہی سے وقوع اطاعت ومعصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبوچتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ گردن کاٹ دوں۔ اس لیے کہ وہ اس امت کے یہودی ونصرانی ومجوسی ہیں۔ یہودی اس لیے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مغضوب علیہم ہیں۔ اور نصرانی ومجوسی اس لیے فرمایا کہ نصاریٰ تین خدا مانتے ہیں۔ مجوسی یزدان واہرمن دو خالق جانتے ہیں۔

یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لا رہے ہیں۔ کہ ہر جن وانس کو اپنے اپنے افعال کا خالق گردانتے ہیں۔ والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔"

(حاشیہ تکمیل الایمان، ص: ۶۲ تا ۶۴ بحوالہ ثلج الصدر و ایمان القدر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک اور واقعہ بھی منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے اس مسئلے کی بابت استفسار کیا تو آپ نے سائل سے فرمایا کہ اپنی ایک ٹانگ اوپر اٹھاؤ۔ اس نے اٹھالی، پھر فرمایا کہ اب دوسری بھی اٹھاؤ۔ اس نے عرض کیا یہ تو ناممکن ہے۔ فرمایا کہ پہلی حد انسان کے اختیار کی تھی اور دوسری حد اس کی مجبوری کی ہے۔ یعنی اس کا اپنا توازن اسے اختیار کی ایک خاص حد سے آگے گزرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ہدایت وگمراہی اور مشیت ایزدی:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

وَاللّٰہُ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔ اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت دے۔)

انسان میں ہدایت وگمراہی کا پیدا کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔ جسے چاہے گمراہ کرے جسے چاہے راہِ ہدایت پر رکھے۔ جسے وہ گمراہ کرے کوئی اسے راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ قرآن وحدیث دونوں سے ہی یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ ہاں قرآنِ کریم ہدایت کی نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرتا ہے اور گمراہی کی نسبت شیطان اور بتوں کی طرف ہوتی ہے۔ ہمیں ان دونوں نسبتوں پر ایمان واعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

ہدایت کے معنی:

ہدایت کے دو معنی ہیں ایک سیدھا راستہ بتانا اور دوسرے سیدھے راستے سے منزلِ مقصود تک پہنچانا۔ دوسرے معنی اللہ کی ذات سے مخصوص ہیں۔ اور کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں ہیں۔ مگر ہدایت کے پہلے معنی قرآنِ حکیم اور نبی علیہ السلام کی ذات سے وابستہ ہیں۔ یہ دونوں سیدھا راستہ دبتاتے ہیں۔ مگر سیدھے راستہ سے مقصود تک پہنچانا اللہ کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ اور اِنَّکَ لَتَھْدِیْ۔ دونوں درست ہیں۔ اوّل الذکر میں نفی اس بات کی ہے کہ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ مقصود تک نہیں پہنچا سکتے۔ اور ثانی الذکر میں آپ کا ہدایت کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ اثبات راستہ بتانے اور اس پر چلانے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت کا سبب اور شیطان کو گمراہی کا سبب بنایا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دینے والا ہے۔ اور وہی توفیق بخشنے والا ہے۔ (تکمیل الایمان، ص:۶۴)

لہٰذا نجات کے لیے ضروری ہے کہ رہبرِ رُشد وہدایت ہادیٔ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے اور تقدیر کو بے عملی اور

نافرمانی کا بہانہ نہ بنایا جائے اور محبوبانِ بارگاہِ ربانی کے اقوال واعمال کو حرزِ جان بنایا جائے۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نیک افعال حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے افعال نفس وشیطان کراتے ہیں۔'' (نافع السالکین، ص:۲۶۱)

نیز آپ فرماتے ہیں: ''جو بلا جانوروں پر ہوتی ہے، انسان کے گناہوں کی شامت سے نازل ہوتی ہے۔ کیونکہ جانور تو غیر مکلف ہیں۔'' (نافع السالکین، ص:۲۶۳)

''نفس اور شیطان دونوں سخت دشمن ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے یہی لوگوں کو خراب کرتے ہیں۔'' (نافع السالکین، ص:۲۲۹)

''جب نفس اور شیطان آدمی پر غالب ہوتے ہیں۔ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف آدمی کے دل سے نکل جاتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب میں چست ہوجاتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔'' (نافع السالکین، ص:۲۷۲)

جو کوئی اچھے اعمال کرتا ہے۔ اس پر حق تعالیٰ کی رحمت اور جمال کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جو کوئی برے افعال کرتا ہے۔ (نافع السالکین، ص:۲۷۰)

حضرت خواجہ صاحب مزید فرماتے ہیں: ''حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (النساء۴:۹۳) ادھر حدیث قدسی میں لاتتحرک ذرۃ الا باذن اللہ ۔ فرمایا: یہاں حیرت کا مقام ہے۔ اس مقام میں سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ اور جادۂ شریعت اور متابعتِ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مستقیم ہونا چاہئے۔ کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت کے بغیر کسی کو مرتبہ ولایت حاصل نہیں ہوتا۔

''گم شد آں کہ دنبال داعی نرفت''

چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے ''فتوحاتِ مکیہ'' میں لکھا ہے کہ

جو کوئی اپنے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ، شرم گاہ اور زبان کو حرام سے دور نہیں رکھے گا۔ ہرگز اس کو اسرارِ الٰہی میں سے کوئی چیز نہیں ملے گی اور ''خوانِ توحید'' کی بو اس کے دماغ میں نہیں پہنچے گی۔ (نافع السالکین، ص:۲۸۶)

حضرت خواجہ صاحب مزید فرماتے ہیں:

''جب حق تعالیٰ کسی کو اپنی درگاہ سے دور کر کے مردود بنانا چاہتے ہیں۔ تو نفس وشیطان کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور مرتکب مناہی ہوتا ہے۔ چنانچہ شراب خوری کرتا، بھنگ اور چرس پیتا اور دوسرے غیر مشروع کاموں میں لگ جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور جب کسی کو اپنی درگاہ کا مقبول ومحبوب بناتے ہیں تو اس سے تمام کام نیک ہی صادر ہوتے ہیں۔ کوئی غیر شرع کام وہ نہیں کرنے پاتا۔ اور نفس وشیطان بھی اس پر غلبہ نہیں پاسکتے۔''

(نافع السالکین، ص:۳۲۷)

نفس وشیطان کا غلبہ انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: **وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ**o (الزخرف ۴۳:۳۶)

(جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے اور وہ اس کا ساتھی ہوتا ہے۔)

اس لیے ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کے ساتھ اپنی عبادت اور ذکر وفکر کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے تا کہ نفس وشیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ ؎

تا نہ فضیلت دستگیر ما شود　　　　وائے بر ما زانکہ رسوائی شود

اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کوئی فضل وکمال ناممکن بلکہ محال ہے۔ اسی لیے حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں: ولایت اگر اولیاء کے ہاتھ میں ہوتی تو اپنی ساری اولاد کو ولی بنا دیتے اور اگر علم علماء کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ اپنی ساری اولاد عالم بنا دیتے۔ لیکن یہ امر تو

اپنے اپنے نصیبہ پر موقوف ہے۔ نیز فرمایا کہ اولیاءِ خدا مظہرِ حق ہیں جو کچھ ان سے صادر ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ (نافع السالکین، ص:۳۶۵)

اللہ تعالیٰ ان کلمات کو موجبِ رشد و ہدایت بنائے۔ اور ہر دم ذکر وفکر اور عبادت وریاضت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تصرفاتِ رحمانی وشیطانی کا فرق

(کرامت واستدراج)

عارفِ کامل واکمل، محبوب ربانی، محبوب غوث صمدانی حضرت سیدی مرشدی قبلہ سلطان الفقراء فقیر باکمال محمد ارشد قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مسلمان اور کافر کی روح بحیثیت تخلیق، لطافت اور کمالات روحانی ایک جیسی ہوتی ہے بلکہ پیدائش کے وقت ہر مسلمان اور کافر کی تخلیق فطرت اسلامی پر ہوتی ہے'' جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَتِ الْإِسْلَامِ فَاَبَوَانِ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ (بخاری)

(یعنی ہر بچہ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اُسے یہودی، مجوسی اور نصاریٰ بنا دیتے ہیں۔) روح کے ادراکات اور حواسِ خمسہ کے احساسات اور دُنیوی عقل وبصیرت مسلمان اور کافر کی ایک جیسی ہوتی ہیں۔ چنانچہ متقدمین حکماء اور فلاسفہ سقراط، بقراط، افلاطون، جالینوس اور ارسطو وغیرہ بڑے ذہین اور صاحب کمالات تھے اور موجودہ جدید فلسفے اور سائنس کے بڑے بڑے مفکر مثلاً فرانسس بیکن، ہاروے، کپلر، گلیلیو، ڈیکارٹ، نیوٹن اور اسپنوزا جیسے درجنوں اہلِ فکر ونظر پیدا ہوئے، جنہوں نے سائنس میں ایسی ایسی محیر العقول اور عجیب وغریب ایجادیں حاصل کی ہیں جن سے دُنیا والے بہت فائدے حاصل کر رہے ہیں۔ پھر جس طرح ظاہری اور مادی علم والے حضرات

کافروں میں ہوئے ہیں۔ اسی طرح روحانی دُنیا میں بھی کافروں میں بڑے بڑے اہلِ کمال پیدا ہوئے ہیں۔ مثلاً متقدمین میں آرفیس، فیثا غورث، کرشن، رام چندر، مانی، کنفیوشس، گوتم بدھ، زرتشت جو بڑے بڑے مذاہب کے بانی اور روحانی نظریات کے موجد ہوئے ہیں اور متاخرین میں گورونانک، برگسان، آئن سٹائن، طاؤمت وغیرہ اور سفلی عاملوں، جادوگروں اور شیطانی واستدراجی طاقتوں کے مالک جن کی ارواح خبیثہ آج بھی دُنیائے کفرو ضلالت میں کارفرما ہیں۔ مثلاً عاد، شداد، نمرود، فرعون، ہامان، قارون، ہنومان، جے پال، بیر بتال، کلوانا رسنگھ اور کالی ناگنی وغیرہ ہیں۔ غرضیکہ علمی، عقلی، روحانی، ثقافتی، استدراجی اور غیر معمولی قوتوں کے حاملین کی کمی کافروں میں بھی نہیں ہے۔

پھر روحانی کمالات حاصل کرنے کے ذرائع ہر ملک وملت میں پائے جاتے ہیں۔ صرف طریق کار میں فرق ہے اسلامی وعیسائی تصوف ہو یا ہندی وتبتی یوگا۔ سب میں چند چیزیں مشترک ہیں یعنی پاکیزگی افکار، اعمال، ذات الٰہی میں محویت، ذکر وتسبیح۔ فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان جسم وروح دونوں کے جائز تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور ایک یوگی تمام جسمانی ومادی خواہشات کو جھٹک کر کسی غار میں جا بیٹھتا ہے۔ اس افراط وتفریط کے باوجود صوفی ویوگی روحانی لذت سے برابر متمتع ہوتے ہیں۔ جسم میں پرواز کی طاقت دونوں کو ملتی ہے۔ حدود زمین وآسمان کو دونوں پھلانگ جاتے ہیں اور دونوں کی نظر محجوبات ودفائن کو دیکھ سکتی ہے۔ (دعوتِ ارواح ص ۹۷-۹۸)

الحاصل مسلمان اور کافر کی روح میں کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان کی روح روشنی میں گھوم رہی ہے اور کافر کی ظلمتوں میں۔ مسلمان کی روح دونوں طرف یعنی دُنیا وآخرت کی طرف دیکھتی ہے اور کافر کی روح صرف دُنیا کی طرف دیکھتی ہے۔ گویا اس کی ایک آنکھ بینا ہے اور ایک اندھی ہو چکی ہے اور مسلمان کی روح کی دونوں آنکھیں بینا وروشن ہیں۔

چنانچہ کافروں کو ظلمتوں کی معرفت اور ان تمام امور کے جن سے ظلمتوں کا تعلق ہے' فتح عطا کی جاتی ہے اور اہلِ نور کو حق کی فتح اور اس کے متعلقہ امور کی معرفت عطا کی جاتی ہے۔

ریاضت اور مجاہدات سے جوگیوں اور راہبوں کا جب آئینہ روح صاف ہو جاتا ہے تو وہ بھی مغیبات دُنیوی پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ انہیں بھی ایک گونہ کشف حاصل ہو جاتا ہے۔ جس طرح مسلمان کو عبادت اور پاکیزگی اور نیک اعمال سے کشف حاصل ہوتا ہے۔ اہلِ ظلمت واہلِ باطل کو آسمان وزمین کے مشاہدہ کی فتح بھی نصیب ہوتی ہے مگر انہیں صرف ان امور فانیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے یعنی وہ ان چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سبب نہیں بنتیں مثلاً اجرام سماوی کا مقام اور ان کی ہیئت ترکیبی اور ان کے ظاہری فوائد وغیرہ لیکن اہلِ نور اور اہلِ بصیرت پر ایسے اسرار کھلتے ہیں جو وصول الی اللہ کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں اور پھر اہلِ حق کو دونوں طرح کی فتح نصیب ہوتی ہے۔ پہلی فتح تو ان تمام امور کی ہوتی ہے جو اہلِ ظلام کو آسمان وزمین کے متعلق ہوتی ہے۔ پھر ان حقائق کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ جن سے اہلِ ظلمت کو حجاب میں رکھا گیا ہے مثلاً عالمِ ارواح کی سیر' اہلِ برزخ کے حالات' انبیاء واولیاء کی ارواح سے ملاقات' فرشتوں کا مشاہدہ' جنت ودوزخ' کراماً کاتبین' ملائکہ المقربین اور دیگر روحانی حالات کا معائنہ کرایا جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند وبیداری میں ملاقات جس کے ذریعہ پھر معرفتِ سبحانہ تعالیٰ اور اس کی ذات ازلی کا مشاہدہ وغیرہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اہلِ باطل اور اہلِ حق دونوں تصرف کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اہلِ باطل بھی پانی پر چل سکتا ہے' ہوا میں اڑ سکتا ہے' غیب سے اسے رزق ملتا ہے' حالانکہ وہ اللہ کا منکر ہوتا ہے۔

اس عالمِ اسباب میں باطنی غیبی طاقتوں سے کام لینے کے تین ہی طریقے ہیں۔ ایک نوری' دوم ظلماتی' سوم استدراجی۔

استدراجی طریقے سے جو طاقتیں حاصل کی جاتی ہیں' وہ دو طرح پر ہیں۔ ایک روحانی' دوم نفسانی یعنی باطنی مخفی قوتوں کو بیدار کرنے اور ان سے کام لینے میں مسلمانوں اور کافروں میں یہی فرق ہے کہ انسان کے جسم میں بحیثیت انسانیت خدا تعالیٰ کی طرف سے جو پوشیدہ قوتیں رکھ دی گئی ہیں۔ ان کو مسلمان بیدار کر کے اس سے اچھے کام لیتا ہے۔ مثلاً اصلاحِ اخلاق اِصلاحِ احوال اور مخلوقاتِ الٰہی کو فائدہ پہنچانے' دینی کاموں میں صرف کرنے اور ان طاقتوں کو تقربِ الٰہی کا وسیلہ وذریعہ بنانے میں صرف کرتے ہیں جس طرح اولیاء اللہ کافر ان کو کسی طریقے سے بیدار کر کے دُنیا کے مال و دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں' اپنی شہرت اور کمال کا ڈھونڈورا پیٹتے ہیں' جیسے مسمریزم ہپناٹزم سپر چولزم وغیرہ پہلے کو روحانی' دوسرے کو نفسانی کہیں گے۔ مسلم اور غیر مسلم میں بنیادی فرق یہی ہے کہ غیر مسلم کی نظر مادی دُنیا اور اس کی ضروریات تک محدود ہوتی ہے۔ یہ روحانی دُنیا سے ناآشنا اور حیاتِ دوام کا منکر ہوتا ہے لیکن مسلم آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ خاکی جسم اِنسانِ حقیقی کا عارضی مقام ہے۔ یہ زندگی' اگلی لامتناہی زندگی کی ایک چھوٹی سی کسر ہے۔ روح ازلی وابدی ہے اور جسم ایک چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ روح کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے جسمانی خواہشات کی تکمیل میں سرگرداں رہنا دانش مندی نہیں۔ اصلی عظمت روح کی عظمت ہے[1]...... خواہ یہ طاقت روحانی ہو یا نفسانی دونوں طاقتوں سے اللہ تعالیٰ ہر مسلم و کافر کو ترقی عنایت کرتا ہے۔ مسلمان اس طاقت کو اخروی نعمتوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے اور کافر اس طاقت کو دُنیاوی عیش وعشرت کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے۔ یہ دونوں ہی روح کی طاقتیں ہیں۔ روح کی طاقت دونوں کو ملتی ہے البتہ کسی کو قوی طاقتیں عنایت ہوتی ہیں اور کسی کو ضعیف' کافروں کو طاقت کے استعمال کرنے کی حد عالم ناسوت تک ہے اور مسلمانوں کو تمام علوی وسفلی عالموں میں تصرف کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔

---

[1] دعوت ارواح ص ۹۹-۱۰۰

باقی رہی نوری اور ظلماتی طاقتیں جن کو مسلمان اور کافر حاصل کر کے ان سے عجیب غریب اور محیر العقول کام کر کے دکھاتے ہیں۔

جب انسان نیک اعمال کرتا ہے۔ عبادت' نماز' روزہ' قرآن مجید کی تلاوت' ذکر فکر' تہہ دل اور خلوص نیت سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام نوری لطیف مخلوق اس کے تابع کر دیتا ہے۔ اس نوری مخلوق کے ذریعہ اس کے کام سرانجام پاتے ہیں۔

نوری لطیف مخلوق میں ملائکہ' مسلمان جن' مومنوں کی ارواح اور انبیاء و اولیاء اور شہداء کی ارواح سب شامل ہیں۔

ظلماتی لطیف مخلوق میں شیاطین' کافر جنات اور اس کی ذریت' جادوگروں' سفلی عاملوں اور کافروں کی خبیث روحیں شامل ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○ (التحریم ۶۶:۴)

(ان کا حامی مددگار اللہ تعالیٰ ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے علاوہ دوسرے فرشتے بھی ان کے حامی و مددگار ہیں)

سب سے بڑی روحانی طاقت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ مسلمان کے ساتھ ہوتی ہے۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے:

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ (حم السجدہ ۴۱:۳۱)

یعنی اے ایمان والو! ہم یہاں دُنیا میں اور نیز آخرت میں تمہارے یار و مددگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جس سے وہ ان سے بڑے بڑے طاقت کے کام لیا کرتے تھے۔ اب بھی کئی نیک مسلمان جنات سے کام لیتے ہیں۔ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے ہزاروں کی تعداد

میں فرشتے بھیجے۔

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ (آل عمران ۳:۱۲۵)

تمہارے ربّ نے تمہاری پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کی۔

اسی طرح جب کوئی انسان برے اعمال کرتا ہے' فسق وفجور اور خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے' خدا کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو ظلماتی لطیف مخلوق اس کے تابع ہو جاتی ہے اور اس کی امداد کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○

(الزخرف ۴۳:۳۶ پ ۲۵)

یعنی جو جان بوجھ کر خدا کے ذکر سے اندھا ہو جائے تو ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

مشکلات میں اس کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ جادوگروں اور سفلی عاملوں کے حیرت انگیز افعال اور محیر العقول کارنامے اس ظلماتی طاقت کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے نور کو پیدا کیا اور نور سے فرشتے پیدا کئے جو اہلِ نور کے لئے مددگار اور معاون بنا دیئے جو توفیق' سیدھے راہ پر چلنے اور کرامات میں ان کی مدد کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ظلمتیں پیدا کیں اور ان سے شیاطین کو پیدا کیا اور شیاطین کو اہلِ باطل کا مددگار بنایا تاکہ وہ ان کے استدراج اور مزید خسارہ کا باعث بنیں اور خوارق عادت کرنے میں ان کی مدد کریں۔ (دعوتِ ارواح ص ۱۰۱ تا ۱۰۳) یہ امر بھی مسلم ہے کہ جیسے شیطان کی طاقت سے خدائی طاقت زیادہ ہے۔ اسی طرح جنات کی طاقت سے ملائکہ کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اور ارواحِ خبیثہ سے ارواحِ طیبہ کی طاقت ارفع واعلیٰ ہے۔ لہٰذا سفلی عاملوں سے علوی عامل کی طاقت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ روح کی فتح میں اگرچہ اہل

حق اور اہلِ باطل مشترک ہیں مگر ان کا مقصد الگ الگ ہوتا ہے۔ (دعوت ارواح ص ۱۰۴)

اہلِ باطل اپنی شیطانی واستدراجی قوت سے اہلِ حق کو راہ حق سے بھٹکانے، ہٹانے اور ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا یہ تصرف صرف اور صرف لطیفہ نفس تک محدود ہوتا ہے اور اس لطیفہ کا جہاں عالم ناسوت ہے۔ اس عالم میں نفس، سفلی ارواح، جن اور شیاطین سے بھی دوچار ہوتا ہے کیونکہ عالمِ غیب کی یہ سفلی ارواح بھی اسی عالم میں رہتی ہیں۔

اب اس ضمن میں بزرگانِ دین، صوفیائے کرام اور سفلی عاملین کے چند واقعات وفرمودات پیش کئے جاتے ہیں تا کہ حقیقت واضح ہو سکے اور شکوک وشبہات رفع ہو جائیں۔ جن بندگانِ باکمال کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے ہونے کا شرف عطا کر دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ

(اے ابلیس) بے شک جو میرے بندے (خاص) ہیں۔ ان پر تیرا غلبہ اور قابو نہ ہوگا۔

ایسے خاص بندگانِ خدا اپنے خالق ومالک کی خصوصی رحمت اور فضل وکرم سے شیطانی شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

"اسلامی عقائد کے مطابق جس وقت انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک شیطان مسلط اور متعین کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ پر بھی اس قسم کا شیطان مسلط کر دیا گیا ہے تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "ہاں میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا دیا گیا ہے لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر غلبہ عطا کیا ہے اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے"۔

ایسے طبعی جن اور شیطان ہر انسان کے ہمراہ فطرتی طور پر جنم لیتے ہیں اور اس کے جسم ایک باطنی جسم ہوتا ہے جسے بعض لوگ ہمزاد اور ڈپلیکیٹ (Duplicate) بھی

کہتے ہیں۔ (عرفان جلد دوم' دعوت ارواح ص۸۰)

ایک حدیث میں یوں مذکور ہے:

لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی ادم لنظروا الی ملکوت السموت والارض

''یعنی اگر شیاطین بنی آدم کے قلوب کو اپنی آماجگاہ اور جولاں گاہ نہ بناتے تو البتہ وہ آسمان اور زمین کے عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتے''۔

(عرفان جلد دوم ص۸۴)

شیطانی اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ کسی پر کم' کسی پر زیادہ' کئی بالکل محفوظ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہے کہ شیطان آپ کے سائے سے بھاگتا تھا۔ حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے باطن میں شیطان وسواس ڈالنے سے قاصر رہا لیکن فضا میں اپنی ناری تجلیات کا جال پھیلا کر تماشا دکھانے لگا مگر نگاہِ غوثیت مآب سے چھپ نہ سکا۔

بعض اوقات یہ مردود مصلح' صوفی وملا' عابد وزاہد اور شیخ نجدی کے روپ میں بھی آ جاتا ہے۔ کسی کو گوشہ نشینی کا سبق پڑھا دیتا ہے' کسی کو یادِ الٰہی سے اٹھا کر دیگر فرائض و واجبات کی تلقین کر کے خراب کرتا ہے' کبھی کثرتِ عبادت کے زعم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ الغرض شیطانی جال بے شمار ہیں' جن سے نکلنا شیخ کامل کی توجہ کے بغیر ناممکن ہے بلکہ محال ہے۔

ایک جوان شیخ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا جو کثیر الطاعت تھا۔ چنانچہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی طاعت اور عبادت سے تعجب ہوا۔ اپنے نفس کو جھڑکا کہ یہ جوان جو مرید بنا ہے۔ اس قدر طاعت کرتا ہے اور تو اس قدر نہیں کر سکتا۔ بعد ازاں نورِ ضمیر سے معلوم کیا کہ یہ سب کچھ شیطانی ہے کیونکہ وہ جوان مشتبہ لقمہ کھایا کرتا تھا۔ اس لئے شیطان ہی اس سے وہ طاعت کرایا کرتا تھا۔ جب ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حال

معلوم ہوا تو جوان کو کہا کہ جہاں سے میں کھانا کھاتا ہوں' وہیں سے کھایا کرو۔ جوان نے لکڑیاں بیچ کر کھانا کھانا شروع کیا تو وہ بے اصل طاعت کا غلبہ جاتا رہا اور پھر تھوڑی عبادت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ نمازِ فریضہ بھی بڑی مشکل سے ادا کرتا۔ اس جوان کا کام بن گیا اور اپنے اصل پر آ گیا۔

بعدازاں خواجہ صاحب (خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی نے فرمایا کہ یہ سر (راز) جو تمام اسرار کی سعادت ہے' ظاہر کر دیا۔ فرمایا: شیخ کو یہی کام کرنا چاہئے۔ بعدازاں اسی بارے میں فرمایا کہ طاعت خواہ تھوڑی ہو' صدق زیادہ ہونا چاہئے۔ (فوائد الفواد' ص ۴۷)

''ایک مرتبہ ایک جوگی اور راجا شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطور دعویٰ آئے اور بحث شروع کی۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہا: کوئی کرامت دکھاؤ۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دعویٰ تم ہی کرتے ہو' تم ہی دکھاؤ۔ جوگی زمین پر سے ہوا میں اڑا اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔ پھر کہا کہ تم بھی کچھ دکھاؤ۔ شیخ صفی الدین گازرونی نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: اے پروردگار! تو نے بیگانوں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے' مجھے بھی یہ مرتبہ عطا کر۔ بعدازاں شیخ صاحب اپنی جگہ سے قبلہ رُخ اڑے' پھر شمال کی طرف' پھر جنوب کی طرف اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے۔ جوگی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ قدموں پر گر پڑا اور عرض کی: ہم سے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ سیدھے اوپر کی طرف اڑیں اور اپنی جگہ پر آ بیٹھیں لیکن آپ نے جس طرح چاہا' پرواز کیا۔ واقعی یہ حق ہے اور ہم باطل ہیں''۔ (فوائد الفواد' ص ۴۷)

جوگی کا اڑنا شیطانی طاقت سے تھا اور شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا میں پرواز کرنا رحمانی قوت کا کمال تھا۔ وہ استدراج تھا اور یہ کرامت تھی۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معجزہ انبیاء کا کام ہے۔ جن کا علم اور عمل کامل ہوتا ہے اور وہ صاحب وحی ہوتے ہیں جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے' وہ معجزہ ہے۔ کرامت وہ ہے جو اولیاء سے ظاہر ہوتی ہے انہیں بھی علم اور عمل بدرجہ کمال ہوتا

ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ اس میں مغلوب ہوتے ہیں اور جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ کرامت کہلاتا ہے۔ معونت کا یہ مطلب ہے کہ بعض دیوانوں سے جنہیں نہ علم ہوتا ہے نہ عمل کبھی کبھی خلافِ عادت ظہور میں آتی ہیں' اسے معونت کہتے ہیں۔

استدراج اسے کہتے ہیں جو ایک گروہ سے' جسے ایمان کا مس بھی نہیں جیسے اہلِ سحر (جادوگر) وغیرہ سے کوئی بات دیکھی جائے۔ (فوائد الفواد' ص ۶۴)

خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز پر کسی نے جادو کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ دو ماہ تک بیمار رہے۔

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پر جادو ہوا۔ حتیٰ کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک عورت نے جادو کر دیا تھا۔

جس طرح جسد عنصری پر سفلی عاملین کے عمل کا اثر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح باطنی طور پر بھی بعض اوقات اثر انداز ہو جاتے ہیں۔

سلطان الفقراء حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب قادری سروری قدس سرہ العزیز اس بارے میں فرماتے ہیں کہ "باطن میں ان سفلی کالے علم والے ساحرین اور علوی نوری علم کے عاملین کے درمیان طرح طرح کے مقابلے ہوا کرتے ہیں"۔ فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں:

تاریکی اور ظلمت کے زمانے میں جن' شیاطین اور ارواح خبیثہ موقع پا کر دُنیا پر چھا جاتے ہیں۔ جن کے باطنی خبث اور پلید اثر سے دُنیا میں سحر اور کہانت' کفر' شرک' فسق و فجور' لہو ولعب' قتل و غارت' ظلم و تعدی اور دیگر ہر قسم کی برائیوں اور بدکاری کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ ایسے زمانے میں سفلی عاملین' جوگیوں' ساحروں اور کاہنوں کی دکانیں چلنے لگ جاتی ہیں۔ قرآن کریم میں اس خبیث گروہ کو حزب الشیطان اور جنود ابلیس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سلطان الفقراء ششم فرماتے ہیں: "یاد رہے کہ عالم غیب یا عالم امر کی لطیف مخلوق دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نوری' دوم ناری' نوری لطیف مخلوق میں مسلمان جن' ملائکہ اور مومن لوگوں' اولیاء اور انبیاء کی ارواح شامل ہیں۔ انہیں ارواحِ طیبہ بھی کہتے ہیں اور ناری مخلوق کافر جن' شیاطین اور ارواح خبیثہ پر مشتمل ہے۔ یہ تین قسم کی لطیف مخلوق ایک دوسرے کی ضد اور دشمن ہے اور باطن میں قیامت تک ان کے درمیان جنگ وجدل قائم ہے اور یہ ہمیشہ برسرپیکار رہتے ہیں اور ارواحِ طیبہ ہمیشہ باطن میں ارواح خبیثہ کا استیصال کرتے ہیں۔

فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک بے شرع ملنگ فدا حسین کا واقعہ نقل کیا ہے۔

جس میں شاہ صاحب کا شاگرد مناظرہ کے لئے جاتا ہے اور سفلی عامل فدا حسین کے شیطانی تصرف کا شکار ہو کر سر' داڑھی اور مونچھیں بھی منڈوا دیتا ہے اور ملنگ کا مرید ہو کر اپنے استاد شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے چل پڑتا ہے۔

اسی طرح حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جوگی سے مقابلہ ہوا اور آپ غالب رہے۔

صفائی نفس اور کشف

بھوکا پیاسا رہنے اور خلوت وتنہائی سے غیر مسلموں کو بھی نفس کی صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔ کچھ کشف بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کثرت جوع (بھوک) بے شک صفائی بخش ہے۔ ایک گروہ کو قلب کی صفائی حاصل ہوتی ہے اور دوسرے گروہ کو نفس کی صفائی' قلب کی صفائی ہدایت اور نور میں اضافہ کرتی ہے اور نفس کی صفائی گمراہی اور تاریکی میں اضافہ کرتی ہے۔ فلاسفہ یونان اور ہندوستان کے جوگیوں اور برہمنوں نے بھوک کی ریاضت نے صفائی نفس عطا کی اور

گمراہی اور نقصان کا راستہ دکھایا۔ بے عقل افلاطون نے اپنی صفائی نفس پر اعتماد کرتے ہوئے خیالی اور کشفی صورت کو اپنا پیشوا ٹھہرایا اور خود بینی اختیار کی اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس وقت خدا کی طرف سے نبی برحق تھے' ایمان نہ لایا اور کہنے لگا: ''ہم ہدایت یافتہ قوم ہیں' ہمیں کسی ہادی کی ضرورت نہیں''۔ اگر اس کے نفس کی یہ صفائی ظلمت اور تاریکی میں اضافہ کرنے والی نہ ہوتی تو کشفی خیالی صورتیں اس کے لئے راستے کی رکاوٹ نہ بنتیں اور اسے مطلب تک پہنچنے سے نہ روکتیں لیکن اس نے اپنی اس صفائی کے گمان میں پڑکر (غلط) تصور کرلیا۔ افلاطون نے یہ نہ جانا کہ یہ صفائی نفس' نفس امارہ کے باریک چمڑے سے آگے نہیں گزر سکی اور اس کا نفس امارہ اپنی پہلی نجاست اور خباثت پر قائم ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ نجاست غلیظ پر شکر کا باریک غلاف چڑھ گیا۔ قلب جو اپنی ذات میں پاکیزہ اور نورانی ہے۔ اس کے چہرے پر زنگ اور میل کچیل تاریک نفس کی ہمسائیگی سے بیٹھ گیا۔ تھوڑی سی صفائی سے اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ کر آ سکتا ہے اور نورانی ہو جاتا ہے بخلاف نفس کے۔ چونکہ وہ اپنی فطرت اور جبلت میں خبیث ہے۔ تاریکی اس کی ذاتی صفت ہے۔ جب تک قلب کی ریاست کے تحت بلکہ مطابقت' سنتِ اتباع شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ بلکہ محض فضل خداوندی جل سلطانہ سے مزکی اور مطہر نہ ہو۔ اس کا خبث ذاتی دور نہیں ہوسکتا اور اس کی فلاح و بہبود متصور نہیں ہوسکتی۔ افلاطون نے کمال نادانی کے باعث اپنی صفائی کو جو نفس امارہ سے تعلق رکھتی تھی۔ صفائی قلب عیسوی (علیہ السلام) کی طرح خیال کیا۔ اس بنا پر خواہ مخواہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ کی طرح مہذب اور پاک خیال کرلیا اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دولتِ متابعت سے محروم رہا اور نقصان ابدی کے داغ سے داغدار ہوگیا۔ اللہ سبحانہ' ہمیں اس بلا سے پناہ میں رکھے۔ (مکتوبات' مکتوب نمبر ۳۱۳ دفتر اول)

مکتوب ۲۳۷ دفتر اول میں فرماتے ہیں: ''برہمنوں اور ہندو جوگیوں اور یونانی فلاسفہ کو علم توحید کی بہت قسم کی تجلیاتِ صوری اور مکاشفاتِ مثالی ہوئی ہیں لیکن سوائے

خرابی اور رسوائی کے ان سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ سوائے بعد وحرمان کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کشف اور صفائی'' حکماء کو بھی حاصل تھی۔ چنانچہ حکیم جالینوس اور بقراط کا یہ دستور تھا کہ اپنے دروازہ پر ایک نقارہ رکھتے تھے' جو مریض دروازہ پر آتا تھا۔ نقارہ پر ضرب لگاتا۔ حکماء مذکور صرف اس نقارہ کی آواز سن کر مرض معلوم کر لیتے اور گھر کے اندر بیٹھے بیٹھے نسخہ لکھ کر باہر بھیج دیتے۔ اسی طرح اشراقی حکماء کا یہ دستور تھا کہ شاگرد اگر مشرق میں ہوتا اور استاد مغرب میں تو صفائی' دل اور کشف کے ذریعہ استاد شاگرد کو کتاب کا سبق پڑھا دیتا لیکن اس کشف اور صفائی کے باوجود یہ سب کافر تھے۔ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ یہ سب بے ایمان مرے۔

نعوذ باللہِ من ذالك

البتہ لقمان حکیم علیہ الرحمۃ صاحب ایمان تھے۔ (نافع السالکین (اردو ترجمہ)' ص ۳۱۲)

باطن میں شیطانی اثر وتصرف اور صاحبانِ طریقت ومعرفت

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ جو فقیر خلافِ شرع ہو اس کا باطن بھی باطل ہے اور اس کا دعوٰی جھوٹا اور بے اعتبار ہے''...... (نور الہدیٰ' ص ۷۶)

''اسمِ اللہ ذات کے تصور بغیر جو کچھ خواب یا مراقبہ میں دیکھتا ہے۔ سب خام خیالی ہے اور سراسر مردودگی اور سیاہی دل ہے''۔ (توفیق الہدایت' ص ۵۹)

آپ فرماتے ہیں: ''کسی خاص باطنی مقام اور غیبی مجلس میں حاضر ہونے کو (حضوری) کہتے ہیں۔ پس باطن میں انسان جس قسم کا مرتبہ اور جو استعداد رکھتا ہے باطن میں اسی قسم کی حضوری اسے حاصل ہوتی ہے۔ سو حضوری دو قسم کی ہوا کرتی ہے۔

ایک نوری' دوم ناری۔

ناری حضوری کا ذکر کرتے ہوئے سلطان العارفین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضوریات کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض کو حضوری جنونیت غیب عالم کی حاصل ہوتی ہے۔ بعض حضوری شیطان اور شیاطین میں شامل ہوتا ہے۔ بعض کو حضوری اپنے وہم وخیال سے متشکل اور متمثل ہوا کرتی ہے۔ بعض کو باطن میں دُنیائے جیفہ مردار کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ بعض کو حضوری اپنے نفس کی حاصل ہوتی ہے اور شیطان ہر قسم کی ناری ناسوتی تجلیات اور خوبصورت مجلس دکھا کر طالب کو فریفتہ اور مغرور کرتا ہے اور اس کے دل میں باطل وہم وگمان ڈال دیتا ہے کہ یہ خاص مجلس انبیاء واولیاء ہے اور یہی دیدارِ پروردگار ہے حالانکہ وہ سب کچھ شیطانی دھوکے کی ٹٹی ہوتی ہے۔ بعض طالب علم تمام عمر اس غلط فہمی میں مبتلا رہ کر اپنی عاقبت برباد کر دیتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ہر قسم کی ناری حضوری والے بھی اپنے آپ کو حق رسیدہ اور فائز المرام خیال کرتے ہیں۔

(نور الہدیٰ ص ۱۳۷)

اسی مناسبت سے آپ مجالسۃ النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں فرماتے ہیں۔

''یہ تجلیات ناری ونوری سے دس لاکھ ستر ہزار مقامات ہیں اور سب مقامات طریقت میں ہوتے ہیں اور یاد رہے کہ طریقت میں ہزاروں طالب علم گمراہ ہو گئے ہیں اور رجعت میں آکر پریشان ہو گئے ہیں۔ ہزاروں میں اکثر بے خود اور مجنون ہو کر مر گئے ہیں اور وہ لوگ بہت کم ہیں' جو سلامتی کے ساتھ حقیقت کو پہنچ کر اپنے مقصود میں کامیاب ہو گئے ہیں''۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

''شیطان جب دیکھتا ہے کہ طالب قرب میں پہنچنے کو ہے۔ عنقریب مقام طریقت کو طے کر کے مقامِ حقیقت ومعرفت میں پہنچ جائے گا تو وہ دونوں مقامات کے درمیان اپنی کل ذُرّیت جمع کر کے عرش وکرسی' لوح وقلم' زمین وآسمان' بہشت ودوزخ' حور وقصور وغیرہ صورت دکھاتا ہے اور خود زریں تخت پر بیٹھ کر دعویٰ کرتا ہے اور خدا بن کر طالب سے

کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ عبادت کی ہے۔ ہماری درگاہ میں قبول ہوئی اور پیشاب کا پیالہ بھر کر اسے دیتا ہے اور کہتا ہے: اسے پیو' یہ شراب طہور کا پیالہ ہے۔ اگر اس نے پی لیا تو وہ پیشاب مقامِ نار میں آتا ہے اور شیطان اس سے کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ میری عبادت کی' سب میں نے تیری عبادت تجھے بخش دی۔ تجھے میرا دیدار بس کافی ہے کیونکہ تو میرے نور سے ہے اور میں تیرے نور سے ہوں۔ جو کچھ تیری زبان پر آئے' کہہ ڈال اور جو کچھ تیرے سامنے آئے کھالے۔ قلندر اہلِ بدعت ہو جا۔ یہ راز شر سے ہے۔ جو شخص کہ خواب سے بیدار ہوتا ہے۔ استدراجِ ابلیس کو معلوم نہیں کر سکتا۔ نہ راہِ علم سے' نہ راہِ جہل سے۔ اس لئے ناقص اور بے باطن لوگ طالبوں کو گمراہ کرتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں"۔

حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری[1] قدس سرہ العزیز اس امر کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

کہ جب سالک ختم سیر الی اللہ کے قریب پہنچتا ہے اور بجز ایک ساعت اور ساعت کا وقفہ درمیان میں نہیں رہتا۔ اس وقت اچانک ابلیس لعین نمودار ہوتا ہے جیسا کہ دُنیاوی موت کے وقت مسلمان کے سامنے آجاتا ہے اور تنہا اپنے نفس ناپاک کے ساتھ (مختلف سالکین کے ساتھ باطنی حالات وواقعات مختلف نوعیت میں پیش آتے رہتے ہیں اس لئے اس کا اکیلے آنا اور اپنی ذریت کو نہ لانا کوئی متنازعہ مسئلہ نہیں ہے) اس وقت اپنی ذریت کو اپنے ساتھ نہیں لاتا اور جس طرح موت کے وقت آشکار ہو کر مسلمان کا ایمان تباہ (کرنے کی کوشش بلیغ) کرتا ہے اور صرف انہیں کا ایمان سلامت رہتا ہے' جن پر رب کریم رحم فرمائے۔ بے شک وہی رب کریم غفور رحیم ہے۔

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ص ۸۱)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے پیر ومرشد کے پوتے اور آپ کے پیر بھائی۔

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ قَدَّسَنا اللہ تعالیٰ باسرارہ۔ انہوں نے ایک صاحبِ ریاضت ومجاہدہ کا شہرہ سنا۔ ان کے بڑے بڑے دعاوی سننے میں آئے۔ ان کو بلایا اور فرمایا: یہ کیا دعوے ہیں' جو میں نے سنے ہیں۔ عرض کی: مجھے دیدارِ الٰہی ہر روز ہوتا ہے ان آنکھوں سے۔ سمندر پر خدا کا عرش بچھتا ہے اور اس پر خدا جلوہ فرما ہوتا ہے۔ اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دیدارِ الٰہی دُنیا میں بحالت بیداری ان آنکھوں سے محال ہے' سوائے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی فوق السموات والعرش دیدار ہوا۔ دُنیا نام ہے سماوات وارض کا خیر ان بزرگ نے ایک عالم صاحب کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ حدیث پڑھو جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی: بے شک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِنَّ اِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَى الْبَحْرِ

''شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے''۔

انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا۔ اسی کی عبادت کرتا رہا۔ اسی کو سجدے کرتا رہا۔ کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

سیدی ابوالحسن جوسقطی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں' حضرت سیّدی علی بن ہیتی رضی اللہ عنہ کے' اور آپ خلیفہ ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے۔ آپ نے اپنے ایک مرید کو رمضان شریف میں چلّے بٹھایا۔ ایک دن انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا: روتے کیوں ہو؟ عرض کیا: شب قدر میری نظروں میں ہے۔ شجر وحجر اور دیوار و در سجدہ میں ہیں۔ نور پھیلا ہوا ہے۔ میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک لوہے کی سلاخ حلق ... سینے تک ہے' جس ... میں سجدہ نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے روتا ہوں۔

فرمایا: اے فرزند! وہ سلاخ نہیں' وہ تیر ہے جو میں نے تیرے سینے میں رکھا ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے۔ شبِ قدر وغیرہ کچھ نہیں۔ عرض کی: حضور! میری تشفی کے لئے کوئی دلیل ارشاد ہو۔ فرمایا: اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر تدریجاً سمیٹو۔ سمیٹنا شروع کیا۔ جتنا سمیٹتے تھے اتنی ہی روشنی مبدل بہ ظلمت ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دونوں ہاتھ مل گئے۔ بالکل اندھیرا ہو گیا۔ آپ کے ہاتھوں میں سے شور وغل ہونے لگا۔ حضرت مجھے چھوڑ دیجئے' میں جاتا ہوں۔ تب ان کے مرید کی تشفی ہوئی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی' حصہ سوم' مکتبۃ المدینہ ص ۳۵۶)

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے ایک مرید کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں: "شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے آبادی سے کہیں دور ایک ویرانے میں عبادت خانہ بنایا اور وہیں اہلِ دُنیا سے کنارہ کش ہو کر رہنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ ہر رات اس کے پاس ایک اونٹ لایا جاتا اور لانے والے کہتے کہ ہم آسمانی فرشتے ہیں۔ آپ اس اونٹ پر سوار ہو جایئے' ہم آپ کو بہشت کی سیر کرائیں۔ وہ اس اونٹ پر سوار ہو جاتا۔ اسے مقامات دلکش کی سیر کرائی جاتی۔ جہاں گل ہائے رنگارنگ ہوتے' آبِ رواں ہوتا' صورت ہائے زیبا ہوتیں۔ رات بھر وہ پرفضا مقام کی گشت کرتا' صبح کو پھر اسی مقام پر آ جاتا۔ یہ سلسلہ تادیر قائم رہا۔ اس چیز نے اس کے دماغ میں رعونت پیدا کر دی اور وہ متکبر و مغرور ہو گیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر شیخ جنید کے کانوں تک پہنچی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ مغرورانہ بیٹھا ہوا ہے۔ شیخ نے تمام احوال پوچھے۔ اس نے سب کچھ اسی طرح بتایا۔ شیخ نے کہا: آج رات جب تو وہاں جائے تو تین بار لاحول پڑھنا۔ رات کو حسبِ معمول اسے انہی مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اس نے برائے امتحان کلمہ لاحول پڑھا۔ شیاطین جو اس کام کے موکل تھے' فرار ہو گئے۔ وہ تنہا رہ گیا اور اپنے آپ کو ایسی گندگی کے ڈھیر پر پایا۔ جس کی عفونت سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ آس پاس مردار جانوروں کی ہڈیاں بکھری

پڑی تھیں۔اپنی غلطی سے آگاہ ہوکر بے حد پشیمان ہوا۔توبہ کی اور دوبارہ خدمتِ شیخ میں رہنے لگا۔

طریقت میں طالب ہرگز شیخ سے نہ ہو بے نیاز
طریقت ومعرفت کیسی؟مقصدِ پیری آج ہے نذر ونیاز
وہ شیخ کیا جو احوالِ طالب سے ہو بے خبر
بے خبر طالبِ غوث کے دل پہ بھی ہے حفاظت کا ابر

(ناسک قادری)

تاثیرِ توجُّہ

عارفِ کامل واکمل سلطان الفقراء فقیر نور محمد قادری سروری قدس سرہ العزیز نور الہدیٰ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

''توجہ کی بے شمار قسمیں ہیں۔ بعض محنت' ریاضت اور مشق سے اپنے اندر توجہ کی طاقت پیدا کر کے دوسروں کو حسب المقدور متاثر کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ توجہات اچھی بھی ہیں اور بری بھی۔ ہر زبردست اور قوی صاحب توجہ اپنے سے کمزور شخص کو اپنی توجہ سے متاثر اور مغلوب کر لیتا ہے۔ بعض یہ کام تقریر سے کرتے ہیں۔ بعض نظر اور نگاہ سے' بعض چھونے اور ہاتھ لگانے سے اور بعض سانس میں سانس ملانے سے۔ بعض اپنی باطنی توفیق سے کسی صورت کو تصور اور تصرف میں لانے سے اور بعض سانس میں سانس ملانے سے۔ بعض اپنی باطنی توفیق سے کسی صورت کو تصور اور تصرف میں لانے سے اور بعض اس کے نام سے توجہ کرتے ہیں۔ توجہ سے قوی صاحب توجہ عامل کامل شخص اپنے سے کمزور معمولی آدمی کو ہر دو فائدہ اور نقصان پہنچا سکتا ہے۔ نیک طبیعت' پاک باطن' خداترس عارفِ کامل شخص محض فی سبیل اللہ لوگوں کو اپنی عام اور خاص توجہ سے عالمگیر اور لازوال فوائد اور قسم قسم کے فیوضات اور برکات پہنچاتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف ایسی بری فطرت کے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنی باطنی شخصیت کو ناری اور شیطانی راستے میں قوی مضبوط بنایا ہوا ہوتا ہے۔ سو وہ لوگوں کو اپنی توجہ سے اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور اپنے اخلاق سے متخلق اور اپنے اوصاف سے متصف

کر لیتے ہیں خواہ وہ اوصاف برے ہوں یا اچھے...... انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے اچھے برے اور نوری ناری قابلیتیں اور ملکے ودیعت کیے ہیں۔ جو شخص جس ملکے اور استعداد کی تربیت کرتا ہے اسی میں ترقی کر کے طاقت اور قوت حاصل کر لیتا ہے اور اسی باطنی برقی طاقت سے دوسرے لوگوں کو متاثر کرتا اور اپنے رنگ میں رنگتا ہے۔ یہ نہ بزرگی ہے اور نہ کرامت بلکہ یہ بھی ایک سفلی باطنی قوت اور استدراج ہے۔

اس لئے ہر صحبت اثر رکھتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ بری صحبت سے احتراز اور اجتناب کرے جیسا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ

''یعنی ان لوگوں کے نزدیک نہ جاؤ' جنہوں نے ظلم کیا ہے' تمہیں ان کے ظلم کی آگ لگ جائے گی۔ صاحب توجہ فوری توجہ سے بہت کام کرتا ہے''۔

بے شرع کی صحبت سے کر گریز

بے ریش وبے نماز پیر ہے یا انگریز؟

مقامِ فقر اور ناسوتی کمالات

یہاں مقام فقر اور دیگر باطنی کمالات کے بارے میں حضور سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ دَائِمًا اَبَدًا کا فرمانِ عالی حقیقت کو سمجھنے میں مفید ثابت ہوگا۔ سفلی عاملین کے شیطانی تصرفات وکمالات تو درکنار حضور سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ تو مسلمان صوفیا کے بھی بعض کمالات کو ناسوتی کمالات شمار کرتے ہیں۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''اے طالب جان فدا اور مرشد فیض فقیر نما! انتہائے فقر کا بیان سن لے فقر کی راہ میں پہلے پہل صبر اور رضا کے مراتب حاصل ہوتے ہیں مگر اس پر مغرور نہیں ہونا چاہئے بلکہ آگے چلنا چاہئے۔ اس کے بعد فقر کے تین اور مراتب ہیں۔ اوّل یہ کہ تصورِ اسمِ اللہ

ذات میں غرق دوام ہو۔ دوم: کونین ہر دو جہان اس کے تحتِ اقدام ہوں اور سوئم۔ جملہ ملائکہ اور جنونیت۔ غرض سب غیبی لشکر اس کے تابع اور غلام ہوں مگر یہ بھی مراتبِ خام ہیں۔ اس پر مغرور نہیں ہونا چاہئے کیونکہ فقرِ خاص اس سے بھی آگے ہے۔

فقر کے مراتب یہ ہیں کہ عرش سے تحت الثریٰ تک کل مقامات نظر سے طے کر لے اور مردگانِ اہلِ قبور کو توجہ سے برزخ سے اٹھا کر ہمکلام کرے اور لوحِ محفوظ کا مطالعہ کر کے لوگوں کو نیک و بد بتائے۔

حلال کھائے اور حرام سے ترک رکھے لیکن فقر کا خاص انتہائی مقام اس سے بھی آگے ہے اور یہ مراتب بھی خام ناتمام کے ہیں۔ اس پر بھی غرہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ جملہ مراتب مقامِ ناسوت کے ہیں اور ان مراتب والا بھی محتاج ہے۔

فقیر خاص الخاص لایحتاج کے مراتب یہ ہیں کہ وہ سات خزانے اور سات قسم کے معراج حاصل کرے۔ تب کہیں حدیث:

اَلْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلَّا اِلَی اللّٰہِ

ترجمہ: ”فقر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا...... کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے“۔ (نور الہدیٰ ص ۱۸۸)

اللہ تعالیٰ جل شانہ جملہ مسلمان عالم کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نفسانی و شیطانی مشر ور وسواس سے بچائے اور حق پر تا دمِ آخر ثابت قدم رکھے۔

اللّٰھم آمین بحرمۃ سید المرسلین وخاتم النبین

صلی اللہ علی حبیبہٖ محمدٍ وآلہٖ وسلم۔

یارب! درد کی دولت ہو نصیب

پیشِ نظر رہے ہر دم روئے حبیب

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

باغیانِ شریعت

مست ملنگ اور قلندر

اس دور میں جسمانی امراض کے ساتھ ساتھ روحانی واخلاقی امراض بھی عروج پر ہیں۔ اصل کے ساتھ ساتھ نقل کی بھی بھرمار ہے۔ عالم حق ہے تو عالم سوء بھی ہے۔ صوفی باصفا ہے تو قلندرِ بدباطن بھی ہے۔ صوفی متشرع ہے تو مست ملنگ بھی ہے۔ شریعت وطریقت کا رنگ ہے تو شیطان کا رنگ اور ڈھنگ بھی ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور انوارِ باطن کے جلوے ہیں تو شیطانی اطوار بھی عیاں ہیں۔

لیکن جادۂ حق کیا ہے؟ نجات کا راستہ کونسا ہے؟ صراط مستقیم' انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ' صدیقین رضی اللہ عنہ کا راستہ اور شہداء اور صالحین رحمۃ اللہ علیہ کا راستہ ہے۔

اس راستے سے ہٹ کر کسی اور راستے پر چلنا' ظلمت وگمراہی کے گڑھے میں گرنا ہے۔

درہمہ اقوال وافعال اے فتا قبلۂ خود ساز خُلقِ مصطفیٰ (ﷺ)

اب آیئے دیکھیں کہ ملامتی کون ہے؟ اصل ملامتی اور نام نہاد ملامتی (نام کے صوفی) اور قلندر میں کیا فرق ہے؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز کے پیرومرشد کے پوتے حضرت السید الشاہ ابوالحسین نوری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"بعض جاہل فقیر خود کو خلافِ شرع رکھتے ہیں۔ مثلاً داڑھی منڈاتے یا حد شرع

سے کم رکھتے یا شراب و بھنگ وغیرہ پیتے۔ ریشمی کپڑے پہنتے اور فحش کلمے زبان سے نکالتے اور ایسی ہی دوسری حرکتیں کرتے ہیں اور اگر ایسے لوگوں کو نصیحت کی جائے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو فقراء کے فرقہ ملامتیہ سے ہیں اس لئے ہم اپنے آپ کو اس طور و طریق پر رکھتے ہیں تو ایسوں کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ وہ نرے گمراہ (اور شیطان کے دام تزویر کا شکار) ہیں۔

فرقہ ملامتیہ کا اصل طریقہ یہ نہیں بلکہ فقرائے ملامتی وہ ہوتے ہیں کہ شریعت کے مستحباب میں سے کوئی مستحب بھی ترک نہیں کرتے۔ البتہ اس اخلاص کو جو انہیں حق تعالیٰ سے ہے۔ بندوں کی نگاہوں سے اوجھل رکھتے ہیں اور عوام الناس کی نگاہوں میں بے قدرے سے رہتے ہیں) نہ یہ کہ شریعت مطہرہ کی مخالفت کو اپنا شعار اور ملامتی ہونے کے دعویٰ کو اپنی سرکشی کا ذریعہ بنالیں۔ ایسے ملامتیہ باطل کوش ہیں۔ حق کے لئے سرفروش نہیں۔ ان کے طور طریقے اور چال چلن سے جہاں تک بن پڑے دور رہنا چاہئے۔

یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی جسے لکھتا ہوں۔ اس سے مسئلہ پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ کہتے ہیں کہ گزشتہ زمانہ میں دو زن و شوہر (میاں بیوی) تھے۔ شوہر کا طریقہ ملامتی تھا یعنی ظاہر میں وہ صوفیائے کرام کی روش کے مطابق مجاہدے اور ریاضتیں کرتا نظر نہ آتا تھا بلکہ مخلوقِ خدا سے پوشیدہ رہ کر ان میں مصروف رہتا اور اس کی بیوی (کہ خود بھی عبادت گزار تھی) ہمیشہ اسے ملامت کرتی کہ میں کبھی تجھے حق کی طرف توجہ کرتا نہیں پاتی۔ وہ جواب دیتا: میں کیا کروں۔ بس اتنا سمجھ لو کہ میں بدترین مخلوق خدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بخشے اور پھر ایک رات جب اس کی بیوی سوتے سے اٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا شوہر حق کی طرف متوجہ اور ذکر الٰہی میں مستغرق ہے۔ دل میں بڑی خوش ہوئی اور صبح اپنے شوہر سے بولی کہ خدا کا شکر ہے آج رات مجھ پر حقیقت فاش ہوگئی تو اپنے اخلاص کو چھپاتا رہتا ہے۔ شوہر نے کہا: تجھے کیسے معلوم ہوا؟ بولی: پچھلی رات میں نے تجھے دیکھا کہ اپنے مولیٰ کی بندگی میں مصروف اور ہر چیز سے بے خبر تھا۔ شوہر نے تین بار اس

بات کو دہرایا اور پوچھا کہ کیا تو سچ کہہ رہی ہے۔ کیا واقعی تو نے مجھے اس حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا: خدائے عزوجل کی قسم! میں نے خود تجھے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ شوہر نے جب سنا تو ایسی شرم اس پر طاری ہوئی کہ اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی (اور دُنیا سے سدھار گیا)۔

عزیز بیٹے! ملامتیہ ایسے ہی لوگوں کو کہنا زیب دیتا ہے نہ کہ خلاف شریعت بے دینوں کو۔ ایسوں کو ملامتی کہنا فحش غلطی ہے۔

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف کا اردو ترجمہ نور و علیٰ نور، ص ۱۱۹-۱۲۰)

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض قلندر شریعت کے خلاف ہوتے ہیں اور لوگوں کے حق میں ان کی دعائیں اور بددعائیں قبول ہوتی ہیں اور وہ اپنے آپ کو صاحبِ کرامت مشہور کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب اس قسم کے لوگ کوئی ریاضت کر بیٹھتے ہیں تو خدا تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ لوگ بھی ہمارے دروازے پر بیٹھنے والے کتے ہیں۔ ان کی عبادتوں کے عوض انہیں بھی ایک ہڈی پھینک دو یعنی ان کی عبادت کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ ان کی دعا اور بددعا قبول ہوتی ہے۔

(مراۃ العاشقین مجلس ۲۷)

آپ مزید فرماتے ہیں: ''ماضی کے قلندر واقعی شریعت کے مطابق ہوتے تھے اور آج کے قلندر شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت ایک الگ چیز ہے اور طریقت الگ چیز ہے۔ حالانکہ انکو ان دونوں میں سے کسی چیز کی کچھ خبر نہیں۔ بندہ (مؤلف ملفوظات) نے عرض کیا کہ میں نے ایک رند سے سنا کہ جب تک نماز حقیقی یعنی وصالِ دوست حاصل نہ ہو تو اس وضو اور ظاہری نماز سے کیا فائدہ؟ خواجہ شمس الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا: حقیقی نماز کے حصول کے گمان میں وہ ظاہری نماز سے بھی محروم رہتے ہیں جو نمازِ حقیقی کی اصل بنیاد ہے اور یہ نہیں جانتے کہ خدا نے ظاہری نماز حکماً فرض کی ہے۔ پس جب کوئی آدمی شرعی آداب و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو یقیناً

اسے بتدریج نمازِ حقیقی کا درجہ حاصل ہو جائے گا''۔ (مراۃ العاشقین مجلس ۲۷)

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد' بے شرع رندوں کی مذمت کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں: ''فرمایا: ایک رند یہاں آیا اور اس نے اپنی داڑھی ترشوا ڈالی۔ ایک آدمی نے اس سے کہا: تم نے داڑھی کیوں ترشوائی؟ اس نے کہا: کیا تمہارا خدا داڑھی رکھتا ہے؟ میں نے کہا: ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داڑھی رکھی ہے۔ اس نے کہا: یہ تمام اس کا مظہر ہے۔ میں نے کہا: مظہر کے تو ہم بھی قائل ہیں مگر یہ کہاں جائز ہے کہ ہم مظہر سے اپنے آپ کو منسوب کریں اور کھلم کھلا خلاف شرع کرتے پھریں۔ پھر میں نے کہا: آیت فَاتَّبِعُوْنِیْ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ پس وہ لاجواب ہو گیا''۔ (مراۃ العاشقین مجلس ۲۷)

قرآن مجید فرقان حمید میں واضح حکم ہے کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) (میری محبت کا دعویٰ کرنے والوں کو) فرما دیجئے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری اتباع (پیروی وفرمانبرداری) کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا''۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے بغیر ایک دھوکہ اور فریب ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلْمَحَبَّةُ مُعَانَقَةُ الطَّاعَاتِ وَ مُبَايَنَةُ الْمُخَالِفَاتِ ۔ یعنی محبت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت سے ہمکنار ہو اور اس کی مخالفتوں سے تُو روگردانی کرے اور جدا ہو اس لئے کہ جس وقت دوستی دل میں قوی ہوتی ہے' فرمان دوست کا دوست پر آسان ہو جاتا ہے اور یہ رد اس گروہ کا ہے جو کہ اپنی بے دینی کی وجہ سے کہتا ہے کہ بندہ دوستی کے اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اطاعت اس سے اٹھ جاتی ہے۔ یعنی اَحکام شرعیہ کا مکلف نہیں رہتا اور یہ محض بے دینی ہے کیونکہ محال ہے کہ عقل کی صحت کی حالت میں تکلیف کا حکم بندہ سے گر جائے کیونکہ

اس امر پر اجماع ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی اور جب ایک شخص سے عقل کی حالت میں تکلیف کا اٹھنا جائز ہو تو سب سے روا ہو سکتا ہے اور یہ محض زندیقی اور بے دینی ہے اور پھر مغلوب اور دیوانہ کا حکم دوسرا ہے۔

(کشف المحجوب (اُردو)' ص ۳۷۴)

''ظاہری طور پر قلندروں کے اقوال وافعال صوفیاء کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ صوفیاء کے مقدس طریقے کے خلاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ صوفیاء رقتِ قلب کے لئے کوشش کرتے ہیں اور قلندر قساوتِ قلب کے لئے۔

صوفیاء ہرن کی کھال سے مصلےٰ تیار کرتے ہیں تاکہ رقت پیدا ہو اور قلندر شیر اور بھیڑیے کی کھال سے مصلیٰ تیار کرتے ہیں تاکہ قساوتِ قلب حاصل ہو۔ صوفیاء تسبیح کے دانے زیتون کی لکڑی سے بناتے ہیں اور قلندر اپنے ہاتھ میں لوہے یا کچ کا حلقہ ڈالتے ہیں۔ صوفیاء غلبۂ عشق سے رقص کرتے ہیں اور قلندر شیطان کے بہکانے پر سنگھ بجا کر ناچتے ہیں۔ صوفیاء شب بیداری سے آنکھیں سرخ کر لیتے ہیں اور قلندر بھنگ پی کر سرخ کرتے ہیں' صوفیاء مشائخ کے یوم وفات کو عرس کا نام دیتے ہیں اور قلندر اسے میلہ کہتے ہیں''۔ (مرآت العاشقین مجلس ۲۷)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو خود کو کبھی قلندریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور کبھی ملامتیہ کے نام سے ......

قلندریہ سے ایک ایسے گروہ کی طرف اشارہ ہے جن کے دلوں پر خوش دلی اور طبیعت کے نشہ نے قبضہ کر لیا ہے (جن کے دلوں پر خوش دلی چھائی ہوئی ہے) یہاں تک کہ ان کی عادتیں بگڑ گئی ہیں۔ اس خوش دلی کے نشہ نے انہیں تباہ وبرباد کر دیا ہے۔ آدابِ مجلس سے بیگانہ بن گئے ہیں۔ لوگوں سے ملنے جلنے کے اطوار وآداب کی ان کو پرواہ نہیں۔ ہمہ وقت ترنگ میں رہتے ہیں۔ خوش دلی کے میدان میں پھرنے کی بدولت

روزہ نماز سے غافل ہوتے ہیں۔ بس کچھ فرائض ادا کر لئے ہیں۔ ان کو ماکولات اور مشروبات کے استعمال کی بھی کچھ پرواہ نہیں' جنہیں شریعت نے جائز کیا ہے۔

دراصل ملامتی تو اپنی عادات اور طاعات کو چھپاتا ہے اور قلندر اپنی عادتوں کی تخریب میں مصروف رہتا ہے۔ ملامتی جزاواحسان کے اصولوں پر کاربند ہے اور اسی میں فضل و برتری سمجھتا ہے لیکن اپنی وجدانی کیفیات اور احوال کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے اور اپنی وضع وقطع' لباس و حرکات میں عوام کی طرح رہتا ہے۔ محض اس لئے کہ اس کا حال عوام سے پوشیدہ رہے۔ اس کے باوجود وہ در پردہ روحانیت میں اضافہ کا طالب رہتا ہے۔ اپنے ایک حال پر قانع نہیں رہتا اور اپنی تمام تر مساعی قربِ الٰہی کے حصول میں صرف کر دیتا ہے۔ (ہر اس بات پر جس سے بندہ کو قربِ الٰہی حاصل ہو' جہد بلیغ کرتا ہے) لیکن قلندر کسی صورت کے ساتھ مقید و پابند نہیں ہے' نہ اسے اس امر کی پرواہ ہے کہ کوئی اس کے حال سے واقف ہے یا ناواقف' اس کو صرف اپنی خوش دلی سے کام ہے کہ وہی اس کا اصل سرمایہ اور اس کی پونجی ہے۔

صوفی ان دونوں سے الگ ہر چیز کو اس کے موقع ومحل کے اعتبار سے دیکھتا اور عمل میں لاتا ہے۔ اپنے علم کے ذریعے اپنے اوقات کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کا لائحہ عمل تیار کرتا ہے۔ خلق کو خلق کے مرتبہ پر رکھتا ہے اور امرِ حق کو اس کی جگہ پر' جس چیز کو چھپانا چاہیے اس کو چھپاتا ہے اور جس کا ظاہر کرنا مناسب ہے' اس کو ظاہر کرتا ہے الغرض تمام امور خواہ ان کا تعلق زندگی سے ہو یا معرفت وحق طلبی سے ہر ایک کو حضورِ عقل' صحتِ توحید' کمالِ معرفت اور رعایتِ صدق واخلاص کے ساتھ انجام دیتا ہے۔

ایک گمراہ جماعت نے جو فتنہ اور گمراہی میں مبتلا ہے' خود کو ملامتیہ کہنا شروع کر دیا اور انہوں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا تا کہ انکو صوفی سمجھا جائے۔ کبھی وہ یہ لباس اپنے بچاؤ اور تحفظ کے لئے پہن لیتے ہیں۔ حالانکہ صوفیا یا صوفیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ان کی خود فریبی ہے۔ وہ اہلِ اباحت (رندوں) کا راستہ چلتے ہیں اور بزعم خود

یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے قلوب (تمام تر) اللہ تعالیٰ کے اخلاص سے بہرہ یاب ہو گئے اور اس وقت وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے اپنا مقصود پالیا۔ یہی مقصود ہماری کامیابی ہے۔ رسومات شریعہ کی پابندی کرنا عوام اور کم خردوں کا کام ہے' جو تقلید اور اقتداء کی گھاٹی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کے یہی اقوال' عین زندقہ اور بے دینی ہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ حقیقت جو شریعت کے خلاف ہے وہ زندقہ ہے۔ یہ مبتلائے فریب لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ شریعت نام ہے حقِ عبودیت کا (یعنی حقِ بندگی شریعت ہے) اور جسے حقیقت کہا جاتا ہے وہ یہی حقِ بندگی ہے اور جو اہلِ حقیقت بننا چاہتا ہے وہ ضرور حقِ بندگی میں وابستہ ہوگا اور اس سے اس کے علاوہ بھی کاموں کا مطالبہ کیا جائے گا (جو محبت ہے) اس کا مطالبہ ان سے نہیں کیا جا سکتا جو حقیقت کے درجہ تک پہنچتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی گردنوں کو تکلیفاتِ شرعیہ سے آزاد کر دیا گیا ہے یا ان کی گردنوں سے یہ بوجھ اتار دیا گیا ہے اور ان کے بطون کو تحریف و کجروی سے بھر دیا گیا ہے۔

شیخ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیوخ کی اسناد سے عتبہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ سعید میں لوگوں (مسلمانوں) کا مواخذہ وحی سے کیا جاتا تھا اور اب وحی کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو اب ہم تمہارے اعمال سے تمہارا مواخذہ کرتے ہیں جو ہمارے لئے اِظہارِ خیر کرے گا اس کو ہم امن دیں گے اور اپنے سے قریب کریں گے۔ اس کے باطن سے مواخذہ ومحاسبہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اگر اس سے سوائے نیکی کے اور کچھ ظہور میں آیا تو ہم اس کو امان نہیں دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے تہمت اور الزام سے بچنے کی کوشش نہیں کی تو وہ لوگوں کی بدگمانی پر کسی کو ملامت نہ کرے۔ (ایسے شخص کو لوگ ضرور ملامت کریں گے)۔

ہم یہ دیکھیں گے کہ کوئی شخص حدودِ شرعی میں سستی کر رہا ہے۔ فرض نماز کو چھوڑے ہوئے ہے اور دوسرے فرائض کی ادائیگی سے بھی اغماض واہمال برت رہا ہے۔ تلاوت

قرآن مجید اور روزہ و نماز کی حلاوت ولذت کو بھی وہ خاطر میں نہیں لاتا اور حرام و مکروہات میں مبتلا ہے تو ہم ایسے شخص کو رد کر دیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور نہ ہمارے نزدیک اس کا دعویٰ قابلِ قبول ہوگا کہ اس کا باطن نیک اور درست ہے۔

انہی لوگوں میں ایک گروہ ان لوگوں کا ہی جو بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ توحید کے ذخار سمندروں میں غرق ہیں لیکن ان کو اس حالت میں ثبات وقرار نہیں ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا نفس صدور فعل پر بالا رادہ قادر نہیں ہے بلکہ وہ مجبور محض ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عقل وارادہ کے مقابلہ میں انہیں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفسانی افعال اور گناہوں کے صدور میں وہ خود کو بے بس سمجھ کر ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ (معاصی ان سے سرزد ہوتے ہیں) سست روی اور آرام وغفلت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دین وملت کے جو حدود قائم کئے ہیں ان سے نکل آتے ہیں اور اس منزل پر وہ شرعی احکام اور حلال وحرام کی پابندی ترک کر دیتے ہیں۔

کسی نے حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ جو یہ کہتا تھا کہ میں تو ایک دروازہ کی مانند ہوں۔ جب تک مجھے کوئی جنبش نہیں دیتا' میں جنبش نہیں کرتا۔ اس کا یہ قول سن کر حضرت سہل نے فرمایا کہ یہ قول دو ہی شخصوں کا ہو سکتا ہے یا تو صدیق کا یا زندیق کا۔

اگر یہ قول کسی صدیق کا ہے تو اس کے قول میں اشارہ اس امر کی طرف ہوگا کہ اشیاء کا قوام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے لیکن وہ صدیق شریعت کے اصول اور عبودیت کے تمام حقوق ادا کرتا ہوگا۔ اس وقت وہ یہ کہے گا کہ تمام اشیاء کا دارومدار اللہ تعالیٰ پر ہے اور زندیق یہ بات کہہ کر تمام ذمہ داریاں خدا کے حوالے کر دیتا ہے (خود ان ذمہ داریوں سے ہٹ جاتا ہے) اور اپنے نفس سے ان کا تعلق نہیں رکھتا۔ اپنے نفس سے تمام اعمال کو ساقط کر دیتا ہے اور دین کے دائرے اور رسوم سے الگ ہو جاتا ہے (خود کو کسی بات کا مکلف ہی نہیں سمجھتا) پس جو شخص حلال وحرام اور شرعی حدود اور اس کے احکام کا معتقد ہے

تو جب اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور اس امر کا قائل ہے کہ اس گناہ پر توبہ کرنا چاہئے (پس وہ توبہ کرتا ہے) تو ایسا شخص صحیح مسلمان ہے۔ خواہ ادائے احکام میں اس سے سستی اور غفلت ظاہر ہوتی ہے اور خواہشات نفسانی کی تحریک سے دُنیا کے سفر کرتا ہو۔ لذتوں سے خوب لطف اندوز ہوتا ہو یا وہ کسی ایسے شخص کی خدمت میں باریاب نہ ہوا ہو' جو اس کو ادب سکھائے اور جو عیوب اس کی ذات میں ہیں ان سے اس کو آگاہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(عوارف المعارف' باب ۹)

یہ چھٹی صدی ہجری کے بعض نام نہاد صوفیاء کا حال ہے۔ اس قسم کے جبری العقیدہ لوگ آج بھی موجود ہیں۔ ایسے پیروں اور صوفیوں سے دور رہنا چاہئے۔ ایسے لوگ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باغی اور چور ہیں۔ ہوش وخرد اور عقل ودانش کے ہوتے ہوئے شریعت سے بغاوت اور انحراف کا پرچار کرنا اور اسے دستور حیات بنالینا ایک شیطانی فعل ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروری رحمۃ اللہ علیہ شریعت کی پابندی کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل فرماتے ہیں جو کہ نام نہاد صوفیوں اور مست ملنگ قلندروں کے لئے خاص طور پر مشعل راہ ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: وہ (حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ) ایک شخص سے معرفت کا تذکرہ فرما رہے تھے تو اس شخص نے کہا: اہلِ تقویٰ اور عارف باللہ تو زہد وتقویٰ کو ترک کر کے اللہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ قول اس گروہ اور جماعت کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نیک عمل بجالانے کی پابندی سے آزاد ہیں اور میرے نزدیک یہ ایک بڑی بلا ہے۔ جو شخص چوری اور زنا کرے وہ ایسے شخص سے بہتر ہے' جو ایسا کہتا ہے اس میں کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ عارف باللہ نے یہ اعمال اللہ ہی سے حاصل کئے ہیں' اس سے یہ اعمال اس کو ملے ہیں اور انہی اعمال کے ساتھ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں

گے' اگر میں ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں۔ تب بھی میں اعمالِ حسنہ سے ایک ذرہ بھی کم نہ کروں۔ سوائے اس کے کہ کوئی رکاوٹ ان کی ادائیگی میں پیدا ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی اعمال میری معرفت کے مولد اور میرے حال کے لئے باعثِ تقویت ہیں۔

(عوارف المعارف باب ۹)

حضرت سیدنا علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جو علی بیٹا عثمان جلابی کا ہوں' کہتا ہوں کہ اس زمانہ (حضرت بایزید بسطامی کے دور اور اس سے پہلے کے زمانہ) میں ملامت کے واسطے ایک برے فعل کا مرتکب ہونا پڑتا تھا مگر آج کل اگر کوئی ملامت کا خواہاں ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ دو رکعت نماز نفل بہت لمبی کر کے پڑھے یا دین کو کامل طور پر پکڑے پس اتنی سی بات سے منافقت اور ریاکاری کا فتویٰ لگ جائے گا۔

لیکن جس کا طریق ترک ہو تو وہ خلافِ شریعت ایک آدھ کام اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ ملامت کا طریقہ اختیار کیا ہوا ہے اور یہ واضح گمراہی اور ظاہری آفت ہے اور نیز بچی خواہش ہے جیسا کہ اس زمانہ (یعنی ۴۶۵ھ سے تیس' چالیس پہلے کا زمانہ) میں بہت لوگ ہیں کہ جن کا مقصود مخلوقات کے رد کرنے سے ان کا قبول کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے پہلے اس کو مقبول ہونا چاہئے۔ اس کے بعد مخلوقات کا رد مستحسن ہوگا اور مخلوق کا رد ایسے طریقہ سے کرنا چاہئے کہ مخلوق اس طریقہ کو دیکھتی ہوئی اس کا رد کر دے اور جو پہلے ہی سے مقبول نہ ہو۔ اگر وہ رد کا طریقہ اختیار کرے تو اس کو مقبول ہونے کی خواہش دامن گیر ہوتی ہے تو اس کا مقبول نہ ہونے کے بعد رد کا طریق اختیار کرنا محض اسی خواہش کے حاصل کرنے کے لئے بہانہ اور تکلف ہے (حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)

ایک دفعہ مجھے جھوٹے مدعیوں میں سے ایک کے ساتھ صحبت اختیار کرنے کا موقع ملا۔ ایک دن اس نے ایک کام خراب کیا اور ملامت کا عذر ظاہر کیا۔ ایک مرد نے کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے اس جھوٹے مدعی کو غصہ میں آتے ہوئے دیکھا۔ میں نے کہا

اس جوانمرد کا فعل جب تیرے مذہب کی ذلیل اور تائید ہے تو اس پر تو کیوں طیش دکھلاتا ہے۔ جب وہ اس ملامت کے راستہ میں تیرے موافق ہے تو پھر تیرے لئے خصومت کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور جو شخص خلقت کو دعوت دیتا ہے۔ خدا کے حکم کی طرف تو اس کو اس پر دلیل رکھنی چاہئے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ پابندِ سنّت ہو اور جب ہم تجھ سے ظاہری طور پر فرض کا ترک دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تو مخلوق کو فرض ہی کی دعوت دیتا ہے تو تیرا یہ کام ہمیں اسلام سے باہر نظر آ رہا ہے کیونکہ جس چیز کی دعوت کا تو خود مدعی ہے تو خود ہی اس کا ترک کرنے والا ہے۔ (کشف المحجوب باب ۴ ملامت فصل دوم)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک ملامت کی طلب عین ریا ہے اور ریا عین نفاق ہے اس لئے کہ ریاکار اس راہ پر تکلف سے چلتا ہے تاکہ مخلوقات اس کو قبول کرے اور ایسے ہی ملامتی بھی اس راہ کو بسبب تکلف کے اختیار کرتا ہے تاکہ مخلوق اس کو رد کرے''۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس صراط اہلِ انعام کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ علم و عمل، رشد و عرفان، ایمان و وجدان، صبر و ایقان، ذکر و فکر اور تلاوت قرآن کی سعادت سے مالا مال فرمائے۔

اللھم آمین۔ بحرمۃ سید المرسلین وخاتم النبین ورحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دآئما ابدا، کثیرًا کثیرًا۔

یارب! غفلتِ دل کا مرے ہو چارا!
نورِ قلب ونظر سے روشن ہو باطن سارا
مردہ دل ہے، ناقص عقل وگل ہے
براہِ کرم طبیبِ دل کا ادھر بھی ہو جائے اشارا
مارِ نفس نے نشۂ ہوس دے کے مارا
کون ہے ترے سوا پُرسانِ حال ہمارا

دامِ نفس میں شب وروز ہیں گرفتار
تیرے فضل بن کیا کرے یہ ناسک بیچارا
جب بھی کبھی مجھے کسی شیطان نے للکارا
ترے در کے بھکاری نے تجھے ہی پکارا
ترے محبوب ﷺ کی نظروں میں آ جاؤں اِک بار
یا پھر اُن کے نوری جلوؤں کا ہو جائے نظارا

نام نہاد صوفی

کہا جاتا ہے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی یہ کہاوت بالکل بجا اور درست ہے ایک ہی نام کی اور ایک ہی قسم کی کئی چیزیں ہوتی ہیں ان کی خاصیت، جسامت اور خصوصیت میں بھی کافی فرق ہوتا ہے۔ جس مادے اور میٹریل سے وہ تیار کی جاتی ہیں اس میں بھی بہت زیادہ فرق ہوتا ہے اصل اور نقل کا نمایاں فرق ہوتا ہے ہر قیمتی اور اعلیٰ چیز کی نقل تیار ہو جاتی ہے تا کہ وہ بھی اصل کے بھاؤ فروخت ہو سکے لیکن دیکھنے والے آخر نقل کو پہچان ہی لیتے ہیں استعمال کے بعد ہر چیز اپنے اوصاف اور اثرات سے باسانی پہچان لی جاتی ہے۔

مقامِ ولایت بھی ایک نہایت اعلیٰ وارفع مقام ومرتبہ ہے ولی اللہ کا محبوب تو ہوتا ہی ہے لوگوں میں بھی ان کا مقام ورتبہ قابلِ قدر اور قابلِ رشک ہوتا ہے اس لئے کچھ جعلی (صرف نام کے) صوفی بھی اس میدان میں کود پڑتے ہیں اور اپنے آپ کو ولی کے روپ میں پیش کر کے لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور نذرانہ وصولِ کرتے ہیں۔ کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو خود کو کبھی قلندر کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور کبھی ملامتیہ کے نام سے۔

اصل اور حقیقی ملامتیہ فرقے کے لوگوں کا حال شرف کی فضیلت رکھتا ہے اور عزت مآب ہے۔ یہ فرقہ سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع اور اخبار وآثار کا پابند ہے اور ان میں اخلاص وصدق موجود ہے اور یہ ملامتی حضرات ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کے بارے میں خیال کیا جائے کہ یہ شریعت سے بیگانہ ہیں۔

قلندریہ سے ایک ایسے گروہ کی طرف اشارہ ہے جن کے دلوں پر خوش دلی چھائی ہوئی ہے یہاں تک کہ ان کی عادتیں بگڑ گئی ہیں اس خوش دلی کے نشہ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا ہے آدابِ مجلس سے بیگانہ بن گئے لوگوں کے ملنے جلنے کے اطوار و آداب کی ان کو پرواہ نہیں انہوں نے آدابِ مجالست اور اختلاط کی بیڑیوں کو پاؤں سے اتار کر پھینک دیا ہے ہمہ وقت ترنگ میں رہتے ہیں خوش دلی کے میدان میں پھرنے کی وجہ کی بدولت نماز روزہ سے غافل ہوتے ہیں بس کچھ فرائض ادا کر لیتے ہیں ان کو ماکولات اور مشروبات کے استعمال کی بھی کچھ پرواہ نہیں جنہیں شریعت نے جائز کیا ہے اس جوازِ شرعی اور رخصت سے بہت کم فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اس طبقہ میں اکثر لوگ ایسے ہیں جنہوں نے صرف اجازتِ شرعی پر اِکتفا کیا ہے یعنی رخصتِ شرعیہ پر عمل کرتے ہیں لیکن عزیمت کے حقائق کے طلبگار نہیں بنتے یعنی سعی وعمل سے دور ہیں بایں ہمہ قلندریہ طبقہ کے افراد مال ودولت جمع کرنے سے بیزار و بے تعلق ہیں اور نہ زیادہ کی حرص و آرزو میں گرفتار ہیں لیکن ان کی روش عبادت گزار بندوں زاہدوں اور عابدوں سے بالکل الگ تھلگ ہے بس وہ اسی مسرت اور خوش دلی کو کافی سمجھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو ہے۔ اسی طیب خاطر کو وہ اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں اور انہیں مزید معرفت وحق شناسی کی خواہش نہیں۔

ملامتی تو اپنے عادات اور اطلاعات کو چھپاتا ہے اور قلندر اپنی عادتوں کی تخریب میں مصروف رہتا ہے ملامتی جزا واحسان کے اصولوں پر کاربند ہے اور اسی میں فضل وبرتری سمجھتا ہے لیکن اپنی وجدانی کیفیات اور احوال کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے اور اپنی وضع وقطع لباس وحرکات میں عوام کی طرح رہتا ہے محض اس لئے کہ اس کا حال عوام سے پوشیدہ رہے اس کے باوجود وہ در پردہ روحانیت میں اضافہ کا طالب رہتا ہے۔ اپنے ایک حال پر قانع نہیں رہتا اور اپنی تمام تر مساعی قربِ الٰہی کے حصول میں صرف کر دیتا ہے لیکن قلندر کسی صورت کے ساتھ مقید و پابند نہیں ہے نہ اسے اس امر کی پرواہ ہے کہ کونٔی

اس کے حال سے واقف ہے یا ناواقف۔ اس کو صرف اپنی خوش دلی سے کام ہے کہ وہی اس کا اصل سرمایہ اور اس کی پونجی ہے۔

صوفی ان دونوں سے الگ ہر چیز کو اس کے موقع ومحل کے اعتبار سے دیکھتا ہے اور عمل میں لاتا ہے اپنے علم کے ذریعے اپنے اوقات کی تدبیر کرتا ہے اس کا لائحہ عمل تیار کرتا ہے خلق کو خلق کے مرتبہ پر رکھتا ہے اور امرِ حق کو اس کی جگہ پر جس چیز کو چھپانا چاہئے اس کو چھپاتا ہے اور جس کا ظاہر کرنا مناسب ہے اس کو ظاہر کرتا ہے اور الغرض تمام امور خواہ ان کا تعلق زندگی سے ہو یا معرفتِ حق سے ہر ایک کو حضورِ عقل، صحتِ توحید، کمالِ معرفت اور رعایت صدق واخلاص کے ساتھ انجام دیتا ہے اصل کے مقابلے میں نقل بھی ہر دور میں بنتی چلی آ رہی ہے اس لئے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''ایک گمراہ جماعت نے جو فتنہ اور گمراہی میں مبتلا ہے خود کو ملامتیہ کہنا شروع کر دیا اور انہوں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا تا کہ ان کو صوفی سمجھا جائے کبھی وہ یہ لباس اپنے بچاؤ اور تحفظ کے لیے پہن لیتے ہیں حالانکہ صوفیہ یا صوفیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ان کی خود فریبی ہے وہ اہلِ اباحت (رندوں) کا راستہ چلتے ہیں اور بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے قلوب (تمام تر) اللہ تعالیٰ کے اخلاص سے بہرہ یاب ہو گئے اور اس وقت وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے اپنا مقصد پالیا۔ یہی مقصود ہماری کامیابی ہے (وہ کہتے ہیں) رسومات شریعہ کی پابندی کرنا عوام اور کم خردوں کا کام ہے جو تقلید اور اقتداء کی گھاٹی میں پھنسے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے یہی اقوال عین زندقہ اور بے دینی ہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ حقیقت جو شریعت کے خلاف ہے، زندقہ ہے۔ یہ مبتلائے فریب لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ شریعت نام ہے حق عبودیت کا (یعنی حق بندگی شریعت ہے) اور جسے حقیقت کہا جاتا ہے وہ یہی حق بندگی ہے اور جو اہلِ حقیقت بننا چاہتا ہے وہ ضرور حق بندگی میں وابستہ ہوگا اور اس سے اس کے علاوہ بھی کاموں کا مطالبہ کیا جائے گا (جو محبت ہے (اس کا مطالبہ ان سے نہیں کیا جا سکتا جو حقیقت کے درجہ تک نہیں پہنچے ہیں لیکن اس کے یہ معنی

نہیں کہ ان کی گردنوں کو تکلیفاتِ شرعیہ سے آزاد کر دیا گیا ہے یا ان کی گردنوں سے یہ بوجھ اتار دیا گیا اور ان کے بطون کو تحریف و کجروی سے بھر دیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد سعید میں مسلمانون کا مواخذہ وحی سے کیا جاتا تھا اور اب وحی کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو اب ہم تمہارے اعمال سے تمہارا مواخذہ کرتے ہیں۔ جو ہمارے لیے اظہارِ خیر کرے گا اس کو ہم امن دیں گے اور اپنے سے قریب کریں گے اس کے باطن سے مواخذہ ومحاسبہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اگر اس سے سوائے نیکی کے اور کچھ ظہور میں آیا تو ہم اس کو امان نہیں دیں گے حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے تہمت اور الزام سے بچنے کی کوشش نہیں کی تو وہ لوگوں کی بدگمانی پر کسی کو ملامت نہ کرے۔

(ایسے شخص کو لوگ ضرور ملامت کریں گے)

ہم یہ دیکھیں گے کہ کوئی شخص حدودِ شرعی میں سُستی کر رہا ہے فرض نماز کو چھوڑے ہوئے ہے اور دوسرے فرائض کی ادائیگی سے بھی اغماض واہمال برت رہا ہے تلاوت قرآن مجید اور روزہ ونماز کی حلاوت اور لذت کو بھی وہ خاطر میں نہیں لاتا اور حرام ومکروہات میں مبتلا ہے تو ہم ایسے شخص کو رد کر دیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور نہ ہمارے نزدیک اس کا یہ دعویٰ قابلِ قبول ہوگا کہ اس کا باطن نیک اور درست ہے۔

شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیوخ کی اسناد کے ساتھ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ایک شخص سے معرفت کا تذکرہ فرما رہے تھے تو اس شخص نے کہا کہ اہلِ تقویٰ اور عارف باللہ تو زہد وتقویٰ کو ترک کر کے اللہ تک پہنچ جاتے ہیں یہ سن کر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ قول اس گروہ اور جماعت کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نیک اعمال بجا لانے کی پابندی سے آزاد ہیں اور میرے نزدیک یہ ایک بڑی بلا ہے جو شخص چوری اور زنا کرے وہ ایسے شخص سے بہتر ہے

جو ایسا کہتا ہے اس میں کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ عارف باللہ نے یہ اعمال اللہ ہی سے حاصل کیے ہیں۔ اس سے یہ اعمال اس کو ملے ہیں اور انہی اعمال کے ساتھ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں گے اگر میں ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں تب بھی اعمال حسن سے ایک ذرہ کم نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ کوئی رکاوٹ ان کی ادائیگی میں پیدا ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ یہی اعمال میری معرفت کے موالد اور میرے حال کے لیے باعث تقویت ہیں۔''

حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کی ماہ رمضان المبارک کے دوران لوگون کے استقبال کرنے اور ہجوم کی وجہ سے اپنی عزت وتکریم اور یادِ الٰہی سے غافل ہو جانے کے خطرہ کے پیشِ نظر روزہ کو توڑنے کی حکایت بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ملامت کے واسطے ایک برے فعل کا مرتکب ہونا پڑتا تھا مگر آج کل (آج سے ساڑھے نو سو سال پہلے) اگر کوئی ملامت کا خواہاں ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ دو رکعت نماز نفل بہت لمبی کرکے پڑھے یا دین کو کامل طور پر پکڑے پس اتنی ہی بات سے منافقت اور ریاکاری کا فتویٰ لگ جائے گا۔

لیکن جس کا طریق ترک ہو وہ خلافِ شریعت ایک آدھ کام اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ ملامت کا طریقہ اختیار کیا ہوا ہے یہ واضح گمراہی اور ظاہر آفت ہے۔''

مزید فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک ملامت کی طلب عین ریا ہے اور ریا عین نفاق ہے اس لئے کہ ریاکار اس راہ پر تکلف سے چلتا ہے تاکہ مخلوقات اس کو قبول کرے اور ایسے ہی ملامتی بھی اس راہ کو بسبب تکلف کے اختیار کرتا ہے تاکہ مخلوق اس کو رد کرے اور یہ دونوں مخلوقات میں پھنسے رہیں گے ان سے باہر نہیں ہوں گے''

صاحب عوارفُ المعارف فرماتے ہیں انہیں گمراہوں میں سے ایک جماعت وہ ہے جو حلول کا عقیدہ رکھتی ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں حلول کرتا ہے

حلول ہر ایک جسم میں نہیں ہوتا بلکہ وہ جن جسموں کو پسند فرماتا ہے ان میں حلول کرتا ہے اصل یہ ہے کہ یہ عقیدہ عیسائیوں کے لاہوت وناسوت کے نظریہ سے ماخوذ ہے (ان میں بعض ایسے لوگ ہیں جو خوبصورت چیزوں پر نظر کرنا مباح سمجھتے ہیں) اور اس سلسلے میں کچھ اشارے ان کو بعض صوفیہ کے ان کلمات سے ملے ہیں جو ان کی زبان سے غلبہ کی صورت میں نکل گئے ہیں۔ جیسے حلاج کا ''انا الحق'' کہنا یا جس طرح ابویزید (بسطامی) کے قول ''سبحانی'' سے ظاہر ہوتا ہے خدا نہ کرے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہو کہ ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے (سبحانی اعظم شانی) ایسے کلمات اپنی ذات کے بارے میں نکلے ہوں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ حلولیہ فرقے کے بارے میں فرماتے ہیں ''فرقہ حلولیہ اس فرقہ والوں پر خدا کی پھٹکار نازل ہو حق کے پیچھے سوا گمراہی کے کیا ہے پس تم کہاں پھرتے ہو''

ان دو گروہ مردودوں کا جو اتباع کرتے ہیں اور ان کو اپنا دوست سمجھتے ہیں ان میں سے ایک گروہ تو ابوحلمان دمشقی کا اتباع کرتے ہیں اور ان سے ایسی روایات مخالف بیان کرتے ہیں جو کہ مشائخ کی کتب میں لکھی ہوئی باتوں کے خلاف ہیں اور صوفی لوگ اس پیر مرد کو شیدائیوں سے سمجھتے ہیں لیکن وہ ملاحدہ اس کو حلول اور امتزاج اور نسخِ ارواح کی طرف منسوب کرتے ہیں...... اور ایک دوسرا گروہ ہے یہ جو اپنے مقالات کی نسبت فارس کی طرف کرتا ہے اور دعوٰی کرتا ہے کہ یہ مذہب حسین بن منصور کا ہے اور بجز اس کے کسی شخص کا مذہب اصحاب حسین سے نہیں ہے اور میں نے ابوجعفر صیدلانی کو دیکھا ہے اور چار ہزار کے قریب حلاجی عراق میں پھیلے ہوئے ہیں سب فارس پر بسبب ان مقالات کے لعنت کرتے ہیں۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں جو علی بن عثمان جلابی (رحمۃ اللہ علیہ) ہوں کہتا ہوں کہ میں فارس اور ابوحلمان کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں اور انہوں نے کیا کہا ہے مگر جو شخص ایسی باتوں کا قائل ہوتا ہے جو کہ خلافِ توحید ہوں اور نیز خلافِ تحقیق ہوں

تو اس کا دین میں کچھ حصہ نہیں ہوتا اور جب دین کہ جو اصل ہے مستحکم نہیں ہوتا تو تصرف جو فروع اور نتیجہ ہے بدرجہ اولیٰ خلل والا ہوگا کیونکہ اظہارِ کرامات اور کشف آیات بجز اہل دین اور توحید کے صورت نہیں بندھ سکتا اور خاص کر اس کے قائلوں کو سب غلطی روح میں لگی ہے"(کشف المحجوب)

نام کے صوفیوں میں سے ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ توحید کے ذخائر سمندروں میں غرق ہیں لیکن ان کو اس حالت میں ثبات قرار نہیں ہے ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا نفس صدورِ فعل پر بالا رادہ قادر نہیں بلکہ مجبور محض ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عقل وارادہ کے مقابلے میں انہیں کوئی اختیار نہیں ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفسانی افعال اور گناہوں کے صدور میں وہ خود کو بے بس سمجھ کر ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں۔

سُست روی اور آرام وغفلت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دین وملت کے جو حدود قائم کیے ہیں ان سے نکل جاتے ہیں اور اس منزل پر وہ شرعی احکام اور حلال وحرام کی پابندی ترک دیتے ہیں۔

کسی نے حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو یہ کہتا تھا کہ میں تو ایک دروازہ کی مانند ہوں جب تک مجھے کوئی جنبش نہیں دیتا' میں جنبش نہیں کرتا اس کا یہ قول سن کر حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ قول دو ہی شخصوں کا ہوسکتا ہے یا تو صدیق کا یا زندیق کا۔ اگر یہ قول کسی صدیق کا ہے تو اس کے اس قول میں اشارہ اس امر کی طرف ہوگا کہ اشیاء کا قوام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے لیکن وہ صدیق شریعت کے اصول اور عبودیت کے تمام حقوق ادا کرتا ہوگا اس وقت وہ یہ کہے گا کہ تمام اشیاء کا دارومدار اللہ تعالیٰ پر ہے اور زندیق یہ بات کہہ کر تمام ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے (خود ان ذمہ داریوں سے ہٹ جاتا ہے) اور اپنے نفس سے ان کا تعلق نہیں رکھتا' اپنے نفس سے تمام اعمال کو ساقط کر دیتا ہے اور دین کے دائرے اور رسوم سے الگ ہو جاتا ہے (خود کو کسی بات کا مکلف ہی نہیں سمجھتا)

پس جو حلال وحرام اور شرعی حدوداور اس کے احکام کا معتقد ہے تو جب اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور اس امر کا قائل ہے کہ اس گناہ پر توبہ کرنا چاہیے (پس وہ توبہ کرتا ہے) تو ایسا شخص صحیح مسلمان ہے خواہ ادائے احکام میں اس سے سستی اور غفلت ظاہر ہوتی ہے اور خواہشاتِ نفسانی کی تحریک سے دُنیا کے سفر کرتا ہو لذتوں سے خوب لطف اندوز ہوتا ہو یا وہ کسی ایسے شخص کی خدمت میں بار یاب نہ ہوا ہو جو اس کو ادب دکھائے اور جو عیوب اس کی ذات میں ہیں اس سے اس کو آگاہ کرے (یعنی کسی شیخ کا دامن ابھی تک اس نے نہ پکڑا ہو) اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (عوارف المعارف)

اس دور میں بھی کئی نام نہاد صوفیوں میں یہ بیماری عام ہے وہ سب اعمال سے اپنے آپ کو بری الذمہ تصور کرتے ہیں۔ سب برائیوں کی نسبت خدائے ذوالجلال کی طرف کر کے اپنے آپ کو مجبور محض خیال کرتے ہیں۔ عذاب وثواب کے عقیدہ سے بیزار و بے نیاز شرعی حدود وقیود سے آزاد اپنی خود ساختہ شریعت میں گم اور شاداں کے اقوال واعمال موجبِ فساد اُن کی طریقت سراپا الحاد۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے...... تناسخ کو درست سمجھتے ہیں اور قریب ہے کہ کائنات کے قدیم ہونے کے قائل ہوں اور قیامتِ کبریٰ سے انکار کردیں اور بعض بے دین لوگوں نے جنھوں نے بزعم باطل خویش شیخی (پیری) کی مسند حاصل کر رکھی ہے تناسخ کے جواز کا حکم کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ جب تک نفس اپنے کمال تک نہ پہنچے اسے مختلف جسموں کے تبدیل کرنے سے چارہ نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ جب نفس اپنے کمال تک پہنچ جاتا ہے تو مختلف جسموں کے تبدیل کرنے سے بلکہ بدن کے تعلق ہی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی پیدائش کا مقصود جو کہ اس کا کمال تک پہنچنا ہے حاصل ہو جاتا ہے اور یہ بات صاف کفر ہے اور ان چیزوں کا انکار ہے جو دین سے بہ تواتر ثابت ہیں

جب بالآخر تمام نفوس اپنی حد کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو پھر دوزخ کس کے لیے ہے؟ اور سزا کسے ملے گی؟ دوزخ کا انکار ہے اور آخرت کے عذاب کا انکار ہے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق نفس کو کسی جسم کی ضرورت ہی نہیں رہی' جو کہ اس کے کمالات کا آلہ ہے کہ وہ کسی جسم سے دوبارہ جی اٹھے۔

اس جماعت کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے مطابق رکھتا ہے کہ وہ بھی اجسام کے حشر کا انکار کرتے ہیں اور ثواب وعذاب کو روحانی سمجھتے ہیں' بلکہ ان کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ تناسخ کا ردّ کرتے ہیں اور عذاب روحانی کے قائل ہیں اور یہ لوگ تناسخ کا اثبات بھی کرتے ہیں اور ان کے نزدیک عذاب صرف دُنیا کا عذاب ہے جس کا وہ تہذیب نفوس کے لیے اثبات کرتے ہیں۔ (مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۵۸)

کچھ لوگ بزرگوں کی ان باتوں سے جو ان سے حالتِ سکر اور جذب و مستی میں سرزد ہوئیں سے غلط مطلب اور مفہوم سمجھ بیٹھے اور اس کو اپنے عمل کی دلیل بنالیا۔

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ العزیز اسی لیے فرماتے ہیں ''مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کا برارَبابِ سکر کی تقلید میں سیدھے راستے سے بھٹک گئی ہے اور گمراہی اور نقصان کے کوچہ میں جا پڑی ہے اور انہوں نے اپنے دین کو برباد کرلیا ہے۔

ان کو پتہ نہ چلا کہ ان باتون کا قبول کرنا کچھ شرائط سے مشروط ہے جو اربابِ سکر میں تو پائی جاتی ہیں اور ان میں مفقود ہیں۔ ان شرائط میں سے سب سے بڑی شرط اللہ تعالیٰ کے سوا کو بھول جانا ہے جو کہ اس قبول کی دہلیز ہے اور گمراہ اور حق پرست کے امتیاز کی دلیل' شریعت پر استقامت اور عدمِ استقامت ہے۔ جو حق پرست ہے وہ باوجود سکر اور بے تمیزی کے شریعت کے خلاف بال برابر بھی نہیں کرتا منصور باوجود انا الحق کہنے کے قید خانہ میں پاؤں میں بھاری زنجیریں ہوتے ہوئے بھی ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا اور وہ کھانا جو ظالمون کے ہاتھوں سے اس تک پہنچتا تھا' اگرچہ وہ حلال وجہ سے تھا نہیں کھاتا تھا۔

اور وہ جو باطل ہے اس کے لیے احکامِ شریعت کی تعمیل ایک بھاری پہاڑ کی طرح ہے یہ آیتِ کریمہ کَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (مشرکوں پر وہ چیز بڑی بوجھل ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں) اس آیت میں ان کے حال کا نشان ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ (دفتر دوم مکتوب ۹۵)

اللّٰهم آمین بجاه سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علٰی حبیبه محمد واٰله وسلم .

سیدی مرشدی سلطان الفقراء فقیر محمد ارشد قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب رہنمائے تصوف (حصہ اوّل) میں تحریر فرماتے ہیں۔

''نظریہ وحدت الوجود کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ کہنے لگے کہ جب سب ذات ہی ذات ہے تو آخرت یا عذاب قبر یا عذابِ دوزخ کوئی چیز نہیں ہے یہ قرآن شریف اور حدیث شریف محض دھمکی اور دباؤ ہے یا صرف ڈر ہی ڈر ہے کوئی حساب کتاب جزا اور سزا نہیں ہے یزید اور شمر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا (معاذ اللہ) ایک ہی درجہ ہے خواہ انسان نیکی کرے یا بدی۔

نماز گزارے یا نہ گزارے سب یکساں ہے شیطان ان سے کہتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کل وجود کی حقیقت نہیں ہے اور تم وجود سے نہیں ہو اور کیا حق تمہاری حقیقت نہیں ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں پس وہ ان کو کہتا ہے کہ تم اپنے نفسوں کا ان اعمال سے کیوں اتباع کرتے ہو۔ جن اعمال کی یہ پیروی کرنے والے کر رہے ہیں۔ پس وہ اعمال صالحہ کو چھوڑ دیتے ہیں پھر ان سے کہتا ہے کہ جو تمہارا جی چاہے وہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری حقیقت ہے جو کرتا ہے وہ خود ہی کرتا ہے لہٰذا وہ اپنے اعمال کو آپ ہی دیکھے گا اور وہ باز پرس بھی اپنی ذات سے ہی کرے گا لہٰذا وہ لوگ زنا کرتے ہیں اور چوری کرتے ہیں شراب پیتے ہیں

اور کسی کو اپنا غیر نہیں سمجھتے کسی فعل کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے۔

حافظ شیرازی جو کہ خود نظریہ وحدت الوجود کے قائل ہیں لکھتے ہیں:

گناہ گرچہ در اختیار مانیست اے حافظ

تُو درِ طریق ادب کوش گو گناہِ من است

(اے حافظ گناہ اگر چہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے لیکن پھر بھی تو ادب کا طریقہ اختیار کر یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کر کہ گناہ میرے وجود سے ہوا ہے۔) لیکن اس نے پھر طریق ادب اختیار کیا لیکن موجودہ دور کے وجودی تو اپنے ہر شنیع (برے) فعل کو ذات (ذاتِ حق) کی طرف منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں یہاں تک کہ اس حد کو پہنچ جاتے ہیں کہ اسلام' ایمان کی رسی ان کی گردنوں سے نکل جاتی ہے اور وہ زندیق اور ملحد ہو جاتے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اکثر صوفیائے کرام وحدت الوجود کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے بادشاہ علماء سے زیادہ صوفیوں پر اعتماد کرتا تھا اس لیے وہ بھی ایسے ہی صوفیوں کے ہتھے چڑھ گیا اور دین الٰہی کی بنیاد ڈال دی۔

علامہ اقبال مرحوم نے نظریہ وحدت الوجود کو مسلمانوں کے لیے سمِ قاتل قرار دیتے ہوئے اسے اُمتِ مرحومہ کے زوال کا سب سے بڑا سبب بتایا ہے۔

شومئی قسمت سے اکبر کے عہد میں وحدت الوجود کا دور دورہ تھا اور صوفیہ اس نظریہ کا جا بجا پرچار کرتے پھرتے تھے ...... شیخ (عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں) شیخ امان اللہ (جو کہ ایک بڑے وحدت الوجودی صوفی تھے اور ابن عربی ثانی کے لقب سے مشہور تھے) کا تعلق ملامتیہ سلسلہ سے تھا۔ اس سلسلہ کے فقراء عموماً قیودِ شریعت سے آزاد ہوتے ہیں یہی وجہ تھی کہ شیخ موصوف نماز کے معاملہ میں تساہل برتتے تھے۔

شیخ امان اللہ کے تلمیذ تاج الدین کا نام ہندوستان میں صوفیوں کے حلقوں میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے ان کے حواری انہیں تاج العارفین کے لقب سے یاد کیا

کرتے تھے۔ بدایوانی لکھتا ہے کہ ان کی شاہی محل میں بھی آمد ورفت تھی اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اکبر رات کو فرصت کے وقت انہیں خلوت میں بلاکر ان سے مسائلِ تصوف پر گفتگو کیا کرتا تھا۔ تاج العارفین اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بادشاہ کو صوفیہ کی شطحیات سناتے تھے اور مِلامتیہ طریقہ کے صوفیوں کے حالات ومقامات سے بھی آگاہ کرتے رہتے تھے۔ بدقسمتی سے تاج العارفین کا تعلق صوفیہ کے اس گروہ سے تھا جو تکمیلِ سلوک کے بعد شریعت کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے بدایونی کا کہنا ہے کہ شیخ موصوف شریعت کی قیود سے آزاد تھے اور وہ ایسی ڈگر پر چل نکلے تھے جو ایک سالک کو اباحت اور الحاد تک پہنچادیتی ہے۔

تاج العارفین کا یہ عقیدہ تھا کہ فرعون دُنیا سے باایمان رخصت ہوا تھا۔ بدایوانی کا بیان ہے کہ وہ بادشاہ کے سامنے قرآنِ پاک کی تفسیر وحدت الوجود کے رنگ میں پیش کیا کرتے تھے ان کی باتیں سن سن کر بادشاہ کے ذہن میں انتشار پیدا ہوا اور اس نے شریعت کے احکام ساقط کردیئے۔

تاج العارفین ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اکبر (بادشاہ) کو عین واجب لا اقل عکس واجب'' قرار دیتے ہوئے اس کے لیے سجدہ تعظیمی کا جواز نکالا تھا۔

تاج العارفین کا تعلق چونکہ صوفیوں کے اس گروہ سے تھا جو لاموجودہ الا اللہ کے نعرے بلند کیا کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ جب اللہ کے علاوہ کوئی شے موجود ہی نہیں ہے تو پھر جو کچھ بھی ہمیں نظر آتا ہے وہ اللہ ہی تو ہے لہٰذا جب تاج العارفین اکبر کو دیکھتے تھے تو انہیں اللہ ہی نظر آتا تھا ان کے نزدیک اس صورت میں اکبر کو سجدہ غیر اللہ کو سجدہ نہ تھا۔

تاج العارفین اور ان کے پیرومرشد شیخ امان اللہ پانی پتی جیسے صوفیہ' جو شریعت کی قیود سے آزاد ملامتیہ طریقہ کے پیرو تھے، نے اکبر کے عہدِ حکومت میں اسلام کو ضعف پہنچانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ اکثر جہلا صوفی نمائے این زمانہ حکم علماءِ سوء دارند' فسادِ ایں

ہا نیز فسادِ متعدی است" (رہنمائے تصوف حصہ اول ۱۸۸ تا ۱۹۱) ملخصًا

(اس زمانے کے اکثر صوفی نما جاہل علمائے سوء کا حکم رکھتے ہیں اور ان کے ذریعے پھیلنے والا فساد متعدی ہے)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو انعام یافتہ لوگوں کے راستہ صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور حقیقی تقویٰ و معرفت عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ آمِین بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمْ

فقیہِ اعظم حضرت مولانا علامہ شیخ الحدیث

محمد نور اللہ صاحب قادری نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

فقیہِ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قادری قدس سرہ العزیز کی ذاتِ گرامی موجودہ صدی کے علماء وصوفیا میں ایک منفرد اور نمایاں مقام ومرتبہ کی حامل ہے۔ جن کا علم وعرفان کامل ہے۔ علم وفقاہت' فصاحت وبلاغت' کمال وجاہت' ذکر وفکر کی راحت' دقیق مسائل کی بے مثال وضاحت کے ساتھ ساتھ تصوف واحسان کی چاشنی اور چاہت بھی شامل ہے۔ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عامل ہے۔

عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس قدر مگن کہ ہر دم تدریسِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لگن تھی' نہ نیند کی فکر' نہ تھکن' ہر آن مدینہ منورہ پہنچنے کے جتن۔ تقریباً بیس مرتبہ روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری کا شرف نصیب ہوا' جو بھی آپ کے قریب ہوا' بانصیب ہوا' غلام حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوا۔

روضۂ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار کے سائے میں بیٹھ کر محبوب پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالی لوگوں کو سناتے۔ آنکھوں میں محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کے جلوے ہوتے اور زبان پر حدیث مبارکہ کے متن ہوتے۔ اسی نظارے کے لئے اکثر وطن سے بے وطن ہوتے' اسی لئے آپ فرماتے ہیں:

از ہمہ اذکار ذکرِ شاہِ دیں مارا الذ   از ہمہ افکار فکر مہ جبیں مارا الذ

آپ کا تعلق ارائیں خاندان سے ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد صوفی مشرب پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ/ ۱۰ جون ۱۹۱۴ء کو موضع سوجیکی ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔ ولادت سے قبل ہی خاندان کے بزرگوں کو ملتِ اسلامیہ کی اس عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ رؤیائے صالحہ اور بوساطت اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ مل چکی تھیں۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد زبدۃ الاصفیاء مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی علیہ الرحمۃ (متوفی) (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) اور جدامجد حضرت مولانا احمد دین صاحب علیہ الرحمۃ (متوفی) (۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) سے حاصل کرنے کے بعد سلف صالحین کی سنت کے مطابق طلبِ علم کے لئے سفر شروع کیا۔

آپ نے بڑی جانفشانی سے کام شروع کیا۔ متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جا کر متعدد علمائے کرام سے علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ اس سلسلے میں استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاولنگر علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۸۹ھ/۱۹۴۹ء) کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

حضرت علیہ الرحمۃ عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے بعد حزب الاحناف لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا البرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث پڑھا۔ حضرت محدث الوری دورہ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ''اس بار تم مولانا محمد نور اللہ کی طفیل پڑھ رہے ہو''۔

دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء/ ۶ شعبان ۱۳۵۲ھ کو سند فراغت ودستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہلِ سنت محدث الوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا کی۔ بعد میں حضرت

مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے آپ کو فقیہ اعظم کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ غازیٔ کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) نے بھی اپنے گرامی نامہ میں حضرت کے نام کے ساتھ فقیہ اعظم کا لقب تحریر فرمایا۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے بنگلہ فاضلکا (بھارت) موضع واسو سالمؔ موضع سوجیکی وغیرہ مقامات پر خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ اپنے استاد گرامی حضرت مولانا فتح محمد صاحب محدث بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے مدرسہ مفتاح العلوم میں صدر مدرس رہے۔

۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپالپور کے ایک قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور پُر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا۔ جملہ علوم وفنون درسِ نظامیہ کی تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہوتا طلبہ کے قلوب واذہان میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے۔ اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء میں بخاری شریف سے دورۂ حدیث کا آغاز فرمایا۔ یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ دورۂ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق علیہ الرحمۃ بھی شریک درس تھے۔ طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم الشان علمی ادارے کی متقاضی تھی جس کے لئے یہ جاگیردارانہ ماحول مناسب نہ تھا اس لئے آپ نے ۱۹۴۵ء/ ۱۳۶۴ھ کو بصیر پور میں ڈیرہ جمایا۔ یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطہ زمین جس پر اب دارالعلوم موجود ہے۔ قزاقوں کا مسکن تھا۔ اس وادی غیر ذی ذرع کو اس عاشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شبانہ روز محنت، پیہم لگن اور جہدِ مسلسل سے عظیم یونیورسٹی بنادیا۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

آپ نے مسلسل پچاس سال قرآن مجید، حدیث مبارکہ اور دیگر علوم وفنون کا درس

دیا۔ اسباق کی پابندی فرمائی۔ تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب بھی حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفا) حاضری کا موقع ملتا تو وہاں بھی تصوف وحدیث کا درس جاری رکھتے۔ کیونکہ الفقر والتصوف کلہ جد۔ ''فقر وتصوف تمام تر کوشش اور جُہدِ مسلسل کا نام ہے''۔ آپ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان عالی کی زندہ تصویر تھے۔ لہٰذا اپنے مشن میں تاحیات مصروفِ عمل رہے۔ خانقاہ سے نکل کر رسمِ شبیری رضی اللہ عنہ کو ادا کیا۔ حتیٰ کہ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوران جیل میں جا کر بھی حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ اسباق سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۸۲ء میں آپ نے آپریشن کرایا۔ زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے تھے۔ نقاہت حد سے زیادہ تھی مگر آپ نے اس عالم میں بھی سلسلۂ تدریس منقطع نہ ہونے دیا۔ یکم اپریل ۱۹۸۳ء کو شدید علیل ہوئے۔ اس سے قبل یعنی ۳۱ مارچ کو بھی آپ نے باقاعدگی سے طحاوی شریف کا سبق پڑھایا۔ گویا عمر بھر اپنے مرشدِ کامل کے بتائے ہوئے محبوب وظیفے...... درس وتدریس...... کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ سے فیض یافتہ حضرات آسمان علم پر آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔ ملک کے گوشے گوشے میں' بلکہ بیرون ملک بھی آپ کے تلامذہ درس وتدریس' تصنیف وتالیف اور افتاء وتبلیغ کے ذریعے رشد وہدایت میں مصروف ہیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مرشدِ کامل کی جستجو کی۔ چونکہ درس وتدریس کا شوق تھا اس لئے خیال پیدا ہوا کہ کہیں لمبے لمبے وظیفوں کا اِرشاد نہ ہو جائے۔ اس لئے چاہتے تھے کہ ایسا رہبر ملے جو شریعت وطریقت کا جامع ہو۔ ۱۹۴۰ء میں آپ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے تو حضرت صدر الافاضل مولانا محمد سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ('م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بس پھر کیا تھا' آنکھ نے جو کچھ دیکھا' دل نے اس کی تصدیق کی۔ ؎

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل   التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کے مشورے سے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ رہبرِ کامل نے خود ہی ارشاد فرمایا:

''مولانا! آپ کا وظیفہ درس وتدریس ہے''۔

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے عمر بھر اس وظیفہ کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ کی تعطیلات میں مراد آباد حاضر ہوئے تو حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے آپ کو سلوک ومعرفت کی منازل طے کرائیں۔ اپنے سلاسل حدیث کی اسناد اور مختلف اشغال واعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت سے نوازا...... قلب منور کو مزید مجلّٰی کیا...... اور سلسلۂ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی...... اس تحریری اجازت نامے پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء بروز پیر کی تاریخ درج فرمائی۔

صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت کو اپنے استاذِ گرامی مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب الوری علیہ الرحمۃ کی طرف سے بھی اسنادِ حدیث اور دیگر اعمال و وظائف اور سلاسلِ طریقت کی اجازت تھی۔ محدث الوری علیہ الرحمۃ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے اجازت حاصل تھی۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لئے دامِ عقیدت ومحبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بد مذہب اپنی بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے مریدین ومعتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت علامہ مولانا ابوالانعام محمد رمضان صاحب محقق

نوری رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم قادریہ نعیمیہ حویلی لکھا' حضرت علامہ مولانا ابوالاضیاء محمد باقر صاحب نوری علیہ الرحمۃ اور صاحبزادہ حضرت مولانا علامہ محمد محب اللہ صاحب قادری نوری اشرفی دامت برکاتہم العالیہ خاص طور پر لائق تحسین اور قابل ذکر وفخر ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب آپ کے جانشین اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے موجودہ مہتمم وناظم اعلیٰ ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی ذات مرجعِ خلائق تھی' ملک اور بیرونِ ملک کے لوگ استفتاءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا۔ ایک فقیہ اور مفتی کے لئے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے' وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی' وسعتِ نظر' قوتِ استدلال' صلابت رائے اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اکثر وبیشتر فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔ اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ نویسی کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لیے کیا۔ اسی طرح درس وتدریس اور امامت وخطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے للّٰہیت وخلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

شیخ الحدیث حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی فتویٰ نویسی برصغیر میں ایک انوکھا' منفرد واقعہ ہے۔ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے بعد تحقیق وتدقیق مشاہدے اور حوالہ جات کی بہتات کی بنا پر علم وفن کی دنیا میں شاید ہی کوئی شخصیت دکھائی دے۔ اس حقیقت کا انکار دن کو رات کہنے کے مترادف ہوگا کہ پوری تاریخ فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ کے بعد اس فتاویٰ کی نظیر ومثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

آپ کے فتاویٰ میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے متعلق فتوے موجود ہیں' آپ نے دینی' سماجی' معاشی اور معاشرتی مسائل میں شدت' تنگی اور خرابی کا

پہلو نہیں بلکہ شریعت کے مطابق آسانی، سہولت اور اصلاح کا پہلو اختیار کیا بعض مسائل میں عرف اور لوگوں کے رسم و رواج کو مفتی کے لئے جاننا بہت ضروری ہے۔ اس لئے آپ ایک فتویٰ (جلد چہارم ص ۷۷) میں تحریر فرماتے ہیں: ''اگر مفتی عرف و رواج کے خلاف فتویٰ دے تو بہت سے حق ضائع کر دے گا اور اس کی زد اس کے نفع سے بہت بڑی ہوگی بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ جسے اہلِ زمان کے عادات و اطوار معلوم نہ ہوں وہ جاہل ہے یعنی فتویٰ نہیں دے سکتا''۔

ایک فتویٰ میں آپ نے نام نہاد عاملین، حساب کر کے قسمت کا حال بتانے والوں، چوری کا مال و اسباب فاش کرنے والوں، حساب کتاب اٹکل پچو اور علمِ نجوم سے چور کو نامزد کر دینے والوں کی شدید مذمت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''بلاشک و شبہ در یت شرعاً اس قسم کے طریقوں سے چوری ثابت نہیں ہوسکتی اور نہ ہی ایسے طریقوں سے بلاوجہ مسلمانوں کو چور قرار دیا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: **ان بعض الظن اثم** اور حدیث شریف میں ہے: **ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث** متفق (مشکوٰۃ) عیار لوگ ایسے ہتھکنڈوں سے اپنی جیبیں پُر کر کے فتنہ و فساد برپا کر دیا کرتے ہیں۔ اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ عقاقیر و حیوانات میں ایسے خواص ہیں کہ ان کے استعمال سے آگ نہیں جلاتی بلکہ ایسے عاملوں اور مدعیوں سے چوری دریافت کرنے والے اُلٹے مجرم ہیں۔ ان کی چالیس راتوں کی نمازیں قابل قبول نہیں رہتیں''۔ بغیر علم کے محض سنی سنائی روایتوں، حکایتوں اور قصے کہانیوں کی بناء پر فتویٰ دینے والے مولویوں کی بھی آپ مذمت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''اگر مولوی صاحب کے پاس کتاب نہیں تو کتاب والے سے لے کر دیکھ لیتے۔ فیصلے یوں اٹکل پچو سے نہیں کیے جاتے۔ (ج ۴ ص ۵۲)

آپ کے فتوے عوام الناس اور اہلِ علم حضرات کے لیے یکساں مفید ہیں۔ کچھ اہلِ علم، امام مسجد اور خطیب حضرات مساجد کی چیزیں پنکھا وغیرہ اپنے گھر میں استعمال کرتے رہتے ہیں، اس بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ''آباد مسجد کے لئے وقف شدہ شے

چراغ، پنکھا وغیرہ جو مسجد میں استعمال کی جاتی ہو وہ اور کسی جگہ بھی استعمال کرنی جائز نہیں۔ قرآن مجید کا ارشادِ مبین ہے: ان المساجد للّٰہ (کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں) تو بلا اجازت شرعیہ کوئی شخص بھی مسجد کی کسی چیز کو کسی جگہ استعمال نہیں کرسکتا۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بطورِ تمثیل تشریح فرمادی ہے کہ کوئی شخص مسجد کا چراغ اپنے گھر نہیں لے جاسکتا"۔ (فتاویٰ نوریہ ج۴ص ۱۵۰)

گھڑی کے چین کے بارے میں بعض حضرات نے کہا کہ یہ ناجائز ہے اس بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ نے ایک جامع فتویٰ تحریر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں: سونے اور چاندی کے علاوہ تمام دھاتوں کا چین، زنجیری، چھچ وغیرہ استعمالی اشیاء جائز ہیں۔ اس فتویٰ کے آخر میں لکھتے ہیں: "اور جب چین جائز ہوا تو نماز میں جائز کی وجہ سے کیا حرج پیدا ہوسکتا ہے، لہٰذا نماز بھی جائز ہوگی"۔

(فتاویٰ نوریہ ج۱ص ۵۱۹، اشاعت سوم ۱۹۹۱ء)

ایک فقیہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طبقاتی کشمکش اور گروہی جماعتی تعصب سے بالاتر رہے۔ اور حق گوئی کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ آپ سے بوبلی کے دودھ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ: "ایک دیوبندی مولوی نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا ناجائز ہے"۔ اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا: "بلاشک وشبہ شرعاً حلال ہے، اس کا کھانا، پینا جائز ہے۔ کسی دیوبندی مولوی کے اس فتوے کے کہ کھانا ناجائز ہے یہ حکم نہیں بدلتا کہ ناجائز ہوجائے"۔ (فتاویٰ نوریہ ج۳ص ۴۵۰)

ایک فتویٰ میں آپ عرس کا جواز ثابت کرتے ہوئے ناجائز کشتیوں، کھلے بندوں قوالی اور دیگر کئی خرابیوں کا ذکر فرماتے ہیں: "اگر کسی عرس کے موقع پر کوئی کام غیر مشروع کرے جیسے ناجائز کشتیاں، کھلے بندوں، قوالی وغیرہ۔ تو اس کام کا ازالہ از حد ضروری ہے مگر اس کی وجہ سے عرس حرام وممنوع نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ بیاہ شادی جسے عربی میں عرس کہا جاتا ہے، اس میں بھی لوگوں نے کئی ناجائز کام گھڑولی وغیرہ داخل کرلئے ہیں تو ان کی وجہ

سے نفس شادی حرام نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا ازالہ از حد ضروری ہے اور اس کی نظائر بہت ہیں۔ ہاں اگر کوئی عرس محض اس غرض سے شروع کیا جائے کہ افعالِ محرمہ کا وسیلہ بنایا جائے۔ چنانچہ آج کل کئی بھنگی چرس نوش' زندیق ملنگوں نے محض پیٹ پروری کی غرض سے کئی مصنوعی عرس بنائے ہوئے ہیں جن میں اعمالِ صالحہ مذکورہ سے کوئی ایک برائے نام ہی ہوتا ہے اور وہ بھی ناجائز طریق پر اور علمائے کرام کے پکے دشمن ہوتے ہیں تو ایسا مصنوعی عرس یقیناً ممنوع اور واجب الازالہ ہے کہ یہ عرس ہے ہی نہیں۔ محض فریب و مکر اور بہانہ چرس نوشی و حرام نوشی ہے مگر حاشا وکلا ایسے مصنوعی عرسوں کی وجہ سے اعراس مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہرگز ناجائز و ممنوع نہیں ہو سکتے۔

(فتاویٰ نوریہ' ج ۱' ص ۶۳۹)

بعض خوش قسمت نوجوان پندرہ سولہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیتے ہیں لیکن داڑھی ابھی نہیں اتری ہوتی تو بعض لوگ ان کی امامت میں کلام کرتے ہیں' اعتراض کرتے ہیں' ناجائز کہتے ہیں۔ آپ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''شرعاً بلاشبہ اس لڑکے کو امام بنانا جائز ہے کہ شرعاً یقیناً وہ بالغ ہے۔ جب ۱۹۷۴ء میں پیدا ہوا ہے تو اس کی عمر ۱۴ سال ہے بھی یقیناً زائد ہے کہ شرعی سال انگریزی سال سے تقریباً دس دن کم ہوتا ہے تو ۱۹۷۴ء کے آخر میں بھی پیدا ہوا' تب بھی تقریباً ساڑھے سولہ سالہ بنتا ہے۔ حالانکہ شرعاً پندرہ سالہ لڑکا بالغ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اسے احتلام نہ آئے اور اس لڑکے کو تو احتلام بھی سال کا آتا ہے تو وہ یقیناً بالغ ہے۔ کما فی الدر والشامیہ والھندیہ وغیرھا من الاسفار المذھبیۃ۔ اور داڑھی کا اترنا امامت کی شرط کسی امام کے نزدیک قطعاً نہیں بلکہ اطلاق قرآن کریم اور حدیث پاک سے کئی وجوہ سے اس کی امامت جائز ہے''۔[1]

فتاویٰ نوریہ کا ہر جلد تقریباً چھ سو مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ اس طرح چھ جلدوں میں

[1]...... تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ فتاویٰ نوریہ' ج ۶' ص ۳۵۷ تا ۳۵۹' اشاعت سوم ۱۹۹۱ء

تقریباً چھتیس سو مسائل پر آپ کی بصیرت افروز اور مجتہدانہ رائے موجود ہے اور وہ فتاویٰ جو دارالافتاء کے کاتب کی عدمِ فرصت اور عدمِ توجہی کے باعث ریکارڈ میں محفوظ نہ رکھے جاسکے۔ان کی تعداد بھی ہزاروں سے کم نہیں۔ماضی قریب کے علماء نے مسائل نو کو سمجھنے اور ان کے حل کی سبیل پیدا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی جس کے باعث نئی نسل دینِ اسلام سے برگشتہ اور متنفر دکھائی دینے لگی۔عصر حاضر میں اس جانب پیش رفت ہوئی۔علماء اہلِ سنت میں علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری، پیر محمد کرم شاہ اور علامہ غلام رسول سعیدی جیسے مقتدر فضلاء اور اہلِ بصیرت نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس چیلنج کو قبول کیا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے تقریباً پچیس برس پہلے ہی اس نزاکت کا احساس کر لیا تھا۔ چنانچہ فتاویٰ نوریہ میں جہاں عبادات، اخلاقیات اور معاملات پر قابلِ مطالعہ فتاویٰ موجود ہیں، وہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کے پیدا کردہ مسائل پر بھی آپ کی مجتہدانہ رائے موجود ہے۔نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، رویت ہلال، تعلیمِ کتاب نسواں، روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا، طیارے میں یا ریل میں ادائیگی نماز، زخمیوں کو خون کی منتقلی، انگریزی وہومیو پیتھی ادویات کا استعمال اور فوٹو گرافی جیسے اہم مسائل پر آج کے علماء نے طوعاً یا کرہاً خاموشی اختیار کر لی ہے اور عملاً جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔مگر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے اُس وقت ان پر کھل کر بحث کی اور دلائل و براہین سے ان کے جواز پر فتویٰ دیا۔جب علماء انگشت بدنداں تھے اور ان مفیدِ عام اشیاء کے جواز پر منفی ردِّعمل ظاہر کر رہے تھے۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی حیاتِ مبارکہ کا امتیازی وصف عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔آپ بلاشبہ فنافی الرسول اور فنافی حب المدینہ تھے۔آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپ اٹھتے۔درسِ حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے۔ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آراء کے

دیدار میں محو ہیں۔آپ اپنے نواسے مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں اس حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں: ''میرا تو بفضلہٖ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درسِ اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں۔گنبدِ خضرا پیشِ نظر رہے تو کوئی دوری نہیں۔تعلیم بھی نہایت ضروری کہ صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہروقت مدینہ عالیہ حاضری رہے''۔حضرت فقیہ اعظم نوراللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔ان کا چلنا پھرنا' اٹھنا بیٹھنا غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق تھی۔عبادت وریاضت اور تقویٰ وطہارت میں مقامِ رفیع پر فائز تھے۔فرائض واجبات کے علاوہ سنن ونوافل کا وہ اہتمام کہ باید وشاید......بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔چنانچہ آپ کے ہم جماعت اور بچپن کے ساتھی حضرت علامہ جلال الدین جیون شاہی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۹۸۴ء) نے جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ صاحب نوری دامت برکاتہم العالیہ کو بتایا کہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کو میں نے گیارہ بارہ سال کی عمر میں بھی تہجد کا پابند اور عادی پایا''۔آپ اپنے مریدین ومعتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یکم رجب ۱۴۰۳ھ/ ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے وصال فرمایا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

غزالی زمان حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان وشوکت سے منعقد ہوتا ہے۔یہ عرس مبارک دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (ضلع اوکاڑہ) میں منعقد کیا جاتا ہے۔

خدا رحمت کندایں عاشقانِ پاک طینت را

(ماخوذ از فتاویٰ نوریہ جلد اول وچہارم)

علم وعمل اور اخلاص

(علمائے حق اور علمائے سوء کا فرق)

علم ایک نور ہے، جس میں نفس وروح کے لیے لذت وسرور ہے فضلِ خداوند تعالیٰ شاملِ حال ہو تو باعثِ حضور ہے، خباثتِ نفس وشیطان شامل ہو جائے تو سراسر شر ہے۔ خودسر ہے، بے پر ہے۔ ظلمتِ نفس سے بے نور ہو جاتا ہے، بے حضور ہو جاتا ہے، باعثِ شر در ہو جاتا ہے، سراپا ضلالت وقصور ہو جاتا ہے، موجبِ الحاد وفتور ہو جاتا ہے۔

علم انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا زینہ ہے۔ صاحبانِ اقتدار کا نگینہ ہے، خود حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم کا مدینہ ہے۔ علم وعرفان سے پرنور جن کا سینہ ہے۔ وارثِ علم وفقر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ براورِ تاجدارِ مدینہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے۔

خیر البشر، سید البشر، شافع روزِ محشر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا علم وفیضان سراپا خیر ہے۔ موجب رشد وہدایت ہے۔ یہی تخلیقِ آفتابِ ہدایت کی غایت ہے متقین اور مخلصین کے لیے عنایت ہے۔ مگر ابلیس لعین سراپا شر ہے۔ خود سر ہے۔ قلوبِ کفار ومشرکین اور منافقین وفاسقین اس کا گھر ہے۔ اس کا علم بھی سراپا شر ہے۔ اس کے علم کا وارث فرعون ہے۔ ہامان ہے، شداد ہے، نمرود ہے، ابوجہل وابولہب ہے، حجاج ہے، اس کے علم کی صفات حسد وکینہ، بغض وعداوت، دجل وفریب، کذب ومکر، ریا وتکبر، اور وعدہ خلافی وغیرہ ہیں۔

ان صفات میں سے جب کوئی ایک صفت یا ایک سے زیادہ صفات علم شریعت کے حاملین میں بھی سرایت کر جائیں تو تو الحاد و فساد اور منافقت و شرارت اپنا اثر دکھانے لگتی ہے۔ وارثانِ انبیاء علیہم السلام کی صفات بگڑنے لگتی ہیں۔ ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلا جانے لگتا ہے۔

نمازِ پنجگانہ دینِ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ جس کی ادائیگی کے بغیر دین کا ستون گر جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی عدم ادائیگی کو علامتِ کفر قرار دیا گیا۔ اس قدر اہم اور ضروری فریضہ سے عہدا برآ ہونا ہر عاقل بالغ مسلمان کے لیے فرضِ عین ہے۔ اس عبادت میں اگر ریا کاری کا داخل ہو جائے۔ نیت میں فتور آ جائے۔ تو عبادت قبول نہیں ہوتی، بلکہ موجبِ غضبِ الٰہی اور عذاب کا سبب بن جاتی ہے۔ رزقِ حلال نہ ہو تو عبادت نامقبول، فعلِ فضول، فوائد و اثرات مجہول، اسی طرح دیگر عبادات اور معاملات بھی رزقِ حرام بری نیت اور دیگر نقائص ووجوہات کی بناء پر نامقبول اور بے سود ہو جاتے ہیں۔

پھر علم خواہ قرآن و احادیث کا ہو، یا فقہ و تفسیر کا، وہ بھی دیگر صفاتِ بد کے امتزاج و اختلاط سے بے اثر و بے نور، موجبِ جرائم و قصور اور سراپا شر در ہو سکتا ہے؟ واقعی ایسا ہو جاتا ہے۔ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ اگر ہمارے احوال و اعمال، اخلاق و معاملات اور عادات و اطوار اور اقوال و افعال سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے تابع اور آپ کی تعلیمات کے مطابق ہیں تو پھر تو بجا ہے ورنہ علمِ دین بھی موجبِ شر اور فسادِ قلب و نظر ہوگا۔ علامہ زمخشری بڑا عالم تھا مگر معتزلی تھا، مرزا قادیانی بڑا علامہ تھا، مگر اعلانِ نبوت کر کے ابلیس کا رفیق بن گیا، مرتد و مردود ہوا۔

کچھ لوگ تو سراسر دینِ اسلام کے عقائد و نظریات سے پھر گئے، بہت سے غلط قواعد و ضوابط بنا بیٹھے، ضروریاتِ دین کا انکار کر بیٹھے، کچھ روحانی امراض کا شکار ہو کر روحِ دین اور ثمراتِ اطاعت و عبادات سے محروم ہو گئے، کچھ دین کے علمبردار ہوتے

ہوئے شیطانی اخلاق وصفات کے مظہر بن گئے۔ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داعی بن کر دوسرے ہم عصر عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شیدائی اور عالمگیر مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انقلاب کے پروانوں پر کیچڑ اچھالنے لگے۔

وارثانِ انبیاء علیہم السلام! غور وفکر کا مقام ہے۔ آپ کی معمولی سی لغزش اور ٹھوکر سے امت کا شیرازہ بکھر جائے گا اور دشمن بپھر جائے گا۔

صاحبانِ علم وفضل کے غور وفکر کے لیے اکابر بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے چند گلہائے گرانمایہ پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ہم سب حسبِ استعداد ان کی خوشبو سے باطنی حواس کو معطر کر سکیں۔

سلطان الفقراء وعارفین حضرت سلطان باہو قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

علم کی دو قسمیں ہیں، علمِ رحمانی اور علمِ شیطانی۔ علمِ رحمانی کو ترکِ دُنیا اور اطاعت لازم ہے۔ اور علم شیطانی سے حبِ دُنیا اور حرص اور حسد اور بدعت وضلالت حاصل ہوتی ہے۔

جو شخص کہ علم پر عمل نہیں کرتا۔ علم اس کے لیے وبالِ جان ہوتا ہے اور اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ۔ (علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں) کے وہی علماء مصداق ہو سکتے ہیں جو تابع طریقہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور حرص وحسد، کبر وغرور اور فسق وفجور سے دور رہتے ہیں۔ ان کا ظاہر وباطن حق کا نمونہ اور راستی کا رہنما ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

لَوْلَا الْحَسَدُ فِي الْعُلَمَآءِ لَصَارُ وَبِمَنْزِلَةِ الْاَنْبِيَآءِ۔

(اگر علماء میں حسد نہ ہوتا تو وہ بمنزلہ انبیاء کے ہوتے۔)

پس علماء وہی ہیں جو دُنیا کو طلاق دے دیں۔ اور سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بجالائیں اور گھر بار خدا کی راہ میں صرف کر دیں۔ اور خلقِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے بے ریا و بے طمع ہو کر پیرو رہیں کیونکہ طالب اللہ حق پرست اور خدا ترس ہوتا ہے۔ اور جس قدر اس کا علم بڑھتا ہے علم بھی اسی قدر اس کا زیادہ ہوتا ہے۔ اور جس شخص کا عمل، اطاعت اور خوفِ الٰہی زیادہ نہ ہو، جاننا چاہئے کہ اس میں جہالت ہے۔ اور نادان کا خانۂ جہالت ومعصیت سے پر ہوتا ہے۔ (عین الفقر، ص: ۸۲)

ہر یکے علم است از علمِ خدا
خود پرستی علمِ شیطان بسرّ ہوا

"ہر ایک علم علم الٰہی سے نکلا ہے اور خود پرستی کا علم شیطانی ہے۔ وہ حرص وہوا اور خواہشاتِ نفسانی کا راز ہے۔"

اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَكْبَرُ ۔ (علم بڑا بھاری حجاب ہے۔ جو شخص "اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ" والے علم پر نگاہ رکھتا ہے تو اسے بھی شیطان کی طرح قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ کی لعنت نصیب ہوتی ہے۔ (فضل اللقاء ص: ۳۱)

جو کچھ حاصل ہوتا ہے، عمل سے ہوتا ہے۔ اور اگر بدونِ عمل کے فضیلت حاصل ہو سکتی تو شیطان کو حاصل ہوتی اور وہ ہرگز خود گمراہ نہ ہوتا اور نہ ہی آدم علیہ السلام کو دھوکا دیتا۔ اور جو شخص کہ باوجود علم کے بھی مشربِ بدعت میں پڑ جاتا ہے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے جن خبیث، اور ایسے شخص پر ہرگز بھروسہ اور اعتبار نہ کرنا چاہئے کیونکہ شیطان بیچارے نے ہزار سال تک علم حاصل کیا اور پچاس ہزار سال تک فرشتوں کو تعلیم دی، آخر کار اس کا انجام کیا ہوا۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ۔ (اس نے انکار کیا اور وہ پہلے سے ہی کافر تھا) اور اگر جہل (جہالت) میں کچھ فضیلت ہوتی تو ابوجہل کو ہوتی اور وہ ہرگز راہِ حق سے منحرف نہ ہوتا۔

پس معلوم ہوا کہ راہِ حق نہ علم میں ہے اور نہ جہل میں بلکہ صرف توفیقِ الٰہی اور اس کی محبت واخلاص میں ہے۔ اور اہلِ محبت میں وہ لوگ ہیں کہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر جانتے ہیں اور ان کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور جو شخص یہ چاہے

کہ خدا تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشنود کرے پس اسے چاہئے کہ توحید ومحبت میں مشغول ہو اور خدا تعالیٰ کے ساتھ خلوص رکھے، ترکِ دُنیا اختیار کرے (دُنیا کی محبت دل سے نکال دے) اور متابعتِ شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ (عین الفقر، ص:۱۰۰)

''جو علم کہ محض دُنیا کے لیے پڑھا جائے وہ ابوجہل کا ہم نشین بنائے گا۔ اور جو علم کہ لوجہ اللہ پڑھا جائے گا وہ مجلس محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پہنچا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم نشین بنائے گا۔'' (عین الفقر، ص:۵۴)

لوگوں کو مسئلہ مسائل کی طرف جس قدر توجہ ہوتی ہے عمل کی طرف اتنی توجہ نہیں ہوتی، کیونکہ مسئلہ مسائل سے لوگوں کے دلوں میں ان کی وقعت زیادہ ہوتی ہے۔ اور دُنیا بھی اس سے حاصل ہوتی ہے اور عمل اور ذکرِ خفی شمشیر کی طرح ہے۔ جو نفس کو زیر کرتا ہے۔

رہے چیست یعنی خود فنا　　　از علم خودے شود کبر وریا

(اصل طریقہ تو اپنے آپ کو فنا کرنا ہے۔ کیونکہ علم سے تکبر اور ریا کاری حاصل ہوتی ہے۔)

...... باہو! وہ کیا چیز ہے کہ دونوں جہان میں سب سے بہتر اور افضل ہے اور عموماً لوگ اس سے غافل ہیں۔ وہ علم باعمل ہے۔ (عین الفقر، ص:۱۸۸)

''اے طالب! جس کسی نے علم کو جانا اور عمل نہ کیا وہ شخص نامرد ہے۔ اور جس نے علم کو جانا اور عمل کیا وہ دانا ہے اور جس نے علم سے دُنیا کا مرتبہ پایا اور دُنیا کو جمع کیا وہ دُنیا سے یگانہ اور خدا سے بیگانہ ہے اور جس نے دُنیا کو آراستہ کیا۔ اس نے شیطان کو گویا معزز کیا اور جس نے شیطان کو عزت دی تو اس نے گویا نفس کو عزت دی۔ اور جس نے نفس کو عزت دی۔ اس نے گویا ہوا کو عزت دی۔ پس وہ خدا کے دیدار سے محروم ہوا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفلِ اقدس سے محروم رہا۔ (محک الفقراء کلاں، ص:۷۵)

جس طرح سے کہ علم بے عمل، مذموم ہے اسی طرح سے زہد بے علم ممنوع ہے۔ علم

باعمل یگانگی ہےاور علم بےعمل دیوانگی ہے۔اور زہد بےعلم ایسے ہے جیسے شور زمین میں بیج بویا ہواور علم بےعمل کی مثال جیسے زندہ کو قبر میں دفن کیا ہو۔(عین الفقر،ص:۸۵)

عمل واخلاص:

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے علم پر عمل کرے وہ یقیناً ولی اللہ ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی اپنے آپ کو مخلص کب جانے؟ آپ نے فرمایا جب اپنی تمام کوشش اللہ تعالیٰ کی طاعت میں صرف کردے اور دُنیا میں ذلت کو پسند کرے۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: آدمی مخلص کب ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب اس کی عادت شیرخوار بچے جیسی ہوجائے کہ مدح وذم (تعریف اور مذمت) کی کچھ پرواہ نہ کرے۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کے آداب یہ ہیں کہ جو پڑھیں اس پر عمل کریں۔اور جب عمل کرنے لگیں گے تو لوگوں کو ملنے سے رک جائیں گے۔جب لوگوں سے رک گئے تو مفقود ہوجائیں گے۔جب مفقود سمجھے گئے تو تلاش کئے جائیں گے اور جب تلاش کئے جائیں گے تو اپنے دین پر فتنوں کے خوف سے بھاگ جائیں گے۔

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ باطنی خوبی کے بغیر ظاہر کو عمدہ بنانا اس بیت الخلا کے مشابہ ہے جس کی دیواریں بہت آراستہ ہوں۔مروی ہے کہ جب بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے املائے حدیث کو ترک کردیا تو لوگوں نے کہا،تم قیامت کے روز خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوگے؟ انہوں نے کہا میں عرض کروں گا کہ اے اللہ! تو نے اس میں اخلاص کا حکم دیا ہے،لیکن میں نے اپنے نفس میں اخلاص نہ پایا۔

نیکی ہی خود اک بدی ہے گر ہو نہ خلوص
نیکی سے بدی نہیں ہے کچھ دور بہت (حالی)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اے محمد رحمۃ اللہ علیہ! تم اپنے عمل کو آٹا اور اپنے علم کو نمک بناؤ۔

مذمتِ حرص وطمع، طلبِ دُنیا وخواہشاتِ نفسانی:

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''علم رضائے الٰہی کے لیے حاصل کرنا چاہیئے نہ کہ شیطان کی خوشنودی کے لیے، خلوصِ نیت کے بغیر کسب علمِ ایک شیطانی فعل ہے۔'' (مرآت العاشقین ،ص:۶۰)

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص آخرت کے عمل سے دُنیا طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے۔ اور اس کا نام دوزخیوں کے دفتر میں لکھ دیتا ہے۔

عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ آپ کے خیال میں نیک کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: عامل ومخلص عالم۔ نیز سوال ہوا کہ بادشاہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ جو دُنیا میں زاہد ہوں، پھر سوال ہوا کہ رذیل کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ جو اپنے علم وعمل اور دین سے دُنیا کماتے ہیں۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں دُنیا کو کسی عالم کے ساتھ کھیلتے دیکھتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے۔ اگر قرآن وحدیث والے دُنیا کی بے رغبتی پر صابر ہوں تو لوگ انہیں ذلیل نہ جانیں۔

آپ ہی فرماتے ہیں کہ اگر حصولِ علم نیک نیت سے ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ لیکن لوگ علم کو علم کے لیے نہیں پڑھتے۔ بلکہ اس کو دُنیا کے شکار کا جال بناتے ہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ قلیل التقویٰ عالم بہت ہی برا ہے۔ اور لوگوں کا یہ کہنا بھی بہت ہی برا ہے کہ فلاں عالم فلاں امیر یا فلاں عورت کے مال سے حج کو گیا۔

نیز آپ فرماتے ہیں تم لوگ عالموں کی کس طرح تعریف کرتے ہو حالانکہ ان کی

گردنیں موٹی اوران کے لباس باریک اوران کی خوراک گیہوں کا چھنا ہوا آٹا ہے۔ بخدا اللہ تعالیٰ سے خائف رہنے والے اور متقی کے لیے خاکستر کا پھانکنا بھی بہت ہے۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم جب دُنیا کا طالب ہوتو اس کا رعب جاتا رہتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء کو سزا یہ ہے کہ ان کے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ اور دل کی موت عملِ آخرت کے ذریعے دُنیا طلب کرنے سے ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں:

''میں تو کہتا ہوں کہ عالم کو حلال سے بھی پیٹ بھر کر کھانا برا ہے۔ پھر جو حرام سے سیر ہو کر کھاتا ہے اس کا کیا حال ہوگا۔ خدا کی قسم اگر میں ایک لقمہ کھاؤں اور وہ میرے پیٹ میں اینٹ بن جائے تو مجھے مرنے تک کافی ہے کیونکہ مشہور ہے کہ اینٹ پانی میں تین سو سال سے زیادہ تک باقی رہتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ علماء کی پرہیزگاری شہوات کو چھوڑنا ہے۔ کیونکہ عالم ظاہری گناہ تو اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں سے ان کی تعظیم نہ جاتی رہے۔ اور فرماتے تھے میں نے سنا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو غیر اللہ کے لیے علم حاصل کریں گے اور اس میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت ہوگی کہ علم معدوم نہ ہو جائے اور پھر ایسے لوگوں کے لیے قیامت میں وبال ہوگا۔

اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

ان اللہ لیوید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔

(اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد کسی فاجر شخص سے بھی کراتا ہے۔)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمام علم پڑھ لے اور عبادت میں مشغول ہو حتیٰ کہ وہ ستون یا خشک مشکیزہ کی طرح ہو جائے لیکن اس بات کی تحقیق نہ کرے کہ اس کے پیٹ میں جو کچھ جاتا ہے وہ حرام ہے یا حلال۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی

عبادت قبول نہ ہوگی۔

آپ مزید برآں ارشاد فرماتے ہیں کہ علماء اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہیں گے جب تک کہ وہ اُمراء کی طرف محبت کے ساتھ میلان نہیں کریں گے۔ لیکن جب وہ اُمراء کی طرف مائل ہوں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے اپنا ہاتھ کھینچ لے گا اور ان پر ظالموں کو مسلط کر دے گا۔ جو ان کو بری طرح عذاب دیں گے اور ان کے دلوں میں رعب بھر دیں گے۔

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو شخص علم سے دُنیاوی عزت و مرتبہ کا طالب ہوتا ہے وہ عالم نہیں کیونکہ دُنیاوی عزت و مرتبہ کا ڈھونڈنا محض جہالت ہے۔'' آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ المشائخ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدہ فرمایا ہے:

اِجْتَنِبْ صُحْبَةَ ثَلَاثَةِ اَصْنَافٍ مِّنَ النَّاسِ الْعُلَمَآءِ الْغٰفِلِيْنَ وَالْفُقَرَآءِ الْمُدَاهِنِيْنَ وَالْمُتَصَوِّفَةِ الْجٰهِلِيْنَ ۔

یعنی تین قسم کے آدمیوں سے بچو، غافل علماء سے اور سست فقیروں سے اور جاہل صوفیوں سے۔

مگر غافل علماء وہ ہیں کہ جنہوں نے دُنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا رکھا ہے۔ اور شریعت سے آسان باتوں کو اختیار کر رکھا ہے اور ظالم بادشاہوں کی درگاہ کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ اور مخلوقات کے مرتبہ وعزت کو سجدہ گاہ بنالیا ہے اور اپنے غرور اور زیرکی (عقلمندی ودانائی) اور دِقتِ کلام پر فریفتہ ہو کر اپنے آپ سے باہر نکل رہے ہیں۔ اور استادوں اور اماموں پر طعن کی زبان دراز کیے ہوئے ہیں۔ اور بزرگانِ دین پر قہر کرتے ہیں اور زیادتیِ کلام میں ایسے منہمک ہیں کہ اگر دونوں جہان کو ان کے ترازو کے پلہ میں رکھے تو کبھی پورے نہ اتریں اور حسد وعناد کو اپنا مذہب بنائے ہوئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سب عالم نہیں ہوتے بلکہ علم تو ایسی صفت کا نام ہے کہ جس سے موصوف بالعلم کی تمام

جہالتیں دور ہوں۔ (کشف المحجوب پہلا باب علم کے بیان میں)

غرورِ زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو
کہ بندگانِ خدا پر زبان دراز کرے

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی عالم کو امراء کے دروازے پر جاتا دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ چور ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نزدیک امراء کے پاس جانے والے عالم سے بڑھ کر کوئی برا نہیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے کسی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو (عالم) اپنے علم سے دنیا طلب کرے اس کی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ میں اس کو اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کسی عالم کو دیکھو کہ وہ دُنیا سے محبت رکھتا ہے تو اس کو دین میں مہتم سمجھو، کیونکہ کوئی شخص جس چیز کا محب ہے اسی میں گھس جاتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی طالب علم کو دیکھو کہ جس قدر وہ علم میں ترقی کرتا جاتا ہے اسی قدر اس میں دُنیا اور خواہشاتِ دُنیا کی رغبت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ تو اسے علم نہ سکھاؤ۔ کیونکہ تم بھی اس کو تعلیم دینے کے باعث اس کے دوزخ میں جانے میں اعانت کرتے ہو۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ جاہل علم سیکھیں گے اور پھر اس سے امراء کے قرب پر فخر کریں گے۔

صالح المری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے علم میں اخلاص کا مدعی ہوا سے چاہئے کہ لوگ جب اسے جاہل اور ریا کار کہیں تو وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو۔ اگر ایسا کرنے سے اس کا دل خوش ہو تو وہ سچا ہے ورنہ اگر وہ تنگ دل ہو تو ریا کار ہے نیز وہ

فرماتے ہیں کہ دُنیادار عالم کے پاس بیٹھنے سے بچو کیونکہ وہ تمھیں اپنے کلام کی بناوٹ سے اور خود عمل کیے بغیر اور اہلِ علم کی مدح کر کے فریب دے گا۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جس قدر وہ علم میں ترقی کرتے اسی قدر دُنیا سے بے رغبت ہو جاتے اور دُنیاوی متاع وسامان کم کرتے تھے لیکن آج کل ہم ایسے لوگ دیکھتے ہیں کہ وہ جس قدر علم میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان میں دُنیا کی رغبت بھی بڑھتی ہے اور عمدہ لباس خوراک، مکان، نکاح، سواری، اور خدام وغیرہ بھی بکثرت چاہتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا دور تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال پہلے کا دور ہے۔ اس وقت کے علماء میں دُنیا کی رغبت پائی جاتی تھی۔ جو آج کے مقابلے میں یقیناً کئی گنا کم ہوگی۔ آج تو علماء وصوفیاء میں حُبِ دُنیا کی خوب جلوہ گری ہے۔ جو خاص وعام پر عیاں ہے۔ جو روحانیت کے زوال کا نشان ہے جس میں مومن کے لیے سراسر نقصان ہے، بس اس بارے میں فقیر کا تو یہی بیان ہے۔

اس دور میں بھی مردِ خدا کو ہے میسر
جو معجزہ پربت کو بنا سکتا ہے رائی

اس فقیر حقیر راقم الحروف کے پیرومرشد سلطان الفقراء، محبوبِ ربانی، محبوبِ غوث صمدانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ مولانا فقیر محمد ارشد قادری سروری پناہوی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اس دورِ حاضر میں بھی ترکِ حبِ دُنیا اور فقرِ مصطفائی میں اسلاف وفقرائے کاملین کی یاد تازہ کر دی۔ آپ نے اپنی تمام اراضی فروخت کر کے صوفیاء وعلماء کی اصلاح وتربیت کے لیے جامعہ صوفیہ قائم کیا۔ لاہور شہر سے خطابت وامامت اور اپنا مطب چھوڑ کر ایک چھوٹے سے گاؤں پناہ کے (چک نمبر ۱۶ ج ب) میں ڈیرہ لگا دیا۔ فیصل آباد سے چالیس پچاس میل دور پختہ سڑک سے دور (اس وقت سڑک نہ تھی) آمدورفت کے ذرائع کی تنگی، حصولِ دُنیا کے تمام باوقار، باشہرت ذرائع کو ٹھکرا کر اس مردِ درویش نے فقرِ مصطفائی کی لذت وحلاوت میں اپنی انا اور خودی کو گم کر دیا۔ اور بھولے بھٹکے لوگوں کے

قلوب کو انوارِ رُشد و ہدایت سے منور کر دیا۔

وہ لاہور شہر جس میں خطابت و امامت اور ذریعہ معاش کے طالب بڑے بڑے جتن کرتے ہیں بلکہ وہاں جانے کے لیے مرتے ہیں۔ ایک دفعہ لاہور میں جم جائیں تو واپسی دیہات میں آنے سے گھبراتے ہیں۔ انہیں پھر یہ سادہ لوح دیہاتی نہیں بھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو شب و روز حلوہ و مرغ کھاتے ہیں ایسا شہر جہاں شہرت و تمکنت کی فراوانی اثمار و طعام کی ارزانی۔ واقعی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سچ فرماتے ہیں۔

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء علم سے غافل ہیں۔ انہوں نے دُنیا کو اپنا قبلہ گاہ بنا رکھا ہے اور دانائی کے غرور سے اپنے نفسوں کو موٹا کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور بولے کہ شرح علماء میں مرقوم ہے کہ فردائے قیامت کو ان صلحاء و علماء کے لیے جو دُنیا میں اہلِ دُنیا کے ساتھ مشغول رہتے تھے اور اپنا منصبی کام نہ کرتے تھے۔

حکم ہوگا کہ انہیں عرصات میں حاضر کرو، پھر فرشتگانِ عذاب سے کہا جائے گا کہ ان کی گردنیں آتشیں زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں لے جاؤ پھر فرمایا ان علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو بظاہر پارسائی دکھلاتے ہیں اور باطن میں علم پر عمل نہیں کرتے اور مکر و حیلے کے ساتھ دُنیا کماتے ہیں۔ (راحت القلوب، ص:۱۱۶)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:

العالم الطامع كالفطي والمستمع منه كالعقيم فلا يتولد منه نفع ولا حذر ۔ یعنی طماع (طمع کرنے والا) عالم کی مثال مردِ عنین کی ہے کہ دیکھنے میں تو مرد ہے مگر دراصل نامرد ہے اور سننے والے کی مثال عقر یعنی بانجھ عورت کی ہے کہ خوبصورت بھی ہے مگر بچہ اس کے پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر قاری لوگ زندہ ہوتے (زندہ دل ہوتے) تو اپنے شکموں میں حرام کھانے سے آگ کی تکلیف محسوس کرتے۔ لیکن وہ تو مردہ ہیں، جو مردار اور آگ کھاتے پھرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آج کل (اس دور) کے علماء پر حرام اور مشتبہ مال کھانے کی عادت غالب آ گئی ہے یہاں وہ محض شکم پروری اور شہوت رانی میں مستغرق ہیں اور انہوں نے اپنے علم کو جال بنا رکھا ہے۔ جس کے ساتھ دُنیا کا شکار کرتے ہیں۔

عالم کہ کامرانی وتن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر قرآن وحدیث کے عالموں میں خرابی نہ آتی تو یہ تمام لوگوں سے اچھے تھے لیکن انہوں نے علم کو حرفہ اور ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے اور اس لیے وہ زمین وآسمان میں ذلیل ہو چکے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے علماء دیکھے ہیں جو اپنے گھروں میں بیٹھنا افضل خیال کرتے تھے۔ لیکن آج کل کے علماء حاکموں کے وزیر اور ظالموں کے آلۂ کار ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ بادشاہوں کے عطیئے ان کے دین کی قیمت ہوں گے۔

حضرت حبیب العجمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خیال نہ تھا کہ ہم ایسے زمانہ تک زندہ رہیں گے جس میں شیطان علماء سے یوں کھیلے گا جیسے لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔

حضور سیدنا غوث الثقلین شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں: ''تو اپنے کسب سے کھا۔ دین فروشی کر کے نہ کھا۔ کسب کر اور کھا اور اس سے دوسروں کی غمخواری کر۔'' (فتح الربانی مجلس نمبر ۳)

''ریا کار کے کپڑے پاک صاف اور دل نجس ہوتا ہے وہ مباح چیزوں میں رغبت کرتا ہے اور کمانے میں کاہلی کرتا ہے اور دین کے بدلے میں کھانا کھاتا ہے۔ پرہیزگاری ذرا بھی نہیں کرتا۔ کھلا ہوا حرام کھاتا ہے۔ (یاکل الحرام الصریح) اور اس کا معاملہ عام لوگوں پر مخفی رہتا ہے اور خواص بندگانِ الٰہی پر مخفی نہیں رہتا، کل زہد وطاعت اس کی ظاہرداری کی ہے۔ اس کا ظاہر آباد ہے اور باطن ویران۔ (فتح الربانی مجلس نمبر۸)

آپ فرماتے ہیں: ''تیری ہمت تو قمیص اور عمامہ، کھانا اور نکاح اور گھر اور دوکانیں اور مخلوق سے جلسہ بازی اور ان سے انس کرنا ہے۔ تو اپنی ہمت کو ان سب چیزوں سے علیحدہ کر لے۔ (فتح الربانی مجلس نمبر۱۳)

''بدبخت! دین کے بدلے کھانا نفاق ہے اور صنعت (کاروبار، محنت، مزدوری) کے ساتھ کھانا سنت ہے۔'' (ارشادات محبوب سبحانی، ص:۱۰۶)

مخلوق کو وعظ سنانے اور اس میں مقبولیت حاصل کرنے کی محبت سے بچ، کیونکہ یہ تیرے لیے مضر ہے، مفید نہیں ہے۔ (فتح الربانی مجلس نمبر۵۱)

''اے مسکین! جس مسئلہ میں کلام کرنے کا فائدہ نہیں۔ کلام نہ کر۔ مذہب کے بارے میں بے جا تعصب کو ترک کر۔'' (فتح الربانی مجلس نمبر۴)

ہم مسلک وہم مشرب علماء کا باہمی اختلاف بے جا تعصب کی واضح دلیل ہے۔

بغض وعناد حد سے بڑھ چکا ہے۔

حسد وتکبر!

غرور زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو
کہ بندگانِ خدا پر زبان دراز کرے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ یعنی حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

حاسدوں کو کیا فائدہ حاسدانہ لاگ سے
نیکیاں برباد ہوتی ہیں حسد کی آگ سے

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث شریف نقل فرماتے ہیں: لَوْلَا الْحَسَدُ فِي الْعُلَمَآءِ لَصَارُوْ بِمَنْزِلَةِ الْاَنْبِيَآءِ (ترجمہ) ''اگر عالموں میں حسد نہ ہوتا تو بمنزلہ انبیاء کے ہوتے۔''

(جس) عالم کے وجود میں تین چیزیں نہ ہوں ایک حرص، دوسرے حسد، تیسرے کبر وہ وارث انبیاء کا ہے۔

مے نترسند عاشقاں دائم — لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں تمام دُنیا پر علماء کی شہادت قبول کرلوں گا۔ لیکن علماء کی شہادت علماء پر قابلِ قبول نہیں، کیونکہ میں نے سب سے زیادہ حسد علماء کے اندر پایا۔''

حسین احمد مدنی ''نقشِ حیات'' میں لکھتے ہیں: ''اہلِ علم میں عموماً اور علماء حجاز میں خصوصاً حسد اور رقابت کا مادہ بہت ہوتا ہے۔''

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بدخصلت اور حاسد علماء کے بارے میں فرماتے ہیں: ''میں چاہتا ہوں کہ میرا گھر عالموں سے دور ہو۔ بھلا مجھے ان لوگوں سے کیا واسطہ جن کی یہ حالت ہو کہ جب مجھے راحت میں دیکھیں تو حسد کریں۔ اور اگر مجھ سے کوئی لغزش ہو جائے تو مجھے رسوا کریں۔''

اس دور میں بھی ایسے بدفطرت اہلِ علم کی کمی نہیں ہے۔ جو دوسروں کے عیوب ونقائص اور لغزشوں کو تقاریر میں اخبارات میں اور رسائل میں نہ اچھالتے ہوں۔ ذرا سی بات اور غلطی ہاتھ آئی، پس اس بیچارے کی شامت آئی۔ گویا کہ اس پر قیامت ڈھائی، عوام تو درکنار کسی نیک کردار، صالح ومتقی، ہم مسلک وہم مشرب عالمِ دین کی قابلیت واستعداد، مقبولیت وشہرت، وجد وذوق، فصاحت وبلاغت، فیضان وروحانیت، ادب

وانسانیت، کثرتِ معتقدین و سامعین بھی انہیں گوارا نہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"علماء اور قراء کا ریا اور نفاق سے خالی ہونا کبریتِ احمر سے کمیاب ہے کیونکہ وہ اپنے متعلق لوگوں کا یہ قول کہ فلاں کتنا بڑا عالم ہے یا قرآن مجید کتنی اچھی آواز سے پڑھتا ہے، سنتے ہیں تو تکبر سے بھر جاتے ہیں۔ اور اگر لوگ کہیں کہ فلاں عالم نہیں ہے یا اس کی آواز اچھی نہیں تو یہ بات ان پر نہایت شاق گزرتی ہے اور وہ رنج سے قریب المرگ ہو جاتے ہیں۔ یہ ریا کی بڑی بھاری علامت ہے پھر دکھاوے اور شہرت کے لیے وہ اپنی تعریف خود کرنا شروع کر دیتے ہیں۔"

بے عملی و جہالت اور فسق:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں پہنچایا۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ عنقریب ایک زمانہ آئے گا کہ اس میں تمام عابد جاہل ہوں گے۔ اور تمام عالم فاسق۔

مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ علوم تو کثیر ہیں، لیکن سب علم نافع نہیں ہوتے اور علماء بھی بے شمار ہیں مگر سب ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی اس وقت تک عالم رہتا ہے جب تک اسے یہ خیال ہو کہ شہر میں اس سے بڑھ کر اور عالم ہیں اور جب اسے یہ خیال ہو کہ میں ہی سب سے بڑا عالم ہوں۔ اس وقت وہ جاہل ہو جاتا ہے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز سب سے بڑھ کر بدنصیب وہ عالم ہوگا جس کے علم پر لوگ تو عمل کریں گے مگر وہ خود اس پر عامل نہ ہو۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص علم سیکھے اور اس پر عمل نہ کرے۔ اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جس نے خفیہ زنا

کیا۔ پھر اس کو درد ِزہ شروع ہوا تو رسوا ہوئی۔ یہی کیفیت عالم بے عمل کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کے سامنے رسوا کرے گا۔

حضرت عثمان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والا اس پر کیوں کر عامل ہوسکتا ہے جب کہ وہ رات کو سوتا ہے۔ اور دن میں روزہ نہیں رکھتا۔ اور حرام مشتبہ مال کھاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو شخص حامل قرآن ہو اور پھر بھی اس کا دل دُنیا کی طرف مائل ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو کھیل تماشا بنایا۔ جب حاملِ قرآن اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہے تو قرآن اس کے اندر سے اس کو پکارتا ہے۔ واللہ تو نے مجھے اس لیے یاد نہیں کیا تھا۔ میری نصیحت اور توبیخ کیا ہوئی؟ میرا حرف حرف تجھے پکار کر کہتا ہے کہ اپنے رب کی نافرمانی نہ کر۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب کسی طالب علم کو شب بیداری کرتا نہ پاتے تو اس کے پڑھانے سے رک جاتے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربِ قیامت میں امراء فاجر ہوں گے اور علماء فاسق اور امین خائن ہو جائیں گے۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں فاسق عالم تھے اور اس امت میں بھی ان جیسے ضرور ہوں گے ان سے اللہ کی پناہ مانگو۔ اور یقین کر لو کہ جو شخص فسق کے سبب دوزخ میں داخل ہوگا وہ عذاب میں ان لوگوں سے کم ہوگا جو تقرب کے باوجود علم وعمل کی ریاکاری کے سبب اس میں داخل ہوں گے۔

حضرت عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے فاسق ہمارے زمانے کے علماء سے زیادہ باحیاء ہوتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بخدا مجھے ڈر ہے کہ جب قیامت کے دن آواز دی جائے گی کہ علماء فاسق کہاں ہیں۔ تو کہیں میری نسبت نہ کہہ دیا جائے

کہ یہ بھی ان میں سے ہے اس کو بھی پکڑ لو۔

ایک شخص نے حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کرو۔ آپ نے فرمایا اس بات سے ڈرتے رہو کہ صحیفہ میں تمہارا نام علماء کی فہرست میں لکھا جائے۔

ایک دفعہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے کہا کہ آپ اس جوان سے جو قاری اور عالم ہے کیوں بے رخی کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اس لیے کہ میں نے اکثر عالموں کو آزمایا ہوا ہے۔''

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں سب سے بڑا جاہل وہ ہے جس نے امر معلوم پر عمل ترک کر دیا۔ (ایک بات کو جانتا تھا اور اس پر عمل نہیں کیا) اور سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے اس پر عمل کیا، جس کا اس کو علم ہو گیا۔ اور افضل الناس وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے سب سے زیادہ عاجزی اور فروتنی کرنے والا ہے اور یہ قول محکم وصحیح ہے۔ اس وجہ سے عالم جب اپنی معلومات پر عمل نہ کرے تو وہ عالم ہی نہ ہوا۔ پس ہوشیار کہ ایسے عالم بے عمل کی فصاحتِ بیان، طلاقتِ لسان، مناظرہ ومجادلہ کی قوت سے دھوکے میں نہ آنا، اس لیے کہ وہ جاہل ہے۔ عالم نہیں ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل وکرم فرمائے کہ اسلام میں علم اپنے اہل کو ضائع نہیں کرتا۔ اور ممکن ہے کہ عالم علم کی برکت سے عمل کی طرف پلٹ آئے۔

(عوارف المعارف، باب نمبر ۳)

حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں: ''حق تعالیٰ نے اس عالم کو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا۔ گدھے کی مثل فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۝ (ان علماء کی مثال مثل ان گدھوں کے ہے جو اسفار کو لادتے ہیں) اسفار سے مراد کتب علم ہیں۔ علمائے بے عمل کو کتبِ علمیہ سے سوائے مشقت وغم کے کیا حاصل ہوتا ہے؟ ان کے ہاتھ کیا آتا ہے؟

(فیوضِ غوثِ یزدانی رحمۃ اللہ علیہ (ترجمہ فتح الربانی) مجلس نمبر ۱۳)

اس مضمون کی غرض وغایت علمائے حق اور علمائے متقین کے مقام ومرتبہ سے روشناس کرانا ہے اور بے کردار وبدکردار، فاسق وبے عمل، چالباز ومکار، بددیانت وبدطینت، فسادی، متعصب اور حریص ودُنیادار اہلِ علم کے اخلاقِ رذیلہ کو عیاں کرنا ہے تاکہ طالبانِ حق وصداقت کھرے اور کھوٹے کی صفات سے آگاہ ہوسکیں، جو لوگ دینِ اسلام کے نام پر اپنے علم وفضل کا سکہ جمائے ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو وارثانِ انبیاء علیہم السلام سمجھے بیٹھے ہیں۔ ان کے افعال واعمال اور تقویٰ واحوال کو دیکھئے کہ وہ اپنے مسلک کے علاوہ اسلام کے ملکی اور عالمی سطح پر نفاذ وانقلاب کے لیے میدانِ عمل میں آتے ہیں۔ یا اس سے گریز کرتے ہیں۔ مصطفوی انقلاب کے حامی ہیں یا مصطفوی انقلاب کے مخالف بن کر شب وروز اسلام دشمن طاغوتی طاقتوں کے ہاتھ مضبوط کررہے ہیں۔ یہ فیصلہ آپ خود فرمالیں۔

علمائے حق اور اولیائے کاملین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی شان حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں: ''پس جب تم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبعین کی اتباع کروگے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابعداری میں حقیقتاً ثابت قدم ہیں، پس گویا تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہی اتباع کرلی اور جب تم نے ان کو دیکھ لیا۔ تو گویا تم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی دیکھ لیا، تم متقی عالموں کی صحبت میں رہو کیونکہ اس میں تمہارے لیے برکت ہے اور جو عالم کہ علم پر عمل نہیں کرتے۔ ان کی صحبت اختیار نہ کرو کہ ان کی صحبت میں تمہارے لیے بدبختی ہے۔ (فیوضِ غوثِ یزدانی (ترجمہ فتح الربانی) مجلس نمبر ۱۴)

محبوبِ سبحانی غوثِ صمدانی، شہبازِ لامکانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں: ''اللہ عزوجل نے فرمایا: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر ۳۵:۲۸) (میرے بندوں میں مجھ سے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔) نہیں ڈرتے اللہ سے مگر وہی عالم جو علم پر عمل کرنے والے ہیں جو جانتے سیکھتے ہیں۔ اس پر عمل کرتے ہیں اور اللہ عزوجل سے اپنے اعمال پر بدلہ نہیں چاہتے۔ بلکہ عمل سے مقصود صرف ذاتِ الٰہی اور اس کا قرب ہوتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مصاحبت کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کی دوری اور حجاب سے نجات چاہتے ہیں۔ یہی قصد کرتے رہتے ہیں کہ ان پر دُنیا و آخرت میں رحمتِ الٰہی کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔ وہ دُنیا و آخرت اور ماسویٰ اللہ کی طرف قطعاً رغبت نہیں کرتے۔
(الفتح الربانی، مجلس نمبر ۵)

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ خوف اپنی امت پر، جس کو ان کے لیے خطرناک سمجھتا ہوں۔ اس منافق سے ہے۔ جس کی زبان عالم ہو۔"
(الفتح الربانی، مجلس نمبر ۱۱)

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: "اے عالم! تو تو قیل وقال اور مال کے جمع کرنے میں مشغول ہے۔ تو اپنے علم پر عمل سے غافل ہے۔" (الفتح الربانی، مجلس نمبر ۱۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں اس امت پر سب سے زیادہ منافق عالم سے خوف زدہ ہوتا ہوں۔ لوگوں نے کہا منافق عالم کیسا ہوتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی زبان عالم ہوتی ہے۔ مگر اس کا دل اور عمل جاہل ہوتا ہے۔"

ریا و منافقت:

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کو اچھا کہیں۔ وہ نہ متقی ہے نہ با اخلاص۔

حضرت ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم جب کوئی کتاب لکھے تو اسے مناسب ہے کہ اس سے نصرتِ دین کا قصد کرے نہ کہ حسنِ تالیف کے سبب اپنے ہم عصروں میں تعریف کا طالب ہو۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ریا کی تین علامتیں ہیں۔ (اول) جب اکیلا ہو تو سستی کرے۔ اور نوافل بیٹھ کر ادا کرے۔ (دوئم) جب لوگوں میں ہو تو خوش ہو۔ (سوئم) جب لوگ اس کی تعریف کریں تو زیادہ عمل میں مشغول ہو اور

جب مذمت کریں تو اس میں کمی کر دے۔

حضرت ابراہیم بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قیامت کے روز سب سے زیادہ ندامت اس شخص کو ہوگی جو لوگوں میں علم کے باعث بڑا بنتا ہے۔''

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب الفاظ میں آراستگی آ گئی تو قاری اور سامع سے خشوع جاتا رہتا ہے۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں دیکھا، جو اپنی برائی جانتا ہو اور پھر خواہش کرے کہ لوگ اس کے علم اور نیکی کی تعریف کریں۔ یہ امر ضروری ہے کہ مسلمانوں کے دل ان کی اندرونی برائی سے مطلع ہوں۔ وہ اس شخص کے مانند ہے جو کانٹوں والا درخت بوئے اور خواہش کرے کہ اس پر کھجوریں لگیں۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو نماز میں گردن جھکائے دیکھتے تو درے لگاتے اور فرماتے تیرا بھلا ہو، خشوع تو دل میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ایک روز کسی شخص کے پاس سے گزرے جو سجدہ میں رو رہا تھا تو فرمانے لگے، کیا ہی اچھا ہوتا، اگر تو گھر میں ہوتا، جہاں تجھے کوئی نہ دیکھتا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی عالم یا عابد کو دیکھو کہ وہ امیروں یا دُنیا داروں کے یہاں اپنی صلاحیت کا ذکر سن کر خوش ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ ریاکار ہے۔

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم میں ریاکار کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو علم کی ترغیب دے۔ اور اس کے فضائل بتائے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس سے اس کے ہم عصروں میں سے کسی سے پڑھنے کا مشورہ لے تو وہ اسے پوری پوری ترغیب نہ دے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اس زمانے کے علماء پر ریا غالب

ہے۔ وہ لوگوں پر اپنی عبادت ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان کے باطن کینہ حسد اور بغض سے لبریز ہیں۔ اگر تمہیں کسی عالم سے کوئی کام ہو تو اس کے پاس کسی دوسرے عالم کی سفارش نہ لے جاؤ ورنہ وہ سخت دل ہو جائے گا۔

لیکن اگر اس کے پاس کسی امیر کی سفارش لے جاؤ تو تمہاری حاجت بہت جلد پوری کر دے گا۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اکثر منافقی امتی قرا۔ یعنی میری امت کے اکثر منافق قرآن کے پڑھنے والے (قاری و عالم) ہوں گے۔

حالی رہ راست جو کہ چلتے ہیں سدا — خطرہ انہیں گرگ کا نہ ڈر شیروں کا
لیکن ان بھیڑیوں سے واجب ہے حذر — بھیڑوں کے لباس میں ہیں جو جلوہ نما

خوفِ خدا اور تقویٰ:

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جو کوئی مجھے ایسا عابد بتلائے جو رات کو بہت روتا ہو اور دن کو بہت روزے رکھتا ہو تو میں اسے دعا دوں گا۔

حضرت منصور بن معتمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے علماء کو مخاطب کر کے کہتے کہ تم عالم نہیں ہو بلکہ تم تو علم کا مزہ لینے والے ہو کہ کسی سے مسائل سن کر لوگوں کو سناتے ہو۔ اگر تم اپنے علم پر عمل کرتے تو اس کی تلخی اور تکلیف کا مزہ چکھتے اور تمہارا علم تمہیں پرہیز گاری پر برانگیختہ کرتا۔ یہاں تک کہ تمہیں کھانے کو ایک روٹی بھی نہ ملتی۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علم کو طلب کرتے رہو۔ حتیٰ کہ تم رونے لگو کیونکہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم پر حجت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے زیادہ علم پڑھا اور پرہیز گاری نہ کی تو شرع میں اس کو اللہ تعالیٰ سے دوری زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ (یعنی شریعت پر عمل بھی کم ہوتا جاتا ہے اور یوں بے عملی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور سے دور تر ہوتا جاتا ہے۔)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عالم وہ ہے کہ خوف والا ہو اور اگر سو ہزار مسئلہ جانے اور خوفِ خدا والا نہ ہو وہ بقول خدا تعالیٰ عالم نہیں ہے۔ علم کا حمال (اٹھانے والا) ہے اور جو مسئلہ ایک جانے اور خوف والا ہو۔ اس کا حشر علماء کے ساتھ ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ فقیہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کا خوف کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: یَخْشَی اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور۲۴:۵۲)۔ (جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور پرہیز گاری کرتے ہیں وہی کامیاب ہوں گے۔)

صاحبِ قطبیتِ خاصہ، غوثِ دوام، محبوب رحمۃ اللہ علیہ خیر الانام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس کو زیادہ علم ہو، اس کو چاہئے کہ رب تعالیٰ سے خوف اور اس کی اطاعت زیادہ کرے۔''

اے مدعیٔ علم! تیرا خوفِ الٰہی سے رونا کہاں ہے؟ تیرا خوف وحذر کہاں ہے؟ تیرا گناہوں پر اقرار کہاں ہے؟ تیرا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں دن کو رات سے ملا دینا کہاں ہے؟ تو رات دن کب عبادت کرتا ہے۔ تیرا اپنے نفس کو ادب سکھانے اور حق تعالیٰ کے مقابلہ میں اس سے جہاد کرنا اور اس سے عداوت رکھنا کہاں ہے۔

(فیوضاتِ غوثِ یزدانی ترجمہ فتح الربانی مجلس ۱۳)

دل سوز سے خالی ہے نگہ پاک نہیں ہے! پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے
وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن پُرکار وسخن ساز ہے! نمناک نہیں ہے

(اقبالؔ)

خوفِ الٰہی اور تقویٰ کے علاوہ دیگر کئی صفات وعلامات بھی علمائے حق اور صوفیائے کرام کی صداقت ومعرفت کو عیاں کرتی ہیں زبان سے نہیں بلکہ زبانِ حال سے ان نفوسِ قدسیہ کی عظمت ورفعت اور حقانیت کو بیاں کرتی ہیں۔ کور باطن اور صرف ظاہری علوم کے

عاملین کو ذوق و وجد، خشوع و خضوع اور وصال و عرفان سے کیا تعلق اور واسطہ۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے۔ جسے وجد نصیب نہیں اسے دین بھی حاصل نہیں۔"

لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب　　　　مگر لذتِ شوق سے بے نصیب

آپ مزید فرماتے ہیں: "جس کو اس کے علم کے ذریعے مقامِ وصال حاصل نہیں ہوا وہ فی الحقیقت عالم نہیں ہے۔ خواہ اس نے لاکھ کتابیں پڑھی ہوں۔ کیونکہ روحانیت کو نہیں پہنچا ہے۔

آپ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ یعنی "بے شک وہ ایمان والے فلاح پا گئے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔" وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ "اور جو بیہودہ بات سے اعراض کرتے ہیں۔" (المؤمنون ۲۳: ۱تا۳)

پس اللہ تعالیٰ علم و عمل کو رفعتِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور عامل کو از روئے بخشش و خوشنودی اپنی رحمت، قرب اور درجات سے سرفراز فرماتا ہے۔" (سرالاسرار، ص: ۱۹۳)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

- ملا کی نظر نورِ فراست سے ہے خالی　　　　بے سوز ہے میخانۂ صوفی کی مے ناب

ان صفات کے حامل ملا و صوفی آج بھی موجود ہیں۔ جو علم و عرفان کے طالبوں کے لیے بے سود ہیں بلکہ دینِ اسلام کے لیے خطرناک ہیں۔

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی
اس دَور کے مُلا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی؟

(اقبالؔ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شریر، فسادی اور بدطینت علماء کو بدترین اور سب سے بڑھ کر شرارت کرنے والے بتایا ہے۔ یعنی شرارتی مولوی سے بڑھ کر کائنات

میں اور کوئی شریر نہیں اور فساد و عناد اور شرارت پھیلانے میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس سے بڑھ کر شیطان کا کوئی اسیر نہیں۔ ایسے بد بخت، بد باطن اور بدزبان کا کوئی پیر نہیں۔

ایک شخص سرورِ عالم و عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ شر کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ مجھ سے شر کی بابت سوال نہ کرو۔ مجھ سے خیر کی نسبت دریافت کرو، سائل سے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار یہی فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''شریروں کے شریر علمائے شریر ہیں۔ اور نیکوں کے نیک علمائے نیک ہیں۔ کہ یہی علماء امت کے رہنما، دین کے ستون، جبلی جہالتوں کی تاریکیوں کے چراغ، دیوانِ اسلام کے نقیب، کتاب وسنت کی حکمتوں کی کانیں (معادن) اور خلقِ خدا میں اللہ تعالیٰ کے امین، بندوں کے طبیب، چارہ ساز، ملتِ حنفیہ کے نقاد اور عظیم امانتوں کے اٹھانے والے ہیں۔

پس یہ لوگ مخلوق میں زیادہ حقدارِ حقائقِ تقویٰ اور پرہیزگاری کے ہیں اور تمام بندگانِ خدا سے زیادہ زہد فی الدنیا کے حاجت مند ہیں۔ اس لیے کہ یہ علماء ان باتوں کے محتاج اپنے لیے بھی ہیں اور دوسروں کے لیے بھی۔ پس ان کا فساد ہو یا تقویٰ، دونوں متعدی ہیں۔ (ایک سے دوسرے تک سرایت کرنے والے)۔

(عوارف المعارف، باب نمبر ۳)

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے؟
فقیہ وصوفی وشاعر کی ناخوش اندیشی

(اقبالؔ)

کرتے ہیں اک اک کی تکفیر آپ کیوں
اس پہ بھی کچھ غور فرماتے ہیں آپ

چھیڑ کر واعظ کو حالیؔ خلد سے
بسترا کیوں اپنا پھکواتے ہیں آپ

(حالیؔ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "بُرے علماء کی مثال ایسی چٹان کی سی ہے جو نہر کے منہ پر گر گئی ہو۔ نہ وہ خود سیراب ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی کو راستہ دیتی ہے۔ کہ اس سے کھیتیاں سیراب ہوں۔"

آج بھی اگر کوئی خلوصِ دل کے ساتھ بے لوث ہو کر دینِ اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ نظام کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو کوئی دوسرا عالم اس میں روڑے اٹکاتا ہے۔ باطل طاغوتی نظام کے حواریوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ ایک معبود، ایک رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک دین کے داعی، اپنے عمل کے ذریعے اپنے دعویٰ کی نفی کر رہے ہیں۔ مختلف مسالک کے علماء تو درکنار ایک ہی مسلک ومشرب کے علمائے کرام باہم برسر پیکار ہیں۔ یہ امتِ مسلمہ کے معالج ہیں یا خود بیمار ہیں؟ یہ خود جسمانی وروحانی امراض کا شکار ہیں۔ ایسے معالجوں سے عوام الناس بیزار ہیں۔ ایسے معالج کئی ہزار ہیں مگر ان کا علاج موجبِ فساد ہے۔

قوم کیا چیز ہے؟ قوموں کی امامت کیا ہے؟
اس کو کیا سمجھیں، یہ بیچارے دو رکعت کے امام

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے، وہ الہام بھی الحاد

ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر امتِ مسلمہ کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچانے کا عزم کیجئے اور اپنی عظمتِ رفتہ اور میراثِ گزشتہ کو حاصل کیجئے۔

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حق وباطل کا روزِ ازل سے ہے تضاد
وارثانِ ابلیس کا وارثانِ انبیاء سے ہے فساد

ایک مرکز، ایک نظام کی جانب بھاگ
نکلنے کو ہے تجھے طاغوتی نظام کا ناگ
شوکتِ دُنیا جن کا، علومِ دین سے ہے مقصود
ان کی شرافت وصداقت اور قیادت ہے بے سود
جن کے گفتار وکردار سے ہو عیاں، عشق و عرفاں
ہوں گے وہی زمانے کے امام ناسک اور محبوبِ یزداں

(ناسک قادری)

واعظو! دین کا خدا حافظ
انبیاء کے ہو تم اگر وارث
قوم بے پر ہے، دین بیکس ہے
گئے اسلام کے کدھر وارث
اک گبر نے پوچھے جو اصولِ اسلام
واعظ نے درشتی سے کیا اس سے کلام
بولا کہ حضور مقتدا ہوں جس کے!
ایسی ملت اور ایسے مذہب کو سلام

(حالی)

قانونِ شریعت

محافظ عصمتِ مستورات

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

جو تمام ضابطوں، قواعد اور مذاہب وادیان سے ارفع واعلیٰ دستورِ حیات پیش کرتا ہے ایسا دستور اور قانون جو کہ انسانی عظمتوں کا امین ہے، جامع دین ہے، وقارِ نسوانیت کا آئین ہے۔ صنفِ نازک کو شرم وحیاء کا درس دیتا ہے، مستورات کی عصمت وعفت کا محافظ اور پاسبان ہے، خواتین کو پاکبازی، شرافت اور عزت آبرو کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام انہیں معاشرے میں وہ مقام عطا فرماتا ہے جو کہ ہر قسم کی بدگمانیوں، تہمتوں اور الزامات سے مبرّیٰ اور پاک وصاف ہو، حتیٰ کہ کسی بدطینت کو بھی انگشت نمائی کا موقع نہ مل سکے، ایسے سنہری اور جامع پاکیزہ اصولوں کے ہوتے ہوئے بھی اگر ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں مغربی معاشرے کی ڈگر پر چلنے لگیں تو پھر یہ قوم فحاشی وبے حیائی کے گڑھے میں نہ گرے تو اور کیا کرے؟ شیطان کا تو کام ہی یہی ہے.......... کہ برائی اور بے حیائی کی طرف راغب کرنے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"شیطان تم کو برائی اور بے حیائی پر اکساتا ہے"، خالق کائنات جل جلالہ، مسلمانانِ عالم کو شیطان کے تمام حربوں، چالوں اور حیلوں سے محفوظ فرمانا چاہتا ہے۔

محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱- ''عورتیں شیطان کے جال (پھندے) ہیں۔''

نیز فرمایا:

۲- ''میں نے اپنی وفات کے بعد مردوں کے لیے اپنی امت میں عورتوں کے مثل کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔''

۳- تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عورت پوشیدہ رکھنے والی چیز ہے جب یہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔''

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ دو تجلیاں شیطانی اور نفسانی میں سے اول بظاہر سیم وزر (چاندی اور سونے) کی اور دوسری عورت کی ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''خبردار! کوئی شخص کسی جوان (غیر محرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں رات بسر نہ کرے ہاں وہ شخص خلوت میں رہ سکتا ہے، جو عورت کا شوہر یا محرم ہو، محرم وہ مرد ہے جس کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو۔''

ایک حدیث شریف میں ہے:

کہ ''شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔'' لہٰذا احادیث رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا اور گفتگو کرنا خطرہ سے ہرگز خالی نہیں ہے۔ اس لیے احتیاط بہت بہتر ہے۔

زنِ ساجدہ یا ذاکرہ یا صاحب سجود
از زنانِ پرہیز باشی نیست سود

حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کو فرمایا کرتے تھے:

''نامحرم عورتوں سے بچو۔'' آپ اپنے درویشوں کو لوگوں کے گھروں میں جانے سے منع فرماتے تھے۔ نیز فرمایا: درویش کو دو چیزیں اجاڑتی ہیں۔ ایک حرصِ دُنیا، دوسرے نامحرم عورتوں سے تعلق۔'' آپ عورتوں کو تلقین وارشاد فرماتے تو ان کو چادر کا کنارا پکڑاتے اور خود پردے میں رہتے۔''

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کسی عورت (غیر محرم) کے ہمراہ خلوت میں نہ بیٹھنا، خواہ وہ رابعہ وقت ہی کیوں نہ ہو۔''

حضرت سیدنا شیخ سلطان شاہ سید ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

''نامحرم عورتوں اور لڑکوں کے پاس بیٹھنا اور پھر یوں کہنا کہ مجھے ان کی طرف مطلق توجہ نہیں، جھوٹ ہے، اس بات میں نہ تو شریعت غرا ہی تیری موافقت کرتی ہے اور نہ ہی عقل سلیم اس سے مطابقت رکھتی ہے اور یہ شریعت کا انکارِ عام ہے، کیونکہ شریعت نے کسی کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ جو کہ نابینا صحابی تھے، کی موجودگی میں اپنی ازواج مطہرات حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا مرد یا عورت میں سے کسی کو بھی غیر محرم کو تاکنے، جھانکنے اور گھورنے کی شرعی اجازت حاصل نہیں ہے۔ بلکہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو الگ الگ حکم کے تحت (قرآن پاک میں) اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا امر فرمایا گیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو یہاں تک فرما گئے کہ ''شریر عورتوں سے بالکل برکنار رہو۔ اور جو بھلی مانس ہوں، ان سے بھی ہوشیار رہو۔''

اسی وجہ سے عورتوں کو پردہ کا حکم فرمایا، تاکہ معاشرہ میں فحاشی وعریانی اور بدکاری کو پھیلنے سے روکا جاسکے۔ جس طرح مثبت اور منفی چارج ایک دوسرے کو کشش کرتے

ہیں۔ مردوزن بھی اسی صفت سے متصف ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''غیر محرم عورت کے حسن و جمال پر نظر ڈالنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے تو جو شخص ایسا کرنا ترک کردے گا، اللہ تعالیٰ اسے سرور آمیز عبادت کا مزا چکھائے گا۔''

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اپنے آپ کو نظر حرام سے پوری احتیاط سے بچاؤ کیونکہ ایسی بدنظری دل میں شہوت کی تخم ریزی کرتی ہے اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو فتنے میں مبتلا کردیتی ہے۔''

آج کے عیسائی (انگریزی) معاشرے پر ایک نظر ڈالیے کہ وہ کس حد تک اپنے نبی علیہ السلام کے فرمان پر عمل پیرا ہے؟ کیا آپ اس معاشرے اور ماحول کو اپنانا چاہتے ہیں جو اپنے نبی کی تعلیمات کو یکسر فراموش کر کے جنسی جنون اور دیوالیے پن کا شکار ہو چکا ہے۔ انسانی حدود کو پھلانگ کر حیوانیت کا کردار ادا کر رہا ہے۔ مادر پدر آزادی کا علمبردار ہے جو آج اپنے اس انسانیت سوز فعلِ بد سے بیزار ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں بچے جنسی آزادی کی بدولت باپ کے سائے سے محروم ہیں۔ کسی باپ کی اولاد ہوتے ہوئے باپ کا نام تک نہیں جانتے، خمر و خوک، (شراب اور سور) سے لطف اندوز ہونے والے لوگ نہیں چاہتے کہ جنسی بے راہ روی کے دروازے بند کیے جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہم غیر مسلموں کی نظر میں پسند کیے جائیں۔ (نعوذ باللہ من ذلك)

اسلام اختلاط تو درکنار اس خیال فاسد سے اٹھنے والی نظر کو بھی پسند نہیں کرتا، نگاہوں کو آزاد نہیں چھوڑتا بلکہ انسانیت کے حقیقی جوہر کو نمایاں کرنے اور کارگر بنانے کے لیے شرم وحیاء کا مارشل لاء نافذ کرتا ہے تاکہ ماننے والے ازکی لھم (ان کے لیے بہت پاکیزہ بات ہے) کی حکمتوں اور انوار و برکات کے مستحق قرار پائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نگاہ بد کے بارے میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ ''جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی، وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا ہے۔''

۲۔ پس اگر تیری دائیں آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے، کیونکہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک عضو جاتا رہے۔ مگر تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔''

۳۔ بدن کا چراغ آنکھ ہے، پس اگر تیری آنکھ درست ہو تو تیرا سارا بدن روشن ہوگا اور اگر تیری آنکھ خراب ہو (یعنی نگاہِ بد سے مستورات کو دیکھنے کا عادی ہو اور عورتیں مردوں کو بری نگاہ سے دیکھتی ہوں) تو سارا بدن تاریک ہوگا۔''

لوٹ لیتے ہیں دھڑکنیں دل کی
نظر سے جب کلام کرتے ہیں

آنکھ کے لڑنے اور لگ جانے سے جو فتنے اور خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ روزمرہ کے حالات وواقعات اور رسائل واخبارات ان پر شاہد ہیں۔

بزرگانِ دین نے نگاہِ بد کی فتنہ انگیزیوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور کہا ہے جو ہمارے لیے باعثِ رشد وہدایت ہے۔ جو اس فتنہ سے بچ جائے وہ یقیناً صاحب ولایت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نظرِ عنایت ہے، مومنوں کو متقی و پرہیزگار بنانا ہی اللہ تعالیٰ کی غرض وعنایت ہے۔

چند اقوال وفرمودات پیشِ خدمت ہیں جو کہ واقعی ہمارے لیے بیش قیمت ہیں۔ جو اشخاص اس نازک دور میں ان پر عمل کریں وہ بے شک صاحبِ عزیمت ہیں۔ ان کے وجود غنیمت ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے۔''

''آنکھ کا کاسہ دل کا دروازہ ہے کہ قلب کی تمام آفتیں اسی راستہ سے آتی

ہیں اور شہوات ولذات پیدا ہوتی ہیں۔ آنکھ بند کرلے، تمام آفتوں سے محفوظ ہو جائے گا۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دل آنکھ کے تابع ہے، آنکھ کے بگڑنے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے۔ اور دل کے بگڑ جانے کے بعد شرم گاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔"

"عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بھی داخل بدکاری ہے اور اس کا باریک کپڑے پہننا ننگی ہونے کے حکم میں ہے۔"

"دوسری نظر تیرے لیے وبال ہے، پہلی نظر وہ ہے جو بلا قصد ہو اور دوسری نظر وہ ہے جو قصداً (جان بوجھ کر ارادے سے) ڈالی جائے۔"

شیخ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فسق وفجور سے بچنا، تاوقتیکہ نظر کی حفاظت نہ کی جائے، دشوار ہے۔"

"امرد (بے ریش لڑکا یعنی جس کے ابھی داڑھی نہ آئی ہو) خوبصورت کی طرف نظر کرنا مطلقاً ناجائز ہے خواہ بشہوت ہو یا بلا شہوت۔"

"نکاح نہ کرنے والا گو شرم گاہ کو بچالے، مگر نظر اور دل کا بچانا محال ہے۔"

عورتوں کو ضعف اور ستر سے پیدا کیا ہے۔ ضعف کا علاج خاموشی اور ستر کا علاج پردہ میں رکھنا ہے۔"

آج مادہ پرست اور مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگ یہ منطق پیش کرتے ہیں کہ بے حیائی اور بدکاری پھیلنے کی وجہ یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کو ہمارے معاشرے میں آزادی نہیں ہے۔ اس لیے ان کی باہمی کشش اور جنسی اختلاط کی رغبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اگر آزادی ہو، ایک دوسرے کے قریب رہنے، گھومنے پھرنے، گفت وشنید کرنے، ایک دوسرے کا دیدار کرنے کے عام مواقع میسر ہوں تو برائی اتنی نہ ہو جتنی کہ اب ہے۔ ایسے لوگوں کو مغربی معاشرے کا جائزہ لینا چاہیے کہ وہاں کتنی لڑکیاں ہر سال بن

بیاہی مائیں بن جاتی ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی مشین کا موجد و خالق جس قدر اس مشین کے نقائص کمزوریوں اور خامیوں سے واقف ہوتا ہے اور کوئی اس قدر نہیں ہوتا۔

غور کرنا چاہئے کہ اللہ جَلَّ شانہٗ انسان کا خالق و مالک ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کی کمزوریوں اور خامیوں کو بھلا کون جان سکتا ہے۔ لہٰذا خداوند قدوس کا قانون انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ مفید اور جامع ہے، اخلاقِ رذیلہ سے مانع ہے۔

قانونِ شریعت کو جھٹلانے والے، بے پردگی کے خواہشمند کیا چاہتے ہیں؟ کیا وہ یہ گوارا کر سکتے ہیں کہ شرم وحیاء کے پردے اٹھ جائیں، ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی کوئی تمیز نہ رہے۔ انسان حیوانی کردار کا مظاہرہ کرے............

قانون شریعت ہی ایک ایسا اخلاقی ضابطہ حیات ہے جو کہ انسانوں کو حیوانی عادات وخصائل سے پاک ومنزہ رکھتا ہے۔ پاکیزگی وطہارت کا درس دیتا ہے ظاہری و باطنی آلائشوں کو صاف کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو شرم وحیا، ایمان وعرفان، نگاہِ پاک باز، پاکدامنی، طہارت وتقویٰ اور اولادِ صالحہ کی ضرورت نہیں وہ بے شک ایسے مواقع پیدا کریں جہاں مرد وزن کا اختلاط ہو، نظر نظر سے کلام ہو، غیر محرم خواتین وحضرات کا ایک دوسرے سے مصافحہ اور سلام ہو۔

وہ لوگ کتے اور سؤر کا گوشت بھی تناول فرمانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں کیونکہ یہ جانور بھی بے حیائی وفحاشی، عریانی اور جنسی جنوں میں مشہور ہیں۔

جو قوم اس ڈگر پر چل پڑے اسے ان باتوں سے کیا عار، جو اپنے دین سے ہے بیزار بدنظری اور بے پردگی کا منظر دیکھنا ہو تو دیکھیں بعض مزار اور بازار، صوفی وملا کوئی کوئی لیکن حسن کے شیدائی وتماشائی کئی ہزار۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

افسوس صد افسوس! نفوسِ قدسیہ اور صالحین کی وہ جماعت جس کے اکابرین نے خواتین کو حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر مساجد اور مجالسِ وعظ میں آنے سے روک دیا تھا اور آج تک بدستور پابندی ہے۔ لیکن کوئی جماعت بازاروں اور میلوں میں مستورات کی بھرپور شمولیت پر پابندی نافذ نہ کر سکی۔

خواتین وحضرات کا ایسا اختلاط کہ بزرگانِ دین کی تعلیمات اور عمل کے بالکل خلاف اور متضاد نظر آتا ہے، اگر یہ اختلاط جائز ہے تو پھر عورتوں کو مسجدوں میں نمازیں بھی پڑھنے دیجئے۔

اختلاطِ مرد وزن سے شیطان ہے راضی
دربارِ خداوندی میں بھلا کیا جواب دے گا قاضی
فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی کرو اب تو یاد تازی
کہیں لے نہ جائے ابلیس تجھ سے بازی
جو قوم بھول جاتی ہے ناسکؔ اپنا ماضی
اسلاف نہ ہوں گے ہرگز اس سے راضی

حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''غور تو کرو، کہ جب عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، قبرستان جانے کی اجازت نہیں، عید گاہ میں جا کر عید پڑھنے کی اجازت نہیں تو بازاروں، کالجوں اور کمپنی باغوں میں سیر کے لیے جانے کی اجازت کیوں کر ہوگی؟ کیا بازار، کالج اور کمپنی باغ مسجدوں اور مکہ شریف سے بڑھ کر ہیں؟ (اسلامی زندگی ص ۸۶)

حضرات علمائے کرام وصوفیائے عظام!

کیا وجہ ہے کہ مساجد میں عورتوں کا داخلہ بند۔ ن قبرستان اور بازاروں میں ایک دوسرے کو کرتے ہیں پسند، ایک دوسرے کے دلبند کرتے ہیں۔ انند، کر رہا ہوں میں ایسی باتیں قلمبند، جن کے لکھنے سے پیدا ہو رہا ہے خدشہ گزند۔

خالق ومالک ہے میرا خدائے ارجمند
جس کے قبضے میں ہے افکارِ ناسک کی کمند
اس آزادی میں ہے کس کا قصور
اہلِ خانہ، مستورات اور ہے ہر گھرانہ مجبور
دل ونظر اور زبان وشکم میں ہے فتور
صبر وشکر ہوا رخصت مسلمان ہے قتور[1]
دامنِ زن میں ہے شرم وحیا مستور
چھوڑ کر قرآن کو ہر اک نے بنایا ہے اپنا دستور
شریعت کا باغی ناسک نہیں ہوا ہے کبھی صاحبِ حضور

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آنکھ سب کی طرف سے بند کر لے، خصوصاً بری نگاہ سے کبھی نہ دیکھ۔''

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جب غیر محرم پر نظر پڑے، بند کر لے، تاکہ ثواب حاصل کرے۔''

''دل کی صفائی چاہتا ہے تو آنکھ جہان سے بند کر لے، یہی وہ رخنہ ہے جہاں سے غبار آتا ہے۔''

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

''آنکھ کو نظرِ حرام سے روکنا شہوات سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے:

''وہ (اللہ تعالیٰ) خائن آنکھوں اور سینوں میں پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔''

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ

---

[1] ناشکرا

اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔ جس نے نظر کو آزاد کر دیا۔ اس نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا اور نظر ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے، جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے، شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے، ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقع ہو جاتا ہے۔''

جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا، جب کوئی مانع حائل نہ ہو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے: ''آنکھ بند کرنا آسان ہے، مگر بعد کی تکلیف پر صبر مشکل۔'' رحمتِ عالمین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس فتنہ اور ایمان سوز حرکت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

''نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔''

بعض اسلاف نے فرمایا ہے:

''نگاہ ایک تیر ہے جو قلب میں زہر ڈال دیتی ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی رضی اللہ عنہ! ایک بار نظر پڑ جانے کے بعد پھر دوبارہ نہ دیکھو کیونکہ تمہارے لیے صرف پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا:

''عورتوں کے لیے کونسی چیز بہتر ہے؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''سب سے بہتر یہ ہے کہ مردوں کی نگاہ سے محفوظ رہیں۔''

سلطان الفقراء، عارفِ کامل، رہبر شریعت وطریقت، مخزن اسرارِ معرفت حضرت

علامہ سیدی مرشدی فقیر کامل محمد ارشد قادری سروری قدس سرہٗ العزیز اپنی کتاب ''صحیفہ عشق'' میں لکھتے ہیں:

''ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کی مخالطت سالک کے لیے رہزن ہے۔'' ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے: جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی بارگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں، تو اس کو عورتوں اور لڑکوں کی محبت نفسانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ عموماً لوگ بدنگاہی کی معصیت میں گرفتار ہوتے ہیں اور یہ میلان شہوت کی آمیزش سے ہرگز خالی نہیں ہوتا اور اس نگاہ میں ابتداً صرف نفسانی لذت پیدا ہوتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اس محبوب کو گلے لگانے کو جی چاہتا ہے اور پھر یہ بڑھتے بڑھتے زنا میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ میلان پھر عشق نہیں، یہ شہوت ہے ایک صاحب فرماتے ہیں:

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود

ایں فساد خوردن گندم بود!

یہ فساد روٹیوں کا ہے ایسے لوگوں کو چار روز تک روٹی نہ ملے، اس کے بعد پوچھا جائے کہ روٹی لاؤں یا تمہارا محبوب تو یہ کہے گا کہ محبوب کو بھاڑ میں جھونکوں، روٹی لاؤ ایسے ہی نفسانی عاشقوں کے متعلق شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

چناں قحط افتاد اندر دمشق

کہ یاراں فراموش کردند عشق

دمشق میں ایسا قحط پڑ گیا کہ عاشقوں کو عشق بھول گئے، بدنگاہی بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

العینان تزنیان وزنا هما النظر والاذنان تزنیان وزنا هما الاستماع واللسان یزنی وزناه النطق والیدان تزنیان وزنا هما البطش○

ترجمہ: ''یعنی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے، اور کان زنا کرتے ہیں اور

ان کا زنا سننا ہے اور زبان بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا بولنا ہے (یعنی کسی عورت سے شہوت کی راہ سے باتیں کرنا) اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا غیر محرم کا پکڑنا ہے۔''

جب یہ سب فواحش ہیں تو یقیناً یہ افعال خدا تعالیٰ کو سخت ناپسندیدہ افعال ہیں۔ ایسے ناپسندیدہ افعال خدا تعالیٰ تک تو نہیں البتہ شیطان تک پہنچا دیتے ہیں''۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ (باحیاء، پارسا، معصوم وپاکباز) کون ہوگا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عورتیں پردہ کرتی تھیں، ساری امت کی عورتیں آپ کی روحانی بیٹیاں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود معصوم، کسی قسم کے وسوسہ کا بھی شائبہ نہیں۔ لیکن باوجود اس کے پھر وہ حکم تھا اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ تمام امت کے مردوں اور عورتوں کی مائیں تھیں چنانچہ ارشاد ہے: وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ اور کسی کو ان کی نسبت تو بہ توبہ وسوسہ تک کا بھی شبہ نہ تھا۔ لیکن باوجود اس کے ارشاد ہوتا ہے: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ یعنی اپنے گھروں میں جمی رہو، باہر نہ نکلو اور فرماتے ہیں:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ (سورۃ الاحزاب، پ:۲۲-۳۲)

ترجمہ: ''نرم بات مت کرو جس کے قلب میں روگ ہے، وہ طمع کرے گا۔ (ہاں اچھی بات کہو)۔''

حکایت:

ایک بزرگ تھے وہ اس میں احتیاط نہ کرتے تھے، اس لیے کہ وہ بوڑھے بہت تھے، عورتوں سے زیادہ اجتناب نہ تھا۔ ایک دوسرے بزرگ نے ان کو نصیحت کی انہوں نے نہ مانا۔ ان بے احتیاط بزرگ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا۔ یہ مسئلہ پوچھا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مرد جنید (رحمۃ اللہ علیہ) ہو اور عورت رابعہ بصریہ

(رضی اللہ عنہا) ہو اور وہ دونوں ایک تنہا مکان میں ہوں تو ثالث ان کا شیطان ہوگا اور آدمی خواہ کس قدر بوڑھا ہو جائے، لیکن مادہ تو اس کے اندر باقی رہتا ہے فرشتہ تو ہے نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ کچھ نہ کر سکے، لیکن نظر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور وہ کیسے محفوظ رہ سکتا ہے، مرد کے اندر تو عورت کا میلان خلقۃً پیدا کیا گیا ہے۔ کوئی اس فطری خواہش کو کیسے روک سکتا ہے۔

ساحل کو دیکھ دیکھ کر تو مطمئن نہ ہو
اکثر سفینے ڈوبے ہیں، ساحل کے پاس بھی

آج کل تو پیر بننا مشکل نہیں ہے، لمبے لمبے بال ہوں، موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہو رنگا ہوا کرتا ہو۔ بس پیر ہو گئے، خواہ وہ عورتوں کو گھوریں یا ان کو گلے لگائیں۔ حلال وحرام میں کچھ امتیاز نہ کریں۔ ان کی پیری جو عورتوں سے شروع ہوتی ہے۔ ایسی مضبوط ہے کہ وہ کہیں سے نہیں جاتی، بلکہ اپنے مردوں کو بھی اس پیر کے قدموں پر لا گراتی ہیں اور ہمارے ہاں تو ایک پیروں کا گروپ ہے جو مردوں اور عورتوں کے غلط ملط کو جائز ہی نہیں بلکہ نظر اور غلط محبت کو فقر کا ایک مقام سمجھتے ہیں۔

زہے قسمت حسینوں کی برائی بھی بھلائی ہو
کریں یہ چشم پوشی بھی تو نظروں میں حیا ٹھہرے

بلکہ آج کل تو پیر جتنا خلاف شروع ہوگا۔ اسی قدر زیادہ مقبول ہے اور جس قدر حدودِ شرعیہ کے اندر ہوگا۔ وہ پیری سے دور ہے وہ نرا ملا ہے۔

دشمن سے آپ مل کے ملن سار بن گئے
اس پر جو میں بگڑ کے چلا بدچلن ہوا

اب عورتوں کی کیفیت سنئے کہ اگر کوئی پیر اپنے تقویٰ و پرہیزگاری پر رہنا بھی چاہے تو یہ عورتیں بن ٹھن کر پیروں کے سامنے آتی ہیں اور انہیں گھور گھور کر دیکھتی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ ۔ اس کے متعلق جب عورتوں کو منع کیا جاتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ ہم تو صرف زیارت کرنے آتی ہیں۔ جس طرح مردوں کے لیے عورت غیر محرم کو دیکھنا حرام ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی غیر محرم مردوں کو دیکھنا حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج کل آنکھوں کا گناہ (زنا) بہت کیا جارہا ہے۔ اس کا خصوصیت سے انتظام کرنا چاہئے۔ خاص طور پر سالک کے لیے تو یہ سمِ قاتل ہے۔ اس کا سہل علاج یہ ہے کہ بے حجاب (بے پردہ) عورتوں کو اپنے پاس آنے جانے کا موقع نہ دیں۔ عورتوں کی مجلس اور غلط ملط سے پرہیز رکھیں اور اگر بمجبوری عورتوں سے پیچھا نہ چھوٹ سکے تو ان کو اکیلے ملنے کا موقع نہ دیں، کسی نہ کسی آدمی کو پاس بٹھا کر بات چیت کریں۔ بات کرتے وقت نگاہ نیچی رکھیں ورنہ ۔

جب نظر مل گئی دل ملانا پڑا ۔۔۔ عشق خود دار کو سر جھکانا پڑا

اسی طرح راہ میں چلنے کے وقت نگاہ نیچی رکھیں، ادھر ادھر نہ دیکھیں۔ انشاء اللہ محفوظ رہیں گے، کیونکہ شیطان جب مردود ہوا تو اس نے کہا تھا: ''میں ان (لوگوں) کو (گمراہ کرنے کے لیے) سیدھے راستے پر بیٹھوں گا، پھر ان کے پاس آؤں گا، ان کے سامنے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے۔''

• خلاصہ یہ ہے کہ بدنگاہی ہر طرح سے حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ بدنگاہی صرف نگاہ ہی سے نہیں بلکہ دل سے بھی ہوتی ہے۔ بہت لوگ دل سے سوچا کرتے ہیں اور عورتوں کا تصور کرتے ہیں اور خیال سے مزے لیتے ہیں۔

ہزاروں پردوں میں چھپ چھپ کے بیٹھنے والے
تجھے خیال کی دُنیا میں لا کے دیکھ لیا

پھر وہ سمجھتے ہیں کہ ہم متقی ہیں، یہ بھی ابلیس کا دھوکا ہے، بلکہ بعض وقت دل کے اندر سوچنے سے اور دل کے اندر باتیں کرنے سے اور زیادہ فتنہ ہوتا ہے، کیونکہ نگاہ کرنے میں

تو بعض مرتبہ قبیح اور بدصورت ثابت ہوتا ہے اور دل کے اندر تو باتیں کرنے میں طبیعت کا
زیادہ لگاؤ ہو جاتا ہے اور قلب سے کسی طرح وہ نہیں نکلتی ہے

دل گیا پر نہ گئی دل سے تمنائے وصال
یہ وہ کانٹا ہے کہ سینہ سے نکلتا ہی نہیں

(صحیفۂ عشق، ص:۲۴۴ تا ۲۴۸)

خواتین وحضرات!

بہتر یہی ہے کہ بدنگاہی کے تمام مورچوں اور اڈوں سے دور رہیں۔
مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن پر عمل کرتے ہوئے بے پردہ خواتین کے اکٹھ اور اجتماع کو بند کیا جائے تاکہ بدنگاہی کے مواقع میں کمی ہو، ورنہ ایسے بے شرع خلط ملط سے معاشرہ مزید ناپاک ہوگا۔
بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار لوگوں کے پھسلنے کا خطرہ ہوتا ہے تو پھر عوام الناس تو شیطان کے سامنے کھلونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔
حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اور عورتوں کے درمیان ایک کشمکش جاری ہے، کبھی وہ غالب آ کر ہمارے درویشوں کو بہکا لے جاتی ہیں اور کبھی ہم غالب آ کر ان کے شوہروں کو پکڑ لیتے ہیں۔
حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک گوہر نامی شخص رہتا تھا۔ اس کے ذمہ لنگر کا ایک (کام) غلہ صاف کرنا تھا، وہ ایک عورت کے ساتھ معاشقہ بھی رکھتا تھا اور روزانہ تھوڑا سا غلہ چرا کر اپنی محبوبہ کو دیتا اور کہتا کہ میرے ساتھ نکاح کرو۔"
"............"

حضرت ابوعبداللہ جلاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خوبصورت مجوسی لڑکے کو دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے۔ اثر یہ ہوا کہ قرآن پاک (جو انہیں حفظ تھا) بھول گئے۔
خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مولوی نور الدین سکنہ للیانی

نے تقریباً دس سال تک ہماری خدمت کی، آخر جب عورت کے پھندے میں گرفتار ہوا تو ہم سے دور جا پڑا اور یہی دوری خدا سے دور ہو جانے کا سبب ہے۔

یہ واقعہ کسی غیر عورت کے پھندے میں پھنسنے کا نہیں بلکہ اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ بے پناہ محبت، دلچسپیوں اور نفسانی خواہشات میں تجاوز کرنے کا سانحہ ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے، سوچیں کہ ان تمام لذات و خواہشات اور عشقِ مستورات کا کیا انجام ہے؟ آخر میں تمام مسلمان بھائیوں، بہنوں اور ماؤں کی خدمت میں سلام ہے فقیر کے دل میں آپ سب کا احترام ہے مگر خلافِ شرع عمل کے بارے میں کلام ہے۔

صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمدو آلہٖ وسلم

ایک نیک، صالحہ اور نیک سیرت پاکدامن خاتون کا ذکر کرنا ضروری اور باعثِ سعادت سمجھتا ہوں کیونکہ اس میں خواتین کے لیے بڑی نصیحت، سبق اور ذوق ورغبت ہے۔ حضرت شاہ محمد مقیم محکم الدین سرکارِ حجرہ شریف قدس سرہٗ اپنی کتاب ''درالعجائب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ ایک عورت کو فرشتے لائے اور اس کے نامۂ اعمال کو ترازو میں رکھا اور ترازو پہاڑ سے زیادہ بھاری ہو گیا۔ اس عورت سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام ذاقرہ ہے، خواب سے میں بیدار ہو گئی، جب حج کا وقت آیا اور خلقت جمع ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ منادی آواز کر دیوے (یعنی اعلان کر دے) کہ یہاں کوئی عورت ذاقرہ نام کی ہے، جب یہ آواز دی تو اسی وقت ایک عورت آئی اور کہا کہ میں ذاقرہ ہوں۔ اس کو منادی نے کہا کہ تجھ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلاتی ہیں۔ اس عورت نے کہا کہ میری جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فدا ہو، یہ کہہ کر اٹھی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی اور سلام عرض کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

اس سے پوچھا کہ تو نے کون سا نیک کام کیا ہے؟ کہ میں نے قیامت خواب میں دیکھی اور دیکھا کہ تیرے عمل ترازو میں رکھے گئے اور وہ پہاڑ سے زیادہ بھاری ہو گئے۔ اس عورت نے کہا کہ اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! میں نے ہرگز اپنا ایک بال بھی نامحرم کو نہیں دکھایا۔

دوسرا کوئی کام اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نہیں کیا اور جب بانگ (اذان) نماز کی سنتی ہوں تو خاموش ہو جاتی ہوں اور جو مؤذن کہتا ہے، میں بھی وہ کہتی ہوں اور نماز کو عین وقت پر پڑھتی ہوں اور جب کوئی سائل آتا ہے تو اس کو محروم نہیں جانے دیتی، اگرچہ ایک لقمہ روٹی کا ہو پس میرے یہی کام ہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جا! یہی کام ہمیشہ کیا کر، تا کہ تو ہمیشہ بہشت میں رہے۔''

قابلِ احترام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ بھی اس صالحہ اور پاکدامن خاتون کے نقشِ قدم پر چل کر خداوندِ قدوس، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کی رضا و خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیشہ کے لیے جنت کی حقدار بننے کی کوشش فرمائیں۔ اللہ جَلَّ شانہٗ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے خصوصی رحمتوں، برکتوں، سعادتوں، عظمتوں، روحانی، ایمانی اور عرفانی رفعتوں سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین بحرمة سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتابیات (ماخذ ومراجع)

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف/ملفوظات/سوانح حیات/خطبات
۱	قرآن مجید	کلام الٰہی
	(احادیث مبارکہ بواسطہ کتب تصوف)	
۲	الفتح الربانی (فیوض غوث یزدانی)	غوث اعظم سید ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ
۳	فتوح الغیب	غوث اعظم سید ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ
۴	کشف المحجوب	سید علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ
۵	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ
۶	حق نمائے ترجمہ نور الہدیٰ	سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ
۷	کلید التوحید کلاں	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۸	محک الفقراء	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۹	عین الفقر	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۰	امیر الکونین	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۱	عقل بیدار	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۲	قرب دیدار	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۳	توفیق الہدایت	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۴	مجالسۃ النبی ﷺ	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۵	مفتاح العارفین	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۶	شمس العارفین	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۷	کلید جنت	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۸	نور الہدیٰ خورد	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۱۹	الف اللہ چنبے دی بوٹی	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور
۲۰	فضل اللقا	مطبوعہ: اللہ والے کی قومی دکان' کشمیری بازار لاہور

۲۱	مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ
۲۲	سیرت النبی ﷺ' کامل	ابن ہشام
۲۳	سیرت رسول عربی ﷺ	علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ
۲۴	زادالمعاد (حصہ اول)	علامہ ابن القیم
۲۵	دعوت ارواح	حضرت علامہ فقیر محمد ارشد قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ
۲۶	رہنمائے تصوف (حصہ اول)	حضرت علامہ فقیر محمد ارشد قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ
۲۷	تذکرۂ نور	حضرت علامہ فقیر محمد ارشد قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ
۲۸	صحیفہ عشق	حضرت علامہ فقیر محمد ارشد قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ
۲۹	عرفان (حصہ اول' دوم)	فقیر نور محمد قادری سروری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	تکمیل الایمان	حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	خلاصۃ المفاخر	حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ یافعی)
۳۲	قلائدالجواہر	شیخ محمد یحییٰ تاذنی رحمۃ اللہ علیہ
۳۳	شرح الصدور	حضرت علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
۳۴	رسائل نقشبندیہ	حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ
۳۵	مہر منیر	سوانح حیات حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۶	فتاویٰ نوریہ (حصہ اول وچہارم)	فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
۳۷	آداب سنت	حضرت علامہ عالم فقری
۳۸	اللہ سے دوستی	حضرت علامہ عالم فقری
۳۹	اللہ میری توبہ	حضرت علامہ عالم فقری
۴۰	مکاشفۃ القلوب	حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
۴۱	احیائے علوم	حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
۴۲	اخلاق الصالحین الدین	حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
۴۳	مخزن اخلاق (ترجمہ تنبیہ المغترین)	مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانوی
۴۴	خزینۃ الاصفیا (حصہ اول)	مفتی غلام سرور قریشی سہروردی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
۴۵	روح تصوف	صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
۴۶	انوار محمدیہ	مولانا محمد ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

۴۷	بیعت وخلافت	حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۸	سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (ترجمہ نورٌ علیٰ نور)	سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قادری رحمۃ اللہ علیہ
۴۹	خزینۂ معارف ترجمہ ابریز	سوانح وملفوظات سید عبدالعزیز دباغ معربی رحمۃ اللہ علیہ
۵۰	راحت القلوب	ملفوظات حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
۵۱	سیر الاولیاء	ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی (آمیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ)
۵۲	فوائد الفواد	ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی (آمیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ)
۵۳	نافع السالکین	ملفوظات حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۴	مرآت العاشقین	ملفوظات حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۵	در المعارف	ملفوظات شاہ غلام علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
۵۶	ذکرِ خیر	ملفوظات حضرت خواجہ سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۷	خطبات شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ	مطبات حضرت میاں شیر محمد نقشبندی مجددی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
۵۸	ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ	ملفوظات حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۹	مقابیس المجالس	ملفوظات حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن رحمۃ اللہ علیہ
۶۰	اسرار التوحید	ملفوظات مولوی غلام محمد جلوآنوی رحمۃ اللہ علیہ
۶۱	امداد المشتاق	ملفوظات حضرت خواجہ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
۶۲	شمائم امدادیہ	ملفوظات حضرت خواجہ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
۶۳	اقتضائے صراط مستقیم	علامہ ابن تیمیہ
۶۴	صراط مستقیم	مولوی اسماعیل مرید سید احمد بریلوی
۶۵	تذکرۃ الرشید	سوانح وملفوظات رشید احمد گنگوہی دیوبندی
۶۶	تبلیغی نصاب	مولوی محمد زکریا سہارنپوری
۶۷	شریعت یا جہالت	محمد پالن حقانی گجراتی (تبلیغی جماعت)
۶۸	دوزخ کا کھٹکا	مولوی احمد سعید دہلوی
۶۹	موت کا منظر	خواجہ محمد اسلام کھڈیاں (قصور)

نمبر	کتاب	مصنف
۷۰	ماہنامہ ترجمان السنۃ مئی ۱۹۹۰ء	غیر مقلدین کا ایک ماہنامہ
۷۱	اسلامی زندگی	مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
۷۲	حقیقت تصوف	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی
۷۳	حسن اعمال	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی
۷۴	حسن اخلاق	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی
۷۵	حسن احوال	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی
۷۶	عشق رسول ﷺ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی
۷۷	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ مدفن فیصل آباد
۷۸	حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات	حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ
۷۹	دلائل الخیرات	شیخ سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ
۸۰	جلاء الافہام	علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ
۸۱	الخصائص الکبریٰ	حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۸۲	نعرۂ رسالت	علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ
۸۳	غنیۃ الطالبین	شیخ ابو محمد محی الدین سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
۸۴	فتاویٰ مہریہ	سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ
۸۵	احکام شریعت	اعلیٰ حضرت وملانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ
۸۶	خیر الافادات	ملفوظات مولوی خیر محمد جالندھری
۸۷	کرامات اہل حدیث	عبد المجید سوہدروی شاگرد میر ابراہیم سیالکوٹی
۸۸	سر الاسرار	غوث الاعظم سید شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ
۸۹	کلیات اقبال (اردو)	علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
۹۰	مسدس حالی	الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ
۹۱	شمائل ترمذی	امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
۹۲	مدارج النبوت	شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کنز الخطیب
کی بے پناہ مقبولیت اور عوام و خواص
میں اس کتاب کی انتہائی پذیرائی
کے بعد حضرت علامہ محمد دین چشتی دامت برکاتہم کی مفردات قرآن کے
صرفی، نحوی اور لغوی مباحث پر مشتمل ایک منفرد اور شاندار پیشکش
تشنگان علوم قرآن حکیم
کے لیے ایک
بیش قیمت
اور
نایاب تحفہ
کنز العرفان
فی
شرح مفردات القرآن
خصوصیات
اس کتاب میں کلمات و تراکیب کا انتخاب پورے قرآن حکیم میں سے کیا گیا ہے۔
کلمات و مرکبات کو قرآن حکیم کی سورتوں اور انکی آیات کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے
کلمات و تراکیب قرآن حکیم کے نحوی سیاق و سباق کو واضح کرنے کے لیے ان سے متصل متعلقات و عوامل کو بھی اکثر و بیشتر درج کر دیا گیا ہے۔
کلمات قرآنیہ کے مباحث کو نو عدد کالموں کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔
آخری کالم میں زیر بحث کلمے کا اردو زبان میں استعمال مفرد یا مرکب شکل میں بیان کیا گیا ہے۔
"کنز العرفان" میں مفردات القرآن کے صرفی و نحوی اور لغوی مباحث کو جس انداز میں یکجا کیا گیا ہے اس کی مثال کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔
کتاب ہذا کی ترتیب و تدوین چونکہ ترجمہ و تفسیر کے تعلم کی بہت سی ضرورتوں کو انتہائی جامعیت و اختصار کے ساتھ پوری کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس لئے اس کی شہرت اور طلب اس کی اشاعت سے پہلے ہی بہت زیادہ ہو چکی ہے۔
"کنز العرفان" واقعتاً مفردات قرآن کے عرفان کا ایک بیش بہا خزانہ ہے، لہٰذا یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے۔ چنانچہ یہ سکول کالج اور یونیورسٹی اور مدارس عربیہ کے اساتذہ اور طلبہ کے لئے ایک نادر و نایاب تحفہ ہے۔
مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے فیصل آباد
041-2626046